نخبۃ المسائل

تتمہ: کتاب النوازل

منتخب فتاوی

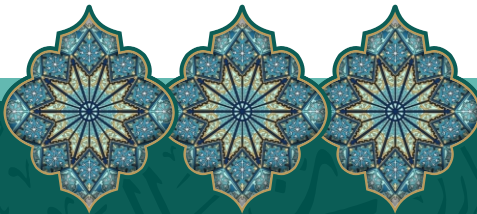
حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

وسابق نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

دوم

الجنائز - الطلاق



ترتیب و مراجعت

مفتی محمد ابوبکر صدیق منصورپوری

مفتی محمد ابراہیم قاسمی مرادپوری



قال رسول الله ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ.

(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

نخبۃ المسائل

(تتمہ: کتابُ النوازل)

منتخب فتاویٰ:

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

اُستاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

وسابق نائب مفتی واُستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(جلدِ دوم)

کتابُ الجنائز -تا- کتابُ الطلاق

ترتیب ومراجعت:

(مفتی) محمد ابوبکر صدیق منصور پوری

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی مراد پوری

ناشر

مکتبہ ''التذکیر'' دیوبند

9058602750



○ نام کتاب : نخبۃ المسائل تتمہ کتاب النوازل (جلد دوم)

○ منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

○ ترتیب ومراجعت : مفتی محمد ابوبکر صدیق منصور پوری

: مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

○ کمپیوٹر کتابت : محمد انظار قاسمی ہردوئی، محمد شعیب قاسمی بجنوری

○ سیٹنگ : محمد اسجد قاسمی مظفر نگری

○ طابع : المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد

9412635154 - 9058602750

○ تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی

011-23289786 - 23289159

○ اشاعتِ اول : صفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق اگست ۲۰۲۴ء

○ صفحات : ۵۸۴

○ قیمت : ۵۵۰/روپئے

ملنے کے پتے:

○ مکتبہ ''التذکیر'' نزد چھتہ مسجد دیوبند

○ مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد

○ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند



بسم اللہ الرحمن الرحیم



مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ:

فَسْئَلُوْآ أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبیآء، جزء آیت: ۷]

ترجمہ : پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔



قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ۴۹/۱ رقم: ۳۳۶، سنن ابن ماجة ۴۳/۱ قم: ۵۷۲)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔



فہرست عناوین

کتابُ الجنائز

اَحکامِ میت

غسل اور نماز جنازہ کے مسائل

دفن کے مسائل

كتابُ الزكوٰة

وجوبِ زکوٰۃ کے مسائل

اَدائے زکوٰۃ کے مسائل

مصارفِ زکوٰۃ

صدقہ اور فدیہ کے مسائل

کتابُ الصوم

رویتِ ہلال اور روزہ کے مسائل

روزہ کی قضا اور کفارہ

کتابُ الحج

حج وعمرہ کے مسائل

کتابُ النکاح

عقدِ نکاح کے مسائل

کفاءت اور ولایت کے مسائل

جہیز کے مسائل

مہر کے مسائل

کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

کن عورتوں سے نکاح ناجائز ہے

رضاعت کے مسائل

حرمتِ مصاہرت

حقوق زوجین

رسوماتِ نکاح

کتابُ الطلاق

وقوعِ طلاق کے مسائل

طلاقِ صریح: رجعی اور بائن

کنائی اور تحریری طلاق

تین طلاق کے مسائل

طلاقِ معلق

خلع اور طلاق علی المال



کتابُ الجنائز

اَحکامِ میت

قریب المرگ شخص کی زبان پر اگر کلمہ جاری نہ ہو

سوال (۳۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قریب المرگ شخص کو کلمہ سنایا جا رہا ہے؛ لیکن زبان پر جاری نہیں ہوتا ہے؛ حالاں کہ دوسری بات چیت کرتا ہے، اس کے متعلق دریافت کرنا ہے کہ وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا یا نہیں؟ شرعاً اِس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو شخص زندگی بھر مسلمان رہا اور اِیمان پر قائم رہا، اگر بالفرض وفات کے وقت اُس کی زبان پر کلمہ جاری نہ ہو، تو محض اس بنیاد پر اُسے اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا؛ کیوں کہ کلمہ جاری نہ ہونا اسلام سے اعراض کی حتمی دلیل نہیں ہے؛ بلکہ عین ممکن ہے کہ شدت تکلیف کی وجہ سے یہ صورت پیش آئے؛ لہٰذا اِس کو نعوذ باللہ کفر پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

واعلم أنه لا يفتىٰ بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن.

(الدر المختار، كتاب الجهاد / باب المرتد / مطلب: الإسلام يكون بالفعل كالصلاة بجماعة ٣٦٦/٦ -٣٦٧ زكريا، ٢٢٩/٤ كراچی، مجمع الأنهر / كتاب السير والجهاد ٥٠٢/٢ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۲/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غلطی سے میت کا رخ قبلہ رو نہ ہوسکا

سوال (۳۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب کا گذشتہ بدھ کو انتقال ہوا؛ لیکن غلطی سے اُن کی قبر کا رخ بجائے شمال جنوب ہونے کے مغرب ومشرق ہوگیا؛ گویا اُن کو جب دفن کیا گیا تو سر مغرب کی طرف اور پیر مشرق کی طرف تھے، تدفین کے بعد اِس غلطی کا پتہ چلا، اَب کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ قبر کھود کر دوبارہ درست انداز میں میت کو دفن کیا جائے، تو اِس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سنت طریقہ یہ ہے کہ قبر میں میت کو اِس طرح لٹایا جائے کہ قبلہ اُس کے دائیں جانب ہو؛ تاہم اگر غلطی سے دوسرے رخ پر قبر بنادی گئی اور تختے لگاکر مٹی بھی ڈال دی گئی، تو اَب قبر کھودنے کی اِجازت نہیں ہے؛ بلکہ اُسی حال میں رہنے دیا جائے۔

وينبغي كونه على شقه الأيمن ولاينبش ليوجه إليها (الدر المختار) أي لو دفن مستدبرًا لها و أهالوا التراب لا ينبش؛ لأن التوجه إلى القبلة سنة، والنبش حرام، بخلاف ما إذا كان بعد إقامة اللبن قبل إهالة التراب، فإنه يزال، ويوجه إلى القبلة عن يمينه، حلية عن التحفة. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۴۱/۳ زكريا)

ولا يخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمي (الدر المختار) احتراز عن حق اللّٰه تعالىٰ، كما إذا دفن بلا غسل أو صلاة أو وضع على غير يمينه أو إلى غير القبلة؛ فإنه لا ينبش عليه بعد إهالة التراب، كما مر. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۴۵/۳ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مرنے کے بعد بھی عورت کو غیر محرم نہیں دیکھ سکتا

سوال (۳۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مردہ عورت کو کون کون دیکھ سکتا ہے؟ سب دیکھ سکتے ہیں یا اِس میں محرم غیر محرم کی تفصیل ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس طرح زندگی میں پردہ کا حکم ہے، اِسی طرح موت کے بعد بھی ہے؛ لہٰذا نامحرم عورت کا انتقال کے بعد میت کو بالقصد دیکھنا درست نہیں ہے، صرف محرم کو دیکھنے کی اِجازت ہے۔

وکل عضو لا یجوز النظر إلیه قبل الانفصال لایجوز بعده ولو بعد الموت.

(الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة / فصل في النظر واللمس ۹/۵۳۴ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نافرمان بیٹے کو وفات کے بعد ماں کا چہرہ دیکھنے سے روکنا

سوال (۳۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کا اپنے بھائیوں سے کسی بات کو لے کر اختلاف ہے اور وہ اُن سے میل جول نہیں رکھتا اور اپنی بیماریاں کی بھی کوئی خیر خبر نہیں رکھتا، تو ایسی صورت میں جو بیٹے ماں کے ساتھ رہتے ہیں اُن کا کہنا ہے کہ اگر یہ ماں سے جیتے جی میل نہیں رکھتا یا عیادت نہیں کرتا، تو اَب اُس کو ماں کے انتقال کے بعد ماں کی شکل نہ دکھائی جائے، تو اُن کا ایسا کرنا درست رہے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بھائیوں سے بلاوجہ اختلاف کرنا اور بے سہارا

ماں کی خبر گیری نہ کرنا بہت محرومی کی بات ہے، ایسے شخص کو اپنا رویہ درست کرنا اور رشتہ داروں کے حقوق کو اَدا کرنا لازم ہے؛ تاہم اُس کے اِس نامناسب رویہ کی وجہ سے ماں کے انتقال کے بعد دیگر وارثین اُسے ماں کا چہرہ دکھانے سے روک نہیں سکتے: کیوں کہ حق تلفی کے باوجود ماں سے بیٹے کا رشتہ برقرار رہتا ہے، اُسے کوئی ختم نہیں کرسکتا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۳۷۴)

المستفاد: وفي اليتيمة: سألت يوسف بن محمد عمن يرفع الستر عن وجه الميت ليراه؟ قال: لا بأس به. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة / الجنائز: الكافر يموت الخ ۷۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱/۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انتقال کے بعد زوجین کا ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنا

سوال (۳۹۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی کی بیوی کا انتقال ہوجائے تو کیا وہ اپنی بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟ اِسی طریقے سے بیوی اپنے شوہر کی وفات کے بعد اُس کا چہرہ دیکھ سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - بیوی کے لئے مرحوم شوہر کو دیکھنا اور ہاتھ وغیرہ لگانا سب جائز ہے؛ جب کہ شوہر اپنی مرحوم بیوی کے صرف چہرے کو دیکھ سکتا ہے اُسے ہاتھ سے چھونا وغیرہ اُس کے لئے درست نہیں ہے۔

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: توفي أبوبكر رضي الله عنه ليلة الثلثاء لثمان بقين من جمادى الأخرىٰ سنة ثلاث عشرة وأوصى أن تغسله أسماء بنت عميس امرأته وأنها ضعفت فاستعانت بعبد الرحمن. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب غسل المرأة زوجها ۵۵۷/۳ رقم: ٦٦٦٣ دار الكتب العلمية بيروت)

ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها في الأصح وهي لا تمنع من ذلك ولو ذمية. (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب الصلاة / باب صلاة الجناة ٢٦٦/١ دار الكتب العلمية بيروت)

ويمنع زوجها من غسلها و مسها لا من النظر إليها على الأصح ...... وهي لا تمنع من ذلك (الدر المختار) أي من تغسيل زوجها دخل بها أو لا كما في المعراج، ومثله في البحر عن المجتبى قلت: أي لأنها تلزمها عدة الوفاة ولو لم يدخل بها. وفي البدائع: المرأة تغسل زوجها لأن إباحة الغسل مستفادة بالنكاح فتبقى ما بقي النكاح والنكاح بعد الموت باق إلى أن تنقضي العدة، بخلاف ما إذا ماتت فلا يغسلها لانتهاء ملك النكاح لعدم المحل فصار أجنبيًا. (تنوير الأبصار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ٩٠/٣-٩١ زكريا، بدائع الصنائع، فصل بيان الكلام فيمن يغسل / باب المرأة تغسل زوجها ٣٥/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرنے کے بعد ’’پیس میکر مشین‘‘ نکالنا؟

سوال (۳۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہارٹ کی تکلیف والے بیمار کے سینے میں ڈاکٹر لوگ جو ’’پیس میکر مشین‘‘ لگاتے ہیں، مرنے کے بعد اس مشین کو نکال لینا پڑے گا یا مریض سمیت دفن کرنا ہوگا؟ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - اِس بارے میں جانکار ڈاکٹر حضرات سے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جو ’’پیس میکر‘‘ آپریشن کرکے مستقل طور پر سینہ میں لگایا جاتا ہے وہ

نکالنے کے بعد کسی اور کام میں نہیں آ سکتا، اس اعتبار سے وہ ایک بے قیمت شئ ہے، اس کے نکالنے سے کوئی نفع وابستہ نہیں؛ بلکہ بلاضرورت آدمی کے بدن کی بے حرمتی لازم آئے گی، اس لئے مسئولہ صورت میں ''پیس میکر'' نکالے بغیر تجہیز وتکفین کردی جائے گی۔

لو بلغ عشرة دراهم ومات يشق، وأفاد البيري عدم الخلاف في الدراهم والدنانير لعدم فسادها. (رد المحتار / كتاب الغصب ۲۸۱/۹ زكريا)

ولو بلع ما غيره ومات هل يشق؟ قولان: والأولى نعم فتح. (الدر المختار) **قوله: والأولىٰ نعم؛ لأنه وإن كان حرمة الآدمي أعلى من صيانة المال؛ لكنه أزال احترامه بتعديه كما في الفتح، ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعد لا يشق اتفاقا.** (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۳٦/۳ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۲/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انتقال سے پہلے کفن اور قبر تیار کرانا

سوال (۴۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انتقال سے پہلے اپنا کفن وغیرہ سلوا کر تیار کرنا، اسی طرح قبر کھدوانا کیسا ہے؟

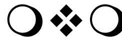
باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - زندگی میں اپنا کفن تیار کرنے کی شریعت میں کوئی ممانعت نہیں ہے؛ بلکہ بعض سلفِ صالحین سے اِس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ اِسی طرح قبر بھی بنائی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وہ اپنی ذاتی زمین میں ہو موقوفہ عوامی قبرستان میں پہلے جگہ متعین کرکے قبر بنانا صحیح نہ ہوگا۔ (مستفاد: اِمداد الاحکام ۲۹۳/۳-۲۹۴ کراچی)

ويحفر قبرا لنفسه، وقيل: يكره، والذي ينبغي أن لا يكره تهيئه نحو

الـكـفـن بـخـلاف الـقبـر (الـدر الـمختار) **وفي الشامي: أي ولا بأس به. وفي التـاتـارخـانية: لا بأس به ويوجر عليه هكذا عمل عمر ابن عبد العزيز والربيع بن خيثم وغيرهما.** (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجناة، مطلب: في زيارة القبور ۳/۱۵٤ زكريا، ۲/۲٤٤ كراچی) ***فقط واللہ تعالیٰ اعلم***

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۵/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



غسل اور نماز جنازہ کے مسائل

کیا نماز جنازہ میں تاخیر کی وجہ سے غسل کو بھی مؤخر کیا جائے گا؟

سوال (۴۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا عصر کے بعد انتقال ہوگیا؛ لیکن والدین کے جنازہ میں تاخیر سے پہنچنے کی بناء پر اگلے دن ظہر کے بعد نماز جنازہ کا وقت طے ہوا ہے، تو اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ میت کو غسل انتقال کے فوراً بعد دینا بہتر ہے یا اگلے دن ظہر سے پہلے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بہتر تو یہی ہے کہ میت کو جلد اَز جلد غسل دے کر پاک وصاف کردیا جائے اور بلا وجہ تاخیر نہ کی جائے (تاہم اگر کسی عذر کی وجہ سے دیر میں نماز جنازہ کا وقت مقرر کیا گیا ہے تو غسل میں تاخیر کرنے میں بھی حرج نہ ہوگا)

قال الطيبي: إن المؤمن عزيز مكرم، فإذا استحال جيفة ونتنا استقذرته النفوس وينفر عنه الطبائع فينبغي أن يسرع فيما يواريه. (شرح الطيبي مكمل، كتاب الجنائز / باب ما يقال عند من حضره الموت ١٣٧٦/٤ مكتبة نزار مصطفى مكة المكرمة، بذل المجهود، كتاب الجنائز / باب تعجيل الجنازة ٨٦/١٤ دار الكتب العلمية بيروت، فيض القدير ٢٢٧/٦ تحت رقم: ٩٠٤٠ المكتبة التجارية الكبرىٰ مصر)

ويبادر إلى تجهيزه ولا يؤخر، لقوله عليه السلام: عجلوا بموتاكم الخ. (الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة / باب الجنائز ١٠٢/١ المطبعة الخيرية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہل خانہ کے انتظار میں دو دن میت کو روکنا

سوال (۴۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دور موجود میں لوگ نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لئے دنیا کے کونے کونے سے حاضر ہوتے ہیں اور میت کے اہل خانہ ایک ایک دو دو دن ان کے آنے کا انتظار کرتے ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس تعلق سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ نیز بزرگان دین اور ائمہ مجتہدین کا اِس بارے میں کیا موقف ہے؟ جواب سے نوازیں مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں، اول یہ کہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا تو یہ مطلقاً مسلمانوں کے معاشرتی حقوق اور موجب اَجر وثواب اَعمال میں شامل ہے اور اِس تعلق سے جنازے کے شہر میں ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے؛ بلکہ جو شخص بھی قریب یا دور جاکر جنازے میں شریک ہوسکتا ہے اُس کے لئے جنازے میں شرکت کا اہتمام کرنا موجبِ فضیلت ہوگا۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دور دراز سے آنے والے اعزاء واَقرباء کے لئے جنازے میں کئی کئی دن تاخیر کرنا تو یہ بلاشبہ اَحادیث کے خلاف ہے؛ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجہیز وتکفین میں جلدی کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اِس لئے اِس میں غیر ضروری تاخیر کی اجازت نہ ہوگی۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام وعيادة المريض واتباع الجنائز وإجابة الدعوة وتشميت العاطس. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الجنائز / باب وجوب العمل في الجنائز من الغسل الخ ٥٤٢/٣ رقم: ٦٦١٦، صحيح البخاري، كتاب الجنائز / باب اتباع الجنائز ١٦٦/١ رقم: ١٢٤٠)

عـن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مـن شهد الجنازة حتى يـصلـى عـليها فله قيراط ومن شهدها حتى تدفن فله قيراطان. (صحيح مسلم، كتاب الجنائز / باب فضل الصلاة على الجنازة ٣٠٧/١ رقم: ٩٤٥)

عـن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: أسرعوا بالجنازة فإن كانت صالحة قربتموها إلى الخير وإن كانت غير ذلك كـان شـرًا تـضعونه عن رقابكم. (صحيح مسلم، كتاب الجنائز / باب الإسراع بالجنازة ٣٠٧/١ رقم: ٩٤٤ صحيح البخاري ١٧٦/١ رقم: ١٣١٥)

وعـن عـلي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي ثلاث لا تؤخرها الصلاة إذا آنت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفؤًا. (سنن الترمذي، أبواب الجنائز / باب ما جاء في تعجيل الجنازة ٢٠٦/١ رقم: ١٠٤٥)

وفـي حـديـث طـلحة أنه عليه السلام قال: وعجلوه فإنه لا ينبغي لجيفة مسلـم أن تـحبس بين ظهراني أهله. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الجنائز / باب ما يستحب من التعجيل بتجهيزه إذا بان موته ٥٤٣/٣ رقم: ٦٦٢٠)

ويبـادر إلـى تـجهيـزه ولا يـؤخـر لقوله عليه السلام: عجلوا بموتاكم. (الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة / باب الجنائز ١٤٧/١ المكتبة الأشرفية ديوبند، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة / الباب الحادي والعشرون في الجنائز ١٥٧/١ زكريا قديم)

ويـنـدب دفـنـه فى جهة موته و تعجيله (الدرالمختار) قال الشامي: أي تـعـجيـل جهـازه عـقب تحقق موته ولذا كره تاخير صلاته ودفنه ليصلى عليه جـمع عظيم بعد صلاة الجمعة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة، قبيل مطلب في الثواب على المصيبة ١٤٦/٣ زكريا، ٢٣٩/٢ كراچی، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / فصل في حملها ودفنها ص: ٦٠٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پنی میں لپٹی ہوئی لاش کو غسل کس طرح دیں؟

سوال (۴۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امریکہ کے ایک ہسپتال میں ایک خاص قسم کے بخار کے مرض میں ایک شخص کا انتقال ہوا، تو ہسپتال والوں نے وارثین کو میت اِس حالت میں سونپی کہ وہ پلاسٹک کی پنی میں بالکل پیک تھی اور یہ تاکید تھی کہ اِس طرح کے مریض کو بعینہٖ تابوت میں رکھ کر دفنایا جائے اور پنی کو ہرگز نہ کھولا جائے کہ اِس کے جراثیم پھیلنے کا اندیشہ ہے اور قانوناً جرم بھی ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ اِس میت کو غسل کیسے دیا جائے؟ اور اگر بالفرض کور ہٹا کر غسل نہ دیا جاسکے تو نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شریعت میں انتقال کے بعد میت کو غسل دینا لازم اور ضروری ہے اور عام حالات میں غسل کے بغیر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے، اس لئے مسئولہ صورت میں حتی الامکان میت سے پنی ہٹا کر باقاعدہ غسل دینے کی کوشش کی جائے۔ اور اگر ایسا کرنا مشکل ہو تو ہسپتال والوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ غسل دینے کے بعد ہی میت پر پنی چڑھائیں یا کم از کم پنی چڑھانے سے پہلے تیمّم کرانے کی اجازت دیں، اگر اُنہوں نے اس وقت تیمّم کی اجازت دے دی تو بحالتِ مجبوری یہ تیمّم غسل کے قائم مقام ہوجائے گا، اِس کی نظیر فقہ میں موجود ہے۔ اور اگر بالفرض کوشش کے باوجود غسل یا تیمّم کسی کی بھی صورت نہ بن سکے یعنی نہ تو پنی چڑھانے سے پہلے تیمّم کی اجازت ملے اور نہ بعد میں پنی ہٹا کر غسل دینے کی کوئی صورت نکلے اور ایسا کرنا حکومت کے قانون کے بھی خلاف ہو تو اِس بارے میں ہمیں فقہی کتابوں میں کوئی صریح جزئیہ دستیاب نہیں ہوسکا؛ البتہ کویت کی وزارت اوقاف ومذہبی اُمور کے شعبۂ افتاء سے شائع شدہ ’’فتاویٰ شرعیہ‘‘ میں اِسی طرح کے سوال کے جواب میں افتاء کمیٹی کا یہ فتویٰ درج ہے کہ اگر میت کو تیمّم یا غسل کرانا ممکن نہ ہو تو ویسے ہی اس پر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دینا چاہئے

اوراس بارے میں حکومت سے ٹکراؤ کی صورت نہیں اپنانی چاہئے۔

المستفاد: ولكنه ييممه غير أن الميممة إذا كانت ذات رحم محرم منه تيممه بغير خرقة، وإن لم تكن ذات رحم محرم منه تيمم بخرقة تلفها على كفها. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة / الكلام فيمن يغسل ۳۳/۲ زكريا)

فإذا تعذر الغسل لفقد ماء أو خوف تفسخه لحرق أو بسبب خوف انتقال مرضه المعدي إلى من يقوم بغسله ولا يمكن التوقي منه، فإنه ييمم إذا أمكن ذلک، فإن لم يمكن غسله ولا تيممه وبخاصة عند الخوف من انتقال العدوى فإنه يصلى عليه، ويدفن من غير غسل ولا تيمم والله أعلم. (مجموعة الفتاوىٰ الشرعية، فتاوىٰ عام ۲۰۱۰م، ۱٤۳۱-۱٤۳۲هـ، كتاب العبادات / باب الجنازة والميت ٦۲/۲٦، رقم الفتوىٰ: ۸۲۹۲)

إلا أنه إذا كان ذلک سيؤدي إلى تصادم مع السلطات الرسمية وإلى فتنة فلا يجوز التصادم مع السلطات ولكن الاستنكار بالقول حسب المستطاع ثم بالقلب على ذلک الفعل. (مجموعة الفتاوىٰ الشرعية، كتاب العبادات / باب الجنائز ۹۳/۱۹ فتوىٰ نمبر: ٥۹۱٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کو کفن دفن کے بعد زخم سے خون نکل آئے

سوال (۴۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک میت کو غسل اور کفن دیا گیا تھا؛ لیکن پھر اُس کے زخم سے خون نکل آیا جس سے کفن ملوث ہوگیا، تو کیا نماز جنازہ سے پہلے کفن بدلنا ضروری ہے؟ یا اسی حالت میں نماز ہو جائے گی؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تجہیز وتکفین کے بعد میت کے بدن سے خون وغیرہ نکلنے سے اگر کفن ملوث ہو جائے تو دفع حرج کی وجہ سے اُس کا بدلنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اُسی حالت میں نماز جنازہ درست ہو جائے گی؛ تاہم اگر پہلے سے کسی زخم وغیرہ سے خون بہنے کا اندیشہ ہو تو غسل کے بعد وہاں روئی رکھ دینی چاہئے؛ تاکہ کفن ملوث نہ ہو۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۱۹۷)

وفي الخزانة: إذا تنجس الكفن بنجاسة الميت لا يضر دفعًا للحرج بخلاف الكفن المتنجس ابتداء، وكذا لو تنجس بدنه بما خرج منه قبل أن يكفن غسل وبعده لا. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۰۳/۳ زكريا)

إذا سال منه شيء بعد الغسل قبل أن يكفن غسل ما سال، وإن سال بعد ما كفن لا يغسل. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ۱۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۳/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نمازِ جنازہ کا مقصد استغفار اور دعا ہی ہے تو نماز ہی کیوں ضروری؟

سوال (۴۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میت کے لئے دعائے مغفرت گھر بیٹھے بھی کر سکتے ہیں، جنازہ کی نماز جو میت کے لئے دعائے مغفرت کی نیت سے اَدا کی جاتی ہے، اُس میں نماز اَدا کرنے والے کے لئے فضیلت ہے کہ ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جنازہ کی نماز اَدا کرنے میں کیا میت کے لئے کوئی زیادہ فضیلت اور دعائے مغفرت کی قبولیت کی بات ہے؟ جنازہ کی نماز اَدا کرنے میں حکمت کیا ہے؟ جب کہ دعائے مغفرت گھر بیٹھے بھی کر سکتے ہیں، اِن دونوں میں فرق کیا ہے؟ دلیل کے ساتھ تشفی بخش جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- میت کے لئے نماز جنازہ میں الگ الگ ۴؍ پہلو پائے جاتے ہیں:

(۱) ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا یہ حق ہے کہ اُس کے انتقال کے بعد پوری عزت وتکریم کے ساتھ اُسے آخری آرام گاہ تک پہنچائے اور اِس عمل کو شریعت میں فرضِ کفایہ کے درجہ میں رکھا گیا ہے، اور اِسی ضمن میں عام مسلمانوں کو رغبت دلانے کے لئے نماز جنازہ اور جنازے کے ساتھ قبرستان تک جانے کی بڑی فضیلتیں اَحادیث میں وارد ہیں۔

(۲) اور دوسرا پہلو میت کے لئے دعائے مغفرت اور طلب رحمت کا ہے، اسی مقصد سے نماز جنازہ مشروع کی گئی، جس میں عملاً میت کے لئے سفارش کا اظہار ہوتا ہے۔

(۳) اور تیسرا پہلو یہ ہے کہ اِس میں میت کے وارثین ومتعلقین کی دل جوئی اور اُن کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

(۴) اور چوتھا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ جنازہ میں شرکت کی وجہ سے آدمی کو خود اپنی آخرت یاد آتی ہے اور عبرت نصیب ہوتی ہے۔

اَب اگر صرف گھر بیٹھے طلب مغفرت کی جائے، تو نفس مغفرت تو ممکن ہے؛ لیکن اِس سے مذکورہ بالا دیگر مقاصد حاصل نہ ہوں گے، اِس لئے حسبِ سہولت جنازے میں شرکت کا اہتمام بہرحال زیادہ موجبِ اَجر وثواب ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: حق المسلم على المسلم ست. قيل: وما هن يا رسول اللّٰه؟ قال: إذا لقيته فسلّم عليه، وإذا دعاك فأجبه، وإذا استنصحك فانصح له، وإذا عطس فحمد اللّٰه فشمِّته وإذا مرض فعده، وإذا مات فاتبعه. (صحيح مسلم، كتاب السلام / باب من حق المسلم للمسلم رد السلام رقم: ٢١٦٢)

عـن أبـي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مـن شهـد الجنازة حتـى يـصـلـي فـلـه قيـراط، ومن شهدها حتى تدفن كان له قيـراطـان، قيـل: وما القيراطان؟ قال: مثل الجبلين العظيمين. (صـحيح البخاري، كتـاب الـجـنـائـز / باب من انتظر حتى يدفن رقم: ١٣٢٥، صحيح مسلم، كتاب الجنائز / باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها رقم: ٩٤٥)

عـن عـائشة رضـي الـلّٰه عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما من ميـت تـصـلـي عليه أمة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون له إلا شفِّعوا فيه. (صحيح مسلم، كتاب الجنائز / باب من صلّى عليه مائة شفعوا فيه رقم: ٩٤٧)

عـن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قـال: إن أول ما يجازى به العبد بعد موته أن يغفر لجميع من اتبع جنازته. رواه البزار (الترغيب والترهيب ١٧٨/٤ رقم: ٥٣٢٢ دار الكتب العلمية بيروت)

قـال الإمـام مـحدث الدهلوي رحمه الله تعالىٰ: السر في شرع الاتباع إكـرام الـميـت، وجبر قلوب الأولياء، وليكون طريقًا إلى اجتماع أمة صالحةٍ مـن الـمـؤمـنـيـن للدعاء له، وتعرضًا لمعاونة الأولياء في الدفن ...... الخ، وإنما شرعت الصلاة على الميت؛ لأن اجتماع أمة من المؤمنين له تاثير بليغ في نزول الرحمة عليه. (حجة الله البالغة مع رحمة الله الواسعة ٦٧٥/٣-٦٧٨ مكتبة حجاز ديوبند)

دليـل الـفرضية: والإجماع منعقد على فرضيتها إلا أنه فرض كفاية إذا قـام به البعض يسقط عن الباقين. (بـدائـع الـصنائع، كتاب الصلاة / فصل بيان فريضة صلاة الجنازة وكيفية فرضيتها ٣١١/١ دار الكتب العلمية بيروت، حاشية الطحطاوي، باب أحكام الجنائز / فـصل الصلاة عليه ص: ٥٨ زكريا، الدر المختار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة، مطلب في صلاة الجنازة ١٠٢/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۷/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نمازِ جنازہ میں سلام پھیرنا واجب ہے یا سنت؟

سوال (۴۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز جنازہ میں سلام پھیرنا واجب ہے یا سنت؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں سلام پھیرنا واجب ہے۔

ویسلم وجوبًا بعد التكبيرة الرابعة من غير دعاء بعدها في ظاهر الرواية.

(مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، باب أحكام الجنائز / فل الصلاة عليه ص: ٥٨٦ زكريا)

السلام: وهو متفق على فرضيته بين الفقهاء ما عدا أبا حنيفة القائل بأن التسليمتين يمينًا وشمالًا واجبتان وليسا ركنين الخ، وقال ابن مسعود رضي اللّٰه عنه: التسليم على الجنازة مثل التسليم في الصلاة. (فقه السنة للسيد سابق مكمل، الجنائز / الصلاة على الميت ص: ٣٤٨ دار الحديث القاهرة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۷؍۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوتھی تکبیر کے بعد جنازہ میں شریک ہوا

سوال (۴۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں اُس وقت پہنچا جب کہ چوتھی تکبیر ہوچکی تھی اور ابھی اِمام نے سلام نہیں پھیرا تھا، تو یہ شخص نماز میں شامل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر شامل ہوگا تو کس طرح نماز پوری کرے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اصح قول کے مطابق یہ شخص نیت کرکے نماز جنازہ

میں شامل ہوسکتا ہے، پھر جنازہ اُٹھنے سے پہلے جلدی جلدی (درمیانی اذکار اور دعاؤں کے بغیر) صرف چار تکبیر کہہ کر نماز مکمل کرلے؛ کیوں کہ اگر اُس کے تکبیر کہنے سے قبل جنازہ اُٹھالیا گیا تو اُس کی نماز باطل ہوجائے گی۔

وإن جاء رجل وقد كبر الإمام أربعًا ولم يسلم لا يدخل معه في رواية عن أبي حنيفةؒ، والأصح أنه يدخل وعليه الفتوىٰ كذا في المضمرات. (الفتاوىٰ الهندية / الفصل الخامس في الصلاة على الميت ١٦٥/١ زكريا قديم، وكذا في تبيين الحقائق، باب الجنازة / فصل السلطان أحق بصلاته ٥٧٨/١ زكريا، ٢٤٢/١ المطبعة الأميرية بولاق مصر)

ثم المسبوق يقضي ما فاته نسقًا بغير دعاء؛ لأنه لو قضاه بدعاء ترتفع الجنازة فتبطل الصلاة؛ لأنها لا تجوز بلا حضور ميت. (تبيين الحقائق، كيفية صلاة الجنازة / باب الجنازة، الفصل السلطان أحق بصلاته ٥٧٨/١ زكريا، ٢٤٢/١ المطبعة الاميرية بولاق)

ثم يقضي المسبوق ما فاته من التكبيرات قبل رفع الجنازة مع الدعاء إن أمن رفع الجنازة قوله مع الدعاء المراد به ما يعم الثناء والصلاة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / السلطان أحق بصلاته ص: ٥٩٤ دار الكتاب) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز جنازہ سنتوں کے بعد اَدا کریں یا پہلے؟

سوال (۴۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: **الف:-** فرض نمازوں کے اوقات میں جنازہ پہنچا ہوا ہو تو فرض نمازوں کے بعد سنت نمازوں سے پہلے نماز جنازہ ادا کرنی چاہئے یا سنتوں کے بعد؟ کونسا طریقہ بہتر ہے؟

ب:- ہمارے شہر کی تمام مساجد میں سنتوں کے بعد ہی نمازِ جنازہ ادا کی جاتی رہی ہے، چند مہینوں سے ایک مسجد کے متولی صاحب نے سنتوں سے پہلے اور فرض نمازوں سے متصل نماز

جنازہ پڑھنے کا اپنی مسجد میں قانون لگا دیا ہے؟ وہ متولی صاحب عام آدمی ہیں اور وہ عوام کو یہ کہتے ہیں کہ ''نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اس کا درجہ سنن ونوافل سے مقدم ہے؛ لہٰذا نماز جنازہ کو پہلے ادا کرنا چاہئے'' اور اُن کو اس پر اصرار بھی ہے، اُن کا یہ کہنا اور اصرار کرنا کہاں تک درست ہے؟

ج:- طرزِ عمل کی اس تبدیلی کی وجہ سے لوگوں میں ایک انتشار رہے، تو برائے مہربانی یہ بتلائیں کہ اگر پہلا طریقہ غلط نہیں تھا اور دوسرا طریقہ افضل بھی نہیں تو اس طریقہ کو رائج کر کے لوگوں میں انتشار برپا کرنا کیسا ہے؟ (نیز دیکھا گیا کہ نمازِ جنازہ بعد میں ہونے کی صورت میں لوگ سنن ونوافل کا اہتمام کرتے ہیں اور فرض کے متصلاً نمازِ جنازہ پڑھنے کی صورت میں کئی ساروں کی سنن مؤکدہ تک چھوٹ جاتی ہیں)

د:- کیا کسی مسجد کے متولی کو یہ حق ہے کہ اس طرح اپنی طرف سے نئے نئے قانون بنائے؟ متولی مسجد کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ اس کی حدود کیا ہیں؟ کیا کوئی متولی مسجد شرعی امور میں خود مختار ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (الف، ب، ج، د) نماز جنازہ اگرچہ سنتوں سے پہلے اَدا کرنا مباح ہے؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ سنن مؤکدہ کی ادائیگی کے بعد نماز جنازہ پڑھی جائے اس میں دونوں پہلوؤں کی رعایت پائی جاتی ہے: اول یہ کہ بعض مرتبہ نماز میں مسبوقین بھی ہوتے ہیں، پس اگر مسجد میں فوراً نماز جنازہ پڑھی جائے گی تو مسبوقین کی نماز میں خلل پڑ سکتا ہے، نیز فوراً نماز جنازہ پڑھنے میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ اکثر لوگ بعد میں سنت مؤکدہ ادا ہی نہ کریں اور کسی کا یہ کہنا کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس لئے اسے سنتوں پر مقدم ہونا چاہئے یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ سنت کے بعد پڑھنے میں بھی نماز جنازہ کا فرض کفایہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور معمولی تاخیر نماز جنازہ میں مضر بھی نہیں ہے۔ بریں بنا مذکورہ متولی صاحب کو اپنی ہی بات پر اصرار کر کے انتشار کا سبب نہیں بننا چاہئے، متولی کا کام اور ذمہ داری مسجد کے

نظم وانتظام سے متعلق ہے، شرعی مسائل کے بارے میں انہیں علماء سے رجوع کرنا چاہئے اور اپنی طرف سے دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے۔

في فتاویٰ آهو يبدأ بالمغرب أولا ثم بالجنازة قبل أداء السنن وقال القاضي شمس الأئمة الأوزجندي يبدأ بالسنة كي لا ينقطع الفور. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ۸٦/۳ رقم: ۳۷۸۳ زكريا)

وتقدم صلاة الجنازة على الخطبة وعلى سنة المغرب؛ لكن في البحر قبيل الأذان عن الحلبي الفتوىٰ على تاخير الجنازة عن السنة (الدر المختار) قوله: عن السنة، أي سنة الجمعة كما صرح به هناك، وقال: فعلى هذا تؤخر عن سنة المغرب لأنها آكد. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة / باب العيدين ٤٦/٣-٤٧ زكريا)

ولو حضرت الجنازة في وقت المغرب تقدم صلاة المغرب ثم تصلى الجنازة ثم سنة المغرب وقيل تقدم السنة أيضًا على الجنازة. (حلبي كبير، مسائل متفرقة من الجنائز / مطلب في الصلاة على قتيل وُجد في دار الإسلام ۱۸۹/۳ مكتبة دار العلوم ديوبند، ص: ٦٠٧ سهيل اكيڈمی لاهور)

وقد قدمنا أنه يبدأ بصلاة المغرب ثم يصلون على الجنازة ثم يأتون بالسنة، ولعله بيان الأفضل، وفي شرح المنية معزيًا إلى حجة الدين البلخي: إن الفتوىٰ على تاخير صلاة الجنازة عن سنة الجمعة وهي سنة فعلى هذا تؤخر عن سنة المغرب لأنها آكد. قوله: وبعد طلوع الفجر بأكثر من سنة الفجر. (البحر الرائق / كتاب الصلاة ٤٤٠/١ زكريا)

المتولي من تولى أمر الأوقاف وقام بتدبيرها. (قواعد الفقه / الرسالة الرابعة: التعريفات الفقهية ٤٦٤ دار الكتاب ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز جنازہ سے پہلے کچھ دینی بات کرنا

سوال (۴۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز جنازہ سے قبل جب کہ میت سامنے موجود ہو، کچھ دیر دین کی بات کرنا کیسا ہے؟ اگر جنازہ کی نماز کا وقت پہلے سے متعین ہو اور ابھی وقت میں گنجائش ہو، تو عوام کے فائدے کی خاطر کچھ دیر بات کرنے کی گنجائش ہے؟ اِس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت ہو تو اسے بھی ذکر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر دینی گفتگو کی وجہ سے نماز جنازہ اور تدفین میں مزید تاخیر نہ ہو تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ جیسا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کی تیاری کے انتظار کے وقفہ میں قبرستان میں برزخ کے اَحوال سے متعلق اِرشادات ثابت ہیں؛ البتہ اس موقع پر ایسی طویل تقریر جس سے جنازہ کے متعینہ وقت میں تاخیر پر شرکاء کو گرانی ہو تو یہ درست نہیں ہوگا۔

عن البراء بن عازب رضي اللّٰه عنه قال: خرجنا مع النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في جنازة رجل من الأنصار فانتهينا إلى القبر ولما يلحد فجلس رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وجلسنا حوله كأنما على رؤوسنا الطير وفي يده عود ينكت به فرفع رأسه، فقال: استعيذوا باللّٰه من عذاب القبر مرتين أو ثلاثًا إلى آخر الحديث. (المصنف لأبن أبي شيبة، كتاب الجنائز / في نفس المؤمن كيف تخرج ونفس الكافر ٥٤/٣ رقم: ١٢٠٥٩ مكتبة الرشد رياض، المصنف لعبد الرزاق، كتاب الجنائز / باب فتنة القبر ٥٨٠/٣ رقم: ٦٧٣٧ المكتب الإسلامي بيروت، سنن أبي داؤد، كتاب السنة / باب في المسألة في القبر وعذاب القبر رقم: ٤٧٥٣)

عن علي رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال له: يا علي!

ثلاث لاتؤخرها الصلاة إذا آنت والجنازة إذا حضرت والأيم إذا وجدت لها كفؤًا. (سنن الترمذي، أبواب الصلاة / باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل ۲۰٦/۱ رقم: ۱۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کو مسجد سے باہر رکھ کر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا

سوال (۴۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر میں جنازہ کی نماز ادا کرنے کے لئے کوئی مستقل اور علیحدہ جگہ نہیں ہوتی، بلکہ عموماً مساجد کے حی علی الصلوٰۃ کی جانب یا حی علی الفلاح کی جانب یا مساجد کے صحن میں نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے اور بعض مسجدوں میں تو جگہ کی تنگی کی وجہ سے جنازہ مسجد کے اندر ہی رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے اور اب بعضے مساجد میں قبلہ کی جانب میں ایک دروازہ کھول دیا گیا ہے، دروازے کے اس پار جنازہ رکھ دیا جاتا ہے اور ایک دو صف جنازے سے متصل ہوتی ہے اور بقیہ سارے لوگ مسجد کے اندر کھڑے ہوتے ہیں، آپ حضرات اس سلسلے میں شرعی رہنمائی فرمائیں کہ: نماز جنازہ کہاں ادا کرنا بہتر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حنفیہ کے نزدیک مسجد شرعی کی حدود میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ اس لئے حتی الامکان یہی کوشش کرنی چاہئے کہ ایسی جگہ نماز پڑھی جائے کہ نہ تو جنازہ حدود مسجد میں ہو اور نہ ہی نمازی؛ لیکن اگر خارج مسجد ایسی جگہ نہ ہو یا مجمع کثیر کی وجہ سے حدود مسجد میں نماز پڑھنا ناگزیر ہو تو حتی الامکان اس کا اہتمام رکھنا چاہئے کہ جنازہ اور بعض نمازی مسجد کے خارجی حصہ میں ہوں اب یہ صورت مسجد کے دائیں بائیں حصہ میں بھی ہوسکتی ہے اور محراب کے آگے بھی ممکن ہے، جیسے کہ سوال میں مذکور ہے تو بوقت ضرورت اس طرح نماز

جنازہ پڑھنے میں کراہت نہ ہوگی۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: والله ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على سهيل ابن البيضاء إلا في المسجد.

عن عائشة رضي الله عنها قالت: والله لقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابني بيضاء في المسجد: سهيل وأخيه. (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز / باب الصلاة على الجنازة في المسجد رقم: ٣١٨٩-٣١٩٠)

قال العلامة خليل أحمد السهارن فوري: فالحديثان الأولان من الباب يدلان على جواز صلاة الجنازة في المسجد وهو قول الجمهور لهذين الحديثين؛ ولكن ما وقع في مسلم أنه لما توفي سعد بن أبي وقاص قالت عائشة: ادخلوا به المسجد حتى أصلي عليه، فأنكر ذلك عليها، فأجابت بهذا الحديث، وفيه أولا: أنها واقعة حال لا عموم لها، ويمكن أن يكون ذلك لضرورة كونها معتكفة، ويوم مطر على أن إنكار الصحابة والتابعين عليها دليل على أن الأمر ثبت خلافها. (بذل المجهود، كتاب الجنائز / باب الصلاة على الجنازة في المسجد ٤٧٣/١٠ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور أعظم جراه)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى على جنازة في المسجد فلا شيء عليه. (سنن أبي داؤد / باب الصلاة على الجنازة في المسجد ٤٥٤/٢ رقم: ٣١٩١)

وصلاة الجنازة في المسجد الذي تقام فيه الجماعة مكروهة. (الفتاویٰ الهندية / الباب الحادي والعشرون في الجنائز ٢٢٦/١ زكريا جديد، الفتاویٰ التاتارخانية / الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ٧٨/٣ رقم: ٣٧٨٦ زكريا)

ولو كانت الجنازة والإمام وبعض القوم خارج المسجد وباقي القوم

في المسجد كما هو المعهود في جوامعنا لا يكره باتفاق أصحابنا. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱/۲۷۲ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

وإن كانت الجنازة والإمام وبعض القوم خارج المسجد والباقي فيه لم تكره بالاتفاق. (العناية شرح الهداية مع فتح القدير / صلاة الجنازة ۲/۱۳۲ زكريا)

وكرهت تحريمًا، وقيل: تنزيهًا في مسجد جماعة هو أي الميت فيه وحده أو مع القوم. واختلف في الخارجة عن المسجد وحده أو مع بعض القوم، والمختار الكراهة مطلقًا، خلاصة. بناء على أن المسجد إنما بني للمكتوبة وتوابعها كنافلة وذكر وتدريس علم وهو الموافق لاطلاق حديث أبي داؤد (الدر المختار) قوله: وقيل تنزيهًا، رجحه المحقق ابن الهمام وأطال ووافقه تلميذه العلامة ابن أمير حاج، قوله: والمختار الكراهة مطلقًا أي في جميع الصور المتقدمة. وفي مختارات النوازل: سواء كان الميت فيه أو خارجه، هو ظاهر الرواية. وفي رواية لا يكره إذا كان الميت خارج الميت، أما إذا عللنا بخوف تلويث المسجد فلا يكره إذا كان الميت خارج المسجد وحده أو مع بعض القوم. قال في شرح المنية: وإليه مال في المبسوط والمحيط وعليه العمل وهو المختار. قلت: بل ذكر في غاية البيان والعناية أنه لا كراهة فيها بالاتفاق؛ لكن رده في البحر، وأجاب في النهر بحمل الاتفاق على عدم الكراهة في حق من كان خارج المسجد، وما ذكر في حق من كان داخله. ثم اعلم أن التعليل الأول فيه خفاء، إذ لا شك أن الصلاة على الميت دعا وذكروهما مما بني له المسجد وإلا لزم المنع عن الدعاء فيه لنحو الاستسقاء والكسوف ...... إذا علمت ذلك فلا يخفى أن الصلاة على الميت فعل لا أثر له في المفعول، وإنما يقوم بالمصلي فقوله: من صلى على ميت في المسجد،

يقتضي كون المصلي في المسجد، سواء كان الميت فيه أو لا، فيكره ذلك أخذًا من منطوق الحديث، ويؤيده ما ذكره العلامة قاسم في رسالته من أنه روي أن النبي صلى الله عليه وسلم لما نعى النجاشي إلى أصحابه خرج فصلى عليه في المصلى قال: ولو جازت في المسجد لم يكن للخروج معنى، مع أن الميت كان خارج المسجد ...... وبهذا التقرير ظهر أن الحديث مؤيد للقول المختار من اطلاق الكراهة الذي هو ظاهر الرواية كما قدمناه، فاغتنم هذا التحرير الفريد؛ فإنه مما فتح به الولي على خلقه، والحمد لله على ذلك. (رد المحتار / مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد ۳/۱۲٦-۱۲۸ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِمام کے ساتھ چند لوگوں کا میت کے ساتھ مسجد سے باہر کھڑا ہونا

سوال (۴۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فردوس مسجد کی توسیع ہوئی ہے، اب مسجد کی محراب کے آگے خارج مسجد میں ایسی جگہ نکل گئی جو پہلے کبھی خالی پڑی ہوتی تھی کہ اس میں جنازہ رکھ کر اِمام اور ایک معمولی سی ۱۰/ یا ۱۲/ آدمیوں کی صف بن جائے گی، اور باقی مصلیان حضرات مسجد کے اندرونی حصہ میں کھڑے ہوکر نماز جنازہ میں شرکت کر سکتے ہیں، جب کہ اُس جگہ کے علاوہ کوئی صاف ستھری جگہ پانچ سو میٹر دائرہ سے پہلے باقی نہیں، جہاں جنازہ ہوسکتا ہو، شہر میں جگہ کی تنگی کے باعث ہمارے محلّہ کی اس مسجد کے اطراف کا جنازہ اس فردوس مسجد سے پیچھے پانچ سو میٹر دور جو کہ قبرستان اور محلّہ سے دوسری جانب میں واقع ایک مدرسہ ہے، وہاں لے جانا پڑتا ہے، پھر دوبارہ قبرستان کے لئے واپس دوسری جانب، یعنی دوہرا چکر لگانا ہوتا ہے، اب اگر اس عذر کی صورت میں جو حصہ خارج مسجد محراب سے آگے ہے، وہاں نماز جنازہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد کے آس پاس یا قبرستان

کے ایک کلومیٹر کے آس پاس کوئی صاف جگہ موجود نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال مسجد کی محراب کی طرف دروازہ کھول کر اِس طرح نماز جنازہ پڑھنا کہ جنازہ کے ساتھ اِمام اور کچھ مقتدی مسجد سے باہر ہوں اور بقیہ لوگ مسجد کے اندر ہوں، تو ضرورت کے وقت اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ فقہی عبارات سے اِس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

ولو كانت الجنازة والإمام وبعض القوم خارج المسجد وباقي القوم في المسجد كما هو المعهود في جوامعنا لا يكره بإتفاق أصحابنا. (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة / فصل في الصلاة على الميت ۲۷۲/۱ مكتبة فقيه الأمت ديوبند)

أما إذا علّلنا بخوف تلويث المسجد فلا يكره إذا كان الميت خارج المسجد وحده أو مع بعض القوم الخ. قال في شرح المنية: وإليه مال في المبسوط والمحيط، وعليه العمل وهو المختار. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۲٦/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۳/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محراب کے برابر میں جنازہ کے لئے کمرہ بنانا

سوال (۴۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ کی مسجد کی تعمیر جدید ہورہی ہے، محراب کے سامنے مسجد ہی کی کچھ زمین ہے، جہاں پہلے مؤذن کا کمرہ تھا، مسجد کے پچھّم سمت میں یہ زمین بائیں طرف سات آٹھ فٹ چوڑی ہے اور دائیں طرف اس سے کچھ کم ہوگی۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس جگہ پر نماز جنازہ کے لئے کمرہ بنالیا جائے، جنازہ کے ساتھ آٹھ دس آدمی بھی صف بنا کر کھڑے ہو سکتے ہیں، بقیہ مقتدی مسجد کے اندر کھڑے ہو جائیں گے، اس لئے کہ نماز جنازہ کے لئے آئندہ کے حالات کے اعتبار سے شہروں میں خالی جگہیں بالکل ختم ہورہی ہیں، تو کیا نماز جنازہ کے لئے اس جگہ کو مختص کیا جاسکتا ہے اور اس طرح نماز جنازہ کی اجازت ہے کہ کچھ لوگ مسجد سے باہر والے حصہ میں کھڑے ہو جائیں اور بقیہ لوگ مسجد میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرلیں، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جگہ کی تنگی یا مجمع کی کثرت وغیرہ اعذار کی بنا پر اس طرح نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جنازہ اور امام صاحب کے ساتھ کچھ مقتدی بھی مسجد سے باہر ہوں اور بقیہ مقتدی مسجد کے اندر ہوں اور اس ضرورت سے محراب کے آگے دروازہ کھول کر کمرہ وغیرہ بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

وإن كانت الجنازة والإمام وبعض القوم خارج المسجد والباقي فيه لم تكره بالاتفاق. (عنـاية مع فتح القدير، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنائز، فصل في الصلاة على الميت ۱۲۸/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عـن عـائشة رضـي الـلّٰه عنها قالت: واللّٰه ما صلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم على سهيل ابن البيضاء إلا في المسجد. (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز / باب: الصلاة على الجنازة في المسجد ۴۵۴/۲ رقم: ۳۱۸۹)

وفـي بـذل الـمجهود: ويمكن أن يكون ذلک لضرورة كونها معتكفة ويـوم مـطـر عـلـى أن إنـكار الصحابة والتابعين عليها دليل على أن الأمر ثبت خلافها. (بذل المجهود ۴۷۲/۱۰ رقم: ۳۱۹۰ دار البشائر الإسلامية) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۴/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

عیدگاہ میں نماز جنازہ کا حکم

سوال (۴۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عیدگاہ میں میت رکھ کر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

قيد بمسجد الجماعة؛ لأنها لا تكره في مسجد أعد لها، وكذا في مدرسة ومصلیٰ عيد؛ لأنه ليس لها حكم المسجد في الأصح. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / فصل: السلطان أحق بصلاته ص: ۵۹۵ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۸/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چپل پہن کر نماز جنازہ پڑھنا

سوال (۴۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز جنازہ میں جوتا چپل اتارے جائیں یا جوتا چپل اُتار کر اُس پر کھڑے ہوں یا جوتا چپل پہن کر نماز جنازہ پڑھی جائے؟ کون سا طریقہ اختیار کیا جائے اور بہتر کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر جگہ پاک ہو تو بہتر ہے کہ جوتے چپل اُتار کر نماز جنازہ پڑھی جائے، اگر جگہ ناپاک ہو اور چپل جوتے کا اُوپر کا حصہ پاک ہو تو چپل کے اُوپر قدم رکھ کر بھی نماز پڑھنا درست ہے۔ اِسی طرح اگر چپل اور جگہ دونوں پاک ہوں تو چپل پہنے ہوئے بھی نماز جنازہ پڑھنا درست ہوگا۔

الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومكان وستر العورة شرط في الميت والإمام جميعًا. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۰۳/۳ زكريا)

وذكر في المنية وشرحها إذا كانت النجاسة على باطن اللبنة أو الآجرة وصلى على ظاهرها جاز. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۳۸۷/۲ زكريا)

ولو افترش نعليه وقام عليهما جازت الصلاة. (البحر الرائق، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة ٤٦٦/١٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۳/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیٹوں کے نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد دوبارہ نماز جنازہ

سوال (۴۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ایک شخص کا انتقال ہوگیا، کورونا کا اندیشہ تھا؛ اِس لئے میت وطن منتقل کرنے دیں گے یا نہیں، اِس میں شک تھا، اس بنا پر میت کے دو بیٹوں نے وہاں نماز جنازہ پڑھ لی اور بعد میں میت کے جانے کی اجازت دی گئی اور ایک محدود تعداد میں لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی، تو کیا اب دوسری مرتبہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور مابقیہ لوگ اسی دن یا دوسرے تیسرے دن قبر پر پڑھ لیں تو گنجائش ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر میت کے بیٹوں نے نماز جنازہ پڑھ لی ہے تو اَب دوبارہ وطن میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۷۲/۱۰)

وإن صلى الولي لم يجز لأحد أن يصلي بعده. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۲٤/۳ زكريا)

ولـو صلى عليه الولي وللميت أولياء آخر بمنزلته ليس لهم أن يعيدوا.

(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة / الفصل الخامس في الصلاة على الميت ١٦٤/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱؍۱۲؍۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا میت کا بڑا بیٹا دوبارہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

سوال (۴۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ضلع بجنور کا رہنے والا ہے، بھوپال میں کاروبار کرتا ہے، زید کے ۳؍ بیٹے ہیں، ایک بیٹا ۱۸؍ سال کا ہے جو عربی سالِ دوم میں پڑھتا ہے، گھر پر رہتا ہے۔ دوسرا بیٹا جو اپنے باپ زید کے ساتھ بھوپال میں کام کرتا ہے عمر تقریباً ۲۲؍ سال ہے۔ تیسرا بیٹا جو سب سے بڑا ہے وہ بلساڑ گجرات میں کام کرتا ہے، زید کا اچانک بھوپال میں انتقال ہوگیا (اَہالیان بھوپال نے زید کو وہیں نہلا کفنا کر نماز جنازہ بھوپال ہی کے کسی شخص کی اقتداء میں پڑھ لی، اس نماز جنازہ میں زید مرحوم کا چھوٹا بیٹا بھی شریک ہوگیا، اس کے بعد زید کا چھوٹا بیٹا اپنے باپ کی لاش کو اپنے گھر بجنور لے آیا، ادھر بلساڑ گجرات سے زید مرحوم کا بڑا بیٹا آ گیا، اس بڑے بیٹے نے اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھنا چاہی تو اُس کو یہ کہہ کر روک دیا گیا کہ بھوپال میں نماز جنازہ ہوچکی ہے، اور تمہارے چھوٹے بھائی نے بھی اُس میں شرکت کرلی، اب تمہارے لئے جائز نہیں ہے، بڑے بیٹے نے عالمگیری کا جزئیہ: ''**فإن تساوى وليان في درجة فا'كبرهم سناً أولى**'' پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں بڑا بیٹا ہوں، نہ میں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور نہ ہی اجازت دی، اس لئے مجھے حق ہے کہ میں نماز جنازہ پڑھوں، دارالافتاء سے فیصلہ مطلوب ہے کہ کیا زید مرحوم کا بڑا بیٹا اِس صورت میں اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں حسبِ تحریر سوال؛ کیوں کہ

زید مرحوم کی جو نماز جنازہ بھوپال میں اَدا کی گئی اُس کی اجازت مرحوم کے بڑے بیٹے نے نہیں دی تھی؛ لہٰذا وہ اگر چاہے تو ولی ہونے کی حیثیت سے دوسری مرتبہ نماز جنازہ پڑھوا سکتا ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

فإن صلی غیره أي غیر من له حق التقدم بلا إذن ولم یقتد به أعادها إن شاء لعدم سقوط حقه وإن تأدی الفرض بها. (مراقي الفلاح، کتاب الصلاة / فصل السلطان أحق بصلاته ص: ۵۹۱ المکتبة الأشرفیة دیوبند)

إذا حصلت المساواة في الدرجة والقرب والقوة کابنین أو أخوین أو عمین فالأسن أولی. (رد المحتار، کتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱۲۱/۳ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۷/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ایک مرتبہ شہر میں دوسری مرتبہ گاؤں میں جنازہ پڑھنا

سوال (۴۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ایک جنازے کی دو مرتبہ نماز پڑھی جاسکتی ہے، ایک مرتبہ شہر میں اور دوسری مرتبہ گاؤں میں جہاں اُن کو دفنایا جائے گا، کیا ایسا کیا جاسکتا ہے؟ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اُصولاً تو نمازِ جنازہ کا تکرار درست نہیں ہے؛ لیکن اگر پہلی نماز جنازہ میں ولی نے شرکت نہ کی ہو تو ولی کو بعد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حق ہوگا، اور ولی کے ساتھ دیگر لوگ بھی شریک ہوسکتے ہیں۔

فإن صلی غیره أي غیر من له حق التقدم بلا إذن ولم یقتد به أعادها هو

إن شاء ولا يعيد معه أي مع من له حق التقدم من صلى مع غيره. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي / فصل السلطان أحق بصلاته ص: ۵۹۱ دار الكتاب ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوبارہ نماز جنازہ کا حکم

سوال (۴۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب کا کویت میں انتقال ہوگیا، وہاں نماز جنازہ اَدا کرنے کے بعد اُن کی میت ہندوستان لائی گئی، تو کیا یہاں اُن کی نماز جنازہ دوبارہ پڑھی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں کویت میں جو نماز جنازہ ہوئی ہے، اگر اُس میں میت کا ولی شریک نہیں ہوا، اور نہ ہی اُس نے باقاعدہ نماز کی اجازت دی، تو اَب ہندوستان آنے کے بعد اولیاء میت دوبارہ اُس کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر ولی نے کویت میں نماز جنازہ پڑھ لی ہو یا اُس کی اجازت سے وہاں نماز پڑھی گئی ہو تو اَب دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

فإن صلى غيره أي غير من له حق التقدم بلا إذن ولم يقتد به أعادها.

(مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / فصل السلطان أحق بصلاته ص: ۵۹۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قوله بلا إذن ولم يقتد به أما إذا أذن له أو لم يأذن ولكن صلى خلفه فليس له أن يعيد؛ لأنه سقط حقه بالإذن أو بالصلاة مرة وهي لا تتكرر، ولو صلى عليه الولي وللميت أولياء آخرون بمنزلته ليس لهم أن يعيدوا لأن ولاية الذي صلى متكاملةً. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص: ۵۹۱)

فإن صلى غير الولي أو السلطان أعاد الولي يعني إن شاء لما ذكرنا أن

الحق للأولياء، وإن صلى الولي لم يجز لأحد أن يصلي بعده؛ لأن الفرض يتأدى بالأول والنفل بها غير مشروع. (الهداية ۱۹۲/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وللولي أن يأذن لغيره، فإن صلى غير من ذكر بلا إذن أعاد الولي إن شاء ولا يصلي غير الولي بعد صلاته. (مجمع الأنهر / كتاب الصلاة ۲۷۰/۱ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الصلاة ۸۵/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴/۳/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

جس بچہ کے کان میں اَذان نہیں دی گئی اُس کی نماز جنازہ کا حکم

سوال (۴۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس بچے کی پیدائش کے بعد کان میں اَذان نہ دی گئی ہو، پھر بعد میں اُس کے انتقال ہونے پر اُس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: - جس بچے میں پیدائش کے بعد زندگی کے آثار پائے جائیں پھر اُس کا انتقال ہوجائے تو اُس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ اگرچہ پیدائش کے وقت اُس کے کان میں اَذان نہ دی گئی ہو؛ اِس لئے کہ نماز جنازہ کی صحت کے لئے اَذان شرط نہیں ہے۔

ويصلى على كل مسلم مات بعد الولادة، صغيرًا كان أو كبيرًا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الفصل الخامس في الصلاة على الميت ۲۲٤/۱ مكتبة الاتحاد ديوبند)

ومن استهل بعد الولادة سمي وغسل وصلي عليه. (الهداية، باب الجنائز / فصل في الصلاة على الميت ۱۹۳/۱ مكتبة بلال ديوبند، شرح الوقاية ۲۰۸/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اِمام صاحب نے بھول کر بے وضو جنازہ کی نماز پڑھادی

سوال (۴۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِمام صاحب نے نماز پڑھائی، تدفین کے بعد امام صاحب نے بتایا کہ میرا وضو نہیں تھا جب کہ بڑی تعداد میں لوگوں نے امام صاحب کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا مقتدیوں کی نماز جنازہ پڑھ لینے کی وجہ سے میت کی نماز جنازہ کا فریضہ ادا ہوگیا یا امام صاحب کے بے وضو نماز جنازہ پڑھانے کی وجہ سے میت کی نماز جنازہ ہوئی یا نہیں؟ کیا قبر پر نماز جنازہ پڑھ لیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جب کہ امام صاحب نے بے وضو نماز جنازہ پڑھائی ہے تو یہ نماز جنازہ ادا نہیں ہوئی، اب حکم یہ ہے کہ جب تک نعش صحیح و سالم ہونے کا غالب گمان ہو تو قبر پر جاکر اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لی جائے۔

عن نافع أن عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنهما كان يقول: لا يصلى الرجل على جنازة إلا وهو طاهر. (الموطأ للإمام مالك، كتاب الجنائز / جامع الصلاة على الجنائز ص: ۸ رقم: ۲٦)

لو صلوا على جنازة والإمام غير طاهر فعليهم إعادتها لأن صلاة الإمام غير جائزة لعدم الطهارة فكذا صلاتهم لأنها بناء على صلاته. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة / فصل بيان ما تصح به وما تفسد وما تكره ٥٤/٢ زكريا)

وإذا دفن وأهيل عليه التراب بغير صلاة أو بها بلا غسل أو ممن لا ولاية له صلى على قبره استحسانًا ما لم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير هو الأصح. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ١٢٥/٣ زكريا، الفتاوىٰ السراجية، كتاب الجنائز / باب الصلاة على الجنازة ص: ١٣٢ زمزم للطبعة والنشر والتوزيع دار العلوم زكريا افريقية الجنوبية)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبر پر نماز جنازہ

سوال (۴۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طبرانی اور مجمع الزوائد کے حوالہ سے منتخب احادیث ۲۶۰/ پر ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھاتی تھی، اس کا انتقال ہوگیا، صحابہ نے دفن کردیا، بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، تو آپ نے اس عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ جب صحابہ نے نماز پڑھ کر دفن کردیا تو نبی نے قبر پر نماز جنازہ کیوں پڑھی؟ یہ نبی کی خصوصیت تھی؟ یا صحابہ نے بغیر نماز جنازہ دفن کیا تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں ذکر کردہ حدیث صحیح ہے، بخاری شریف رقم: ۱۳۳۷، مسلم شریف ۱/۳۰۹-۳۱۰ وغیرہ میں موجود ہے اور اس واقعہ میں تدفین کے بعد قبر پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں، جن میں زیادہ راجح یہ ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے؛ لہٰذا عام لوگوں کے لئے نماز جنازہ کے تکرار پر اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

قال محمد – رحمه اللّٰه تعالىٰ – في الموطأ: ولا ينبغي أن يصلى على جنازة قد صلي عليها وليس النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فى هذا كغيره ألايرىٰ أنه صلى على النجاشي بالمدينة وقد مات بالحبشة فصلاة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بركة و طهور فليست كغيرها من الصلوات وهو قول أبي حنيفة. (الموطأ للإمام محمد / باب الصلاة على الميت بعد ما يدفن ص: ۱۷۱ رقم: ۳۱۸)

وأجابوا عن أحاديث الباب بأن ذلك كان من خصائصه صلى اللّٰه عليه وسلم واستدلوا على هذا بقوله صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث أبي هريرة عند مسلم "إن هذه القبور مملوؤة ظلمة على أهلها وإن اللّٰه ينورها لهم

بصلاتي عليهم“ قالوا صلاته صلى الله عليه وسلم كانت لتنوير القبر فلا يكون الصلاة على القبر مشروعًا. (تحفة الأحوذي، أبواب الجنائز / باب ما جاء في الصلاة على القبر ١١٣/٤ دار الكتب العلمية بيروت، فتح الملهم شرح صحيح مسلم، كتاب الجنائز / باب الصلاة على القبر بعد الدفن ٤٨٥/٤-٤٨٤ زكريا)

قال أبو حنيفة وأبو يوسف ما جاء من ذلك لم يكن على وجه الصلاة وإنما كان دعاء واستغفارًا أو كان ذلك من خصائصه عليه الصلاة والسلام حتى ذهب بعض العلماء أن الصلاة على القبر مطلقًا من خصائص النبوة كما يفهم من قوله ”وإن الله ينورها لهم بصلاتي عليهم، كذا ذكره الشيخ في اللمعات. (الهامش على الترمذي، أبواب الجنائز / باب ما جاء في الصلاة على القبر ٢٠١/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز جنازہ کے دوران اِمام کا وضو ٹوٹ گیا

سوال (۴۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر اِمام کا جنازہ کی نماز میں وضو ٹوٹ گیا تو کیا وہ پیچھے والے کو آگے کر سکتا ہے؟ یا پھر سے وضو کرے گا؟ یا تیمم کرے گا؟ تفصیلاً جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نماز جنازہ کے دوران اگر اِمام کا وضو ٹوٹ جائے تو بلاتوقف فوراً دوسرے شخص کو نائب بنا کر آگے کردے اور پھر دوسرا شخص نماز کو مکمل کرائے، تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ ایسا ہی کرنا چاہئے اور خود اِمام واپس جا کر تیمم کر کے بناء کر سکتا ہے۔

من سبقه حدث في الصلاة أي: حصل له بلا صنع توضأ بلا توقف وبنى أي: جاز له البناء. ولو في الجنازة والاستيناف أفضل وإن كان إمامًا جرّ آخر

إلـى مـكـانه أي جاز له أن يستخلف من يصلح للإمامة. (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلاة / باب الحدث في الصلاة ١٧١/١ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

سبق الإمام حدث ...... **استخلف أي: جاز له ذلك ولو في جنازة (الدر المختار) قال الشامي: هو الأصح.** (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب الاستخلاف ٣٥٢/٢-٣٥٣ زكريا)

يجوز التيمم لخوف فوت صلاة الجنازة أو لخوف فوت صلاة عيد ولو كان الخوف بناءً لما بيّنا أنها تفوت لا إلى بدل. (البحر الرائق، كتاب الطهارة / باب التيمم ٢٧٤/١-٢٧٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۳/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

جس کو جنازہ کی دعا یاد نہ ہو وہ نماز جنازہ کیسے پڑھے؟

سوال (۴۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جنازہ کی نماز پڑھنا چاہتا ہے؛ لیکن اُسے دعاء نماز جنازہ یاد نہیں ہے، تو وہ کس طرح نماز پڑھے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس شخص کو دعاء جنازہ یاد نہ ہو تو اُس کی جگہ کوئی بھی دعا پڑھ سکتا ہے، اگر بالفرض کچھ بھی نہ پڑھ سکے تو چار مرتبہ اللہ اکبر کہنے سے بھی فرض اَدا ہوجائے گا۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۸۲/۲)

والأمي والهنود الذين لا يعلمون الأدعية يكبر تكبيرات ويسلم تجوز صلاته؛ لأن الأركان فيها التكبيرات. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / الفصل الثاني والعشرون: صلاة الجنائز وكيفية الصلاة ٤٦/٣ زكريا)

ثم يكبر أخرى ويدعو للميت وجميع المسلمين وليس فيها دعاء موقت، وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول: اللّٰهم اغفر لحينا وميتنا الخ ...... هذا إذا كان يحسن ذلك فإن كان لا يحسن يأتي بأي دعاء شاء. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز / الفصل الخامس في الصلاة على الميت ۱/۱۵۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

لاک ڈاؤن میں علماء کے جنازوں میں مجمع کی قلت سے بدگمان ہونا

سوال (۴۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لاک ڈاؤن کی وجہ سے بہت سارے اَکابر کے جنازوں میں عوام وخاص کی کثرت نہ ہونے کی وجہ سے زید یہ گمان کرتا ہے کہ اِن بزرگوں کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور وہ کچھ بدگمانیاں بھی پالے ہوئے ہے۔ برائے کرم کچھ ایسی وضاحت فرما دیجئے کہ جس کی وجہ سے زید کی بدگمانیاں ختم ہوسکیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - آدمی کی نجات اور رفع درجات کا مدار اِیمان اور اَعمالِ صالحہ پر ہے، اور جس شخص کی زندگی عقیدے اور عمل کے اعتبار سے بہترین گذری ہو، اُس کے لئے قرآن وسنت میں آخرت میں تقربِ خداوندی اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے؛ پس اگر کسی عذر کی وجہ سے اتفاقاً کسی مؤمن کے جنازے میں زیادہ مجمع اکٹھا نہ ہو، تو یہ اُس کے لئے محرومی یا بدنصیبی کی بات ہرگز نہیں ہے۔ صحابہ کرام اور سلفِ صالحین میں سے متعدد حضرات کے بارے میں وارد ہے کہ اُن کے جنازے میں بہت محدود تعداد میں لوگ شریک رہے، مثلاً خلیفہ ثالث اَمیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جنازے میں بمشکل صرف ۱۷ر آدمی شریک ہوئے؛

حالاں کہ آپ عشرۂ مبشرہ میں داخل ہیں۔ (سیر الصحابہ ۱/۲۲۱ بحوالہ مضمون: مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری)

اور خلیفہ رابع سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ''صرف گنتی کے چند لوگوں نے آپ کے جنازے میں شرکت کی اور خوارج کے خطرے سے خفیہ طور پر رات ہی میں آپ کی تدفین کردی گئی''۔ (حضرت علی المرتضیٰ ۱/۵۱۶-۵۱۷ مرتبہ: مولانا محمد اقبال رنگونی)

اسی طرح سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بھی مدینے کے قریب ''ربذہ'' نامی ایک دیہات میں ہوئی اور بہت مختصر جماعت نے آپ کی تجہیز وتکفین کا انتظام کیا۔ (سیر الصحابہ ۲/۷۵)

اور بھی بہت سے واقعات تلاش کرنے سے مل سکتے ہیں؛ بالخصوص طاعون وغیرہ کے وبائی اَمراض میں جو اَموات پیش آتی تھیں، اُن میں زیادہ تعداد کی کثرت بہت مشکل ہوتی تھی؛ لہٰذا موجودہ وبا کے ماحول میں حکومت کی پابندیوں اور احتیاطی تدابیر کی بنیاد پر اگر کسی کے جنازے میں زیادہ لوگ شریک نہ ہوسکیں، تو اُس سے بدگمانی قائم نہیں کرنی چاہئے، خاص طور پر حالیہ وبائی مرض سے وفات پانے والے مسلمان اُخروی طور پر شہادت کے مستحق ہیں، اور ہمیں بجا طور پر یہ اُمید رکھنی چاہئے کہ یہ موت اُن کے لئے رفع درجات کا ذریعہ بنے گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ [الكهف: ۱۰۷]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: المبطون شهيد والمطعون شهيد. (صحيح البخاري، كتاب الطب/ باب ما يذكر في الطاعون رقم: ۵۷۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۷/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



دفن کے مسائل

فسادات میں مارے گئے لوگوں کی تجہیز وتکفین

سوال (۴۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دلی میں چند دن قبل ہندو مسلم فساد ہوا جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، اُن میں سے بعض ایسے تھے جن کو فساد کی جگہ سے مردہ اُٹھایا گیا اور بعض کی لاشیں کئی دن بعد گندے نالے وغیرہ میں دستیاب ہوئیں، جب کہ زیادہ تر اَموات زخمیوں کی ہسپتال میں جاکر ہوئیں، تو مذکورہ ہر قسم کے شہداء کی تجہیز وتکفین کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے، یعنی اُنہیں غسل وکفن دیا جائے گا یا نہیں؟ صحیح جواب دے کر مسئلہ جلد از جلد ارسال فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں فسادات میں جان بحق ہونے والے مسلمانوں کے تجہیز وتکفین کے متعلق درج ذیل احکام ہوں گے:

الف:- جو لوگ معرکہ کے دوران عین موقع پر دشمن کے حملہ سے شہید ہوئے اور انہیں اس جگہ سے مردہ ہونے کی حالت میں اُٹھایا گیا، اُن پر شہید کامل کے احکام جاری ہوں گے یعنی اُن کو نہ تو غسل دیا جائے گا، اور نہ اُن کے بدن سے کپڑے اتارے جائیں گے؛ البتہ اگر وہ کپڑے کفن کے مسنون عدد یعنی تین سے کم ہوں تو اتنے کپڑوں کا اِضافہ کردیا جائے گا، جیسے اگر کرتہ اور پائجامہ پہن رکھا ہو تو لفافہ کا اِضافہ کیا جائے گا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

بقتلى أحد أن ينزع عنهم الحديد والجلود أو أن يدفنوا بدمائهم وثيابهم. (سنن أبي داؤد ٤٤٧/٢ رقم: ٣١٣٤)

فيكفن بدمه أي مع دمه من غير تغسيل ويكفن مع ثيابه ويصلى عليه بلا غسل. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / باب أحكام الشهيد ص: ٦٢٧)

وكذا يكون شهيدًا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق، وفي الشامي: قوله يكون شهيدًا، أي بشرط أن لا يرتثّ أيضًا. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / باب الشهيد ١٦٠/٣ زكريا)

ب:- جو حضرات زخمی ہونے کی حالت میں موقع سے اُٹھائے گئے، اور اُن کا علاج معالجہ ہوا پھر ہسپتال میں اُن کی وفات ہوئی تو وہ بھی حکماً شہید ہیں، اور وہ اِن شاء اللہ شہید کے مرتبہ پر فائز ہوں گے؛ البتہ انہیں حسبِ ضابطہ غسل دیا جائے گا، اور تجہیز وتکفین کی جائے گی؛ حتیٰ کہ اگر پوسٹ مارٹم کیا گیا ہو پھر بھی سیل کھول کر غسل کا اہتمام کرنا ضروری ہوگا۔

أو جرح وارتث وذلك بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوى ولو قليلا أو أوى خيمة أو مضى عليه وقت صلاة وهو يعقل ويقدر على أدائها، أو نقل من المعركة وهو يعقل. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب الشهيد ١٦٢/٣-١٦٣ زكريا)

من حمل من المعركة حيًا ثم مات في بيته أو على أيدي الرجال فهو مرتث. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة / بيان من يكون شهيدًا ومن لا يكون ٦٨/٢ زكريا)

ج:- مسلمانوں کی جو لاشیں مردہ ہونے کی حالت میں گندے نالے سے اُٹھائی گئی ہیں وہ بھی شہید کامل کے حکم میں ہیں کہ اُن پر نماز جنازہ کے لئے الگ سے غسل اور تجہیز وتکفین ضروری نہیں؛ لیکن چوں کہ انہیں گندے نالے سے اُٹھایا گیا ہے، اور حسی طور پر اُن کا بدن اور کپڑے نجاست سے ملوث ہیں، اِس لئے ایسی لاشوں کو اچھی طرح دھوکر پاک صاف کرکے پاک کپڑوں میں کفن دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

وحكمه أن لا يغسل ويصلي عليه كذا في محيط السرخسي، ويدفن بدمه وثيابه كذا في الكافي، ولو كان في ثوب الشهيد نجاسة تغسل كذا في العتابية، وينزع عنه ما ليس من جنس الكفن نحو السلاح الخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الفصل السابع في الشهيد ۲۲۹/۱ مكتبة الاتحاد ديوبند)

فينزع عنه ما لا يصلح للكفن ويزاد إن نقص ما عليه عن كفن السنة وينقص إن زاد لأجل أن يتم كفنه المسنون. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب الشهيد ۱٦۱/۳ زكريا)

د:- اور اِس طرح کے فسادات میں جو نابالغ بچے مارے گئے ہیں اُن پر دنیا میں شہید کے احکام جاری نہیں کئے جائیں گے؛ لہٰذا اُن کو حسبِ ضابطہ غسل اور تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا۔

هو (الشهيد) البالغ العاقل، خرج به الصبي والمجنون فيغسلان عنده.
(رد المحتار، كتاب الصلاة / باب الشهيد ۱۵۸/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تدفین سے فارغ ہوتے ہی قبر کا تختہ ٹوٹ گیا

سوال (۴۲٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تدفین سے فارغ ہونے کے بعد فوراً حاضرین کے سامنے ہی تختہ ٹوٹ کر قبر میں گر گیا اور مٹی بھی نیچے گر گئی، تو اِس صورت میں کیا قبر کو دوبارہ کھول کر سب صحیح کر سکتے ہیں یا بس ویسے ہی اوپر سے ٹھیک کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں قبر پر مٹی ڈالے جانے کے

بعد تختے ٹوٹنے کی بات پیش آتی ہے، تو اَب قبر کو دوبارہ نہیں کھولا جائے گا؛ بلکہ اوپر سے ہی مٹی ڈال کر قبر بنادی جائے گی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲۱۳/۴)

ولا يخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمي. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ١٤٥/٣ زكريا)

قوله: ولا ينبش ليوجه إليها أي لو دفن مستدبرًا لها وأهالوا التراب لا ينبش؛ لأن التوجه إلى القبلة سنة والنبش حرامٌ. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ١٤١/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کو قبر سے نکال کر اُس کا ٹیٹو جلانا

سوال (۴۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجھے کچھ وقت پہلے ایک صاحب ملے تھے، جنہوں نے مجھے بتایا کہ ایک ایکٹر دانش ذہین نام کا تھا، جس کا انتقال کار حادثہ میں ہوا تھا، اس نے اپنے جسم پر ٹیٹو گدوار کھے تھے، تو اُن سب نے مجھے بتایا کہ ہمارے علماء نے اس کی قبر کھدوا کر اُس کی لاش نکال کر اُس کے جسم سے ٹیٹو کے نشانوں کو جلا کر دفن کر دیا تھا۔

مفتی صاحب! میری گذارش ہے کہ آپ شریعت اسلامیہ کی روشنی میں بتائیں کہ کیا یہ عمل اسلام میں جائز ہے؟ اور کیا کسی شخص کے ذریعہ ٹیٹو جلا دینے سے اُس کا ٹیٹو گدوانے کا گناہ معاف ہوسکتا ہے، وہ بھی اُس شخص کے مرنے کے بعد، اِس بات پر میری اُن لوگوں سے کافی بحث ہوئی کہ یہ عمل آپ نے غلط کیا، وہ سب میری فیملی کے ممبر تھے، اُنہوں نے کہا کہ دین میں بحث کرنا نہیں آیا، میں نے کہا کہ آپ غلط دلیل دے رہے ہو، بات بڑھتی دیکھ کر ہمارے بڑوں نے اُن سے کہا کہ آپ لوگ خاموش ہو جاؤ، بحث نہیں کرو، تو اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ چھوٹا

ہوکر چپ نہیں ہورہا اور میں بڑا ہوکر بھی چپ ہوجاؤں، یہ بات سن کر میرے والدین نے مجھے ڈانٹا کہ تمہیں علم نہیں ہے اور بحث کررہے ہو۔

قابل احترام مفتی صاحب! گذارش ہے کہ آپ مجھے بتائیں کہ کیا اُن کی یہ بات صحیح تھی اور اگر کل کو وہ مجھے یہ کہہ دیں کہ فلاں مورتی کو سجدہ کرو اور اِس پر میں اُن سے بحث کروں کہ میں یہ عمل کیوں کروں؟ تو اِس پر اگر وہ یہ دلیل دیں کہ ہم تمہارے بڑے ہیں اور دین میں بحث نہیں آئی ہے، تو کیا میں اُس مورتی کو سجدہ کرلوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اِسلام میں ٹیٹو گدوانا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے گدوالیا تو زندگی میں حتی الامکان اُسے چھٹانے کی کوشش کرنی چاہئے؛ تاہم اگر اُس کا چھٹانا تکلیف دہ ہو تو اُس کے اوپر پانی بہادینے سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے، پس اگر کسی شخص کا ٹیٹو لگے رہنے کی حالت میں انتقال ہوجائے تو اگر بآسانی اسے چھٹانا ممکن ہو تو کوشش کی جائے گی ورنہ اِس حالت میں غسل دے کر نماز جنازہ پڑھ لی جائے اور ٹیٹو لگے شخص کو قبر میں دفنانے کے بعد اُسے باہر نکالنا اور ٹیٹو والے حصۂ بدن کو جلانا یہ شریعت کا حکم نہیں ہے؛ بلکہ ناجائز ہے، جس نے بھی ایسا کیا وہ غلطی پر ہے اور میت کی بے حرمتی کرنے والا ہے۔

ولا مخرج منه بعد إهالة التراب الخ. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنازة ۱٤٥/۳ زكريا)

فإذا جمد الدم والتأم الجرح بقي محله أخضر فإذا غسل طهر؛ لأنه أثر يشق زواله؛ لأنه لا يزول إلا بسلخ الجلد أو جرحه الخ. (رد المحتار، كتاب الطهارة / باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشم ۵۳۸/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تدفین کے بعد اُونٹ ذبح ہونے کے بقدر قبر پر تلاوت کرنا

سوال (۴۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے کسی حدیث میں پڑھا ہے کہ تدفین کے بعد قبر پر اتنی دیر بیٹھ کر تلاوت کرنی چاہئے کہ جتنی دیر میں اُونٹ ذبح ہوکر اُس کا گوشت تقسیم ہوتا ہے، تو کیا ایسی کوئی حدیث ہے؟

ہمارے یہاں مالیگاؤں میں تدفین کے بعد میت ہال میں میت کے اہل خانہ کو تسلی دینے کے لئے مسنون عمل کیا جاتا ہے، تو یہ عمل اُس حدیث کی روشنی میں جائز ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تدفین کے بعد قریبی اَعزاء کا کچھ دیر قبر کے پاس رہنا ایک صحابی کی روایت سے ثابت ہے؛ لیکن چوں کہ اس میں **"حول قبري"** کے اَلفاظ آئے ہیں اِس لئے اُس کی تعمیل اُسی وقت ہوگی جب کہ قبر کے بالکل قریب رہ کر دعا وغیرہ کی جائے، جس سے میت کو اُنسیت حاصل ہو۔ بریں بنا قبر سے ہٹ کر کسی ہال وغیرہ میں تدفین کے بعد مجلس قائم کرنے سے یہ مقصد حاصل نہ ہوگا۔

پس سوال میں ذکر کردہ طریقہ قابل ترک ہے، اِس کے التزام سے بدعات کا راستہ کھلنے کا اندیشہ ہے۔

عن ابن شماسة المهري قال: حضرنا عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنه وهو في سياقة الموت – الحديث بطوله – وفيه: فإذا دفنتموني فشنّوا علي التراب شنًا، ثم أقيموا حول قبري قدر ما تُنحر جزور ويقسم لحمها، حتى أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع به رسل ربي. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب كون الإسلام يهدم ما كان قبله ٧٦ رقم: ١٢١، صحيح بن خزيمة، كتاب المناسك / باب ذكر البيان أن الحج يهدم ما كان قبله رقم: ٢٥١٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۲/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کی تدفین کے بعد سورۂ بقرہ کی اول وآخر آیتیں پڑھنا

سوال (۴۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میت کی تدفین مکمل ہونے کے بعد اُس کے سر کی جانب اور پائتیں پر سورۂ بقرہ کی اول وآخر آیتیں پڑھنا کہاں سے ثابت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- میت کی تدفین کے بعد اُس کے سرہانے اور پائتیں سورۂ بقرہ کی اول وآخر آیتیں پڑھنا متعدد روایتوں سے ثابت ہے۔ چند روایتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنہما قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: إذا مات أحدکم فلا تحبسوہ وأسرعوا بہ إلی قبرہ ولیقرأ عند رأسہ فاتحۃ البقرۃ وعند رجلیہ بخاتمۃ البقرۃ. (مشکاۃ المصابیح / باب البکاء علی المیت ۱/۱۴۹ رقم: ۱۷۱۷)

عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن أبیہ أنہ قال لبنیہ: إذا أدخلتموني قبري فضعوني في اللحد وقولوا: باسم اللّٰہ وعلی سنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسنوا علی التراب سنا واقرؤوا عند رأسي أول البقرۃ وخاتمتہا فإني رأیت ابن عمر یستحب ذلک. (السنن الکبری للبیہقي، کتاب الجنائز / باب ما ورد في قراءۃ القرآن عند القبر ۴/۹۳ رقم: ۷۰۶۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

وعن عبد الرحمن ابن العلاء بن اللجلاج قال: قال لي أبي: یا بني! إذا متُّ فألحد لي لحدًا فإذا وضعتني في لحدي فقل: بسم اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم شن التراب علي شنًا ثم اقرأ عند رأسي بفاتحۃ البقرۃ وخاتمتہا؛ فإني سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ذلک.

رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون. (مجمع الزوائد، كتاب الجنائز / باب في دفن الميت ٣/٤٤ رقم: ٤٢٤٣ مكتبة القدس القاهرة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۳/۱۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

میت کی تدفین کے وقت کپڑے پر لگنے والی مٹی کا حکم

سوال (۴۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبرستان کی مٹی پاک ہے یا ناپاک؟ میت کو مٹی دینے کے بعد مٹی کپڑے کو لگ جائے، تو کیا اُس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - اگر کسی نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو تو قبرستان کی مٹی فی نفسہٖ پاک ہے، وہ اگر کپڑے میں لگی رہ جائے تو نماز درست ہوگی؛ البتہ اگر مٹی میں نجاست کا اثر پایا جائے یا نجاست کی بو محسوس ہو تو وہ ناپاک قرار دی جائے گی۔

قال في الدر المختار: لو تغير بطول مكث فلو علم نتنه بنجاسة لم يجز ولو شك فالأصل الطهارة (الدر المختار) وينبغي حمل التيقن المذكور على غلبة الظن والخوف على الشك أو الوهم كما لا يخفى. (رد المحتار، كتاب الطهارة / باب المياه ١/٣٣٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا قبر پر مٹی ڈالتے وقت ”مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ“ پڑھنا سنت ہے؟

سوال (۴۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میت کو قبر میں رکھنے کے بعد تین بار مٹی ڈالی جاتی ہے اور یہ دعا پڑھی جاتی ہے: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرىٰ﴾ یہ ایک ضعیف حدیث سے ثابت ہے جو ذیل میں درج ہے، کیا اِس عمل کو سنت کہہ سکتے ہیں؟ اور ایسا کرنے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟

قال العثماني التهانوي: في التلخيص الحبير ١٦٤/١: وأخرج الحاكم والبيهقي عن أبي أمامة رضي الله عنه وسنده ضعيف ولفظه: لما وضعت أم كلثوم بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم في القبر، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرىٰ﴾ بسم الله، وفي سبيل الله وعلى ملة رسول الله. (إعلاء السنن، أبواب صلاة الجنازة / باب استحباب غرز الجريدة الرطبة على القبر، فائدة فيما يقوله عند الدفن ٣٠٧/٨ إدارة القرآن كراچی)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- دفن کے بعد قبر پر تین مٹھی ڈالنا صحیح حدیث سے ثابت اور مسنون ہے اور مٹی ڈالتے وقت مذکورہ آیت: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرىٰ﴾ پڑھنے کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے مستحب کہا گیا ہے، جس کی ایک گونہ تائید سوال میں ذکر کردہ حدیث سے ہوتی ہے؛ لیکن واضح ہو کہ اِس حدیث کا تعلق مٹی ڈالتے وقت سے نہیں؛ بلکہ میت کو قبر میں رکھنے کے وقت سے ہے؛ جیسا کہ سیاق وسباق سے واضح ہے۔ پس یہ روایت مٹی ڈالتے وقت مذکورہ آیت پڑھنے پر صریح دلیل نہیں ہے؛ اِس لئے اِس عمل کو مسنون نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ وہ صرف مستحب کے درجہ میں ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة ثم أتى قبر الميت فحثى عليه من قبل رأسه ثلاثًا. (سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة والسنة / باب ما جاء في حثو التراب في القبر رقم: ١٥٦٥)

قال العلامة العثماني: قلت: وقد استحب فقهائنا قراءة هذه الآية عند الدفن، وهذا الحديث يؤيدهم والموضع موضع الفضائل. (إعلاء السنن، أبواب صلاة الجنازة / باب استحباب غرز الجريدة الرطبة على القبر، فائدة فيما يقوله عند الدفن ۳۰۷/۸ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لاوارث لاش کا حکم

سوال (۴۳۲):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راستہ میں اگر کوئی ایسا مردہ اِنسان ملا جس کا کوئی اَتہ پتہ نہیں، تو دیکھنے والوں پر کیا شرعی حکم عائد ہوتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر کسی جگہ مرد یا عورت کی لاوارث لاش ملے تو اگر علامات وقرائن سے اُس کا مسلمان ہونا ثابت ہوجائے، تو حسبِ قاعدہ اُس کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ وغیرہ کا انتظام کیا جائے گا؛ لیکن اگر قرینہ سے کوئی بات ثابت نہ ہو تو اُسے نماز جنازہ پڑھے بغیر تجہیز وتکفین کر کے دفن کیا جائے گا۔

اللقيط اسم لحي (الدر المختار) وتحته في الشامية: لأن الميت كذلك فيما يظهر حتى يحكم بإسلامه تبعًا للدار فيغسل ويصلى عليه. الدر المختار مع رد المحتار / كتاب اللقيط ۴۲۳/۶ زكريا)

لو لم يدرأ مسلم أم كافر ولا علامة فإن في دارنا غسل وصلي عليه (الدر المختار) وتحته في الشامية: أفاد بذكر التفصيل في المكان بعد انتفاء العلامة أن العلامة مقدمة وعند فقدها يعتبر المكان في الصحيح؛ لأنه يحصل

بـه غـلبة الـظـن كـمـا فـي النهر عن البدائع، وفيها أن علامة المسلمين أربعة: الـخـتـان والخضاب ولبس السواد وحلق العانة. (الـدر الـمـختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنائز ۹۳/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نامکمل انسانی اعضاء کو جلانے کا حکم

سوال (۴۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۱۸/ویں صدی عیسوی میں دنیا میں بھاپ اور بجلی کی دریافت کے بعد صنعتی انقلاب وجود میں آیا، نتیجۃً دنیا بھر میں مختلف قسم کے ہزاروں کارخانے اور فیکٹریاں اور طرح طرح کی مشینیں تیار ہونے لگیں۔

اِس صنعتی انقلاب کی وجہ سے ماحول میں بڑی خرابی پیدا ہوگئی جس کو سائنسی زبان میں صنعتی آلودگی (industrial pollution) کہا جاتا ہے، اُن کارخانوں کے قیام سے کئی طرح کی آلودگیاں قدرتی ماحول پر اثر انداز ہونے لگیں، مثلاً کارخانوں کے بے مصرف مسالے، گندگیاں اور فضلہ کو دریاؤں اور سمندروں میں چھوڑا جانے لگا یا زیر زمین دفن کیا جارہا تھا؛ چوں کہ اس فضلہ میں اور بے مصرف مسالہ میں زہریلے ذرات پائے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے یا تو آبی جانور مرنے لگے، اس جگہ جانے سے کترانے لگے، اِس طرح کے فضلہ کو سمندر میں چھوڑنے کی وجہ سے آج بہت سے ایسے سمندری خطے ہیں جنہیں ڈیڈ زون (Dead zone) یا مردہ خطے کہا جاتا ہے۔

دوسری طرف اس آلودہ پانی کے استعمال کی وجہ سے انسانوں کو بھی طرح طرح کی نئی نئی بیماریوں نے گھیر لیا، مثلا جلدی بیماریاں بینائی کا اچانک چلے جانا، ذہنی معذرو اور جسمانی معذور

بچوں کا پیدا ہونا وغیرہ۔ ان کے علاوہ نئے جراثیم پیدا ہوگئے، جس سے ہزاروں انسانوں کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے، اور خصوصاً جن علاقوں میں جوہری توانائی (Atomic power) بجلی پیدا کرنے والے کارخانے موجود ہیں، وہاں اس کے بے مصرف مسالے کو زیر زمین دفن کرنے کی وجہ سے انسانوں کو مذکورہ بالا بیماریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اِن حالات کے پیش نظر عالمی سطح پر حکومتوں اور ملکوں کے مابین یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ کسی بھی طرح کے کارخانوں سے اور خصوصا ہاسپٹلوں سے نکلنے والے فضلے، بے مصرف گندگی ومسالہ کو جلا کر راکھ بنانے والے کارخانے یعنی برننگ پلانٹ (Barning Plant) کو جلانے کے لئے دینا ہر کارخانہ اور ہاسپٹل کے ذمہ قانونی اعتبار سے فرض ولازم ہے، اگر کسی کارخانہ اور ہاسپٹل نے کہیں پھینک دیا، یا زیر زمین دفن کیا، تو اس کارخانہ یا ہاسپٹل کا لائیسنس (Licence) کالعدم کر دیا جائے گا یا بند کر دیا جائے گا۔

اِس برننگ پلانٹ کی ذمہ داری یہ ہے کہ اِس طرح کے فضلہ اور گندگی کو جلا کر راکھ بنائے، پھر اس راکھ کو بھی نہ دریا میں پھینکنے کی اجازت ہے اور نہ ہی زمین میں دفن کیا جاسکتا ہے؛ بلکہ اس راکھ کو بھی ایک خاص جگہ پر خاص کیمیائی مادے کے ذریعہ محفوظ کیا جا رہا ہے؛ تاکہ ماحول اور انسانیت کو اِس آلودگی سے بھی بچایا جاسکے۔

مفتیان کرام سے شرعی طور پر یہ معلوم کرنا ہے کہ کارخانوں سے نکلنے والا فضلہ اور گندگی لوہا، پلاسٹک اور دوسری معدنیات سے تیار شدہ، یا کیمیائی عمل کے بعد نکلنے والا بے مصرف مسالہ ہوگا جسے جلا کر راکھ بنایا جاسکتا ہے۔

لیکن ہاسپٹلوں سے نکلنے والا فضلہ (wastage) مثلاً آپریشن کے موقع سے انسانوں کا خون یا خون کے لوتھڑے ہوتے ہیں، آیکسیڈینٹ یا حادثات کی وجہ سے یا گیانگرنگ (Gangarine) جیسی خطرناک بیماریوں کی وجہ سے کٹے ہوئے ہاتھ، پیر اور اُنگلیاں اور دیگر اعضائے جسم ہوتے ہیں، ان کے علاوہ کسی خاص وجہ سے یا ڈاکٹروں کے صلاح ومشورے کے

بعد یا اسکیننگ (scaning) رپورٹ کے مطابق جسمانی طور پر نامکمل بچوں (جنین) کا حمل ساقط کرایا جاتا ہے، جس میں ۳/ماہ سے ۷/ماہ کے بچے (جنین) بھی موجود ہوتے ہیں۔

کچھ دین دار مسلمان اس طرح کے حمل سے ساقط شدہ بچوں کو یا مادر شکم سے مردہ پیدا ہونے والے بچوں (جنین) کو قبرستان لے جاکر دفن کردئے ہیں؛ لیکن اکثر مسلمان اور تمام غیر مسلم اِس طرح کے بچوں کو ہاسپٹل کے حوالے کرکے چلے جاتے ہیں۔

حکومت اور عالمی سطح کے معاہدہ کے قانون کے تحت اور ماحول وانسانی زندگی کو گندگی اور Poollution سے بچانے کے مقصد سے نیز سائنسی تحقیق کے پیش نظر کارخانوں کے فضلہ سے زیادہ ہاسپٹل کا فضلہ مثلاً انسانی خون، اعضائے جسم اور حمل سے ساقط شدہ جنین انسانی زندگی اور ماحول میں اور زیادہ خرابی پیدا کرتے ہیں، اور انسانی زندگی کے لئے نہایت مضر ہیں۔

مفتیان کرام شرعی طور پر یہ بتائیں کہ کیا ہاسپٹلوں سے نکلنے والے مذکورہ فضلہ کو حکومت کے منظور شدہ برننگ پلانٹ (Burning Plant) میں جلاکر راکھ کرکیا جاسکتا ہے؟

براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شریعت کی نظر میں موت کے بعد بھی انسانی اعضاء قابل احترام ہیں؛ لہٰذا کسی بھی مردے کو یا نامکمل انسانی اعضاء کو جلاکر راکھ کرنے کی اجازت نہ ہوگی؛ بلکہ انہیں احترام کے ساتھ زمین میں دفن کیا جائے گا، جیسا کہ صدیوں سے اس پر عمل ہے۔ پس مسئولہ صورت میں ہسپتال والوں کو بھی تدفین کا اہتمام کرنا چاہئے، اور انسانی اعضاء کو کوڑے پر ڈال کر یا جلاکر بے حرمتی نہیں کرنی چاہئے، یہ عمل شرعاً جائز نہیں ہے۔

وإلا غسل وسمي وأدرج في خرقة ودفن ولم يصل عليه. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب صلاة الجنائز ۱۳۱/۳ زكريا)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: أذى المسلم في موته كآذاه في

حياته. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٣٢/٧ رقم: ١٢١١٥)

إكرام الميت مندوب إليه في جميع ما يجب كإكرامه حيًا وإهانته منهي عنها كما في الحياة. (شرح الطيبي، كتاب الجنائز / باب دفن الميت ٣٨٧/٣ رقم: ١٧١٤ كراچی)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كسر عظم الميت ككسره حيًا. (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز / باب في الحفار يجد العظم ٤٥٨/٢ رقم: ٣٢٠٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱۱/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حادثہ میں لاش پارہ پارہ ہوگئی

سوال (۴۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت اس طرح ٹرک سے حادثہ کا شکار ہوئی کہ اس کے دھڑ کا اگلا حصہ سر سمیت پہیہ کے نیچے آگیا اور اوپری حصہ کی کوئی ہڈی سلامت نہ رہی، صرف نیچے کا آدھا دھڑ بلکہ اس سے بھی کچھ کم باقی رہا تو اس عورت کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ کا کیا مسئلہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حادثہ کی شکار عورت کے اوپری حصۂ بدن کی ہڈیاں اور گوشت پارہ پارہ ہو چکا ہے اور صرف بدن کا نصف یا اس سے بھی کم حصہ باقی ہے؛ لہٰذا اِس صورت میں لاش کے پھولنے اور پھٹ جانے کے مسئلے پر قیاس کرتے ہوئے نہ تو باقاعدہ تجہیز وتکفین ہوگی اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی؛ بلکہ اجزاء بدن پر پانی بہا کر پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا؛ البتہ اگر حادثہ اس نوعیت کا ہو کہ صرف اعضاء کے ٹکڑے ہوئے ہوں، ہڈی اور گوشت الگ نہ ہوا ہو، تو ایسی صورت میں سب

اعضاء کو جمع کر کے حسبِ قاعدہ غسل اور تجہیز و تکفین کر کے نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل ويكفن ويصلى عليه ...... وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقا طولاً؛ فإنه لايغسل ولا يصلى عليه ويلف في خرقة ويدفن فيها. (الفتاویٰ الهندية، الباب الحادي والعشرون في الجنائز / الفصل الثاني في الغسل قديم ۱۵۹/۱ زكريا)

لأن الشرع ورد بغسل الميت والميت اسم لكله ولو وجد الأكثر منه غسل؛ لأن للأكثر حكم الكل وإن وجد الأقل منه أو النصف لم يغسل ...... وذكر القاضي في شرحه مختصر الطحاوي: أنه إذا وجد النصف ومعه الرأس يغسل وإن لم يكن معه الرأس لا يغسل فكأنه جعله مع الرأس في حكم الأكثر لكونه معظم البدن ولو وجد نصفه مشقوقًا لا يغسل لما قلنا. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة / شرائط وجوب الغسل ۲۸/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



کتابُ الزکوٰۃ

وجوبِ زکوٰۃ کے مسائل

رہائش سے زائد زمین پر حج، زکوٰۃ، قربانی کے وجوب کا حکم

سوال (۴۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنے ذاتی مکان یا کرایہ کے مکان میں رہتا ہے، اُس نے کچھ زمین خرید رکھی ہے، اور وہ زمین خالی پڑی ہے، فی الحال اُس سے کوئی ضرورت وابستہ نہیں ہے، یہ اِس لئے خریدی ہے؛ تاکہ اُس کی اَولاد کے کام آسکے۔

اَب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا زید پر اُس کی وجہ سے حج فرض ہے؟ اور اسی طرح سے زکوٰۃ وصدقہ فطر اور قربانی بھی واجب ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر مذکورہ زمین فی الحال زید کی ضرورت سے فاضل ہے اور اُس کی قیمت نصاب سے زائد ہے، تو اُس کی بنیاد پر صدقۂ فطر اور قربانی بہرحال واجب ہے۔ اور اگر اُس زمین کی قیمت اتنی ہو کہ اُسے فروخت کرکے بآسانی سفرِ حج کے اِخراجات پورے کئے جاسکتے ہوں تو حج بھی فرض ہوگا؛ تاہم اُس کی وجہ سے زید پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے؛ کیوں کہ زکوٰۃ کے لئے مالِ نامی ہونا شرط ہے، جو یہاں متحقق نہیں ہے۔

وان کان لہ مسکن فاضل لا یسکنہ أو عبد لا یستخدمہ أو متاع لا یمتھنہ …… إن کان بہ وفاء بالحج، وکذا یحرم علیہ أخذ الزکاۃ إذا بلغ نصابًا ولو لم یحل علیہ الحول، ویتعلق بہ وجوب الأضحیۃ. (غنیۃ الناسک ص: ۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ولا تجب هذه الصدقة إلا على حر مسلم غني والغني أن يملك نصابًا أو ما قيمته قيمة النصاب فاضلاً عن مسكنه، وإن كان يساوي مالًا عظيمًا وثيابه وأثاثه وخادم يخدمه. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / صدقة الفطر ٤٥٣/٣ رقم: ٤٨٣٠ زكريا)

وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة؛ لانها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية أيضًا. (الهداية / كتاب الزكاة ٢٠٢/١ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۵/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تین سے زائد جوڑے حاجتِ اصلیہ سے خارج ہیں؟

سوال (۴۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احسن الفتاویٰ جلد ہفتم / کتاب الاضحیۃ ۵۰۸، نیز اِسی کتاب کی جلد چہارم باب صدقۃ الفطر ۳۷۳ میں وضاحت ہے کہ تین سے زیادہ جوڑے انسان کی حاجات میں داخل نہیں ہیں؛ بلکہ وہ حاجتِ اَصلیہ سے خارج ہیں۔

اَب سوال یہ ہے کہ کیا آج اس زمانہ میں بھی تین سے زیادہ جوڑے حاجتِ اصلیہ سے خارج ہیں؟ جب کہ آج انسان دن میں ۲-۲/ جوڑے بدل لیتا ہے، نیز آج لباس کے استعمال کے تعلق سے زمانہ ماضیہ کے مقابلے میں کافی فرق آچکا ہے؛ اگر آج تین سے زیادہ جوڑے حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں، تو اُن کی تعداد از روئے شرع کتنی ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حاجتِ اَصلیہ سے مراد انسان کی وہ لازمی ضروریات ہیں جن کی اُسے بکثرت ضرورت پیش آتی ہے اور جن کے بغیر زندگی بسر کرنا دشوار

ہوجاتا ہے؛ اِس اعتبار سے لوگوں کی ضرورتوں کے معیار مختلف ہوسکتے ہیں، پس جس شخص کے لئے اپنی ضرورت کے اعتبار سے تین جوڑے کافی ہوں، اُس کے حق میں تین سے زائد جوڑے حاجتِ اصلیہ میں داخل نہ ہوں گے۔ اِسی بات کو احسن الفتاویٰ میں بعض فقہی عبارتوں کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے؛ لیکن جس شخص کی عادت روز کپڑے بدلنے کی ہو تو اُس کے لئے بلا کسی تحدید کے جتنے کپڑوں کی اُسے روزمرہ ضرورت پیش آتی رہتی ہو، اتنے کپڑے اُس کی حاجتِ اصلیہ میں داخل ہوں گے، اُس کے لئے تین جوڑے کی تحدید نہ ہوگی۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ گھر میں بکثرت استعمال ہونے والے برتن اگر چہ کتنے ہی ہوں، وہ حاجت اصلی میں داخل ہیں اور جو کبھی کبھار استعمال میں آتے ہیں، جیسے بڑی دیگ وغیرہ، وہ حاجتِ اصلیہ میں داخل نہ ہوں گے۔ اسی طرح کپڑوں کے بارے میں بھی معیار طے کیا جائے گا۔ (مستفاد: مسائل بہشتی زیور ۳۴۵، فتاویٰ دار العلوم زکریا/ کتاب الزکوٰۃ ۳/۱۲۲ افریقہ، امداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۳/۵۶۰ زکریا)

وأما شرائطها: فهي ثلاثة: أولها الغنٰى، والغنيٰ فيها من له مائتا درهم، أو عرض يساوي مأتي درهم، سوى مسكنهٖ وخادمه وثيابه التي يلبسها وأثاث البيت، فالغني في الأضحية ما هو الغني في صدقة الفطر. (فتاویٰ خانية على هامش الهندية / أول كتاب الأضحية ۳/۳٤٤ زكريا، ۳/۲٤۲ مكتبة الاتحاد ديوبند، الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الأضحية / الفصل الأول وجوب الأضحية الخ ۱۷/٤۰٥-٤۰٦ زكريا)

وما زاد على الدار الواحدة والدستجات الثلاثة من الثياب يعتبر في الغنٰى. (فتاویٰ خانية على هامش الهندية / فصل في صدقة الفطر ۱/۲۲۷ زكريا)

الدستجة: حزمة ونحوها تجمع اثني عشر فرداً من كل نوع. (لسان العرب/ مادة: دسج)

وفارغ عن حاجته الأصلية؛ لأن المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن الملك بما يدفع عنه الهلاك تحقيقا كثيابه (الدر المختار) وهي ما يدفع

الهلاک عن الإنسان تحقيقًا كالنفقة ودور السكنىٰ وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد. (رد المحتار / كتاب الزكاة ۱۷۸/۳ زكريا)

وأما كونه فارغًا عن الدين وعن حاجته الأصلية كدور السكنىٰ وثياب البذلة وأثاث المنزل ...... الخ. (تبيين الحقائق / كتاب الزكاة ۲۳/۲، الفتاوىٰ الهندية ۱۷۲/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

’’علم الفقہ‘‘ اور ’’ہدایہ‘‘ میں سونے چاندی کے نصاب میں فرق کیوں؟

سوال (۴۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’علم الفقہ‘‘ میں لکھا ہے کہ سونے کا نصاب 5.5 اور چاندی کا نصاب 35.5 ہے اور ہدایہ کا حوالہ دیا ہے؛ جب کہ ہم نے سنا ہے کہ سونے کا نصاب 7.5 اور چاندی کا 52.5 ہے، مفتی صاحب سے وضاحت کی گذارش ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - شریعت میں چاندی کا اصل نصاب دوسو درہم اور سونے کا اصل نصاب بیس مثقال ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے؛ اور ایک درہم کا وزن بالاتفاق ۷۰/ جو اور ایک مثقال کا وزن ۱۰۰/ جو مانا گیا ہے؛ البتہ موجودہ اوزان سے مذکورہ مقداروں کا توافق کرنے میں آراء مختلف ہوگئی ہیں، ’’علم الفقہ‘‘ میں جو رائے لکھی گئی ہے وہ دراصل حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے، انہوں نے ایک درہم کو دو ماشہ ڈیڑھ رتی مان کر چاندی کا نصاب تقریباً ۳۶/ تولہ قرار دیا ہے اور ایک مثقال کو تین ماشہ ایک رتی قرار دے کر سونے کا نصاب ۵/ تولہ ڈھائی ماشہ مانا ہے، اس کے برخلاف مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہما اللہ وغیرہم نے ایک

درہم کا وزن ۳؍ ماشہ ایک رتی اور رتی کا پانچواں حصہ ثابت فرمایا ہے، جس کے حساب سے چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ بیٹھتا ہے، جب کہ مثقال کا وزن تقریباً ساڑھے چار ماشہ مانا ہے، جس کی بنا پر سونے کا کل نصاب ساڑھے سات تولہ بیٹھتا ہے اور اگر موجود مروجہ گراموں سے حساب لگایا جائے تو چاندی کا نصاب ۶۱۲؍ گرام ۳۶۰؍ ملی گرام اور سونے کا نصاب تقریباً ساڑھے ستاسی گرام بنتا ہے، اور آج کل جمہور علماء اور مفتیانِ کرام کا فتویٰ اسی قول پر ہے؛ کیوں کہ فقہی عبارات اور عملی وزن سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

درجِ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اصل میں درہم اور مثقال کے موجودہ وزن کے انطباق میں فرق کی وجہ سے یہ اختلاف واقع ہوا ہے، حضرت مولانا عبدالحی صاحب نے علی الاطلاق ایک رتی کو ۸؍ جو کے درجہ میں رکھ کر حساب لگایا ہے؛ حالاں کہ یہ خلاف واقعہ ہے، تحقیق یہ ہے کہ ایک رتی کا وزن تین جو سے کم ہے، جس کی پوری تفصیل حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے رسالہ اَوزانِ شرعیہ میں موجود ہے۔ (جواہر الفقہ / اوزانِ شرعیہ ۳۹۶/۳-۳۹۹، کفایت المفتی جدید حاشیہ ۱۶۹/۶-۱۷۱ از کریا، ایضاح المسائل ۱۰۲)

عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم ببعض أول هذا الحديث قال: فإذا كانت لک مائتا درهم وحال عليه الحول ففيها خمسة دراهم، وليس عليک شيء يعني في الذهب حتى تكون لک عشرون دينارًا، فإذا كانت لک عشرون دينار وحال عليها الحول ففيها نصف دينار، فما زاد فبحساب ذلک – قال: فلا أدري أعليٌّ يقول: فبحساب ذلک. أو رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم –. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة / باب في زكاة السائمة ۲۳۳/۱ رقم: ۱۵۷۳)

والدينار عشرون قيراطًا، والدرهم أربعة عشر قيراطًا، والقيراط خمس شعيراتٍ، فيكون الدرهم الشرعي سبعين شعيرة، والمثقال مائة شعيرة

(الدر المختار) قال الشامي تحته: شعيرة معتدلة لم تقشر وقطع من طرفيها ما دق وطال. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۲۴/۳-۲۲۶ زكريا، البحر الرائق / كتاب الزكاة ۲۲۷/۲)

قال العلامة محمد بن محمد بن صالح المعروف بقاضي زاده ساكن المدينة في نتائج النظر حاشية الدرر: الشعيرة ثلاث حبات من الأرز في المتانة وستة خرادل ...... الدينار عشرون قيراطًا، كل قيراط اثنا عشر أرزة، والأرز خردلتان حديثتان من الخردل البري. (مصباح، بحوالة: جواهر الفقه / أوزان شرعية ۳۹۵/۳ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضمِ نصاب قیمت کے اعتبار سے کیا جائے یا وزن کے؟

سوال (۴۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ملک میں زکوٰۃ کے نصاب کو انفع للفقراء کے پیش نظر اَب تک چاندی کے نصاب سے مقرر کیا جاتا رہا ہے، مقامی علماء کی طرف سے ہر رمضان کے شروع میں چاندی کے نصاب کی بازاری قیمت کا حساب لگا کر کرنسی نوٹ میں نصابِ زکوٰۃ کا اعلان کیا جاتا ہے، اس سال کا نصاب کرنسی نوٹ میں (472.500) چاٹ ہے، جو تقریباً ۳۵۰/ امریکی ڈالر بنتے ہیں، ایک طویل عرصے سے اسی طرح عمل ہو رہا ہے؛ مگر اِن چند سالوں میں اِس طرح چاندی کے نصاب کے تعین سے زکوٰۃ کے لینے دینے کے معاملات میں لوگوں کے مابین کافی مشکلات رونما ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر یہاں کے ماحول میں (472.500) چاٹ کی مقدار اتنی زیادہ مقدار نہیں ہے کہ جس سے کسی شخص کو مال دار کہا جاسکے، اتنی مقدار تو عموماً ٹھیلوں پر فروٹ بیچنے والے اور گھروں میں کام کرنے والی عورتوں کے پاس بھی موجود ہوتی ہے، ہمارے یہاں متمول حضرات

رمضان میں ہی زکوٰۃ کی رقم مستحقین میں تقسیم کردیتے ہیں، دوسرے مہینوں میں بہت کم دیتے ہیں، اِس لئے بہت سے مستحقین حضرات شروع رمضان سے آخر رمضان تک زکوٰۃ کی رقم حاصل کرتے رہتے ہیں اور اِس طرح حاصل کرتے کرتے اگرچہ نصف رمضان تک وہ خود صاحب نصاب بن جاتے ہیں؛ مگر اِس وجہ سے کہ متمول حضرات سے رمضان کے بعد ملنے کی اُمید نہیں رہتی، آخر رمضان تک زکوٰۃ کی رقم لیتے ہی رہتے ہیں۔

اِسی طرح بعض بوڑھی اور بیوہ عورتیں جن کی ملکیت میں تھوڑے بہت زیورات ہوتے ہی ہیں، وہ بھی رمضان میں چاندی کے نصاب سے صاحب نصاب بن جانے کے باوجود اِس عذر سے کہ آئندہ اپنے علاج ومعالجہ میں مشکلات کا سامنا ہو اور پورے سال کے گھریلو ضروریات کی کفایت کے لئے زکوٰۃ کی رقم وصول کرتی رہتی ہیں۔ اِسی طرح ایک ٹیکسی چلانے والا زرِضمانت کے طور پر ٹیکسی مالک کے پاس کم وبیش تین لاکھ چاٹ رکھتا ہے، اور اُس کی دن بھر کی کمائی صرف اتنی ہوتی ہے کہ گھر چل جاتا ہے اور بمشکل کچھ جمع کرنے کے لئے بچتا ہے، اب اگر اُس کے پاس کچھ سونا، چاندی یا جمع شدہ رقم دو لاکھ چاٹ تک پہنچ جائے تو وہ زکوٰۃ لے نہیں سکتا؛ بلکہ اس پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہو جاتا ہے؛ جب کہ دوسری طرف اشیائے خورد ونوش کی قیمتیں بڑھتی ہی جارہی ہیں اور گھر اور دوکان کا کرایہ، بجلی کا بل اور بچوں کی اسکول فیس اَدا کرنا الگ ہے۔ اَب اِن حالات میں اِس طرح کے خاندانوں کا معاشرے میں باوقار زندگی گذارنا ایک بڑا چیلنج ہوتا ہے۔

مؤذن حضرات اور مساجد کے خدام کی بھی یہی حالت ہے کہ لوگ اُن کو دینی اُمور سے وابستگی کی بنا پر زکوٰۃ دینے میں مقدم رکھتے ہیں، اِس لئے ابتدائے رمضان میں ہی وہ صاحب نصاب بن چکے ہوتے ہیں، مگر پھر بھی لیتے رہتے ہیں اور جب اُن کو مسئلہ سے واقف کرایا جاتا ہے تو وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہمیں ان پیسوں کو سال بھر استعمال کرنا ہوتا ہے اور اگر ہم اپنے آپ کو صاحب نصاب بننے سے بچانے کے لئے اِن پیسوں کو بیوی کے حوالے کرتے ہیں تو وہ اُن کو غیر ضروری کاموں میں خرچ کرکے ختم کردیتی ہے، اِس لئے ہمیں اِن پیسوں کو اپنے اختیار میں ہی

رکھنا ہوتا ہے۔ دوسری طرف دینے والے بھی خوش فہمی میں دیتے رہتے ہیں اور دینے والوں میں اس خیال کے لوگ بھی ہیں کہ چار پانچ لاکھ سے کون اَمیر ہوگا، یہ تو کم وبیش ہر ایک کے پاس ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ لینے والا اپنی متنوع مجبوریوں کی وجہ سے صاحب نصاب بن جانے کے باوجود لیتا رہتا ہے اور دینے والے کی زکوٰۃ بھی اَدا نہیں ہوتی، اصل پریشانی یہی ہے کہ چاندی کے نصاب کی قیمت کم ہونے کی وجہ سے انسان تھوڑے سے پیسوں میں شرعاً غنی شمار ہوتا ہے اور اپنی مختلف ضرورتوں کے باوجود زکوٰۃ کی رقم لے نہیں سکتا۔

اَب آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ:

(۱) لوگوں کی زکوٰۃ کا صحیح مصرف میں پہنچنے کے لئے اور فقراء کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟

(۲) زکوٰۃ کے فضائل واحکام از: حضرت مولانا مفتی رضوان صاحب (اِدارۃ القرآن) نامی کتاب میں موصوف نے کرنسی نوٹ کی زکوٰۃ کے احکام کے عنوان کے تحت صفحہ ۲۷۰ر میں یہ عبارت تحریر کی ہے کہ:

’’البتہ بعض اہل علم حضرات کی رائے یہ ہے کہ کرنسی کی زکوٰۃ اُس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ساڑھے سات تولہ سونے کی مالیت کے برابر نہ ہوجائے‘‘۔

اُس کے بعد موصوف حاشیہ میں مزید تحریر فرماتے ہیں:

’’اگر کوئی انتہائی ضرورت مند ہو، اُس کے لئے اِس آخری قول پر بھی عمل کرنے کی گنجائش ہے‘‘۔

بندہ نے ماقبل میں برما ملک میں پیش آنے والی جن مشکلات کا اظہار کیا ہے، اُن کے پیش نظر کیا کوئی ضرورت مند شخص مفتی رضوان صاحب کے بتائے ہوئے ’’اِس آخری قول‘‘ پر عمل کرسکتا ہے؟ اِسی طرح اگر کوئی شخص اپنی مختلف ضروریات اور مجبوریوں کی وجہ سے اس آخری قول پر عمل کرتے ہوئے اپنے لئے سونے کے نصاب کی قیمت ہی کو کرنسی نوٹ اور دیگر قابل

زکوٰۃ اَشیاء کے لئے معیار بنالے اورسونے کے نصاب ہی سے زکوٰۃ کے وجوب وحرمان کے احکامات پرعمل کرے تو کیا اُس شخص کے لئے اِس طرح عمل کرنا شرعاً درست ہوگا؟

(۳) اورجب قربانی کا مسئلہ آتا ہے تو اِس طرح کے حضرات اورزیادہ مصیبت میں مبتلا ہوجاتے ہیں؛ اس لئے کہ گائے کا حصہ کم ازکم ایک لاکھ چاٹ کا ہوتا ہے اور چاندی کا نصاب تقریباً پانچ لاکھ چاٹ کا،تو گویا اپنے مال کا پانچواں حصہ صدقہ کے حکم میں آ گیا ہے، جو اجحاف کے مترادف ہے،اس کا کیا حل ہوسکتا ہے؟اس میں بھی زکوٰۃ کے مسئلے کی طرح اگرکوئی ضرورت مند شخص اپنے لئے سونے کے نصاب کو معیار بنالے تو کیا اِس کی گنجائش ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ابھی تک برصغیر کے مفتیان کرام کا فتویٰ یہی ہے کہ کرنسی نوٹ اور مالِ تجارت میں چاندی کے نصاب کو معیار بنایا جائے گا؛ لہٰذا جس شخص کے پاس صرف چاندی کا زیور بقدر نصاب موجود ہو یا نوٹ اورکرنسی یا مالِ تجارت کی شکل میں چاندی کے نصاب کی قیمت کے بقدر مال موجود ہوتو اس پرحسبِ ضابطہ اورحسبِ شرائط زکوٰۃ اورقربانی کی اَدائیگی واجب ہوگی اوراُسے زکوٰۃ وصول کرنا درست نہ ہوگا اور جان بوجھ کر ایسے لوگوں کی زکوٰۃ دینے کی بھی اِجازت نہ ہوگی۔

البتہ اگرکسی شخص کے پاس ایک جنس سے چاندی کا نصاب مکمل نہ ہو؛ بلکہ کچھ چاندی یا روپیہ اور کچھ سونا ہو جس کی قیمت ملانے سے چاندی کا نصاب پورا ہو جاتا ہو تو ضم نصاب کی اس صورت میں اگرچہ عام فتویٰ یہ ہے کہ اگر دونوں کی قیمت مل کر چاندی کے نصاب تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہوجائے گی؛ لیکن دوسال قبل اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے فقہی اجتماع مدراس میں طویل بحث ومباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ ضرورت کے وقت ضم نصاب میں قیمت کے بجائے دونوں کے وزن کے تناسب کا خیال رکھا جائے گا، جو حضرات صاحبین علیہ الرحمہ کا قول ہے، اُس قول پرعمل کرنے سے بہت سی وہ دشواریاں حل ہوسکتی ہیں جن کا سوال میں ذکر کیا گیا

ہے۔ علاوہ اَزیں زکوۃ دینے والے امراء کا یہ مزاج بنایا جائے کہ وہ صرف رمضان المبارک میں ہی زکوۃ دینے کا التزام نہ کریں؛ بلکہ غیر رمضان میں بھی ضرورت مندوں کا تعاون کرتے رہا کریں۔

يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجًا. (رد المحتار ۲۳٤/۳ زكريا)

جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة في الأوراق المالية؛ لأنها حلت محل الذهب والفضة في التعامل. (الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الزكاة / زكاة الأوراق المالية البنكنوت ٦٠٥/١ دار الفكر بيروت، ٥٤٩/١ دار الكتب العلمية بيروت)

وعن أبي حنيفة – رحمه الله تعالىٰ – أنه يقوم بما فيه إيجاب الزكاة حتى إذا بلغ بالتقويم بأحدهما نصابًا ولم يبلغ بالآخر قوم بما يبلغ نصابًا، وهو إحدى الروايتين عن محمد، ولو كان بالتقويم بكل واحد منهما يبلغ نصابًا يقوم بما هو أنفع للفقراء من حيث الرواج، وإن كانا في الرواج سواء يتخير المالك. وفي شرح الطحاوي: فأما في بلادنا اليوم يقوم عروض التجارة على كل حال بالدراهم؛ لأن النقد عندنا هو الدراهم. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الزكاة / الفصل الثالث في بيان زكاة عروض التجارة الخ ١٦٤/٣ رقم: ٤٠٠٠ زكريا)

قوله: يقومها بما هو أنفع للمساكين أحد الأقوال في التقويم، فإن فيه أربعة أقاويل، أحدها هذا هو ما روي عن أبي حنيفةؒ في الأمالي ...... الثاني: ما ذكر في البسوط: وهو أن يقوم صاحب المال أي النقدين شاء ...... والثالث: قول أبي يوسف على ما ذكره في الكتاب ...... وهو أنه يقومها بما اشترى إن كان الثمن من النقود؛ لأنه أبلع في معرفة المالية وإن اشتراها بغير النقود قومها بالنقد الغالب ...... والرابع: قول محمد: وهو أن يقومها بالنقد الغالب على كال حال يعني أنه اشتراها بأحد النقدين أو بغيره. (العناية شرح الهداية، كتاب الزكاة / فصل في زكاة العروض ٢١٩/٢ دار الفكر بيروت)

وعندهما باعتبار الأجزاء. (المبسوط للسرخسي / كتاب نوادر الزكاة ٢٠٣/٢ دار المعرفة بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضم نصاب قیمۃً ہو یا اَجزاءً؟

سوال (۴۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوۃ کے متعلق حضرت والا کا فتویٰ موصول ہوا، حضرت والا کا بڑا شکرگذار ہوں کہ حضرت نے بندہ کے لئے وقت نکال کر جواب عنایت فرمایا ہے بندہ نے جواب کو بہت غور سے پڑھا اور یہاں کے بعض اہل علم حضرات کو بھی دکھایا؛ مگر اس میں ایک بات سمجھ میں نہیں آئی، وہ حضرت والا سے مکرر دریافت کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ سوال میں ذکر کردہ دشواریوں کے حل کے لئے حضرت والا نے صاحبین رحمہ اللہ کے قولِ ضم بالاجزاء پر عمل کرنے کی تجویز تحریر فرمائی ہے اور فقہی اجتماع کے فیصلے کی اطلاع بھی دی ہے، مگر بندہ کو یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ صاحبینؒ کے قول پر عمل کرنے سے موجودہ دشواریاں کیسے ختم ہوسکتی ہیں؟ فقہی کتابوں کی مراجعت اور اس میں ذکر کردہ مثالوں سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام صاحب اور صاحبین کا ضم بالقیمت اور ضم بالاجزاء کے اختلاف کا ثمرہ صرف سونے اور چاندی کے سکوں کی صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے اس لئے مروجہ کرنسی نوٹوں میں ضم بالاجزاء کیسے کریں (جس کی تشریح فقہاء نے سونا اور چاندی کی صورت میں وزن سے کی ہے) اور فقراء کو پیش آنے والی دشواریاں کیسے دور ہوسکتی ہیں؟ یہ بات بندہ کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے اگر حضرت والا مزید تفصیل کے ساتھ مثالوں کے ذریعہ وضاحت فرمادیں تو بڑی مہربانی ہوگی اور اگر آسانی ہو تو فقہی اجتماع کے فیصلے کی کاپی بھی ساتھ میں ارسال کردیں، تو شاید سمجھنے میں زیادہ سہولت ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- آنجناب کے اِرسال کردہ تفصیلی سوال نامہ کا

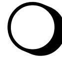
جواب مؤرخہ ۸؍ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ میں تحریر کیا جا چکا ہے، جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ اگر چہ کرنسیوں کو چاندی کے درجہ میں رکھ کر اس کی قیمت کے اعتبار سے حسبِ ضابطہ زکوٰۃ کا وجوب ہوگا؛ لیکن اگر کسی کے پاس چاندی یا سونے کا نصاب مکمل نہ ہو اور ضم نصاب کی صورت پیش آئے تو اِمام صاحب کے نزدیک جب قیمت کے اعتبار سے ضم ہوگا تو انفع للفقراء ہونے کے اعتبار سے آج کل چاندی ہی کے نصاب کو معیار بنایا جائے گا؛ لیکن اگر ضم بالا جزاء کی شکل اختیار کی جائے، یعنی یہ دیکھا جائے کہ اس کے پاس اجزاء کے تناسب کے اعتبار سے نصاب پورا ہو رہا ہے یا نہیں؟ مثلاً: پونے چار تولہ سونا ہے جو سونے کے نصاب کا نصف ہے اور ساڑھے ۲۶؍ تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہے، جو چاندی کے نصاب کا نصف بیٹھتی ہے، تو اب اس کے نصاب کو مکمل مانا جائے گا اور سونے کی قیمت کو چاندی کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا، تو ایسی صورت میں جن خواتین کے پاس تھوڑا بہت سونے یا چاندی کا زیور ہوتا ہے، اُن پر صاحبین کے قول کے اعتبار سے زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ کا وجوب نہ ہوگا، یہی بات فقہی اجتماع کی تجویز میں کہی گئی ہے:

الف:- غیر تام نصاب کی شکل میں مختلف قسم کے اموال جمع ہونے کی صورت میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق انفع للفقراء کی بنیاد پر موجودہ دور میں چاندی ہی کو معیارِ نصاب رکھا جائے۔

ب:- البتہ مبتلیٰ بہ کے خصوصی حالات وضروریات کو دیکھ کر اگر کوئی قابل اعتماد مفتی مناسب سمجھے، تو صاحبین کے قول: ''ضم بالا جزاء'' پر فتویٰ دے سکتا ہے؛ تاہم بلا ضرورت شدیدہ مفتیٰ بہ قول سے عدول نہ کیا جائے اور اِس صورتِ حال کا عمومی فتویٰ نہ دیا جائے۔ (اقتباس از فقہی اجتماع کے اہم فیصلے وتجاویز ص: ۱۴۶) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ





زکوٰۃ میں ضمِ اَموال کی صورت میں سونے کے نصاب کو معیار بنانا؟

"زکوٰۃ میں ضمِ اَموال کی صورت میں سونے کے نصاب کو معیار بنانے" سے متعلق حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کا مقالہ پیش خدمت ہے، جو اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے تیرہویں فقہی اجتماع مؤرخہ: ۱۱-۱۲-۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۸-۹-۱۰؍ فروری ۲۰۱۷ء بروز بدھ، جمعرات، جمعہ (بمقام: حج ہاؤس مدراس) کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ (اَز: مرتب)

سوال کی تمہید:- بلاشبہ شریعت میں اَموالِ زکوٰۃ کے الگ الگ نصاب مقرر اور منصوص ہیں، جن میں کسی کو تبدیلی کا اختیار نہیں ہے؛ لیکن اگر کسی شخص کے پاس نقود میں کوئی نصاب کامل نہ ہو؛ البتہ کئی ناقص نصاب جمع ہو جائیں، تو بالاتفاق دونوں کو ضم کیا جائے گا۔ اور ابھی تک "انفع للفقراء" کے اُصول کے پیش نظر اربابِ افتاء اس پر فتویٰ دیتے آئے ہیں کہ اگر کسی کے پاس مختلف طرح کے قابل زکوٰۃ اموال ہوں، اور ان میں سے کوئی مال بقدر نصاب نہ ہو تو چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کو معیار بنایا جائے گا۔

لیکن اِس زمانے میں سونا اور چاندی کی قیمتوں کے درمیان جو بڑا فرق ہوگیا ہے، اس کی بنا پر چاندی کے نصاب کو معیار قرار دینے سے اصحابِ اموال اور مستحقین دونوں کو بظاہر کچھ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ کیوں کہ چاندی کے نصاب کو معیار ماننے کی صورت میں بہت قلیل سرمایہ سے آدمی صاحب نصاب بن جاتا ہے، نتیجۃً اُس پر زکوٰۃ، صدقہ فطر نیز قربانی شرعاً واجب ہوجاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی کے پاس ایک تولہ سونا اور چند روپئے ہوں، یا چند تولے چاندی یا تھوڑا سا مالِ تجارت ہو، تو بالعموم اس کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوجاتی ہے؛ لہٰذا اُس پر شرعاً زکوٰۃ، صدقہ فطر اور قربانی سارے حقوق واجب ہوجاتے ہیں، اور ظاہر

ہے کہ اس میں ایک طرح کا حرج ہے؛ کیوں کہ ایسے شخص کے لئے اتنے قلیل سرمایہ میں زکوٰۃ ادا کرنا نیز ہر سال قربانی کرنا اور صدقہ فطر ادا کرنا اس مہنگائی کے دور میں بظاہر بڑا مشکل کام ہے۔

دوسری طرف اربابِ اَموال کی پریشانی یہ ہے کہ اس نصاب کی رو سے چوں کہ لوگ بآسانی صاحبِ نصاب بن جاتے ہیں، اور اُن کے لئے زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کا لینا جائز نہیں رہتا، خصوصاً شہروں میں اور خاص طور پر ان ممالک میں جہاں کی کرنسی گراں ہوتی ہے، جیسے یوروپ اور خلیجی ممالک، وہاں اَربابِ اَموال کے لئے اصل مستحقین کو تلاش کر کے اُن تک مالِ زکوٰۃ اور چرمِ قربانی کی رقم پہنچانا ایک مشکل امر ہوتا ہے۔

البتہ اگر ضم کی صورت میں چاندی کے نصاب کو معیار بنانے کے بجائے سونے کے نصاب کو معیار بنایا جائے، تو اربابِ اَموال کی پریشانیاں کم ہوجاتی ہیں، نیز فقراء بھی نقصان سے بچ جاتے ہیں۔

اِسی پس منظر میں ''اِدارۃ المباحث الفقہیہ'' جمعیۃ علماء ہند نے اِس موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ اِس سلسلہ میں بحث کے لئے چند سوالات ذیل میں درج کئے جارہے ہیں:

ضم نصاب کے بارے میں اَئمہ احناف کا موقف

سوال (۱/۴۴۰):- غیر تام نصاب کی شکل میں مختلف قسم کے اموال جمع ہونے کی صورت میں وجوبِ زکوٰۃ اور وجوبِ قربانی وغیرہ کے لئے ضم کے سلسلہ میں احناف کا اصل مسلک (ظاہر الروایۃ) کیا ہے؟ اِس سلسلہ میں چاندی کے نصاب کو جو معیار بنایا جاتا ہے، یہ ائمہ مذہب سے منقول ہے یا مشائخ متأخرین کی تخریج ہے؟ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ شرعاً اِس کی پابندی کس حد تک ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) اگر سونا یا چاندی میں سے کسی کا نصاب مکمل نہ ہو، تو حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ دونوں نصابوں کو قیمۃً یکجا کیا جائے، پھر

قیمت کے اعتبار سے جس کم سے کم نصاب سے زکوٰۃ کا وجوب ہوسکے، اُس پر مدار رکھتے ہوئے زکوٰۃ نکالی جائے؛ کیوں کہ یہی انفع للفقراء ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے پاس ایک تولہ سونا ہو، جس کی قیمت مثلاً ۲۷/ہزار روپئے ہے، اور ۱۰۰/تولہ چاندی ہو، جس کی قیمت مثلاً ۴/ہزار روپئے ہے، تو اگر سونے کی قیمت سے حساب جوڑا جائے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ کیوں کہ سونے کا نصاب آج کل تقریباً ۲/لاکھ ۳۴/ہزار روپئے ہوتا ہے۔ اور اگر چاندی کی قیمت جوڑی جائے تو زکوٰۃ واجب ہوجائے گی؛ اِس لئے کہ چاندی کا نصاب تقریباً ۲۴/ہزار میں پورا ہوجاتا ہے۔ پس امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مذکورہ صورت میں چاندی کی قیمت لگانا ضروری ہوگا۔

اور اِس مسئلہ میں حضراتِ صاحبین رحمہما اللہ کا موقف یہ ہے کہ غیر تام سونے چاندی کے نصاب کو اجزاء کے اعتبار سے ملایا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر کسی کے پاس سونے کے نصاب کا آدھا حصہ یعنی ساڑھے تینتالیس گرام سونا موجود ہو، اور ساتھ میں چاندی کے نصاب کا آدھا حصہ یعنی تقریباً ۳۰۷/گرام چاندی موجود ہو، تو نصاب مکمل سمجھا جائے گا، اور زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اگر اجزاء کا تناسب پورا نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ گویا کہ اجزاء کا تناسب دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔

اور سونے چاندی کے ضم نصاب کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کا قول دونوں ظاہر الروایۃ میں ہی مروی ہیں۔

ويضم الذهب إلى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية، ومن هٰذا الوجه صار سببًا، ثم يضم بالقيمة عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ، وعندهما بالأجزاء، وهو رواية عنه حتى أن من كان له مائة درهمٍ وخمسةُ مثاقيل ذهبٌ تبلغ قيمتها مائة درهمٍ، فعليه الزكاة عنده خلافًا لهما. هما يقولان: المعتبر فيهما القدر دون القيمة، حتى لا تجب الزكاة في مصوغٍ وزنه أقل من مائتين، وقيمته فوقها، وهو يقول: إن الضم للمجانسة، وهي تتحقق باعتبار القيمة دون الصورة فيضم بها.

(الهداية مع فتح القدير / كتاب الزكاة ۲۲۲/۲-۲۲۳ دار الفكر بيروت)

ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمةً. وقالا: بالأجزاء (الدر المختار) فإن كان من هٰذا ثلاثة أرباع نصابٍ ومن الآخر ربعٌ ضُمَّ، أو النصف من كلٍ، أو الثلث من أحدهما، والثلثان من الآخر، فيخرج من كل جزءٍ بحسابه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۳۴/۳-۲۳۵ زكريا)

اورسونے چاندی کے علاوہ دیگر اَموالِ نامیہ (سامانِ تجارت) کی بالاتفاق قیمت لگا کر زکوٰۃ دی جائے گی؛ لیکن یہ قیمت سونے کے اعتبار سے لگے گی، یا چاندی کے اعتبار سے؟ تو اِس بارے میں ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے وہ سامانِ تجارت کو سونے کی قیمت میں لگائے یا چاندی کی؛ لیکن حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نادر الروایۃ میں یہ ہے کہ مالک کو اختیار نہیں ملے گا؛ بلکہ جو صورت انفع للفقراء ہو، اُسے اپنانا لازم ہوگا، گویا کہ سونا یا چاندی میں سے جس سے قیمت لگانے میں زکوٰۃ کا وجوب ہو، اُسی کو اختیار کیا جائے گا، فقہاء احناف کا فتویٰ اِسی روایت پر ہے۔

اور علامہ ابن الہمامؒ نے بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں جو تخییر ہے وہ اُس صورت میں ہے جب کہ سونا یا چاندی کا نصاب مکمل ہو، یا اُن کے حساب میں تفاوت نہ ہو، اور اگر تفاوت ہوگا تو نادر الروایۃ پر عمل ہوگا، تو گویا دونوں روایتوں کا محمل الگ ہے، اِن کے درمیان تعارض نہیں ہے۔

نوٹ:- سامانِ تجارت کے بارے میں جو بحث ہے، وہی ثمن عرفی یعنی نوٹ اور کرنسی پر بھی منطبق کی جائے گی۔ اور حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ”**أنفع للفقراء**“ کو سامنے رکھ کر موجودہ زمانے میں نوٹ کو چاندی کے درجہ رکھ کر حساب لگایا جائے گا، جس کا حوالہ سوال ۶ ر کے ضمن میں آئے گا۔

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابًا

من الورق أو الذهب يقومها بما هو أنفع للفقراء والمساكين منهما. (مختصر القدوري ٤٨ ياسر نديم ديوبند)

قال في الهداية: يقوّمها بما هو أنفع للمساكين احتياطًا لحق الفقراء. قال رضي اللّٰه عنه: وهٰذا رواية عن أبي حنيفة. وفي الأصل: خيّره؛ لأن الثمنين في تقدير قيم الأشياء بهما سواءٌ. وتفسير الأنفع أن يقوّمها بما تبلغ نصابًا. (الهداية مع فتح القدير، كتاب الزكاة / فصل في العروض ٢١٩/٢)

قال في فتح القدير: وفي الخلاصة: قال: إن شاء قوّمها بالذهب وإن شاء بالفضة. وعن أبي حنيفة أنه يقوّم بما هو أنفع للفقراء. وعن أبي يوسف يُقوّم بما اشترىٰ، وهٰذا إذا كان يُتّم النصاب بأيهما قُوّم، فلو كان يُتمّ بأحدهما دون الآخر قُوّم بما يصير بهٖ نصابًا ...... الخ. وجُمع بين الروايتين بأن المذكور في الأصل من التخيير هو ما إذا كان التقويم بكل منهما لا يتفاوت. (فتح القدير ٢٢٠/٢)

ألا ترىٰ أنه إن كان يُقوّمها بأحد النقدين يُتمّ النصاب، وبالآخر لا يُتمّ يُقوّم بما يُتمّ بالاتفاق احتياطًا لحق الفقراء. (عناية شرح الهداية مع فتح القدير / كتاب الزكاة ٢١٩/٢ دار الفكر بيروت)

وعن الإمام في رواية النوادر: يقومها بالأنفع للفقراء، وجعله الشارح مذهب الإمام. (النهر الفائق ٤٤١/١)

وعن أبي حنيفة أنه يقوم بما فيه إيجاب الزكاة، حتى إذا بلغ بالتقوم بأحدهما نصابًا، ولم يبلغ بالآخر قوم بما يبلغ نصابًا، وهو إحدى الروايتين عن محمدؒ، ولو كان بالتقويم بكل واحد منهما يبلغ نصابًا، فيقوم بما هو أنفع للفقراء من حيث الرواج، وإن كانا في الرواج سواء يتخيّر المالک؛ لأن هٰذا المال كان في يد المالک، وقد انتفع به في ابتداء الحول من حيث التجارة،

فيـجب اعتبار منفعة الفقراء عند التقويم لأداء الزكاة، تسوية بين المالك وبين الـفـقراء؛ لأن الزكاة وجبت علىٰ وجه يـعتـدل النظر من الجانبين فيهما. (المحيط البرهاني، كتاب الزكاة / الفصل الثالث: بيان مال الزكاة ١٦٣/٣ المجلس العلمي)

کیا چاندی دائمی معیار ہے؟

سوال (۲/۴۴۱):- ضم کی صورت میں جو چاندی کو معیارِ نصاب قرار دیا، کیا یہ دائمی ہے؟ یا اَحوالِ زمانہ کے پیشِ نظر اس میں کچھ ردوبدل کی گنجائش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۲) ضم کی صورت میں چاندی کو جو معیار قرار دیا گیا ہے وہ انفع للفقراء کی حیثیت سے ہے؛ لہٰذا اگر بالفرض آئندہ کسی زمانے میں سونے کے نصاب کی قیمت چاندی کے نصاب سے کم ہوجائے، تو پھر سونے کے نصاب کو معیار بنانا انفع ہوجائے گا۔ اِس سے معلوم ہوگیا کہ چاندی کو معیار بنانا دائمی نہیں ہے؛ بلکہ موجودہ زمانے میں اُس کے انفع ہونے کی وجہ سے معیار بنایا گیا ہے، اگر آئندہ انفع ہونے میں تبدیلی ہوگی، تو اُسی اعتبار سے معیار بھی بدل جائے گا۔

قال أبو حنيفة – رحمه الله تعالىٰ –: يقوم بأوفر القيمتين، وأكثرهما زكاة حتـى لـو قـوّمهـا بـالـدراهم لا تجب منها الزكاة، ولو قومها بالدنانير تجب تُقوّم بالدنانير. (الفتاویٰ الولوالجية ١٨٥/١)

انفع للفقراء کی تشریح

سوال (۳/۴۴۲):- فقہاء کرام نے ''انفع للفقراء'' کی کیا تشریح کی ہے؟ اِس تشریح کی روشنی میں بصورتِ ضم سونے کے نصاب کو معیار بنانے کی گنجائش نکلتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں نکلتی، تو اربابِ اَموال اور غرباء کو درپیش پریشانیوں کا آپ کے نزدیک کیا حل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- (۳) انفع للفقراء کی تشریح فقہاء نے اِس طرح کی ہے کہ ’’جس نصاب سے زکوٰۃ کا وجوب جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ ہوسکے، وہی انفع ہے‘‘۔ تو اِس اعتبار سے جب تک چاندی کے نصاب کی قیمت سونے کے نصاب سے کم رہے گی، اُس وقت تک چاندی کا نصاب ہی فقہاء کی تشریح کے اعتبار سے انفع بنا رہے گا۔

اور سوال میں اربابِ اَموال اور فقراء کی جو پریشانیاں ذکر کی گئی ہیں، اُن میں غور کرنے سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ فی الجملہ فقراء کا نفع اِسی میں ہے کہ کم سے کم نصاب میں زکوٰۃ کے وجوب کا قول اختیار کیا جائے؛ کیوں کہ اگر سونے کے نصاب کو مستقل اور مطلق معیار مان لیا جائے گا تو بہت بڑی تعداد ایسے اَربابِ اَموال کی ہوگی کہ اُن پر سونے کے گراں قدر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہی نہ ہوگی۔

وتفسير الأنفع أن يقوّمها بما تبلغ نصابًا. (الهداية مع فتح القدير، كتاب الزكاة / فصل في العروض ۲/۲۱۹)

واعتبار الأنفع مذهب أبي حنيفة، ومعناه يقوم بما يبلغ نصابًا إن كان يبلغ بأحدهما، ولا يبلغ بالآخر احتياطًا لحق الفقراء. (تبيين الحقائق ۲/۷۷-۷۸)

قوله: يقومها بما هو أنفع للفقراء والمساكين، تفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصابًا عند أبي حنيفة. (الجوهرة النيرة / باب زكاة العروض ۱۶۰)

ذكر محمد في الأصل: أن المالك فيها بالخيار إن شاء قوّم بالدراهم وإن شاء قوم بالدنانير، ولم يحكِ فيه خلاف. وعن أبي حنيفة أنه يقوم بما فيه إيجاب حتى إذا بلغ بالتقويم بأحدهما نصابها ولم يبلغ بالآخر قوم بما يبلغ نصابًا. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/۱٦٥ رقم: ٤۰۰۰ زكريا)

ولا بد أن يقوم بما يبلغ نصابًا حتى إذا قومت بالدراهم تبلغ نصابًا، وإذا قومت بالذهب لا تبلغ نصابًا تقوم بالدراهم وبالعكس كذٰلك ...... الخ. وتفسير

الأنـفـع: أن يـقـومهـا بما يبلغ نصابًا يعني المراد بالأنفع من هٰذه الحيثية يعني كون التقويم بما يبلغ نصابًا هو الأنفع له لا مطلق النفع. (البناية شرح الهداية / كتاب الزكاة ۳۸۵/۳)

کیا اِس معاملہ میں ممالک کے اعتبار سے حکم میں فرق ہوگا؟

سوال (۴/۴۴۳):- اگر سونے کے نصاب کو ہر جگہ کے لئے معیار بنانے کی گنجائش نہ نکلے، تو کیا ترقی یافتہ ممالک میں اسے معیار بنایا جاسکتا ہے؟ اگر ہاں تو ترقی یافتہ کا معیار کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- (۴) شریعت میں اصل معیار سونا یا چاندی نہیں؛ بلکہ فقراء کے لئے زیادہ نافع ہونا معیار ہے اور اِس میں کسی ملک کی کوئی خصوصیت نہیں ہے؛ لہٰذا ترقی یافتہ ممالک ہوں یا غیر ترقی یافتہ، سب جگہ کے لئے حکم یکساں ہوگا۔

تـقـوم أي عـروض التـجارة بما هو أنفع للفقراء أيهما كان. (مجمع الأنهر / كتاب الزكاة ۳۰٦/۱)

قـال: يـقـومها بما هو أنفع للمساكين احتياطًا لحق الفقراء. (الهداية / كتاب الزكاة ۲۱۲/۱ بلال ديوبند)

ويعتبر فيهما الأنفع أيهما كان أنفع للمساكين. (تبيين الحقائق ۷۸/۲ زكريا)

يـجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء قدرًا ورواجًا. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الزكاة ۱۷۹/۱ كوئٹه)

کیا زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ کے حکم میں تفریق کی گنجائش ہے؟

سوال (۵/۴۴۴):- کیا یہ ممکن ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب میں چاندی کو معیار بنایا جائے اور قربانی، صدقہ فطر نیز اخذ زکوٰۃ کے نصاب میں سونے کو معیار بنایا جائے؟ اِس تفریق کی شرعاً کہاں تک گنجائش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۵) اُصولاً تو زکوٰۃ اور قربانی اور صدقہ فطر کے نصاب میں کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی؛ لیکن قربانی کا جانور گراں ہونے کی وجہ سے حضرات مفتیانِ کرام اِس پہلو پر غور کریں کہ کم وسعت رکھنے والے حضرات کے لئے صاحبین رحمہما اللہ کے قول کے موافق ضم نصاب قیمۃً نہ کرکے وزن اور اجزاء کے اعتبار سے کریں، تو سہولت کی راہ نکل سکتی ہے۔ ایسی صورت میں جن لوگوں کے پاس زیادہ مقدار میں سونا ہوگا، اُنہیں پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہوگا۔ اور جن لوگوں کے پاس کم مقدار میں سونا چاندی ہوگا، اُن پر قربانی وصدقۂ فطر واجب نہ ہوگا، اِس پر اَربابِ اِفتاء کو غور کرنا چاہئے۔ (بعض جدید فتاویٰ میں بھی اِس جانب توجہ دلائی گئی ہے۔)

وبہٖ أي بهٰذا النصاب تحرم الصدقة كما مر، وتجب الأضحية، ونفقة المحارم على الراجح. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ۳۱۳/۳ زكريا)

ومنها الغني لما روي عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: من وجد سعة فليضح، شرط – عليه الصلاة والسلام – السعة، وهي الغنىٰ؛ ولأنا أوجبناها بمطلق المال ومن الجائز أن يستغرق الواجب جميع ماله فيؤدي إلى الحرج، فلا بد من اعتبار الغنى، وهو أن يكون في ملكه مائتا درهم أو عشرون دينارًا أو شيء تبلغ قيمته ذلك. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب التضحية / فصل في شرائط وجوب في الأضحية ٦٤/٥ دار الكتب العلمية بيروت، رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۳٤/۳ زكريا)

ويضم الذهب إلى الفضة قيمة، وقالا: بالأجزاء. وتحته في الشامية: فإن كان من هٰذا ثلاثة أرباع نصاب، ومن الآخر ربع ضم أو النصف من كل أو الثلث من أحدهما، والثلثان من الآخر. (شامي ۲۳٥/۳ زكريا)

کرنسی نوٹ کو چاندی کے حکم میں کیوں رکھا جاتا ہے؟

سوال (۶/۴۴۵):- اگر کسی کے پاس تھوڑی مقدار میں سونا ہے، اور ساتھ میں کچھ روپئے ہیں، ایسی صورت میں دونوں کو ضم کرنے میں چاندی کے نصاب کو معیار بنایا جاتا ہے، جب کہ قانونی طور پر روپئے کو سونے کا بدل تصور کیا جاتا ہے، اِس کی وجہ کیا ہے؟ کیا ''انفع للفقراء'' کے ضابطہ کے پیش نظر ایسا کیا جاتا ہے یا پھر کوئی اور وجہ ہے؟ ہمارے زمانہ میں اِس صورت میں سونے کے نصاب کو معیار بنا کر ضم کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۶) روپئے اور کرنسی کے بارے میں دو پہلو قابل غور ہیں:

الف:- اول یہ کہ اُنہیں مالِ نامی کے درجہ میں رکھا جائے، تو اِس اعتبار سے اُن کا چاندی کے حکم میں ہونا بالکل واضح ہے۔

ب:- دوسرے یہ کہ اُنہیں ثمن عرفی مانتے ہوئے نقد کے درجہ میں رکھا جائے۔ تو اَب یہ سوال ہوگا کہ نقد میں وہ سونے کے قائم مقام ہیں یا چاندی کے؟ اگر اُنہیں سونے کے قائم مقام مانا جائے گا تو یہ انفع للفقراء ہونے کے منافی ہوگا، اِس لئے اَبھی تک اَربابِ اِفتاء کرنسی نوٹ کو چاندی کے درجہ میں رکھ کر اُسے سونے کے ساتھ قیمۃً شامل کرتے آئے ہیں، اور بلاشبہ یہی صورت موجودہ زمانے میں انفع للفقراء ہے۔

ذهبت جماعة كبيرة من العلماء المعاصرين إلىٰ أن هٰذه الأوراق بعد رواجها كأثمان، وبعد فقدان الأثمان المسكوكة من الذهب والفضة حلت محل الذهب والفضة في سائر الأحكام، فتجب فيها الزكاة – إلىٰ قوله – ومعنى ذٰلك أن النقود الورقية جنس مستقل عن الذهب والفضة؛ لكنها في حكمها من حيث أنها أثمان حقيقة مثل الذهب والفضة – إلىٰ قوله – زكاة أوراق النقدية إذا

بلغت قيمتها أدنى النصابين من ذهب أو فضة أو كانت تكمل النصاب مع غيرها من الأثمان والعروض المعدة للتجارة. (فقه البيوع ٧٢٩/٢-٧٣٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

والأصح تقدير النصاب الورقي بالذهب؛ لأنه المعادل لنصاب الأنعام (الإبل والبقر والغنم) ولارتفاع مستوى المعيشة وغلاء الحاجيات، وإن كان يرى كير من علماء العصر تقدير النصاب بالفضة؛ لأنه أنفع للفقراء، وللاحتياط في الدين، ولأن نصاب الفضة مجمع عليه وثابت بالسنة الصحيحة. (الفقه الإسلامي وأدلته ٦٨١/٢)

ويرىٰ كثير من علماء العصر أن النقود تقدر بسعر الفضة احتياطًا لمصحلة الفقراء؛ ولأن ذٰلک أنفع لهم، وأرى الأخذ بهٰذا الرأي؛ لأنه يفتى بما هو أنفع للفقراء. (موسوعة الفقه الإسلامي والقضايا المعاصرة ٦٧٠/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۸/۵/۳ھ

منظورشدہ تجویز: زکوٰۃ میں ضم اَموال کا حکم

تیرہواں فقہی اجتماع ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند

منعقدہ ۱۱-۱۲-۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۸-۹-۱۰/ فروری ۲۰۱۷ء

بروز بدھ، جمعرات، جمعہ (بمقام: حج ہاؤس مدراس)

اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے تیرہویں فقہی اجتماع میں ’’زکوٰۃ میں ضم اَموال‘‘ کے موضوع پر بحث ومناقشہ کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

(۱) سونے اور چاندی کا نصاب منصوص ہے، اس میں کسی طرح کی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا منفرد ہونے کی صورت میں دونوں میں سے جس کا بھی نصاب مکمل ہوگا، اس کی زکوٰۃ فرض ہوگی خواہ قیمت کم ہو یا زیادہ؟

(۲) اگر سونے اور چاندی کا نصاب مکمل نہ ہو، بلکہ کچھ سونا ہو اور کچھ چاندی یا اس کے ساتھ دیگر قابلِ زکوٰۃ اموال (کرنسی اور مال تجارت) ہوں تو احناف کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق سب کو قیمتاً ضم کیا جائے گا۔

(۳) موجودہ کرنسی اور مالِ تجارت میں نصابِ زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت نقدین میں سے اس نقد کے ذریعہ قیمت لگائی جائے، جس سے زکوٰۃ کا نصاب مکمل ہو جاتا ہو۔

(۴) **الف:-** غیر تام نصاب کی شکل میں مختلف قسم کے اموال جمع ہونے کی صورت میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق 'انفع للفقراء' کی بنیاد پر موجودہ دَور میں چاندی ہی کو معیار نصاب رکھا جائے۔

ب:- البتہ مبتلیٰ بہ کے خصوصی حالات وضروریات کو دیکھ کر اگر کوئی قابلِ اعتماد مفتی مناسب سمجھے تو صاحبینؒ کے قول: 'ضم بالاجزاء' پر فتویٰ دے سکتا ہے، تاہم بلاضرورت شدیدہ مفتیٰ بہ قول سے عدول نہ کیا جائے اور اس صورتِ حال کا عمومی فتویٰ نہ دیا جائے۔

نوٹ:- تجویز ۴ کی شق 'ب' سے تجویز کمیٹی کے درج ذیل حضرات نے عدم اتفاق کا اظہار کیا ہے:

(۱) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری نور اللہ مرقدہٗ شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

(۲) حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی نور اللہ مرقدہٗ اُستاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۳) مولانا مفتی محمد نعمان صاحب سیتاپوری معین مفتی دارالعلوم دیوبند

(۴) مولانا مفتی محمد اسد اللہ صاحب آسامی معین مفتی دارالعلوم دیوبند

(۵) مولانا مفتی محمد مصعب صاحب علی گڈھی معین مفتی دارالعلوم دیوبند

❍❖❍

کیا بینک سے بطور قرض لی ہوئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہے؟

سوال (۴۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے بینک سے ایک لاکھ روپئے بطور قرض بیاج کے تجارت کی نیت سے نکالے اور اُن ایک لاکھ پر سال گذر گیا، تو کیا اُن ایک لاکھ روپیوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں، پھر اُنہیں ایک لاکھ روپیوں سے کاروبار کیا اور اُس سے ۸۰؍ ہزار کا منافع ہوا اور اُن اسی ہزار روپیوں پر بھی سال گذر گیا، تو کیا اُن پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو رقم بینک سے بطور قرض نکالی ہے اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے؛ لیکن اُس پر جو ۸۰؍ ہزار روپئے کا نفع ہوا ہے اُس کی حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہوگی۔

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم فتؤدوا منها الزكاة، رواه الإمام محمد في الموطأ. وفي الموطأ: بعد هذا الحديث قال محمد وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله، فإن بقي بعد ذلك ما تجب فيه الزكاة وتلك مأتا درهم أو عشرون مثقالا ذهبًا فصاعدًا. وإن كان الذي بقي أقل من ذلك بعد ما يدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة وهو قول أبي حنيفة رحمه الله. (إعلاء السنن، كتاب الزكاة / باب من كان عليه دين لا زكاة عليه بقدره في الأموال الباطنة ۱۳ إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

عن ميمون قال: أخرج ما كان عليك من [دين] ثم زكّ ما بقي.

(المصنف لابن أبي شيبة ٤١٤/٢ رقم: ١٠٥٥٤ مكتبة الرشد الرياض)

وإن كان ما له أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصابًا. (الهداية / أول كتاب الزكاة ٢٠٢/١ رحمانية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۷/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کروڑوں کا مالک بینک کے قرضے کی بنا پر زکوٰۃ نہیں دیتا

سوال (۴۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک بڑا تاجر ہے، حقیقۃً وہ کروڑوں کا مالک ہے؛ لیکن سرکار سے چھپانے کے لئے کئی کروڑ روپئے سود لئے ہوئے ہے، اُس لئے ہوئے سود کی رقم کو بھی اپنے کاروبار میں لگائے ہوئے ہے، سرکاری ضابطے کے مطابق ماہانہ جو قسط جمع کرنی ہوتی ہے، وہ جمع ہوتی رہتی ہے؛ البتہ زید نے زکوٰۃ دینی بند کردی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں تو بینک کا مقروض ہوں، جب قرض کی اَدائیگی ہوجائے گی تو اُس کے بعد میں زکوٰۃ اَدا کروں گا، کیا اُس کا یہ عمل درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں محتاط رائے یہ ہے کہ بینک سے لی ہوئی قرض کی پوری رقم زکوٰۃ سے منہا نہ ہوگی؛ بلکہ ایک سال میں جتنی قسطیں بینکوں کو واپس کرنی ہوتی ہیں، اتنی رقم نکال کر بقیہ نقود اور مالِ تجارت پر حسبِ ضابطہ زکوٰۃ فرض ہوگی اور مذکورہ سرمایہ دار اَفراد کا بینک کے قرض کو بہانہ بنا کر زکوٰۃ اَدا نہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مستفاد: مدلل تجاویز آٹھواں فقہی اجتماع تا پندرھواں فقہی اجتماع، ادارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند ۱۰۸-۱۰۹)

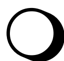
وعن أبي حنيفة لا يمنع ...... وزاد القهستاني عن الجواهر والصحيح أنه غير مانع. (رد المحتار / كتاب الزكاة ۱۷۷/۳ زكريا)

قال بعض مشائخنا: أن المؤجل لا يمنع؛ لأنه غير مطالب عادة. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / باب دين الزكاة ۸٤/۲ زكريا)

قال مشائخنا في رجل عليه مهر مؤجل لامرأته وهو لا يريد أداؤه لا يجعل مانعًا من الزكاة لعدم المطالبة في العادة، وأنه حسن أيضًا، هكذا في جواهر الفتاوىٰ، أما نفقات الزوجات فما لم تصر دينًا إما بفرض القاضي أو بالتراضي لا تمنع الخ. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الزكاة ۱۷۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ



طویل المیعاد قرض میں زکوٰۃ کا حکم

''طویل المیعاد قرض میں زکوٰۃ کا حکم'' سے متعلق حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کا مقالہ پیش خدمت ہے، جو اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے چودھواں فقہی اجتماع بتاریخ: ۵-۷؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۳-۲۱؍فروری ۲۰۱۸ء بروز بدھ جمعرات جمعہ (بمقام: جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات) کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ (اَز: مرتب)

آج کل بڑی تجارتوں اور صنعتوں میں حکومتی وغیر حکومتی قرض عام ہوگیا ہے، اگر قرض لے کر کاروبار نہ کیا جائے تو ٹیکس کی مقدار اس قدر بڑھ جاتی ہے جو تحمل کے قابل نہیں ہوتی۔ خصوصاً بڑی صنعتوں میں ابتدائی مرحلہ میں بنکوں سے جو لون لیا جاتا ہے، اُس کی مقدار بسا اَوقات اتنی ہوتی ہے کہ اگر زکوٰۃ میں اس کا لحاظ کیا جائے تو بڑے بڑے سرمایہ داروں پر یا تو زکوٰۃ ہی واجب نہ ہوگی، یا بہت کم تعداد میں واجب ہوگی، ایسے سرمایہ داروں کے رہن سہن، آسائش اور تعیش میں کوئی کمی نہیں ہوتی؛ لیکن اگر سارے قرض کو مالِ زکوٰۃ سے منہا کیا جائے تو اُن کے مال میں سے کچھ باقی نہیں بچتا، یا بہت کم باقی بچتا ہے۔

اِس صورتِ حال میں بعض اہل فتاویٰ کی رائے یہ ہے کہ اس طرح کے قرض کو سرے سے منہا ہی نہ کیا جائے؛ بلکہ اسے مہرِ مؤجل کے درجہ میں رکھ کر غیر مانع قرار دیا جائے۔ (دیکھئے: فتاویٰ حقانیہ ۳؍۵۱۰)

جب کہ بعض معاصر اکابر اہل علم نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ طویل المیعاد قرضوں میں پوری رقم کو منہا نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ صرف ایک سال میں واجب الطلب مقدار کے برابر رقم مالِ زکوٰۃ سے منہا کی جائے گی۔

سوال (۴۴۸):- تو سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ حالات میں اس طرح کی فقہی آراء پر

عمل کرنے کا مشورہ دیا جاسکتا ہے؟

کیا یہ ان فقہی جزئیات کے مخالف نہ ہوگا جن میں مطلقاً قرض کو مالِ زکوٰۃ سے منہا کرنے کی بات کہی گئی ہے؟

تمام پہلوؤں پر نظر فرماتے ہوئے اپنی مدلل رائے سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بندوں کی طرف سے واجب ہونے والا قرض اگر اِس طرح کا ہو کہ اُسے فی الحال اَدا کرنا ضروری ہو، تو بالاتفاق اس قرض کو منہا کرکے زکوٰۃ کا حساب لگایا جائے گا۔

ومن کان علیہ دین یحیط بمالہٖ فلا زکاۃ علیہ …… ولنا أنہ مشغول بحاجتہٖ الأصلیۃ، فاعتبر معلومًا …… وإن کان مالہ أکثر من دینہ زکّی الفاضل إذا بلغ نصابًا بالفراغۃ عن الحاجۃ. (الہدایۃ / کتاب الزکاۃ ۱/۲۰۲ مکتبۃ بلال دیوبند)

فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد، سواء کان للّٰہ کزکاۃٍ وخراجٍ أو للعبد ولو کفالۃً أو مؤجلاً. (رد المحتار / کتاب الزکاۃ ۳/۱۷۶ زکریا، ۲/۲۶۰ کراچی، الفتاویٰ الہندیۃ / کتاب الزکاۃ ۱/۵۶)

الدین المطالب لہ من جہۃ العباد یمنع وجوب الزکاۃ بقدرہٖ. (الفتاویٰ السراجیۃ / باب زکاۃ الدیون ۱۴۲)

لیکن اگر ایسا قرض ہے جس کا فی الحال اَدا کرنا ضروری نہیں، جس کو فقہاء ''دینِ مؤجل'' سے تعبیر کرتے ہیں، تو اِس بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، بعض نے اسے مانع زکوٰۃ قرار دیا ہے، جب کہ بعض کے نزدیک وہ مطلقاً مانع نہیں ہے۔

الدین المؤجل: قال بعضہم: یمنع، وذکر فخر الأئمۃ السرخسي عن مشائخنا أنہ لا یمنع. (سراجیۃ ۱۴۲، الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۳/۲۳۵ رقم: ۴۲۲۸ زکریا)

أو مؤجلاً عزاہ في المعراج إلیٰ شرح الطحاوي، وقال: وعن أبي حنیفۃؒ

أنه لا يمنع، وقال الصدر الشهيد: لا رواية فيه، ولكل من المنع وعدمه وجه. زاد القهستاني عن الجوهر: والصحيح أنه غير مانع. (شامي ۱۷۷/۳ زكريا)

اِن دونوں آراء کو سامنے رکھ کر جب ہم تجارتی قرضوں کے بارے میں غور کرتے ہیں تو یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ایک سال میں جس قدر قسط کا لوٹانا ضروری ہو، صرف اُسی کے بقدر مال کو زکوٰۃ میں منہا کیا جائے، اور اس کے علاوہ کل مال پر حسب ضابطہ زکوٰۃ واجب کی جائے، چناں چہ بہت سے فقہاء کرام نے مہر مؤجل کے بارے میں یہی رائے اپنائی ہے۔

وقيل المهر المؤجل لا يمنع؛ لأنه غير مطالب به عادةً بخلاف المعجَّل، وقيل: إن كان الزوج علىٰ عزم الأداء مُنع وإلا فلا؛ لأنه لا يعدُّ دينًا. وفي القهستاني: والصحيح أن المؤجل غير مانع كما في الجواهر. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ۳۹۱/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند، البحر الرائق / كتاب الزكاة ۳۵۷/۲ زكريا)

وقيل: لا يمنع؛ لأنه غير مطالب به عادةً بخلاف المعجل، وقيل: إن كان الزوج علىٰ عزم الأداء منع وإلا فلا؛ لأنه لا يعد دينًا. (مجمع الأنهر ۲۸٦/۱ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / باب دين الزكاة ۸٤/۲ زكريا)

وقيل في دين المهر: إنه يمنع وجوب الزكاة كسائر الديون معجَّلاً كان أو مؤجلاً. وقيل: إن كان من نية الزوج أنها متى طالبته تلقاها بلطف، وبعدها أنه متى صادف مالاً لا يبطل حقها يمنع وجوب الزكاة، وإن كان من نيته متى طالبته تلقاها بالإنكار ويضربها لا يمنع وجوب الزكاة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۳۵/۳ رقم: ٤۲۲٦ زكريا، حاشية الطحطاوي على الدر المختار ۳۹۱/۱، امداد الفتاوىٰ ۸/۲، جدید فقهی مباحث ۷٤۸، حاشية: الفتاوىٰ السراجية / باب زكاة الديون ۱٤۳ مكتبة الإتحاد ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

۲۵/ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳/ جنوری ۲۰۱۸ء

منظور شدہ تجویز: طویل المیعاد قرض میں زکوٰۃ کا حکم

چودھواں فقہی اجتماع ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند

منعقدہ ۵-۷؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۲-۱۴؍ فروری ۲۰۱۸ء بروز بدھ جمعرات جمعہ

(بمقام: جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات)

ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کا یہ فقہی اجتماع اُمتِ مسلمہ سے اپیل کرتا ہے کہ سودی قرض لینے سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔

تاہم اگر کسی شخص نے قانونی مجبوری یا ضرورت کی بنا پر سرکاری یا غیر سرکاری اداروں (بینک وغیرہ) سے تجارتی طویل المیعاد قرض لے لیا ہے تو اس صورت میں صرف اسی سال کی واجب الاداقسط کو منہا کر کے باقی مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

نوٹ:- اس تجویز سے اختلاف کرتے ہوئے درج ذیل حضرات نے یہ رائے دی ہے کہ قرض کی پوری رقم منہا کر کے زکوٰۃ ادا جائے گی:

(۱) مفتی محمد لقمان صاحب، جامع الہدیٰ، مراداباد

(۲) مفتی فخر عالم صاحب نعمانی، بیگوسرائے، بہار

(۳) مفتی اشتیاق احمد صاحب دربھنگوی، دارالعلوم دیوبند

(۴) مفتی مزمل حسین صاحب بدایونی، دارالعلوم دیوبند



ساڑھے پانچ تولہ سونا اور چاندی کے دو چھلوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس ساڑھے پانچ تولہ سونا اور اُنگلی میں پہننے کے ایک دو چاندی کے چھلے ہیں، تو کیا زکوٰۃ واجب ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سونے اور چاندی دونوں کی قیمت بازار سے معلوم کرکے مجموعی رقم پر ڈھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ اَدا کی جائے گی۔

ویضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۱۳۲/۱ دار الكتب العلمية بيروت، ۲۳۴/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۰/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مرغیوں کو کھلائی جانے والی غذا اور مرغ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا پولٹری فارم کا کاروبار ہے، جس کے لئے میرے پاس ۵/ ہزار کلوفیڈ میٹریل (مرغیوں کو کھلائی جانے والی غذا) موجود ہے، اور تقریباً ۲۰/ دن کا مرغ بھی ہے، تو کیا مرغیوں کی غذا اور مرغ دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے؟ یا صرف مرغ پر واجب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جس تاریخ پر آپ زکوٰۃ کا حساب لگاتے ہیں، اُس دن پولٹری فارم میں جتنے مرغ فروخت کے لئے موجود ہیں، صرف اُن کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے اور جو اُن کی جمع شدہ غذا ہے، اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳۰۰/۴، کتاب الفتاویٰ ۳۴۶/۳، محقق ومدلل جدید مسائل ۱۵۱)

والأصل أن ما عدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدي إلى الثني، وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء أو إجارة أو استقراض. (الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۹۴/۳ زكريا)

وکذلک آلات المحترفین أي سواء کانت مما لا تستهلک عینه في الانتفاع ...... أو تستهلک، لکن هذا منه ما لا یبقی أثر عینه، کصابون وجرض الغسال. (رد المحتار / کتاب الزکاة ۱۸۳/۳ زکریا، الفتاوی الهندیة، کتاب الزکاة / الباب الأول في تفسیرها ۱۷۲/۱ زکریا)

وما لا یبقی له أثر في العین بحیث لا یری کالصابون والأشنان فلا زکاة فیه. (الفتاوی التاتارخانیة ۱۶۸/۳ زکریا)

ولو للتجارة، ففیها زکاة التجارة. (الدر المختار / کتاب الزکاة ۱۹۸/۳ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

گاہک کے پاس رکے ہوئے پیمنٹ کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟

سوال (۴۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک تاجر ہے اُس نے عمر کو مثلاً ۵۰؍ ہزار روپئے کا مال دیا، عمر نے زید کو ۵۰؍ ہزار کے بجائے ۴۰؍ ہزار روپئے دے دئے، اور ۱۰؍ ہزار روک لئے، زید نے دوسری مرتبہ عمر کو ۴۰؍ ہزار روپئے کا مال دیا، عمر نے زید کو ۳۰؍ ہزار روپئے دے دئے اور ۱۰؍ ہزار روپئے پھر روک لئے، یہی صورتِ حال چلتی رہی کہ زید عمر کو مال دیتا رہا اور عمر زید کو پیسے روک روک کر قیمت دیتا رہا؛ یہاں تک کہ عمر کے پاس زید کے ایک لاکھ روپئے ہوگئے، اَب یہ ایک لاکھ روپئے ہیں زید کے؛ لیکن جب تک زید اور عمر کے درمیان یہ معاملہ جاری رہے گا یہ رقم جو زید کی عمر کے پاس رکی رہے گی؛ البتہ کم زیادہ ہوتی رہے گی، مثلاً زید نے عمر کو بھی ۵؍ ہزار روپئے کا مال دیا، تو عمر نے پھر یہ ہزار روپئے زید کو دے دئے تو زید کے عمر کے پاس ایک لاکھ ۱۰؍ ہزار روپئے ہوگئے، پھر

زید نے عمر کو ۲۰؍ ہزار روپئے کا مال دے دیا، عمر نے ۲۰؍ کے بجائے زید کو ۲۵؍ ہزار روپئے دے دئے، تو اب عمر کے پاس زید کے ایک لاکھ ۵؍ ہزار روپئے رہ گئے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے جو پیسے عمر کے پاس رکے ہوئے ہیں اس کی زکوٰۃ زید کس طرح نکالے گا؟

(۲) بالکل یہی صورت زید کے ساتھ بھی ہے یعنی اسی طرح زید کے پاس بھی مثلاً راشد کی ایک لاکھ ۱۰؍ ہزار روپئے کی رقم رکی ہوئی ہے، تو گویا زید کو ایک لاکھ ۵؍ ہزار روپئے عمر سے لینے ہیں، اور ایک لاکھ ۱۰؍ ہزار روپئے راشد کو دینے ہیں، تو کیا زید ایک لاکھ ۵؍ روپئے کی زکوٰۃ نکالے گا، جب کہ زید کو راشد کے ایک لاکھ ۱۰؍ ہزار روپئے دینے ہیں، یعنی زید کے اوپر گویا راشد کے ایک لاکھ ۱۰؍ ہزار روپئے قرض ہیں؟

(۳) زید نے عمر کو ۵۰؍ ہزار روپئے کا مال دیا عمر نے ابھی زید کو ۵۰؍ ہزار روپئے نہیں دئے اس سے پہلے ہی عمر نے وہ مال راشد کو دے دیا، راشد نے عمر سے ۵۰؍ ہزار روپئے کے بجائے ۴۰؍ ہزار روپئے دے دئے، ۱۰؍ ہزار روک لئے، اب عمر کو اختیار دے دیا کہ کچھ پیسے روک لے، اِسی طرح اُس کا لاکھوں کا مال عمر کے گودام میں ہے جو گویا ادھار ہے وہ آگے جائے گا تو پیسے آئیں گے، تو عمر زید کو پیسے دے گا، اس طرح کے مال میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - (۱) مسئولہ صورت میں عمر کے ذمہ زید کی جو رقم قرض ہے، اس کی زکوٰۃ زید پر فرض ہے جو رقم وصول ہونے پر نکالی جائے گی اور اگر زید چاہے تو پہلے بھی اپنے دیگر مال کے ساتھ اس کی زکوٰۃ نکال سکتا ہے۔

فتجب زكوتها إذا تم نصابًا وحال الحول لكن لا فورًا؛ بل عند قبض أربعين درهمًا من الدين القوي كقرض وبدل مال التجارة. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۳۷/۳ زكريا)

ولو عجل ذو نصاب زكاته لسنين أو لنصب صح لوجود السبب. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنم ۲۲۰/۳-۲۲۱ زكريا)

(۲) زید پر جو راشد کے ایک لاکھ ۱۰/ ہزار روپئے قرض ہیں اُن کی زکوٰۃ زید پر واجب نہیں ہے۔

فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۷۶/۳ زكريا)

(۳) عمر اپنے پورے موجود مال اور قرض وغیرہ کا حساب لگائے اور اس پر جتنا قرض ہو اُس کو منہا کر لے اُس کی زکوٰۃ اس پر واجب نہ ہوگی، اور قرض منہا کرنے کے بعد جو مال بچے گا اور اُس کا جو قرض دوسروں کے ذمہ ہوگا اُس پر حسبِ ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔

وقد عللوا سقوط الزكاة بالدين بأن المديون محتاج إلى هذا المال حاجة أصلية؛ لأن قضاء الدين من الحوائج الأصلية والمال المحتاج إليه حاجة أصلية لا تكون مال الزكاة. (رد المحتار على الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۷۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ثمن اَدا کرنے کے بعد اگر مبیع قبضہ میں نہ آئی ہو تو زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک تاجر نے کسی پروڈکٹ کو خریدنے کے لئے ۵۰/ لاکھ روپئے پیشگی دے دئے، ابھی مبیع آئی نہیں جب آئے گی تب تک اُس کی قیمت بازار کے اعتبار سے ایک کروڑ ہوگی۔ تو اَب سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کس پر آئے گی؟ ثمن پر یا مبیع پر جو کہ ابھی تک قبضہ میں نہیں آئی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس دن آپ زکوٰۃ کا سالانہ حساب لگاتے ہیں،

اگر اُس دن تک مبیع آپ کے قبضہ میں نہیں آئی تو اُس کی زکوٰۃ آپ پر واجب نہ ہوگی، اور جو ثمن پیشگی اَدا کی جا چکی ہے، اُس پر بائع کی ملکیت آچکی ہے؛ لہٰذا اُس ثمن کی زکوٰۃ بھی آپ پر نہیں؛ بلکہ حسبِ ضابطہ بائع پر واجب ہوگی؛ البتہ اگر حساب لگانے کی تاریخ سے قبل مبیع آپ کے قبضہ میں آجائے تو اَب مبیع کی کل قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

الثمن المدفوع مقدمًا عند إبرام العقد ملك للصانع يجوز له الانتفاع والاسترباح، وتجب عليه الزكاة فيه. (فقه البيوع ۶۰٦/۱ دار المعارف ديوبند)

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول في تفسيرها وصفتها الخ ۱۷۲/۱ زكريا)

ولا فيما اشتراه لتجارة قبل قبضه. (الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۸۰/۳ زكريا)

المبيع قبل القبض لا تجب فيه الزكاة. (حاشية الچلپی علی تبيين الحقائق / كتاب الزكاة ۳۰/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِس نیت سے زمین خریدی کہ اگر پیسوں کی ضرورت ہوگی تو اُسے بیچ دیں گے

سوال (۴۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک زمین اِس نیت سے لی کہ جب روپیوں کی ضرورت ہوگی، تو اُسے فروخت کرکے اپنی ضرورت پوری کرے گا، ایسی زمین کے متعلق زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو زمین اِس نیت سے خریدی گئی ہے کہ جب ضرورت ہوگی تو اُس کو بیچ دیا جائے گا، تو اُس زمین پر ہر سال زکوٰۃ کی اَدائیگی لازم ہے۔

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابًا من الورق والذهب. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / باب زكاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الثاني في العروض ١/١٩٧ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

فلیٹ خریدتے وقت بیچنے یا کرایہ پر دینے کا کوئی حتمی اِرادہ نہ ہو تو زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) فلیٹ خریدنے میں جو رقم اَدا کی ہے، اُس رقم پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہوگا؟

(۲) فلیٹ کی تعمیر کے بعد خریدنے والے نے ابھی کچھ فیصلہ نہیں کیا کہ فلیٹ فروخت کرنا ہے یا کرایہ سے دینا ہے یا رہائش وغیرہ کے لئے رکھنا ہے؟ اور اِس دوران زکوٰۃ کی اَدائیگی کا وقت آجائے تو زکوٰۃ کا حکم کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - (۱-۲) اگر شروع ہی سے فروخت کرنے کی نیت سے فلیٹ خریدے گئے ہیں، تو زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت ان کی جو عرفی قیمت ہو، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر خریدتے وقت حتمی طور پر اُنہیں فروخت کرنے کی نیت نہ رہی ہو؛ بلکہ کرایہ پر اُٹھانے یا اُن میں رہائش کرنے کا بھی خیال ہو تو ان فلیٹوں کی زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔

وعن محمد – رحمه الله – فيمن اشترىٰ خادمًا للخدمة، وهو ينوي إن أصاب ربحًا باعه، لا زكاة عليه. (الأشباه والنظائر / القاعدة الثانية: الأمور بمقاصدها ١/١٧٣ مكتبة الحرمين داكا، ١/٤٥ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۳/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وجوبِ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے زیورات نابالغ بچوں کو ہبہ کرنا

سوال (۴۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ایک محترمہ کے پاس فرضیت زکوٰۃ کے بقدر زیور اور نقدی موجود ہے، شوہر کا انتقال ہوگیا، ذریعہ آمدنی بھی کوئی نہیں، اگر اِس نیت سے کہ اُن کے ذمہ زکوٰۃ اور قربانی واجب نہ ہو تو وہ اپنے نابالغ بچوں کو زیور ونقدی کا مالک بنادیتی ہیں، تو شریعت کی نظر میں اُن کا یہ عمل کیسا ہے؟

(۲) اُس کے لئے زکوٰۃ اور دیگر اِمداد لینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) نیز کسی تقریب وغیرہ کے موقع پر محترمہ کا اُس زیور کو پہننا اور اِسی طرح نقدی کو بوقت ضرورت اپنے خرچ میں لینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اِس طرح کا حیلہ کرنا شرعاً مکروہ اور ناپسندیدہ ہے؛ تاہم اگر اُنہوں نے ساری مالیت اپنے نابالغ بچوں میں حولانِ حول (سال گذرنے) سے قبل ہبہ کردی تو اُن پر زکوٰۃ کی اَدائیگی واجب نہ ہوگی۔

ولو احتال لإسقاط الواجب یکرہ بالإجماع. (البحر الرائق، کتاب الزکاۃ / فصل في الغنم، قولہ: ولا الھالك بعد الوجوب ۲/۳۸۴ زکریا)

قولہ بعد الحول: أما قبلہ لو استھلکہ قبل تمام الحول فلا زکاۃ علیہ لعدم الشرط الخ. (رد المحتار، کتاب الزکاۃ / باب الزکاۃ ۳/۲۰۸ زکریا)

(۲) اگر وہ واقعۃً صاحبِ نصاب نہ رہیں تو بوقت ضرورت زکوٰۃ لینے کی گنجائش ہوگی۔

مصرف الزکاۃ الخ ...... أي ھو فقیر وھو من لہ أدنیٰ شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غیر تام مستغرق في الحاجۃ. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف ۳/۲۸۳-۲۸۴ زکریا)

(۳) جو مال نابالغ کو ہبہ کردیا گیا اَب مذکورہ محترمہ کے لئے اُسے واپس لینا یا اُسے

بطور عاریت استعمال کرنا درست نہ ہوگا، وہ صرف انہی نابالغ کے استعمال آئے گا اور اُن کو دیا گیا روپیہ بھی اپنے ذاتی استعمال میں نہ لایا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء، جزء آیت: ٦]

ومنها أي يهبه لطفله قبل التمام بيومٍ (الدر المختار) قال الشامي: لكن لايمكنه الرجوع في هذه الهبة لكونها لذي رحم محرم منه نعم إن احتاج إليه فله الإنفاق منه على نفسه بالمعروف. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٤١/٣ زكريا)

قال العلامة الطحطاوي: فيه أنه لا رجوع في هذه الهبة لكونها لقريب ذى رحم محرم فهي حيلة تنفع في سقوط الزكاة وتضر في خروج المال عن ملكه من غير قدرة على الإعادة إلى ملكه. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ٢٢٩/٣ دار الكتب العلمية بيروت)

ليس للأب إعارة مال طفله لعدم البدل. (حاشية قرة عيون الأخيار تكملة رد المحتار على الدر المختار / كتاب العادية ٥٤٣/١٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ کو مالک نصاب ہوا، ۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ کو اُس نے نصاب پر حولانِ حول کے باوجود پوری زکوٰۃ اَدا نہیں کی، نہ ہی ۱۴۳۷ھ کو، اور اَب شعبان ۱۴۳۸ھ میں زکوٰۃ اَدا کررہا ہے، تو ۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ اور ۱۴۳۷ھ کو حول تھا اُس کی زکوٰۃ اَدا کرے گا یا شعبان ۱۴۳۸ھ تک کے مال کی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زید پر گذشتہ ۱۴۳۶ھ، ۱۴۳۷ھ سالوں کی زکوٰۃ کی اَدائیگی لازم ہے اور آئندہ ۶؍ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ کو سال ۱۴۳۸ھ کی اَدائیگی بھی لازم ہوگی، شعبان میں حساب نہیں لگایا جائے گا؛ بلکہ مالک نصاب بننے کی تاریخ ۶؍ ذی الحجہ کو سالانہ زکوٰۃ کا حساب لگے گا۔

تجب زكاته ما مضى من السنين والناس عنه غافلون. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال، مطلب في وجوب الزكاة في دين المرصد ۲۳۷/۳ زكريا)

أي شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو في ملكه. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الزكاة ۱۸٦/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قرض دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ

سوال (۴۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے بکر کو ۵؍ سال کے لئے ۵؍ لاکھ روپئے قرض دئے ہیں، اس پر چند سوالوں کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱) کیا زید کو ہر سال اس ۵؍ لاکھ کی زکوٰۃ دینا ہوگی؟

(۲) قرض دئے ہوئے ۵؍ لاکھ پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی یا ۵؍ سال بعد قرض کی واپسی پر ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

(۳) قرض دئے ہوئے ۵؍ لاکھ پر اگر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی تو کیا بکر اس زکوٰۃ کو اَدا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے؛ کیوں کہ اس وقت وہ ۵؍ لاکھ بکر ہی استعمال کر رہا ہے یا زید کو ہی اَدا کرنا ہوگا؟

(۴) کیا بکر کے لئے اپنی زکوٰۃ کی اَدائیگی کے حساب کے لئے سال کی کوئی ایک تاریخ متعین کرنا فرض ہے کہ ہر سال اسی تاریخ کو حساب کیا جائے؟

(۵) کیا بکر اپنی زکوٰۃ کی اَدائیگی کے حساب کے وقت ۵؍سال تک ہر سال وہ قرض لیا ہوا ۵؍لاکھ (الگ) کرے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱-۲) اگر اس رقم کی واپسی کی قوی اُمید ہے تو زید پر ہر سال اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی؛ البتہ وہ رقم کی وصولی تک ادائیگی کو مؤخر کرسکتا ہے، پس مسئولہ صورت میں اگر ۵؍سال بعد ۵؍لاکھ قرض کی رقم واپس ملے گی تو گذشتہ ۵؍سالوں کی زکوٰۃ اَدا کرنی ہوگی، محض ایک سال کی زکوٰۃ اَدا کرنا کافی نہ ہوگا۔

ولو كان الدين على مقر ...... الخ، فوصل إلى ملكه لزم زكاة ما بقي.

(الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الزكاة ۱۸٤/۳-۱۸۵ زكريا)

(۳) اس رقم کی زکوٰۃ مقروض بکر پر لازم نہیں ہے؛ بلکہ زید ہی پر لازم ہے، اسے خود ادا کرنی چاہئے۔

فتجب زكاتها إذا تم نصابًا وحال الحول لكن لا فورًا؛ بل عند قبض أربعين درهمًا من الدين القوي كقرض. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب زكاة المال ۲۳٦/۳-۲۳۷ زكريا)

(۴) بکر جس تاریخ (قمری) کو پہلی مرتبہ نصاب کے بقدر مال کا مالک ہوا ہے وہی تاریخ اس کے لئے زکوٰۃ کا حساب لگانے کے واسطے متعین ہے۔ اسی ایک تاریخ میں ہر سال حساب لگایا جائے گا، اگر بالفرض پہلی مرتبہ والی تاریخ محفوظ نہ ہو تو اندازہ لگا کر کوئی قمری تاریخ متعین کرلی جائے، پھر اسی تاریخ میں حساب لگایا جائے۔

وشرطه أي شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو في ملكه (الدر المختار)

والشرط تمام النصاب في طرفي الحول. (رد المحتار / كتاب الزكاة ١٨٦/٣ زكريا)

(۵) مسئولہ صورت میں چوں کہ بکر ۵/لاکھ روپئے کا مقروض ہے، اس لئے وہ اپنی زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت ان روپیوں کو منہا کر کے حساب لگائے گا۔

وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي الخ، فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد. (الدر المختار / كتاب الزكاة ١٧٥/٣-١٧٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ریشم پر عشر واجب ہے یا زکوٰۃ؟

سوال (۴۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے باغ میں ریشم کے کیڑے بکثرت پائے جاتے ہیں، وہ خود بخود پیدا شدہ ہیں اور اُن کیڑوں سے حاصل شدہ ریشم باغ والے جمع کر کے اچھی خاصی قیمت میں فروخت کرتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اُس ریشم اور اُس کی قیمت پر عشر واجب ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ اُس کا باغ عشری زمین پر واقع ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ریشم کے کیڑوں اور اُس سے حاصل شدہ ریشم پر عشر واجب نہیں؛ کیوں کہ یہ ریشم دراصل درختوں کے پتوں سے حاصل ہوتا ہے اور پتے عشری اشیاء میں داخل نہیں ہیں؛ البتہ اُس سے جو آمدنی حاصل ہوگی اُس پر حسبِ ضابطہ چالیسواں حصہ کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

وفي العسل العشر إذا أخذ من أرض العشر ...... فكذا فيما يتولد منهما أي من الأنوار والثمار بخلاف دود القز؛ لأنه يتناول من الأوراق ولا عشر فيها. (الهداية، كتاب الزكاة / باب زكاة الزروع والثمار ٢١٩/١ مكتبه بلال ديوبند)

وبهـذا فـارق دود الـقز فإنه يأكل الورق دون الثمار وليس في الأوراق شـيء فكذا ما يتولد منها والذي يتولد من دود القز هو الإبريسم ولا عشر فيه لما ذكرنا. (الجوهرة النيرة/ باب زكاة الزروع والثمار ١٨٤/١ المكتبة التهانوية ديوبند، / باب مصارف الزكاة ١٢٧/١ المطبعة الخيرية)

ولأن الـنـحل يتناول من الأنوار والثمار وفيهما العشر فكذا فيما يتولد مـنهـمـا بـخلاف دود القز؛ لأنه يتناول من الأوراق ولا عشر فيها. (فتح القدير، كتاب الزكاة / باب زكاة الزروع والثمار ٢٥٣/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

عشری زمین کا عشر مالک پر واجب ہے یا کرائے دار پر؟

سوال (۴۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی کھیتی کی زمین اپنے بھائی کو کاشتکاری کے لئے دے دی اور سالانہ اس سے ایک مشت رقم طے کر لی ہے کہ مجھے اس کے نفع ونقصان سے کوئی مطلب نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس میں پیدا ہونے والی فصل پر عشر مجھ کو دینا ہے یا میرے بھائی کو اور مجھے اس سے ملنے والی آمدنی پر زکوۃ دینی ہے یا عشر؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مفتیٰ بہ قول کے مطابق عشری زمین میں عشر کا وجوب مالک زمین پر نہیں ہے؛ بلکہ کرایہ پر لینے والے کاشتکار پر ہوتا ہے۔ بریں بنا مسئولہ صورت میں عشر آپ کے بھائی پر واجب ہوگا؛ لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ آج کل ہندوستان کے اکثر علاقوں میں عشری زمین موجود نہیں ہے، اس لئے ایسی زمینوں پر عشر کا وجوب بھی نہیں

ہے؛ تاہم اگر کوئی شخص اپنی طرف سے تبرعاً صدقہ نکال دے تو وہ اجر وثواب کا یقیناً مستحق ہوگا۔
(مستفاد: کتاب المسائل ۲/۲۴۷ فرید بک ڈپو دہلی)

والعشر على المؤجر أي لو آجر الأرض العشرية، فالعشر عليه من الأجرة كما في التاتارخانية: وعندهما على المستأجر قال: في فتح القدير: لهما أن العشر منوط بالخارج وهو للمستأجر – إلىٰ قولهٖ – فإن أمكن أخذ الأجرة كاملة يفتى بقول الإمام وإلا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذي لا يقول به أحد. (رد المحتار، كتاب الزكوٰة / باب العشر ۲۷٦/۳–۲۷۸ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضرورت سے زائد کپڑوں اور برتنوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴٦۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس ضرورت سے زیادہ کپڑے ہیں جن کو پہنتا نہیں، اسی طرح میرے گھر کے اندر بھی ضرورت سے زیادہ برتن ہیں جن کو ہم کبھی بھی استعمال نہیں کرتے ہیں تو کیا ان چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ضرورت سے زائد کپڑوں اور برتنوں پر زکوٰۃ تو واجب نہیں (کیوں کہ نہ تو وہ اَموالِ تجارت میں داخل ہیں اور نہ ہی اَموالِ نامی میں) البتہ اگر اُن کی قیمت نصاب تک پہنچ جائے تو حسبِ ضابطہ صدقہ فطر اور قربانی واجب ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۱۰/٦۲۷ اشرفی بک ڈپو دیوبند)

ليس في دور السكنىٰ وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول

في تفسيرها وصفتها ١٧٢/١ قديم زكريا، ومثله في الهداية / كتاب الزكاة ٢٠٢/١ المكتبة الأشرفية ديوبند، ٨/٢ مكتبة البشرىٰ كراچی)

دليلنا لأن الزكاة عبارة عن النماء وذلک من المال النامي على التفسير الذي ذكرناه، وهو أن يكون معدًا للاستنماء وذلک بالإعداد للإسامة في المواشي والتجارة في أموال التجارة. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / مال التجارة ٩٢/٢ زكريا)

صدقة الفطر واجبةٌ على الحر المسلم إذا كان مالكًا لمقدار النصاب فاضلاً عن مسكنه وثيابه وأثاثه وفرسه وسلاحه وعبيده، ولا يشترط فيه النمو، ويتعلق بهذا النصاب حرمان الصدقة ووجوب الأضحية والفطر. (الهداية، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ٢٢٤/١ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مرحوم کے قرض کی اَدائیگی کے بعد مابقیہ ترکہ میں حسبِ ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال (۴۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والد کا انتقال ہوگیا، ان پر ۱۵/لاکھ روپئے قرض تھا، ان کے دو بیٹے انتقال کے بعد اُن کی دوکان سنبھال رہے ہیں، اب یہ دونوں جب زکوٰۃ کا حساب کریں گے تو وہ ۱۵/لاکھ (الگ) کریں گے یا نہیں؟ والد کے ترکے میں مکان بھی ہے جس کی قیمت ۱۵/لاکھ روپئے سے زیادہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں والد مرحوم کا قرض اُن کے چھوڑے ہوئے ترکہ (مکان وغیرہ) سے اَدا کیا جائے گا اور مرحوم کے وارثین (بیٹے وغیرہ)

جب اپنی زکوٰۃ کا حساب لگائیں گے تو یہ دیکھیں گے کہ قرض کی اَدائیگی کے بعد اُن کے حصہ میں کتنا مال آرہا ہے، اس میں جو قابل زکوٰۃ مال ہو (مثلاً روپیہ پیسہ یا مالِ تجارت) اس میں حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہوگی اور جو قابل زکوٰۃ مال نہ ہو مثلاً رہائشی یا زرعی جائیداد اور گھریلو سامان تو اُس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي ثم يقسم الباقي بين ورثته. (السراجي في الميراث ص: ٤-٥)

وما اشتراه لها أي للتجارة كان لها لا ما ورثه ونواه لها لعدم العقد إلا إذا تصرف فيه أي ناويًا، فتجب الزكاة لاقتران النية بالعمل إلا الذهب والفضة والسائمة لما في الخانية لو ورث سائمة لزمه زكاتها بعد حول نواه أو لا. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الزكاة ١٩٣/٣ زكريا)

فليس في دور السكنىٰ وثياب البدن وأثاث المنزل الخ زكاة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب الأول ١٧٢/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۵/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم ترکہ کے بعد وارثین زکوٰۃ کس طرح اَدا کریں گے؟

سوال (۴۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال ۶؍ ذی الحجہ کو ہوا، قانونی دقت کی بنا پر اس کا نقد مال بینک سے ایک ساتھ نہیں نکل پارہا ہے، اِس لئے اُس کے بیٹے اُس کے اکاؤنٹ سے رقم نکال کر جمع کرتے رہے، ۲۰؍ ذی الحجہ کو بیٹوں نے مال آپس میں تقسیم کرلیا، ایک ماہ بعد یعنی ۲۰؍ محرم کو بیٹوں نے متوفی کے اکاؤنٹ سے کچھ مال اور نکالا اور بہنوں اور ماں کو دیا، ہر ایک کے حصہ میں اتنا مال آیا جو نصاب سے زائد ہے، اِن سب کا حولانِ حول کب سے مانا جائے گا۔ نیز مذکورہ اکاؤنٹ سے جو رقم آئے گی اُس کی زکوٰۃ کس طرح اَدا کریں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس وارث نے جس دن مالِ وراثت پر قبضہ کیا اُسی دن سے اُس کے حولانِ حول کی تاریخ مقرر ہوگی۔

عن المغيرة بن شعبة قال: تحل عليه الزكاة من يوم ملك مأتي درهم ثم يحول عليه الحول. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / فيما تجب فيه الزكاة من الدراهم والدنانير ۲/۳۵۵ رقم: ۹۸٤٦ مكتبة الرشد الرياض)

لا زكاة فيه حتى يقبض المئتين ويحول عليه الحول من وقت القبض وهو أصح الروايتين عنه. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة / فصل في الشروط التي ترجع إلى المال ۲/۳۹۲ دار الكتب العلمية بيروت، ۲/۹۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تعلیمی اور رفاہی مقاصد کے لئے برادری کی سطح پر تنظیم قائم کرنے کے لئے زکوٰۃ جمع کرنا

سوال (۴۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ضلع پرتاپ گڈھ میں قریشی نام کی ایک کثیر تعداد برادری آباد ہے جس کی فلاح وبہبود، تعلیم وترقی، اصلاحِ رسوم اور آپسی نزاعی معاملات کے حل کے لئے اسی برادری کے تجربہ کار ومعمر علماء کرام ودیگر حضرات مل کر ''جمعیۃ اہل قریش'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کرنا چاہتے ہیں جس کے ممبران صرف اُسی برادری کے افراد ہوں گے اور اُس کا اپنا ایک مستقل فنڈ ہوگا۔

جن کے پیش نظر یہ امر ہے کہ ہر برادری کی کمیوں کی نوعیت چوں کہ مختلف ہوتی ہے اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ اگر اُن کمیوں کو اسی برادری کے لوگ بیان کریں تو لوگ جلد قبول کر لیتے ہیں،

اور اِس طرح کام کرنے میں سہولت بھی ہوتی ہے، نیز دوسری برادریوں میں پہلے سے انجمن یا جمعیۃ قائم ہے اور ماشاء اللہ لوگ کام بھی کررہے ہیں اور ابھی تک ہمارے یہاں اس برادری کی کوئی انجمن یا جمعیۃ قائم نہیں ہے، اس لئے سوچا گیا کہ اس برادری کا بھی اپنا ایک پلیٹ فارم ہو جس کے ذریعہ اس برادری کی کمیوں کو دور کرکے ایک صالح معاشرہ تیار کیا جاسکے، اس کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں اس کے لئے ذریعہ معاش کا نظم کیا جائے، ان کے آپسی نزاع معاملات کو باہمی گفت شنید سے حل کیا جائے اور ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس سے غلط کرنے والوں کی گرفت آسان ہو۔

مذکورہ اُمور میں اپنی برادری کی تخصیص اس سے برادرانہ محبت کے سبب ایک ترجیحی پہلو ہے ورنہ اگر اس کے تحت تعلیمی ادارے قائم ہوئے تو اس کے دروازے جملہ برادریوں کے لئے کھلے ہوں گے، ہسپتال میں علاج سب کا ہوگا، اگر بیواؤں کے وظائف کا نظم ہوا تو جملہ برادریاں اس میں شریک ہوں گی، غریب بچوں کی کفالت یا ان کی شادی کا نظم کیا گیا تو اس میں تفریق نہ ہوگی، اسی طرح فنڈ کے قیام میں اپیل صرف برادری کے افراد ہی سے ہوگی؛ لیکن اگر دوسری برادری کا کوئی فرد اپنی خوشی سے تعاون کرتا ہے تو اسے خوشی سے قبول کیا جائے گا، سر دست اس فنڈ میں لوگوں سے صرف امداد وعطیات کی رقوم لی جائیں گی اور اگر آگے چل کر زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقوم جمع کی جاتی ہیں تو ان کو صرف انہیں کے مصارف پر صرف کیا جائے گا اور اُس کی تملیک کی شرعاً جو صورت ہوگی بمشورۂ علماء اُسی کو اختیار کیا جائے گا۔

اب چوں کہ تنظیم کا نام ایک مخصوص برادری کے نام پر رکھا جارہا ہے اور اس کے ممبران صرف اسی برادری کے افراد ہوں گے، اس لئے اسی برادری کے بعض علماء اس کو برادرانہ عصبیت سے تعبیر کررہے ہیں اور دلیل میں ''**ليس منا من دعا إلى العصبية**'' اور ''**ليس منا من مات على العصبية**'' کو پیش کررہے ہیں؛ جب کہ ہمارا کہنا ہے کہ اس سے مراد وہ عصبیت ہے جو ظلم اور گناہ پر ہو ورنہ محض اپنی برادری سے محبت عصبیت نہیں ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے جب دریافت کیا گیا کہ کیا اگر کوئی اپنی قوم سے محبت کرتا ہے تو یہ عصبیت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی حمایت کرے ظلم پر۔ (ابن ماجہ شریف حدیث نمبر: ۴۳۴۹)

مذکورہ وضاحت کی روشنی میں اس طرح کی تنظیم کا قیام شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز کیا اس کو عصبیت کا نام دینا صحیح ہوگا؟ بینوا وتوجروا

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال مذکورہ تعلیمی، سماجی اور رفاہی مقاصد کے لئے برادری کی سطح پر تنظیم قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اِس کو صلہ رحمی پر محمول کیا جائے گا نہ کہ عصبیت پر، خاص کر جب کہ تنظیم کے اِداروں سے دیگر لوگ بھی فائدہ اُٹھائیں تو اس پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے؛ تاہم زکوٰۃ وصدقات کی جمع شدہ رقوم کو مصارف میں خرچ کرنے کا اہتمام لازم ہے، اِس میں کوتاہی نہ کی جائے۔

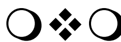
قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

عن سراقة بن مالک بن جعشم المدلجي رضي اللّٰه عنه قال: خطبنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: خيركم المدافع عن عشيرته ما لم يأثم. (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب في العصبية ۶۹۸/۲ رقم: ۵۱۲۰)

عن امرأة منهم يقال لها: فسيلة، قالت سمعت أبي يقول: سألت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقلت يا رسول اللّٰه! أمن العصبية أن يحب الرجل قومه؟ قال: لا، ولكن من العصبية أن يعين الرجل قومه على الظلم. (سنن ابن ماجة، كتاب الفتن / باب العصبية ص: ۲۸۳ رقم: ۳۹۴۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



اَدائے زکوٰۃ کے مسائل

حضور علیہ السلام نے کتنی بار زکوٰۃ اَدا فرمائی؟

سوال (۴۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کتنی مرتبہ فرض زکوٰۃ اَدا فرمائی؟ یعنی آپ پر کن کن سالوں میں زکوٰۃ فرض رہی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اُمت کا اِس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی؛ کیوں کہ اُن کے قبضے میں جو بھی مال ہوتا ہے، وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَمانت ہوتا ہے، جسے وہ اُس کے حکم سے حسب ضرورت خرچ فرماتے ہیں اور بے جا خرچ کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔ نیز زکوٰۃ دراصل ایک طرح سے مال کا میل کچیل ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کا مال ہر طرح کے میل کچیل سے پاک صاف اور مبرا ہے؛ البتہ مطلقاً صدقہ وخیرات اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے؛ بلکہ آپ اپنے طبعی جود وسخا کی وجہ سے حتی الامکان کسی سائل کو محروم نہیں فرماتے تھے۔

(اِرشاد السائلین ۲/۳۴ فرید بک ڈپو دہلی)

سمعت جابرًا رضي اللّٰه عنه يقول: ما سئل النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن شيء قط، فقال: لا. (صحيح البخاري / كتاب الأدب ۸۹۲/۲ رقم: ٦٠٣٤)

وفرضت في السنة الثانية قبل فرض رمضان ولا تجب على الأنبياء

إجماعًا (لأن الزكاة طهرة لمن عساه أن يتدنس والأنبياء مبرّؤون منه) (الدر المختار مع رد المحتار / أول كتاب الزكاة ۲/ ۱۷۰)

وإباحة ترك إخراج زكاة المال؛ لأنه كبقية الأنبياء لا ملك لهم مع الله وما في أيديهم من المال وديعة لله عندهم يبذلونه في محله ويمنعونه في غير محله؛ ولأن الزكاة طهرة وهم مبرؤون من الدنس. (السيرة الحلبية / باب: نبذة من خصائصه عليه الصلاة والسلام ۳/ ۴۲۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واجب شدہ زکوٰۃ سے زائد رقم زکوٰۃ کے طور پر نکالنے کا حکم

سوال (۴۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان میں میں نے اپنی زکوٰۃ کا حساب لگالیا تھا؛ لیکن اُس وقت پیمنٹ رکا ہوا تھا، جس کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں نکالی، اَب وہ رقم آ گئی ہے، تو میں چاہتا ہوں کہ اپنی طرف سے کچھ رقم بڑھا کر زکوٰۃ نکالوں، مثلاً: ۶۰ر ہزار زکوٰۃ بن رہی تھی، تو ۵ر ہزار بڑھا کر ۶۵ر ہزار نکالوں، تو یہ جو ۵ر ہزار ہیں، یہ زکوٰۃ میں شامل ہوں گے یا الگ ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں واجب شدہ زکوٰۃ سے جو زائد رقم آپ نکالیں گے، وہ نفلی صدقہ کے درجہ میں ہوگی اور اُس پر آپ کو صدقہ کا ثواب ملے گا۔

جاء في الحديث: وذكر له رسول الله صلى الله عليه وسلم الزكاةَ، قال: هل عليّ غيرها؟ قال: لا، إلا أن تطوع. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان / باب الزكاة من الإسلام ۱/ ۱۲ رقم:۴۶)

قال الحافظ ابن حجر رحمه الله: القصد من القصة بيان أن

المتمسک بالفرائض ناجٍ وإن لم یفعل النوافل. (فتح الباري، کتاب الإیمان / باب الزکاۃ من الإسلام ١/١٤٤ دار الکتب العلمیة بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بینک میں اصل رقم کے ساتھ کچھ سود بھی ملا ہو تو زکوٰۃ کیسے اَدا کریں؟

سوال (۴٦٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کو وراثت میں کچھ رقم نقد ملی ہے؛ چوں کہ وہ بینک میں تھی، اِس لئے اُس میں کچھ سود کی رقم شامل ہے، جو حساب کرنے سے الگ کی جاسکتی ہے؛ لیکن کچھ رقم ایسی ہے جس سے سود الگ کرنا دشوار ہے؛ کیوں کہ اِس میں سود کے حساب کا صحیح علم نہیں ہے۔ صورتِ مذکورہ میں زید زکوٰۃ کس طرح اَدا کرے؟ نیز جس رقم میں سود کے حساب کا صحیح علم نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں حکم یہ ہے کہ اندازہ لگا کر سود کی رقم الگ کرلی جائے اور مابقیہ رقم پر حسبِ شرائط زکوٰۃ اَدا کی جائے۔

وإذا لم تتمیز الأموال المغصوبة من النصاب المملوک له لا تجب علیه بمقدار المغصوب وتجب في الزائد. (تقریرات الرافعي مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ / باب نصاب الإبل ٣/١٣٢ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

زکوٰۃ کی رقم کاروبار میں لگا کر اُس کے منافع طلبہ کی تعلیم پر خرچ کرنا

سوال (۴٦۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زکوٰۃ وغیرہ سے مدارسِ اِسلامیہ اور مکاتبِ دینیہ کے طلبہ وطالبات کو کب تک دینی تعلیم دی جاتی رہے گی؟ کیا دینی تعلیم کی حیثیت اتنی ہی ہے کہ زکوٰۃ وغیرہ سے ہی اسے فروغ دیا جائے اور کیا دس، بیس، پچاس لاکھ روپئے زکوٰۃ وغیرہ کے جمع کرکے کوئی کاروبار کی شکل اختیار کرلی جائے اور اُس کے منافع سے مدرسہ کے اخراجات پورے کئے جائیں، تو کیا یہ شکل جائز ہوگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مدارس ومکاتب میں تعلیم حاصل کرنے والے نادار فقیر طلبہ پر زکوٰۃ وصدقات کی رقوم صرف کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے اور جو طلبہ زکوٰۃ کے مستحق نہ ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ خود کفیل ہوکر تعلیم حاصل کریں۔

اور مدرسہ کے لئے حاصل کردہ زکوٰۃ وغیرہ کی رقومات تجارت میں لگانا درست نہیں ہے؛ اِس لئے کہ اَولاً اِس سے مالکین کی زکوٰۃ اَدا نہ ہوگی، اور دوسرے یہ کہ تجارت میں نقصان کی صورت میں (جس کا عین امکان ہے) مدرسہ کی رقم ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، اور ایسے خطرہ کی جگہ پر رقم لگانا منتظمین کے لئے درست نہیں ہے۔

البتہ اگر کوئی صاحبِ خیر اپنی ذاتی رقم سے کوئی کاروبار کرے اور اُس کا نفع مدارس میں لگائے تو یہ بڑی خیر کی بات ہوگی۔

أن طالب العلم یجوز له أخذ الزکاة ولو غنیًا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم ...... قلت وهو کذلک والأوجه تقییده بالفقیر، ویکون طلب العلم مرخصًا لجواز سؤاله من الزکاة وغیرها وإن کان قادرًا علی الکسب إذ بدونه لا یحل له السؤال. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاة / باب المصرف ۲۸۵/۳-۲۸۶ زکریا)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة کما مر. (الدر المختار، کتاب الزکاة / باب المصرف ۲۹۱/۳ زکریا، ۳۴۴/۲ کراچی، تبیین الحقائق، کتاب الزکاة / باب

المصرف ۳۰۰/۱ المكتبة الإمدادية ملتان، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب في بيان أحكام المصرف ۳۲۸/۱ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۷/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وکیل نے زکوٰۃ کی رقم اپنے اُوپر خرچ کرلی

سوال (۴۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی زکوٰۃ کی رقم عمر کو دی؛ تاکہ وہ کسی مستحقِ زکوٰۃ پر خرچ کردے؛ لیکن اُس نے کسی خاص شخص کو نامزد نہیں کیا اور صورت حال یہ ہے کہ عمر خود بھی مستحق زکوٰۃ ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ زید کے علم میں لائے بغیر عمر کا یہ زکوٰۃ کی رقم اپنے استعمال میں لانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر زکوٰۃ کی رقم دیتے وقت زید نے عمر سے یہ کہا تھا کہ ''تم یہ رقم جس کو چاہو دے دو''، تو ایسی صورت میں زید کی اِجازت کے بغیر مذکورہ زکوٰۃ کی رقم عمر کے لئے اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز نہ ہوگا؛ البتہ اگر زید نے یہ کہا ہو کہ ''تم چاہے جہاں صرف کرو، تمہیں اختیار ہے'' تو ایسی صورت میں عمر وہ رقم اپنے اوپر بھی خرچ کرسکتا ہے، دیگر فقراء کو دینا لازم نہیں ہے؛ جیسا کہ درج ذیل جزئیہ سے مستفاد ہوتا ہے:

لو قال لرجل ادفع زكاتي إلى من شئت أو أعطها من شئت فدفعها لنفسه لم يجز وفي جوامع الفقه جعله قول أبي حنيفة. وقال أبو يوسف يجوز. ولو قال: ضعها حيث شئت جاز وضعها في نفسه. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الزكاة / باب المصرف: فروع من مسائل الأمر بأداء الزكاة ۱۳۰/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مستحق کو ایک شرط کے ساتھ زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال (۴۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کوئی مسلمان جس کے مال سے ایک لاکھ روپئے کی زکوٰۃ نکلتی ہے اُس نے اپنے مستحق زکوٰۃ دوست سے کہا کہ میں تمہیں زکوٰۃ کی رقم اس شرط پر دے رہا ہوں کہ جب تم ایک لاکھ روپئے کے مالک بن جاؤ، تو اُس کے بعد اُس میں سے پچاس ہزار روپئے مجھے بطور ہدیہ دے دینا، اِس صورت میں زکوٰۃ کی اَدائیگی ہوئی یا نہیں؟ اور جو پچاس ہزار ہدیہ ملے ہیں وہ جائز ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں ہدیہ کی شرط پر دی گئی زکوٰۃ کی اَدائیگی اگرچہ اُصولاً درست ہے؛ لیکن بطور ہدیہ مقررہ رقم کی واپسی کی شرط باطل ہے۔ پس زکوٰۃ لینے والے کے لئے مشروط رقم مزکی کو واپس دینا ضروری نہیں ہے اور مزکی کے لئے اس رقم کا مطالبہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر مزکی نے کسی طرح بھی دباؤ ڈال کر مشروط رقم واپس لے لی تو جس قدر رقم مزکی واپس لے گا اُس کے بقدر زکوٰۃ اَدا نہ ہوگی اور یہی سمجھا جائے گا کہ گویا کہ یہ رقم اُس نے مستحق کو اَدا ہی نہیں کی ہے۔

هي أي الزكاة تمليك جزء من المال معين شرعا من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ. (مجمع الأنهر / أول كتاب الزكاة ۲۸٤/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

وكذا الهبة والصدقة والكتابة بشرط متعارف وغير متعارف يصح ويبطل الشرط. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الثامن في حكم الشرط في الهبة ۳۹٦/٤ مكتبه رشيديه)

وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء وهل له أن يخالف أمره؟ لم أره، والظاهر: نعم، وتحته في الشامية: والظاهر أنه لا شبهة فيه؛ لأن ملكه إياه عن زكاة ماله وشرط عليه شرطًا فاسدًا، والهبة

والصدقة لا يفسدان بالشرط الفاسد. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۲۹۳/۳ زكريا)

وفي تقريرات الرافعي: بل الظاهر عدم الإجزاء فمجرد نية المزكي بعد الأمر؛ لأن المدفوع إليه لم يوجد منه التملك؛ بل أخذ المال على أنه للآمر فلم يوجد ركنها وهو التمليك والتملك. (التقريرات الرافعي مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۱٤۰/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

زکوٰۃ میں رقم کے بجائے زمین دینا

سوال (۴۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) زید زمین کا کاروبار کرتا ہے، اُس کی زکوٰۃ کی رقم اتنی ہوتی ہے کہ وہ سال بھر اَدا کرتا ہے؛ لیکن کیش کی شکل میں پوری نہیں ہو پاتی ہے، وہ چاہتا ہے کہ زمین ہی کی شکل میں اپنی زکوٰۃ اَدا کردے، اُس کے علم میں اِس کے بہت سے قرابت دار اور عزیز رشتے دار ہیں، جن کے بارے میں اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مستحق ہیں اور اُن کے لئے زمین خرید کر مکان بنانا بڑا مشکل امر ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ اُن سے زمین کو فروخت کروں، فروخت کرنے سے پہلے ہی یہ نیت کرلوں کہ دو سال کے اندر جتنی رقم اَدا کردے وہ لے لوں، اور باقی رقم کی زکوٰۃ کی نیت کرلوں۔ مثال کے طور پر ایک زمین کی قیمت ۸/لاکھ روپئے ہے، میں اس سے معلوم کرلوں کہ تم کب تک اُس کی قیمت اَدا کروگے، وہ کہے کہ میں دو یا تین سال میں اَدا کردوں گا، اور مجھے یقین بھی ہے کہ وہ اَدا نہیں کرسکتا ہے، اَب اُس نے دو سال کے اندر ۵/لاکھ روپئے تھوڑے تھوڑے کرکے اَدا کردئے، اب میں اُس سے کہوں کہ تم زمین لے

لو، باقی رقم مجھے نہیں چاہئے اور میں بقیہ ۳؍لاکھ روپئے میں زکوٰۃ کی نیت کرلوں تو کیا زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی۔

(۲) زمین کی قیمت ۸؍لاکھ روپئے ہے، آدھی زمین کی قیمت ۴؍لاکھ روپئے ہے، فروخت کرتے وقت ہی میں نے نیت کرلی کہ اس سے آدھی زمین کی قیمت لینی ہے، اور آدھی زمین جس کی قیمت ۴؍لاکھ روپئے ہے اُس کو زکوٰۃ کے طور پر دے دینی ہے؛ لیکن اس سے بتلانا نہیں ہے؛ کیوں کہ زکوٰۃ بتلانے کی صورت میں وہ شرمندگی محسوس کرے گا؛ حالاں کہ میرے علم میں ہے کہ وہ ضرورت منداور مستحق زکوٰۃ بھی ہے، تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر کسی فقیر کو متعین ومحدود زمین بطور زکوٰۃ دی جائے تو بلاشبہ اُس کی قیمت کے بقدر زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی؛ بشرطیکہ رجسٹری کراکے قبضہ ودخل دے دے؛ لیکن اگر کسی فقیر کو متعینہ ثمن کے عوض میں زمین فروخت کی اور پھر بعض ثمن میں زکوٰۃ کی نیت کرلی تو یہ نیت درست نہیں ہے؛ اِس لئے کہ یہ دین میں زکوٰۃ کی نیت کرنا ہے جو شرعاً معتبر نہیں۔ اور سوال میں مذکور دوسری صورت میں جواز کی شکل یہ ہے کہ اَولاً فروخت کی جانے والی زمین کے بدلے میں قیمت مقرر کی جائے اور زکوٰۃ والی زمین زکوٰۃ کی نیت سے بطور عطیہ دے دی جائے، تو یہ صورت درست ہوگی۔

وفي صورتين: لا يجوز، الأولى: أداء الدين عن العين كجعله ما في ذمة مديونه زكاة لماله الحاضر. (رد المحتار مع الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۹۰/۳ زكريا)

ولا يشترط علم الفقير أنها زكاة على الأصح حتى لو أعطاه شيئًا وسماه هبةً أو قرضًا ونوى به الزكاة صحت. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي / كتاب الزكاة ص: ۷۱۵)

وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أي للأداء (الدر المختار) وتحته في

الشامية قوله نية: أشار إلى أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو قرضًا تجزيه في الأصح. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الزكاة ۱۸۷/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۳/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

زکوٰۃ کی رقم سے بجلی کا بل اَدا کرنے کا حکم

سوال (۴۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے ایک رشتہ دار بہت غریب ہیں، اُن کے یہاں لائٹ کا جرمانہ پڑ گیا ہے، کیا زکوٰۃ سے اُن کا جرمانہ اَدا کیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زکوٰۃ کی رقم سے براہِ راست بجلی کا بل اَدا نہ کیا جائے؛ بلکہ اَولاً وہ رقم غریب کو دی جائے پھر وہ خود یا کسی ذریعہ سے بل اَدا کرے تو اِس کی گنجائش ہے۔

وفي الظهيرية: الدفع للمديون أولى منه للفقير، قال الشامي: أي أولىٰ من الدفع للفقير الغير المديون لزيادة احتياجه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۲۸۹/۳ زكريا)

وخرج بالمال المنفعة فلو أسكن فقيرًا داره سنة ناويًا للزكاة لا يجزيه.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / كتاب الزكاة ص: ۷۱٤ دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار / كتاب الزكاة ۱۷۲/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مستحقِ زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم قرض کے طور پر دینے کا حکم

سوال (۴۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے ایک مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی نیت سے قرض کہہ کر زکوٰۃ دے دی، زکوٰۃ کے نام سے وہ لیتے نہیں، کچھ دن کے بعد وہ رقم انہوں نے واپس کردی ہم نے بہت کہا، سب کچھ کہا، انہوں نے ہر قیمت پر زکوٰۃ واپس کردی:

(۱) کیا ہماری زکوٰۃ دیتے وقت نیت کرنے سے اَدا ہوگئی تھی؟

(۲) کیا اس واپس شدہ رقم کو ہم استعمال کرسکتے ہیں یا یہ زکوٰۃ ہی کی رقم ہے؟

(۳) یا پھر اس رقم کو کسی مستحق زکوٰۃ کو دے دیں؟

(۴) یا پھر کسی بھی بہانہ سے اس کو ہی لوٹادیں، شرعاً جو حکم ہو واضح فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - یہ مسئلہ اپنے اندر بیک وقت دو جہتیں رکھتا ہے:

(۱) جب آپ نے زکوٰۃ کی نیت سے مذکورہ شخص کو قرض دیا، تو آپ کی زکوٰۃ فی نفسہ ادا ہوگئی، بایں معنی کہ آپ نے مجموعی مال میں سے گویا کہ زکوٰۃ کی رقم علاحدہ کردی۔

(۲) دوسری جہت یہ ہے کہ لینے والا اگر اس رقم کو اخیر تک قرض ہی سمجھتا رہے اور اسی بنا پر وہ رقم زکوٰۃ دینے والے کو واپس کرے تو گویا کہ اُس نے زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا منظور نہیں کیا؛ جس کا اُسے شرعاً اختیار ہے۔ بریں بنا یہ واپس شدہ رقم درحقیقت اَمانت زکوٰۃ کے درجہ میں ہوگی اور مزکی کے لئے اس کا مصرف زکوٰۃ میں صرف کرنا ضروری ہوگا۔ اور یہ سمجھا جائے گا کہ اُس کی زکوٰۃ کی رقم کسی جگہ محفوظ تھی جو اَب اَدا کی جارہی ہے۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۳/۹ زکریا، فتاویٰ رحیمیہ ۷/۱۸۹ کراچی)

الأصح أن من أعطى مسكينًا دراهم، وسماها هبة أو قرضًا ونوى الزكاة فإنها تجزيه: لأن العبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع إليه. (مجمع الأنهر/ كتاب الزكاة ۱/۲۹۰ دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الزكاة ۳/۱۸۷ زكريا)

وقال الطيبي: معنى قوله عليه السلام: ”من يستعف يعفه اللّٰه“ أي إن عف عن السؤال ولو لم يظهر الاستغناء عن الناس – إلیٰ قولہٖ – ومن زاد على ذلک فأظهر الاستغناء فتصبر، ولو أعطي لم يقبل، فذاک أرفع درجة الخ. (فتح الباري، كتاب الرقائق / باب الصيد عن محارم اللّٰه الخ ۳۱۱/۱۱ رقم: ٦٤٧٠ دار الريان القاهرة)

مستفاد: بل الظاهر عدم الإجزاء بمجرة نية المزكي بعد الأمر؛ لأن المدفوع إليه لم يوجد منه التملک، بل أخذ المال على أنه للآمر، فلم يوجد ركنها وهو التمليک والتملک. (تقريرات الرافعي مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف قوله وفيه نظر ۱٤٠/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۷/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر اطلاع کے زکوٰۃ کی رقم سے فقیر آدمی کے موبائل میں بیلنس ڈلوادیا

سوال (۴۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مال دار شخص نے جس پر زکوٰۃ واجب تھی، زکوٰۃ کی تین سو روپئے کی رقم سے ایک فقیر شخص کے موبائل میں اُس کی اجازت اور پیشگی اطلاع کے بغیر بیلنس بھروادیا، تو کیا اِس طرح بیلنس ڈلوانے سے اُس مال دار کی زکوٰۃ اَدا ہوجائے گی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زکوٰۃ کی اَدائیگی کے لئے متعین مال کا فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے، محض منفعت کا اختیار دینے سے زکوٰۃ اَدا نہیں ہوتی۔ بریں بنا مسئولہ صورت میں فقیر کی اجازت کے بغیر براہِ راست اُس کے موبائل میں بیلنس بھروانے سے زکوٰۃ کی اَدائیگی نہیں سمجھی جائے گی؛ بلکہ یہ مال دار کی طرف سے تبرع واحسان ہوگا؛ کیوں کہ بیلنس عین نہیں ہے؛ بلکہ منفعت کے قبیل سے ہے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی فقیر شخص کو رہائش کے لئے مکان دے کر اُس کے کرایہ کے بقدر رقم زکوٰۃ میں محسوب کی جائے تو وہ معتبر نہیں ہوتی۔

الـزكاة هي تمليك مال مخصوص، وتحته وخرج بالمال المنفعة فلو أسكن فقيرًا داره سنة ناويًا بالزكاة لا يجزيه. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / أول كتاب الزكاة ص: ٧١٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

الزكاة وهي لغة: الطهارة والنماء، وشرعًا تمليك جزء مال خرج المنفعة فلو أسكن فقيرًا داره سنة ناويًا لا يجزيه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / أول كتاب الزكاة ۱۷۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

۲۰؍سال کی زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے؟

سوال (۴۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج سے تقریباً ۲۰؍سال قبل میری شادی ہوئی تھی، والدین نے جو زیور میری اہلیہ کو چڑھایا تھا، وہ اِس قدر تھا کہ اُس پر زکوٰۃ واجب ہے، مگر وہ نہ میرے قبضہ میں تھا اور نہ اہلیہ کے قبضہ میں؛ بلکہ میری اہلیہ کی والدہ کے قبضہ میں تھا، اب ایک سال سے وہ میرے قبضہ میں آیا ہے، اَب میں اُس کی زکوٰۃ اَدا کرنا چاہتا ہوں؛ لہٰذا ۲۰؍سال کی زکوٰۃ کس طرح اَدا کروں؟ مفصل ومدلل جواب سے نوازیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں آپ کی اہلیہ پر اپنے زیور کی گذشتہ ۲۰؍سالوں کی زکوٰۃ اَدا کرنی لازم ہے۔ اور اَدائیگی کی شکل یہ ہوگی کہ گذشتہ سالوں میں ہر سال زیور کی جو قیمت رہی ہو اُس کا اندازہ لگاکر چالیسواں حصہ نکالا جائے گا، بشرطیکہ نصاب برقرار رہے اور ہر سال واجب الاداء زکوٰۃ کی رقم منہا کرکے اگلے سال کا حساب لگایا جائے گا، الی آخرہ۔

وسببه ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد، سواء كان لله كزكاة، وتحته في الشامية: فلو كان له نصاب حال عليه حولان ولم يزكه فيهما لا زكاة عليه في الحول الثاني. وكذا لو استهلك النصاب بعد الحول ثم استفاد نصابًا آخر وحال عليه الحول لا زكاة في المستفاد لاشتغال خمسة منه بدين المستهلك. (رد المحتار، كتاب الزكاة / مطلب: الفرق بين السبب والشرط والعلة ۱۷٦/۳ زكريا، بدائع الصنائع / كتاب الزكاة ۸٦/۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا ضرورت سے زائد برتنوں کو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں؟

سوال (۴۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا گھر میں کچھ سامان استعمال میں نہیں آرہا ہے، موقع پر اُسے خرید لیا گیا تھا؛ لیکن ابھی تک استعمال نہیں ہوا؛ بلکہ سامان بالکل نیا ہے، تو کیا زید اپنی زکوٰۃ میں مذکورہ سامان کو نکال سکتا ہے؟ اور کون سی قیمت سے زکوٰۃ نکالے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بہتر یہ ہے کہ اُس سامان کو مناسب قیمت پر فروخت کردیا جائے، پھر اُس سے حاصل شدہ رقم حساب کے موافق فقراء پر تقسیم کردی جائے، اِس طرح زکوٰۃ کی اَدائیگی میں کوئی شبہ بھی نہ رہے گا اور سامان کی حقیقی قیمت بھی سامنے آجائے گی، اور فقراء کا فائدہ بھی اِسی میں ہے کہ اُنہیں سامان کے بجائے رقم دی جائے۔

ثم أن المعتبر عند محمد الأنفع للفقير. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب زكاة الغنائم ۲۱۱/۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۲/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

راشن کے گندم کی قیمت کے حساب سے صدقہ فطر کی رقم طے کرنا

سوال (۴۷۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کنٹرول سے جو گیہوں ملتا ہے اُس کی جو قیمت مقرر ہے اُس حساب سے جتنی مقدار فطرہ شرعاً دینا ضروری ہے، گیہوں یا اُس کی قیمت سے فطرہ دینا درست ہوگا یا نہیں؟ واضح رہے کہ ہمارے اِس علاقہ میں گیہوں یا جو کی کاشت نہیں ہوتی؛ لہٰذا بازار میں نہیں ملتا، جیسا کہ بکثرت چاول بازار میں ملتا ہے؛ البتہ خفیہ طور پر گیہوں لے کر لوگ اُس کا آٹا بازار میں فروخت کرتے ہیں جس کی قیمت مختلف ہوتی ہے، نیز کنٹرول میں گیہوں کی قیمت بہت کم ہے، یعنی دو روپئے کلو، تو اِس صورت میں فطرہ اَدا کرکے ذمہ داری سے سبک دوش ہونے کی صورت کیا ہے؟

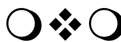
باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں صدقۂ فطر کا حساب لگانے میں راشن کی دکانوں پر ملنے والے گیہوں کی قیمت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ راشن کی قیمت حقیقی نہیں ہوتی؛ بلکہ سرکاری طرف سے رعایتی قیمت متعین کی جاتی ہے؛ البتہ حسب تحریر سوال چوں کہ بازار میں گیہوں کا آٹا دستیاب ہے، اِس لئے اُس کی اوسط قیمت لگاکر صدقہ فطر کا حساب لگایا جائے گا، یعنی ایک کلو ۵۷۵ رگرام گیہوں کا آٹا جس قیمت پر دستیاب ہو اُس کو ایک صدقہ فطر قرار دیا جائے گا، اور یہ بھی جائز ہے کہ قیمت لگانے کے بجائے مذکورہ وزن کے برابر گیہوں حاصل کرکے اُسی مستحق فقیر کو دے دیا جائے خواہ وہ کسی بھی قیمت کا ہو۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲/۲۸۳)

وهي نصف صاع من تمر وشعير. (ملتقى الأبحر على مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب صدقة الفطر ۳۳۷/۱ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۷/۸/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



مصارفِ زکوٰۃ

لاعلمی میں سید رشتہ داروں کو زکوٰۃ اَدا کرتا رہا

سوال (۴۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی نانی سیدہ تھیں اور خاندان میں بھی یہ بات معروف تھی، وہ شخص اپنی نانی کے حقیقی بھائی اور بہنوں کو ۴-۵/سال سے زکوٰۃ دیتا رہا اور اِس بات کی طرف دھیان ہی نہیں گیا کہ وہ سب بھی سید ہیں، اَب دوسرے شخص کی تنبیہ پر وہ چونکا، سالِ گذشتہ زکوٰۃ اَدا ہوگئی یا نہیں؟ دوبارہ دینا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- غور وفکر کئے بغیر جن سید رشتہ داروں کو گذشتہ سالوں میں زکوٰۃ دی گئی ہے تو متنبہ ہونے کے بعد اتنی زکوٰۃ کی رقم دوبارہ مصرفِ شرعی میں خرچ کرنی لازم ہے، سابقہ زکوٰۃ اَدا نہیں ہوئی۔

دفع بتحر لمن يظن مصرفًا، فبان أنه عبده أو مكاتبه أو حربي ولو مستأمنًا أعادها لما مر، وإن بان غناه أو كونه ذميًا أو أنه أبوه أو ابنه أو امرأته أو هاشمي لا يعيد؛ لأنه أتى بما في وسعه، حتى لو دفع بلا تحر لم تجز إن أخطأ (الدر المختار) وفي الشامية: قوله ولو دفع بلا تحر أي ولا شك كما في الفتح. وفي القهستاني: بأن لم يخطر بباله أنه مصرف أو لا. وقوله: "لم يجز إن أخطأ أي إن تبين له أنه غير مصرف. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳/ ۳۰۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۵/ ۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایسے یتیم بچوں کو زکوٰۃ دینا جو نصاب کے بقدر مالک ہوں

سوال (۴۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ ایسے یتیم بچے ہیں جن کی ملکیت میں نصاب کے بقدر زمین ہے، جس میں کاشتکاری وغیرہ کچھ نہیں ہوتی ہے، نیز زمین کے علاوہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جس سے وہ نصاب کے مالک ہوجائیں، ایک شخص اُن کو گذشتہ کئی سالوں سے زکوٰۃ دیتا تھا؛ حالاں کہ اُس کے علم میں یہ بات تھی کہ اِن بچوں کے پاس زمین ہے؛ لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

اور مسئلہ یہ بھی ہے کہ صاحب نصاب کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ "**کما في الدر: ولا إلی غني یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة من أي مال کان**".

اَب سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کی گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ اَدا ہوئی یا نہیں؟ اور اُسے گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ دوبارہ تو اَدا نہیں کرنی ہوگی؟ جو بھی شریعت کا حکم ہو مدلل ومفصل تحریر فرماکر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر یتیم بچوں کے پاس اپنی رہائش کے علاوہ اتنی جائیداد ہے، جس کی قیمت نصاب سے زائد ہے، تو اُن کو زکوٰۃ دینا درست نہیں؛ تاہم اُنہیں فقیر سمجھ کر جو گذشتہ سالوں میں زکوٰۃ دی گئی ہے وہ اَدا مان لی جائے گی اور زکوٰۃ کا اِعادہ ضروری نہ ہوگا؛ لیکن آئندہ اُنہیں زکوٰۃ نہ دی جائے۔

وسئل نصیر عمن له دار وبستان في الدار، وقیمة البستان مائتا درهم فصاعدًا؟ قال: إن کان البستان لیس فیه من مرافق الدار، نحو المطبخ والمتوضأ، وغیره مما یحتاجون إلیه لا یحل له أخذ الزکاة. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الزکاة / الفصل الثامن من توضع فیه الزکاة ۲۱۸/۳ زکریا)

ولو دفع إلی من ظنّه مصرفًا فبان أنه غنيّ أجزأه (ملتقی الأبحر) ولو

علـم أنه فقير أجزأه على الصحيح. (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة / باب في بيان أحكام المصرف ۳۳۲/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

وإن بـان غنـاه الخ لا يعيد؛ لأنه أتى بما في وسعه (الدر المختار) وقال الشـامي: فلو لم يظهر له شيء فهو على الجواز. (رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المرف ۳۰۳/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

۶۰ / ہزار کے بینک بیلنس والے کا لاک ڈاؤن کی وجہ سے زکوٰۃ لینا

سوال (۴۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۴/ ماہ کا لاک ڈاؤن رہا، سارے بینک بند تھے اور کوئی ذریعہ پیسے ملنے کا نہیں تھا؛ لیکن بینک میں ۶۰/ ہزار روپئے جمع تھے اور ایسی حالت میں اُدھار بھی نہیں لے سکتے، جو اِمداد مالی یا جنسی کی شکل میں بانٹی جارہی تھی، وہ ہمارے لئے لینی جائز تھی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- مسافر غنی پر قیاس کرتے ہوئے ایسے پریشان حال لوگوں کے لئے بقدر ضرورت بمد زکوٰۃ مال یا جنس لینا درست تھا۔

وكـذلک المسافر إذا كان له مال في وطنه واحتاج فله أن يأخذ من الزكاة قدر ما يبلغه إلى وطنه. (الفتاویٰ التاتارخانية / فصل من توضع فيه الزكاة ۲۱۸/۳ زكريا)

ومنها: ابن السبيل، وهو الغني المنقطع عن ماله جاز الأخذ من الزكاة قدر حاجته ولم يحل له أن يأخذ أكثر من حاجته وألحق به كل من هو غائب عن ماله وإن كان في بلده؛ لأن الحاجة هي المعتبر. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ۲۵۰/۱ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مستطیع طلبہ کو زکوٰۃ کی رقم فیس کے نام پر دینا

سوال (۴۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غیر مستطیع طلبہ وطالبات جن کے لئے مدارس کو زکوٰۃ، فطرہ، صدقات، چرم قربانی اور فصل غلہ وغیرہ دیا جاتا ہے، کیا اُن طلبہ وطالبات سے تعلیم، بجلی، جنریٹر، کمرے کا کرایہ، ثقافت لائبریری اور تخت وغیرہ کی فیس لینا اہل مدارس کو جائز ہے؟

(۲) جو بلڈنگ چندہ سے بغرض اِشاعت قرآن وحدیث بنائی گئی ہو علم دین حاصل کرنے والے تمام طلبہ وطالبات سے اہل مدارس کرایہ لیتے ہیں، تو ایسے مدارس کو چندہ عام وخاص یا زکوٰۃ وصدقات وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) غیر مستطیع طلبہ یا طالبات کو مدرسہ کی طرف سے فیس کے بقدر نقد رقم دینے سے بلا شبہ زکوٰۃ اَدا ہو جاتی ہے اور جب یہ طلبہ مدرسہ سے مستفید ہو رہے ہیں تو داخلی نظام کے اعتبار سے اُن پر فیس لازم کرنے میں بھی حرج نہیں ہے، یہ تملیک کا بہتر اور اطمینان بخش طریقہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۹؍۶۰۳ ڈابھیل)

(۲) مذکورہ طریقہ پر مدرسہ کو جو فیس کی رقم حاصل ہوگی وہ انجام کار اشاعت دین ہی پر خرچ ہوگی، اِس لئے اِس فیس کو مقاصد تعمیر کے منافی قرار نہیں دیا جائے گا، اور ایسے مدارس میں زکوٰۃ وصدقات دینے میں کوئی حرج نہ ہوگا؛ تاہم عمارتوں کی تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقم خرچ کرنا درست نہیں ہے، یہ سب تعمیرات اِمدادی رقومات ہی سے ہونی چاہئیں۔

لا یصرف إلی بناء نحو المسجد. (رد المحتار، کتاب الزکاۃ / باب المصرف ۳؍۲۹۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴؍۱۱؍۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

غیر محتاط رفاہی اِدارے زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں یا دینی مدارس؟

سوال (۴۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجود حالات میں مدارسِ دینیہ اور طالبانِ علوم نبوت جس خستگی وزبوں حالی سے دوچار ہیں، وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، طلبہ کی ایک بڑی تعداد تنگی معیشت کی بنا پر تعلیمی سلسلہ کو منقطع کرچکی، بہت سے علماء نے درس وتدریس ترک کرکے پیشہ تجارت اختیار کرلیا؛ حتی کہ سیکڑوں مدارس تعطل کا شکار ہوگئے۔

لیکن اِن ناگفتہ بہ حالات میں بھی مدارس وعلماء وطلبہ کی بڑی تعداد وہ ہے جو ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے استقامت اور اخلاص کے ساتھ اپنے تعلیم وتعلم کی مقصد کی انجام دہی میں پوری تندہی سے مصروف ہے؛ حالاں کہ وسائل کی کمی اور ذرائع واسباب کی قلت نے انہیں بوجھل کر رکھا ہے، پھر بھی وہ توکلاً علی اللہ اپنے فرض کی اَدائیگی میں دل وجان سے لگے ہوئے ہیں۔

ایک طرف یہ نازک ترین حالات ہیں، دوسری طرف مدارس دینیہ کو حاصل ہونے والا مختلف مدوں کا تعاون وہ رفاہی اِدارے وصول کررہے ہیں؛ جن کے اراکین نہ علماء دین ہیں اور نہ ہی وہ اِدارے علماء کی ماتحتی میں کام کررہے ہیں، جن کی عقل وفہم میں مدارسِ دینیہ کی ضروریات سے بڑھ کر حالات کے مارے پریشان حال لوگوں کی ضرورتیں ہیں؛ حتیٰ کہ ان ضروریات کو پورا کرنے میں وہ صحیح اور غلط مصرف کا خیال کئے بغیر اُمت مسلمہ کا زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ تک کا پیسہ بھی صرف کر رہے ہیں، دسیوں لاکھ کئی سالوں کے لئے جمع کرکے بھی رکھ رکھا ہے، اور رقومات کے بڑے حصے سے اراضیات اور املاک بنا کر رکھ لی ہیں اور تجارت میں بھی نفع کی غرض سے لگا رہے ہیں۔

لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اِن موجودہ حالات میں مدارسِ دینیہ تعاون کے زیادہ مستحق ہیں، یا یہ رفاہی ادارے؟

کیا مسائل شرعیہ سے ناواقف غیر مصارف میں زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کو خرچ کرنے والے رفاہی اداروں کو عوام کا زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ جن لوگوں نے ایسے اداروں کو زکوٰۃ و

صدقاتِ واجبہ دئے ہیں اور اُن اِداروں نے ان رقموں کو غیر مصارف پر خرچ کر دیا تو ان کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ اَدا ہوگئی؟ عوام آئندہ اُن کو زکوٰۃ دے یا نہیں؟

ایسے ہی رفاہی اِدارے جو سالہا سال کی زکوٰۃ جمع کر کے رکھتے ہوں، ان سے اراضی اور املاک بناتے ہوں اور نفع کی غرض سے اُن کو تجارت میں لگاتے ہوں اور لمبی مدت تک اُن رقومات کو خرچ نہ کرتے ہوں، ایسے اِداروں کو زکوٰۃ وغیرہ دینے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیا اُن کو زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ دینا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- دین کی بقا کا مدار علم دین کے تحفظ پر ہے؛ لہٰذا جن مدارس میں علومِ دینیہ کی تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری ہے، اُن کا ہر ممکن تعاون کرنا اُمت کی ذمہ داری ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ضرورت مند طلبہ اور علماء پر خرچ کرنا، دین سے ناواقف لوگوں پر خرچ کرنے کے مقابلے میں زیادہ افضل ہے؛ اِس لئے کہ اِس میں صدقہ کے ساتھ ساتھ علم کی اِشاعت اور دین کی حفاظت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے اور جو اِدارے زکوٰۃ کی رقم اکٹھا کر کے بے احتیاطی کے ساتھ غیر مصرف میں خرچ کرتے ہوں، تو اُن کا زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی مد سے تعاون کرنا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲/۲۷۱)

التصدق علی الفقیر العالم أفضل من التصدق علی الجاهل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف، تحت قوله: منها الفقير ۱/۲٤۹ زكريا جديد، ۱/۱۸۷ زكريا قديم) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۴/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سیلاب متأثرین پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا

سوال (۴۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: آفاتِ سماویہ میں جولوگ مبتلا ہوجائیں، مثلاً سیلاب کی وجہ سے گھربار اُجڑ گیا؛ لیکن اُن کا بینک بیلنس موجود ہے اور وہ بعد میں اپنا روپیہ نکالنے پر قدرت رکھتے ہیں؛ اگرچہ سردست اُن کے پاس مال نہیں، تو ایسے لوگوں پر زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- آفاتِ سماویہ میں مبتلا بےبس مسلمانوں پر زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے، یہ لوگ ابن السبیل یعنی مسافر کے درجہ میں ہیں، اُن کے لئے بقدرِ ضرورت زکوٰۃ لینے کی گنجائش ہے؛ لیکن ضرورت سے زائد اُن کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینا درست نہیں۔

ومنها ابن السبيل وهو الغريب المنقطع عن ماله جاز الأخذ من الزكاة قدر حاجته ولم يحل له أن يأخذ أكثر من حاجته وألحق به كل من هو غائب عن ماله وإن كان في بلده لأن الحاجة هي المعتبرة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ۱/ ۲۵۰ مكتبة الاتحاد ديوبند)

وابن السبيل وهو كل من له مال لا معه (الدر المختار) وتحته في الشامية: أي سواء كان هو في غير وطنه أو في وطنه ...... وألحق به كل من هو غائب عن ماله وإن كان في بلده؛ لأن الحاجة هي المعتبرة وقد وجدت؛ لأنه فقير يدا وإن كان غنيًا ظاهرًا. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳/ ۲۹۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوہ نادار عورت کو زکوٰۃ دینا

سوال (۴۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: گھر میں کل ۴؍ ہزار روپئے آمدنی آتی ہو، عورت بیوہ ہو ۳؍ بچے ہوں، وہ بھی چھوٹے، تو کیا اُس عورت کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ اُس کے پاس کوئی سونا اور چاندی بھی نہیں ہے، چند خرچ کرنے کے برتن کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال مذکورہ نادار عورت کو زکوٰۃ دینا شرعاً درست ہے۔

هو الفقير وهو من يملك مالا يبلغ نصابًا ولا قيمته من أي مال كان ولو صحيحًا مكتسبًا. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الزكاة / باب المصارف ص: ۷۱۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲؍۷؍۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی طرف سے بقدرِ ضرورت خرچ ملنے کے باوجود بیوی کا زکوٰۃ لینا

سوال (۴۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح میں میرا مہر فاطمی طے ہوا تھا، جو میرے شوہر نے اب تک اَدا نہیں کیا، جب کہ وہ صاحبِ حیثیت ہیں، مطالبہ پر بھی ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں، صرف ضرورت کے بقدر ہی خرچ دیتے ہیں، جس سے سب ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اِن حالات میں جب کہ لاک ڈاؤن ہے، کیا میں زکوٰۃ لے کر اپنے دیگر اِخراجات پورے کرسکتی ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال جب شوہر ضرورت کے بقدر خرچ دیتے ہیں، تو آپ کے لئے زکوٰۃ لینے کی اِجازت نہیں ہوگی؛ البتہ اگر شوہر ضرورت کے

بقدر خرچ نہ دیں یا بالکل ہی خرچ نہ دیں اور تنگی کے حالات ہوں اور آپ کے پاس بقدر نصاب مال یا زیور وغیرہ نہ ہو، تو مجبوراً زکوٰۃ لینے کی گنجائش ہوگی اور آپ کا واجب مہر اُس سے مانع نہ ہوگا۔

ویجوز الدفع لزوجة الغني الفقيرة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة / باب المصرف ص: ۷۲۰ زكريا)

والضعيف وهو بدل ما ليس بمال كالمهر الخ …… لا تجب فيه الزكاة. (مراقي الفلاح، كتاب الزكاة / باب المصرف ص: ۷۱٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱؍۴؍۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کے مہتمم کا حیلۂ تملیک کے بغیر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا

سوال (۴۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مہتمم مدرسہ زکوٰۃ وصدقات، خیرات، عشر اور چرم قربانی وغیرہ کی رقوم کو مدرسین وملازمین کی تنخواہ نیز طلبہ مدرسہ کے قیام وطعام، بجلی پانی وغیرہ کے مصارف پر بغیر حیلہ شرعی کے خرچ کرنے کے مجاز ہیں؟ جیسا کہ دار العلوم دیوبند کے صدر المدرسین وشیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ نے ''تحفۃ القاری'' کی جلد اول میں تحریر فرمایا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں مذکور توکیل کی شکل کو اگرچہ بعض اکابر نے جائز اور کافی قرار دیا ہے؛ لیکن ہماری ناقص نظر میں اِس طریقہ میں واضح طور پر چند خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ اَولاً یہ کہ یہ توکیل خوش دلی سے نہیں ہوتی؛ بلکہ ایک طرح سے جبر یہ ہوتی ہے اور ایسے مال کی توکیل ہے جو کہ خود مؤکل کے قبضہ اور قدرت میں نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اِس طریقے کے عام ہونے کی وجہ سے غیر محتاط ذمہ دارانِ مکاتب ومدارس کے لئے بے احتیاطی کا راستہ کھل جائے گا اور وہ طالب علم سے محض فارم پر دستخط کرا کر زکوٰۃ کی رقوم کو مصرف اور غیر مصرف میں

بے دریغ صرف کریں گے اور جو تھوڑی بہت احتیاط اس وقت ہورہی ہے وہ بھی ختم ہوجائے گی اور اَدائیگی کے لئے تملیک کی شرط کالعدم ہوکر رہ جائے گی، اِس لئے بہتر یہی ہے کہ یہ توکیل کے بجائے باقاعدہ تملیک کے بعد ہی زکوٰۃ کی رقومات کا استعمال کیا جائے۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکًا لا إباحةً. (رد المحتار، کتاب الزکاة / باب المصرف ۲۹۱/۳ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تملیکِ زکوٰۃ کے لئے مطبخ کو ہوٹل کا نام دینے کا حکم

سوال (۴۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مروجہ تملیک زکوٰۃ کے نظام کے بجائے اگر ہم مطبخ کو ہوٹل کا نام دیں اور اُس میں طلبہ سے قیمت جمع کرائیں؛ جب کہ مستحق طلبہ کو وظیفہ جاری کردیں، تو ایسا نظام بنانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مستحق طلبہ پر مدرسہ میں قیام وطعام اور تعلیم وغیرہ کی فیس مقرر کرنا اور بمد زکوٰۃ اُنہیں وظیفہ دے کر فیس وصول کرنے کا طریقہ شرعاً درست ہے، اور بہت سے مدارس میں یہ طریقہ جاری ہے، اَب اُس میں جدت پیدا کرکے مطبخ کو باقاعدہ ہوٹل کا نام دینا مدرسہ کے ماحول میں مناسب معلوم نہیں ہوتا، اِس لئے اِس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶۰۳/۹ ڈابھیل، کتاب المسائل ۲۷۳/۲)

التصدق علی الفقیر العالم أفضل من التصدق علی الجاهل. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاة / الباب السابع في المصارف ۱۸۷/۱ زکریا)

والدفع إلی من علیه الدین أولی من الدفع إلی الغیر. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب

الزکاۃ / الباب السابع في المصارف ۱۸۸/۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

سفیر کو بطور انعام کچھ رقم دینا

سوال (۴۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ کے اَساتذۂ کرام چندہ کے لئے دوسرے علاقے میں جاتے ہیں اور انعام کے نام پر پچیس و پچاس فیصد لیتے ہیں، کیا انعام فیصدی پر دینا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - تنخواہ دار اَساتذہ اور ملازمین اگر سارا حاصل کردہ چندہ اَولاً مدرسہ کے فنڈ میں جمع کردیں اور پھر مدرسہ اِمدادی فنڈ سے حوصلہ افزائی کے طور پر اُن کو مقررہ انعام دے تو اِس کی گنجائش ہے؛ لیکن یہ انعام پچاس فیصدی سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ. (رد المحتار، کتاب الزکاۃ / باب المصرف ۲۸۶/۳ زکریا)

فلا یزاد علی النصف. (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ / باب المصارف ۲۰۶/۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۴۹/۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۵/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کے مہمانوں کی ضیافت کرنا

سوال (۴۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدارس میں کبھی کبھی مہمان بلائے جاتے ہیں یا کسی عالم دین کو استفادہ کی غرض سے بلایا

جاتا ہے یا مدرسہ میں جومہمان ملاقات کے لئے آتے ہیں، تو مہمان کی مہمان نوازی زکوٰۃ یا فطرہ یا صدقہ کے روپئے سے کر سکتے ہیں؟ اور اگر اِمداد کے روپئے نہ ہوتو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زکوٰۃ کی رقم کا مصرف فقراء ومساکین ہیں، یہ رقم مہمانوں کی ضیافت وغیرہ میں خرچ کرنی درست نہیں ہے، اہل مدرسہ کو چاہئے کہ وہ مدرسہ کے مہمانوں کی ضیافت صرف امدادی فنڈ سے کیا کریں؛ بلکہ بہتر ہے کہ اہل خیر حضرات سے خاص طور پر ضیافت کے لئے تعاون حاصل کریں۔ اگر بروقت ضیافت کی مد کی رقم نہ ہوتو قرض لے کر ضرورت پوری کریں، بعد میں اِمدادی رقم سے اُس کی اَدائیگی کریں۔

مصرف الزکاۃ والعشر هو فقیر. (رد المحتار / باب المصرف ۲۸۳/۳ زکریا)

لیس للمودع حق التصرف والاسترباح في الودیعة. (المبسوط / کتاب الودیعة ۱۲۲/۱۱ دار المعرفة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۴/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نادار طالبات کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اُن سے واجبی فیس وصول کرنا

سوال (۴۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارا اِدارہ دینی تعلیم کی ترویج ونشر واشاعت کے لئے ''جامعہ احسن البنات'' ودیگر اُس کی شاخیں جو کہ ''اے، آئی، اے ایجوکیشنل سوسائٹی'' کے تحت قائم ہیں اور یہ دہلی روڈ پر واقع ہے، جو الحمد للہ سالوں سے مسلسل دینی تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے جس میں درجاتِ عربی کے شروع سے دورۂ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے اور اِس کے ساتھ ہی ضروری عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے، اُس میں تقریباً ۲۰/ فیصد طالبات اپنی مکمل فیس اَدا کر کے تعلیم حاصل کرتی ہیں اور

۸۰ رفیصد طالبات اپنی پوری فیس اَدا کرنے کے لائق نہیں ہوتیں، اُن کو ہم اپنی زکوٰۃ سے تعاون دے کر فیس اَدا کرادیتے ہیں، اگر ایسا نہ کیا جائے تو وہ کمزور اور غریب طالبات تعلیم سے محروم ہوجائیں گی۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ طریقہ سے غریب اور کمزور طبقہ کی بچیوں کا تعاون کرکے تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

نیز کاروباری حالات ناگفتہ بہ ہونے کی وجہ سے اگر اپنے پاس سے غریب بچیوں کا تعاون ناکافی ہونے لگے تو کیا دوسرے اہل خیر کو بھی اِس تعاون پر آمادہ کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال مذکورہ مدرسہ میں داخل غریب اور نادار طالبات کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اُن سے واجبی فیس وصول کرنا درست ہے اور اِس میں تعاون کے لئے دیگر اَصحابِ خیر کو متوجہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

المصرف وهو الفقير، وهو من يملك ما لا يبلغ نصابًا ولا قيمته من أي مال كان ولو صحيحًا مكتسبًا الخ. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الزكوٰة / باب المصرف ص: ۳۹۲ المكتبة العصرية)

مستفاد: التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل. (الفتاویٰ الهندية / الباب السابع في المصارف ۱/۱۸۸ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نسواں مدرسہ میں زکوٰۃ، فطرہ کی رقم کا حکم

سوال (۴۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے گاؤں میں ایک نسواں مدرسہ ہے، طعام وقیام کا ابھی کوئی نظم نہیں ہے، بچیوں سے داخلہ فیس نہیں لیا جاتا ہے، دوسری مجبوری یہ ہے کہ دینی تعلیم کا کوئی نظم نہیں ہے، اساتذۂ کرام رمضان وغیرہ میں چندہ لاتے ہیں، جس میں زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ وغیرہ کا رقم رہتا ہے، مدرسہ کی جانب سے بچیوں کی جزوی کفالت کی جاتی ہے، یہ سب پیسے تنخواہوں میں کس طرح سے استعمال کرسکتے ہیں۔

نوٹ:- چرم قربانی لینے کی کیا صورت ہے؟ مذکورہ سوالات کے تشفی بخش جواب شریعت مطہرہ کی روشنی میں عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر غربت زدہ علاقہ ہو اور اِمدادی رقم سے اپنی تعلیم کے نظم کی کوئی صورت نہ ہو، تو بدرجۂ مجبوری زکوٰۃ، فطرہ اور چرم قربانی کی قیمت حیلۂ تملیک کرکے مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کی جاسکتی ہے؛ تاکہ معاشرہ میں علم دین باقی رہے۔

فإن أراد الحیلة فالحیلة أن یتصدق به المتولي علی الفقراء، ثم الفقراء یدفعونه إلی المتولي، ثم المتولي یصرف إلی ذلک کما في الذخیرة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوقف / الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر الخ ۴۷۳/۲ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مستحق طالب علم کا مدرسہ سے کھانا لے کر غیر مستحق کو کھلانا

سوال (۴۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مقامی مدرسہ اس تعلیم حاصل کرتا ہے اور کھانا وغیرہ اپنے گھر پر کھاتا ہے؛ لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کے ساتھی کھانا اُس کو اپنے ساتھ کھلا لیتے ہیں، مدرسہ میں بعض دفعہ صدقہ کا بکرا بنتا ہے، زید کے ساتھی اس میں بھی اُس کو شریک کرلیتے ہیں۔ عمر کہتا ہے کہ زید

کے لئے یہ کھانا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ صدقہ کا ہے جب کہ دوسرے ساتھی کہتے ہیں کہ صدقہ تو مدرسہ میں قیام کرنے والے طلبہ کے لئے ہے، زید کے لئے یہ کھانا صدقہ نہیں ہے؛ کیوں کہ زید نے مدرسہ سے لے کر نہیں کھایا؛ بلکہ اُس نے تو اپنے ساتھی کے کھلانے کی وجہ سے کھایا ہے، اور اُس کے ساتھی اپنے طعام کے حصہ میں سے کھلاتے ہیں، تو یہ کھانا زید کے لئے جائز ہوگا یا اُس کے لئے بھی صدقہ ہوگا؟

اسی طرح کوئی طالب علم اپنا حصہ طعام مدرسہ سے لے کر کسی اُستاذ کو کھلانا چاہے تو کیا اُستاذ صاحب کے لئے کھانا جائز ہوگا یا اُن کے لئے بھی صدقہ ہی ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر مستحق طالب علم مدرسہ سے کھانا لے کر کسی غیر مستحق طالب علم یا مہمان وغیرہ کو کھلائے تو اِس کی شرعاً گنجائش ہے، یہ طالب علم کی طرف سے ہدیہ اور ہبہ ہوگا۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: أتي النبي صلی اللّٰه علیه وسلم بلحم فقیل: تُصُدِّقَ علی بریرة، قال: هو لها صدقة ولنا هدیة. (صحیح البخاري، کتاب الهبة وفضلها والتحریض علیها / باب قبول الهدیة ۱/ ۳۵۰ رقم: ۲۵۷۷) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



صدقہ اورفدیہ کے مسائل

نفلی صدقات کا بہترین مصرف کون؟

سوال (۴۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص اپنی کمائی کا ایک فیصد اللہ کے نام پر خرچ کرنے کے لئے نکالتا ہے، اس رقم کا بہترین مصرف کون ہے؟ ضرورت مند، مسجد، مدرسہ اور ترتیب وار بیان کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نفلی صدقات حسبِ ضرورت سبھی خیر کے مواقع پر خرچ کئے جاسکتے ہیں، بالخصوص ضرورت مند رشتہ داروں اور دینی مدارس میں خرچ کرنے کا زیادہ اہتمام ہونا چاہئے؛ کیوں کہ اِس میں صدقہ کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی اور اِشاعت دین کا پہلو بھی پایا جاتا ہے؛ جس کی وجہ سے دوہرے اَجر وثواب کا استحقاق ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

عن میمونة زوج النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قالت: کانت لي جاریة فاعتقتها فدخل عليّ النبي صلی اللّٰه علیه وسلم فأخبرته، فقال آجرک اللّٰه، أما إنک لو کنتِ أعطیتِها أخوالک کان أعظم لأجرک. (سنن أبي داؤد / کتاب الزکاة ۱/۲۳۷ رقم: ۱۶۹۰)

التصدق علی الفقیر العالم أفضل من التصدق علی الجاهل. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الزکاة / الباب السابع في المصارف، تحت قوله: منها الفقیر ۱/۲٤۹ جدید زکریا، ۱/۱۸۷ قدیم زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۶/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سادات کونفلی صدقات دئے جانے میں مفتی بہ قول

سوال (۴۹۳):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الکوکب الدری'' میں لکھا ہے کہ ''سادات کونفلی صدقہ دینا بھی جائز نہیں ہے؛ اِس لئے کہ وہ بھی میل سے خالی نہیں ہوتا'' اور نفلی صدقہ کے جواز کے بارے میں صاحب ہدایہ کی تردید فرمائی ہے؛ جب کہ علامہ شامی، علامہ ابن نجیم، صاحب بحر، علامہ ابن قدامہ اور حضرت سہارنپوری نے ''بذل المجہود'' میں اکثر احناف اور شوافع کا قول مصحح اور حنابلہ کا مذہب جواز کا لکھا ہے، تو اِس بارے میں صحیح رہبری کی درخواست ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- فتویٰ اِسی پر ہے کہ نفلی صدقات سادات کو دئے جاسکتے ہیں اور حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد، صاحبِ فتح القدیر علامہ ابن الہمامؒ وغیرہم کی رائے کے موافق ہے؛ تاہم بظاہر یہ ذوق کا اختلاف ہے؛ گویا کہ ان حضرات کے دل میں سادات کا اِس قدر احترام ہے کہ وہ اُن کے لئے ''صدقہ'' کے لفظ کو بھی گوارا نہیں فرماتے، اِس کے بجائے انہیں ''ہدیہ'' دینے کے قائل ہیں؛ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ ''ہدیہ'' پر بھی ''صدقہ نافلہ'' کا اطلاق کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ احادیثِ شریفہ میں اپنے اہل خانہ پرخرچ کو ''افضل ترین صدقہ'' کہا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ راجح قول کے مطابق سادات کو صدقہ نافلہ دیا جاسکتا ہے۔

عن ثوبان رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: أفضل دینار ینفقه الرجل؛ دینار ینفقه علی عیاله. (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ / باب فضل النفقة علی العیال والمملوك ۱/۳۲۲ رقم: ۹۹۴)

عن أبي مسعود البدري رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: إن المسلم إذا أنفق علی أهله نفقة وهو یحتسبها کانت له صدقة. (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ / باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین ۱/۳۲۴ رقم: ۱۰۰۲)

ولا يدفع إلى بني هاشم لقوله عليه الصلاة والسلام: ”يا بني هاشم! إن اللّٰه تعالىٰ حرم عليكم غسالة الناس وأوساخهم وعوضكم منها بخمس الخمس“ بخلاف التطوع؛ لأن المال هٰهنا كالماء يتدنس بإسقاط الفرض، أما التطوع فبمنزلة التبرد بالماء (الهداية) وأما الصدقة النافلة فقال في النهاية: ويجوز النفل بالإجماع وكذا يجوز النفل للغني، كذا في فتاوىٰ العتابي انتهى، الخ. ...... ففي شرح الكنز لا فرق بين الصدقة الواجبة والتطوع، ثم قال: وقال بعض: يحل لهم التطوع أهـ. فقد أثبت الخلاف على وجه يشعر بترجيح حرمة النافلة وهو الموافق للعمومات فوجب اعتباره فلا يدفع إليهم النافلة إلا على وجه الهبة مع الأدب وخفض الجناح تكرمة لأهل بيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وأقرب الأشياء إليک حديث ”لحم بريرة الذي تصدق به عليها لم يأكله حتى اعتبره هدية منها، فقال هو عليها صدقة ولنا منها هدية“ والظاهر أنها كانت صدقة نافلة. (فتح القدير، كتاب الزكاة / باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ۲۷۳/۲-۲۷٤ دار الفكر بيروت)

قيد بالزكاة؛ لأن النفل يجوز للغني كما يجوز للهاشمي. (البحر الرائق / كتاب الزكاة ۲٤٥/۲ کراچی)

وجازت التطوعات من الصدقات وغلة الأوقاف لهم أي لبني هاشم.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳۰۰/۳ زكريا، ۳۵۱/۲ كراچی)

لا خلاف بين الفقهاء في جواز التصدق على الأقرباء والأزواج صدقة التطوع؛ بل صرح بعضهم: بأنه يسن التصدق عليهم ولهم أخذها، ولو كانوا ممن تجب نفقته على المتصدق. (الموسوعة الفقهية ۳۳۱/۲٦ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۴۲/۱۱/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صدقہ میں بکرے کی قربانی کا التزام کرنا

سوال (۴۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل صدقہ کے جانور خواہ بکرہ ہو یا کٹڑا، مدارس میں کثرت سے آتے ہیں اور دینے والے اُس کو اپنے مریض کے دفع مرض کی غرض سے دیتے ہیں اور وہ صدقہ میں جانور ہی کو اصل مؤثر سمجھتے ہیں، اگر اُسی رقم کو جو جانور لانے میں خرچ ہورہی ہے، کہا جاتا ہے کہ اتنی رقم فلاں کام کے لئے دے دو، تو وہ اُس پر بخوشی راضی نہیں ہوتے، پھر وہ تمام عقائد بھی لوگوں میں ہیں جو حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ صاحب نے نفائس الفقہ میں ۲۱۹/۳ سے ۳۰۷ تک میں ذکر کئے ہیں، اِس طرح یہ مسئلہ فتاویٰ اِمدادیہ قدیم ۵۷۰/۳ میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے۔

آپ حضرات سے درخواست ہے کہ ہمیں اِس کے متعلق جواب عنایت فرمائیں؛ تاکہ عوام الناس اور مدارس میں جاکر اِس فتوی کو رائج وعام کر کے ایک شرعی مسئلہ پر عمل پیرا ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر محض دفع بلا کی نیت سے زندہ بکرہ بطور صدقہ مدرسہ میں دیا جائے تو اُس کو ذبح یا فروخت کر کے مستحق طلبہ پر خرچ کرنے کی گنجائش ہے؛ گو کہ صدقہ میں بکرے کا التزام صحیح نہیں؛ بلکہ صدقہ کسی بھی چیز کا کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اگر جانور کو جان کے بدلے جان کے قصد واِرادہ سے ذبح کیا جائے تو اُس کا کھانا امیر وغریب کسی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا؛ لہٰذا اہل مدارس کو چاہئے کہ وہ اِس فاسد نیت سے ذبح شدہ بکرے وغیرہ کے گوشت کو ہرگز قبول نہ کریں۔

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: بادروا بالصدقة؛ فإن البلايا لا يتخطاها. (مشكاة المصابيح / باب الإنفاق وكراهية الإمساك ١٦٧/١)

ومثله في الترغيب والترهيب ٦٧١/١ ذبح لقدوم الأمير ونحوه يحرم؛ لأنه أهل به لغير اللّٰه. (الدر المختار / كتاب الذبائح ٤٤٩/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۲/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا صدقہ میں بکرے کو قربان کرنا بلی چڑھانے کی طرح ہے؟

سوال (۴۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے پردھان صاحب نے اپنے ایک بیمار کے متعلق مجھ سے تذکرہ کیا، میں نے اُن سے کہا کہ ایک بکرا کاٹ کر اُس کا گوشت مدرسوں میں بھیج دو۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ اِس طرح بکرا کاٹ کر اُس کا گوشت مدرسوں میں بھیجنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ تو بلی کی طرح ہے جو غیر مسلم کرتے ہیں، جب کہ احقر کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا؛ بلکہ احقر کی نیت یہ تھی کہ اس طرح صدقہ ہوجائے اور مدرسہ کے بچوں کو بکرے کا گوشت کھانے کو مل جائے۔ تو سوال یہ ہے کہ میرا بکرے کے گوشت کو مدرسہ میں بھیجنے کی ترغیب دینا کیسا ہے؛ تاکہ آئندہ اس سے پرہیز کیا جائے؟ صحیح صورتِ حال سے واقف کرائیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بے شک صدقہ سے بلائیں ٹلتی ہیں؛ لیکن صدقہ کے لئے بکرے اور اُس کے گوشت کی تعیین بے اصل ہے؛ کیوں کہ اِس سے عوام میں یہ بدعقیدگی پھیلتی ہے کہ بکرے کی جان چلی جانے سے مریض کی جان بچ جائے گی، اور متعدد اکابر نے مذکورہ بدعقیدگی کے ساتھ کئے گئے ذبح کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۲۵۲/۸، اِمداد الفتاویٰ ۵۷۰/۳)

بریں بنا اگر آپ کا اِرادہ بکرے کے گوشت سے صرف صدقہ کا تھا، تو اگرچہ یہ صدقہ درست ہے، اور مدرسہ کے بچوں کے لئے اُس کا کھانا بھی جائز ہے؛ لیکن آئندہ بکرے کے گوشت کے بجائے روپیہ پیسہ صدقہ کرنے کا مشورہ دیا جائے؛ تاکہ کسی بدعقیدگی کا شائبہ نہ ہو۔

وقيد بالزكاة لأن النفل يجوز للغني كما للهاشمي، وأما بقية الصدقات المفروضة والواجبة كالعشر والكفارات والنذور وصدقة الفطر فلا يجوز صرفها للغني لعموم قوله عليه الصلاة والسلام: لا تحل صدقة لغني خرج

النفل منها؛ لأن الصدقة على الغني هبة. (البحر الرائق، كتاب الزكاة / باب المصرف ٤٢٧/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۴/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شوگر کا مریض روزہ کا فدیہ دے سکتا ہے؟

سوال (۴۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے روزے کافی قضاء ہوگئے ہیں تو روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کتنا فدیہ دینا ہے؟ واضح رہے کہ زید شوگر کا مریض بھی ہے، اگر شوگر کی وجہ سے روزہ رکھنا دشوار ہو تو فدیہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ فدیہ کا مصرف کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو شخص روزہ رکھنے پر کسی طرح بھی قادر ہو اُس کی طرف سے زندگی میں قضاء شدہ روزوں کا فدیہ معتبر نہیں ہے؛ بلکہ روزہ رکھنا ہی لازم ہوتا ہے؛ تاہم اگر کوئی شخص عمر کے اِس مرحلے میں پہنچ گیا ہو کہ زندگی میں اُس کے لئے روزہ رکھنے کا امکان نہ ہو یا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے صحت یابی کی اُمید نہ ہو اور وہ اُس بیماری کی وجہ سے روزہ بالکل نہیں رکھ سکتا ہو، تو ایسے شخص کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ ہر روزہ کی طرف سے ایک فدیہ یعنی صدقہ فطر کے بقدر گیہوں یا اُس کی قیمت غریب مسکینوں کو اَدا کرے۔ واضح رہے کہ شوگر کے مرض کے بہت سارے درجات ہیں، اکثر شوگر میں مبتلا لوگ ایسے نہیں ہوتے کہ وہ بالکل روزہ رکھ ہی نہ سکیں؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں زید اگر شوگر کا مریض ہونے کے باوجود روزہ رکھ سکتا ہے تو اُس کی طرف سے فدیہ کافی نہ ہوگا؛ بلکہ روزہ رکھنا ہی لازم ہوگا۔

ومقتضاه أن غير الشيخ ليس له أن يفدي عن صومه في حياته لعدم النص ومثله الصلاة ولعل وجهه أنه مطالب بالقضاء إذا قدر ولا فدية عليه إلا بتحقيق العجز عنه بالموت فيوصي بها الخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب قضاء

الفوائت، مطلب: في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل ۵۳۵/۲ زكريا)

وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي وجوبًا. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، فصل في العوارض ۴۱۰/۳ زكريا)

وتجب الفدية أيضًا بالاتفاق على المريض الذي لا يرجىٰ برؤه لعدم وجوب الصوم عليه كما تقدم لقوله عزوجل ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِيْ الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾

(الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي / القسم الأول: العبادات سببها ۱۷۴۴/۳ دار الفكر سوريا دمشق)

فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكينًا كما يطعم في الكفارة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار ۲۲۷/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

ومصارف الفدية والنذور المطلقة والكفارات والصدقات الواجبة هي مصارف الزكاة. (الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي / القسم الأول: العبادات سببها ۱۷۴۴/۳ دار الفكر سوريا دمشق) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

معذور رشتہ داروں کی طرف سے نماز روزے کا فدیہ اَدا کرنا

سوال (۴۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے کچھ جسمانی اعتبار سے کمزور رشتہ دار ہیں، زید اُن کی طرف سے نمازوں اور روزوں کا فدیہ اَدا کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟ نیز مرحومین کی طرف سے فدیہ اَدا کرنے کا کیا حکم اور مصرف کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو رشتہ دار باحیات ہیں اُن کی طرف سے نمازوں کا فدیہ مطلقاً معتبر نہیں ہے۔ اور روزوں کے فدیہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ خود روزہ

رکھنے پر قدرت رکھتے ہیں تو اُن کی طرف سے روزوں کا فدیہ اَدا کرنا صحیح نہ ہوگا؛ لیکن اگر وہ روزے پر قدرت نہ رکھیں تو فدیہ صحیح ہوگا؛ البتہ مرحومین کی طرف سے بہرحال قضاء شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ اَدا کرنا درست ہے اور فدیہ کا مصرف فقراء اور مساکین ہیں۔

إذا تطوع به الوارث في قضاء الصوم من غير إيصاء نرجوا القبول منه.

(نور الأنوار، الأصل الأول: الكتاب / مثال أنواع القضاء في حقوق الله / تحت قوله: ووجوب الفدية في الصلاة للاحتياط ۲۳۱/۱ دار نور الصباح مكتبه أمين، ۳۹-۴۰ مكتبة بلال ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۲/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

متعدد فدیوں کی رقم ایک ضرورت مند کو دینا

سوال (۴۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر چند نمازیں یا روزوں یا دونوں کا فدیہ اکٹھا کسی مدرسہ میں یا کسی ضرورت مند کو دے دیں تو اَدا ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- چند نمازوں یا چند روزوں کا فدیہ کسی ایک ضرورت مند یا کسی ایک مدرسہ میں دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ويجوز إعطاء فدية صلوات وصيام أيام ونحوها لواحدٍ من الفقراء جملة. (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / باب صلاة المريض، فصل في إسقاط الصلاة والصوم، قبيل: باب قضاء الفوائت ص: ۱۷۱ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۷/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



کتابُ الصوم

رویتِ ہلال اور روزہ کے مسائل

رویتِ ہلال کے بارے میں چند سوالات کی تحقیق

سوال (۴۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) رویت ہلال کے سلسلے میں خیر القرون سے ائمہ متقدمین اور فقہائے متأخرین تک اُمت کے تعامل وتوارث سے کیا ثابت ہے؟ دلائل کی روشنی میں جواب دیجئے؟

(۲) کیا مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دور دراز علاقوں سے رویت ہلال کا ثبوت اکٹھا کرنا منشائے شریعت ہے؟

(۳) استفاضہ، رویت ہلال، شہادت اور شہادت علی القضاء کے درجات شرعاً ایک ہی ہیں یا علیحدہ علیحدہ؟

(۴) کیا استفاضہ حجت ملزمہ ہے، جس طریقہ پر رویت وشہادت حجتِ ملزمہ ہے اور جب کوئی اَمر شرعی پورے ملک کا متفقہ نہ ہوتو کیا اس کا فیصلہ پورے ملک کے لئے واجب العمل ہوگا؟

(۵) توحید اَہلہ (ساری دنیا کے لئے ایک ہی مطلع ماننا) اور عیدین کے سلسلے میں شریعتِ اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟

(۶) حضرات اکابر دیوبند کا خصوصاً فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کا شہادت اور استفاضہ کے سلسلے میں کیا موقف ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- پہلے زمانہ میں رسل ورسائل اور معلومات کی جلد

منتقلی کے وہ ذرائع اور اسباب موجود نہ تھے جو آج عام ہو گئے ہیں؛ اِس لئے اُس دور میں عام طور پر مقامی اور علاقائی رویت وشہادت پر ہی چاند کا فیصلہ کیا جاتا تھا؛ جیسا کہ کتب فقہ وحدیث سے ظاہر ہے؛ تاہم یہ واضح رہنا چاہئے کہ حدیث: **"صوموا لرويته وأفطروا لرويته"** کا مدار صرف عینی رویت پر ہی نہیں؛ بلکہ رویت کا یقینی علم بھی بالاتفاق رویت کے حکم میں مانا گیا ہے، جس کے لئے فقہاء نے شہادت علی الرویت یا شہادت علی القضا یا خبر مستفیض کی تعبیرات استعمال کی ہیں، جو اپنی شرائط کے ساتھ حجت مانی گئی ہیں۔

قال تعالیٰ: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۱۸۵]

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ، قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۱۸۹]

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: قال النبي صلى الله عليه وسلم: أو قال أبو القاسم صلى الله عليه وسلم: صوموا لرويته وأفطروا لرويته فإن أغمي عليكم فأكملو عدة شعبان ثلاثين. (صحيح البخاري، كتاب الصوم / باب قول النبي صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم الهلال فصوموا الخ ۲۵٦/۱ رقم: ۱۹۰۹)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال تراء ى الناس الهلال، فأخبرتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم أني رأيته فصامه وأمر الناس بصيامه. (سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان رقم: ۲۳٤۲)

قال ميرك نقلاً عن التصحيح: رواه الحاكم وقال على شرط مسلم، ورواه البيهقي وصححه ابن حبان وقال النووي: إسناده على شرط مسلم. (مرقاة المفاتيح، كتاب الصوم / باب رؤية الهلال ٤۱۳/٤ تحت رقم: ۱۹۷۹ دار الكتب العلمية بيروت، إعلاء السنن، كتاب الصوم / باب افتراض الصوم بشهادة مسلم واحد عدل أو مستور الخ ۱۲۸/۹ إدارة القرآن كراچی)

عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال إني رأيت الهلال، قال الحسن في حديثه يعني رمضان، فقال: أتشهد أن لا إله إلا الله؟ قال نعم، قال: أتشهد أن محمدًا رسول الله قال نعم، قال يا بلال! أذن في الناس فليصوموا غدًا (رواه أبو داؤد) **وسكت عنه وعزاه في المرقاة بنقص بعض الألفاظ إلى أبي داؤد، والترمذي والنسائي وابن ماجة والدارمي، ثم قال صاحب المرقاة وصححه الحاكم، وذكر البيهقي أنه جاء من طرق موصولا ومن طرق مرسلا، وإن كانت طرق الاتصال صحيحة.** (إعلاء السنن، كتاب الصوم / باب افتراض الصوم بشهادة مسلم واحد إذا كان بالسماء علة ۱۲۹/۹-۱۳۰ إدارة القرآن كراچی)

ولا يجزئ في هلال ذي الحجة والفطر إلا شهادة رجلين أو رجل وامرأتين. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل الثاني في رؤية الهلال ۳۶۰/۳-۳۶۱ زكريا)

قوله (بطريق موجب) كأن يتحمل اثنان الشهادة أو يشهدا على حكم القاضي أو يستفيض الخبر. (رد المحتار، كتاب الصوم / مطلب: في اختلاف المطالع ۳٦٤/۳ زكريا)

وفي مجموع النوازل: شاهدانِ شهدا عند قاضي مصر لم ير أهله الهلال على أن قاضي مصر كذا شهده عنده شاهدان برؤية الهلال وقضى به ووجد شرائط صحة الدعویٰ قضى بشهادتهما حكاه عن شيخ الإسلام.

(الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل الثاني في رؤية الهلال ۳٦٦/۳ زكريا)

(۲) مطلع صاف ہونے کی صورت میں دور دراز علاقوں سے رویت ہلال کی معلومات اکٹھا کرنا اگرچہ شرعاً مطلوب نہیں؛ لیکن اگر ازخود خبریں آنے لگیں تو اُن کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جائے گا اور ایسی خبروں کی تحقیق کر کے چاند کا فیصلہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

الـصـحـيـح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة. (رد المحتار / كتاب الصوم ٣٥٩/٣ زكريا)

(۳) رویت وشہادت کی صورتوں میں اطمینان کے بعد چاند کا فیصلہ حاکم قاضی یا اس کے قائم مقام پر لازم ہوتا ہے؛ لیکن استفاضہ کی شکل میں اسی وقت لازم ہوگا جب کہ خبر مستفیض کے قبول کرنے پر شرح صدر ہوجائے۔

والعالم الثقة في بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه. (عمدة الرعاية على شرح الوقاية، كتاب الصوم / تعريفه ونيته وأنواعه وهلاله ٥٠٦/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

وقـال الـكـمال: الحق ما روي عن محمد وأبي يوسف أن العبرة لتواتر الـخبـر ومجيئه من كل جانب، انتهى. وفي التجنيس عن محمد: أن أمر القلة والـكثرة مفوض إلى رأي الإمام وهو الصحيح. وفي البرهان: في الأصح؛ لأن ذلک يـختـلف باختلاف الأوقات والأماكن وتفاوت الناس صدقًا. (طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم / فصل فيما يثبت به الهلال ص: ٦٥٥ زكريا)

(۴) اگر پورے ملک کے رویت ہلال کا نظام ایک ہوتو خبر مستفیض سب کے لئے حجت ملزمہ بنے گی۔ اور اگر نظام ایک نہ ہوتو یہ خبر صرف حجت مبیحہ قرار پائے گی، یعنی جس قاضی یا کمیٹی کو اطمینان ہو وہ اِس پر عمل کرے اور جس کو اطمینان نہ ہو وہ عمل نہ کرے اور بہر حال ایک دوسرے پر طعن وتشنیع نہ کی جائے۔

مستفاد: وإذا كانت الاستفاضة في حكم الثبوت لزم العمل بها. (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٤٧١/٣ زكريا، ٢٧٠/٢ كوئٹه)

والـظـاهـر أنه يلزم أهل القرىٰ الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل مـن المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به. (رد المحتار، كتاب الصوم / مطلب: لا عبرة بقول المؤقتين في الصوم ٣٥٤/٣ زكريا)

لو كانوا في بلدة لاقاضي فيها ولا وال فإن الناس يصومون بقول الثقة ويفطرون بإخبار عدلين للضرورة. (البحر الرائق / كتاب الصوم ٤٦٦/٢ زكريا)

(۵) ایک ساتھ پورے ملک میں رمضان یا عید منانا کوئی مطلوب شرعی نہیں ہے؛ بلکہ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے ثبوتِ رویت کے جو قواعد واُصول ہیں اُن کو پیش نظر رکھ کر چاند کا فیصلہ کیا جائے گا۔

قوله بطريق موجب، كأن يتحمل إثنان الشهادة أو يشهدا على حكم القاضي أو يستفيض الخبر. (رد المحتار، كتاب الصوم / مطلب: في اختلاف المطالع ٣٦٤/٣ زكريا، حاشية الطحطاوي، كتاب الصوم / فصل فيما يثبت به الهلال ص: ٦٥٥ زكريا)

قال شمس الأئمة الحلواني: الصحيح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فيها بين أهل البلدة الأخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة. (رد المحتار / كتاب الصم ٣٥٩/٣ زكريا)

(٦) خبر مستفیض کے فی نفسہ حجت ملزمہ ہونے میں فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف میں درحقیقت کوئی فرق نہیں ہے، یعنی دونوں حضرات بطریق موجب آمدہ خبر کو حجت مانتے ہیں جس میں خبر مستفیض بھی شامل ہے؛ البتہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ ”اگر کسی کے اجتہاد میں وہ طریق موجب نہ ہو تو وہ معذور ہے“، یعنی اگرچہ خبر مستفیض حجت ملزمہ ہے؛ لیکن اگر کسی شخص کو خبر مستفیض کے مستفیض ہونے پر شرح صدر نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے وہ خبر نہ تو مستفیض بنے گی اور نہ حجت ہوگی۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص: ۲۵۲، امداد الفتاویٰ ۱۶۶/۴، مکتبہ زکریا جدید مطول حاشیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ایک ہزار میل کے فاصلے کی وجہ سے مطلع بدل جاتا ہے؟

سوال (۵۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِمسال ۱۴۳۹ھ رمضان المبارک کا چاند ۲۹ر شعبان بروز بدھ کو کرناٹک اور مدراس کے کچھ علاقوں میں نظر آیا، ملک کے دوسرے علاقوں میں مطلع غبار آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا، وہاں کی رویت ہلال کی خبر معتبر ذرائع سے ملک کے دوسرے علاقوں میں پہنچی اور استفاضہ کی شکل اختیار کرگئی؛ حتی کہ دارالعلوم دیو بند، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مظاہر العلوم سہارن پور اور ملک کے ۹۵ر فیصد علاقوں میں رویت تسلیم کرکے جمعرات کے دن سے روزے کا اعلان ہوگیا، خبریں عشاء کے بعد تک ہمارے صوبہ راجستھان میں بھی پہنچ گئیں؛ لیکن ہماری مرکزی رویت ہلال کمیٹی نے دو باتیں کہہ کر عدم رویت کا فیصلہ کیا:

(۱) کرناٹک کے جس علاقے میں رویت ہوئی ہے وہ دو ہزار میل کے فاصلے پر ہے اور ایک ہزار میل پر مطلع بدل جاتا ہے۔

(۲) ایک مخصوص مکتبہ فکر کے لوگ جو اپنے علاقہ کی رویت ہی کو معتبر مانتے ہیں وہ روزہ نہیں رکھیں گے، ان کے ساتھ اجتماعیت کو باقی رکھنے کے لئے عدم رویت کا فیصلہ کیا؛ لہٰذا ہمارے یہاں جمعہ کے روز سے روزہ رکھا گیا، ان حالات کے پیش نظر دو باتیں آپ سے معلوم کرنی ہیں:

(۱) جن دونوں باتوں کو بنیاد بنا کر ہماری ہلال کمیٹی نے عدم رویت کا جو فیصلہ کیا ہے وہ صحیح ہے؟ یا تیس روزے پورے کرنے کے لئے ایک روزے کی قضا کرنی ہوگی؟

(۲) اختلاف مطالع کے سلسلے میں کتابوں میں مختلف باتیں ملتی ہیں، ان میں صحیح اور مفتیٰ بہ قول کیا ہے؟ کتنی دور کی مسافت کی رویت تسلیم کی جاسکتی ہے، اگر ہندوستان میں کسی بھی جگہ کی رویت کی اطلاع خبر مستفیض کی شکل میں پہنچے تو کیا اس پر عمل کرنا واجب ہے یا نہیں؟ فیصلہ کن جواب تحریر فرمائیں؛ تاکہ آئندہ اُس پر عمل کیا جاسکے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اولاً یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان میں

رویتِ ہلال کا کوئی ایسا متحدہ ومتفقہ نظام نہیں ہے جس پر سارے مسلمان یکساں اعتماد کرتے ہوں؛ بلکہ ہر علاقہ میں الگ الگ رویت ہلال کمیٹیاں یا بااثر علماء حضرات موجود ہیں، جن کے فیصلے پر اپنے اپنے دائرہ میں عمل کیا جاتا ہے؛ لہٰذا اصل حکم یہ ہے کہ چاند کے بارے میں عوام خود اپنے طور پر فیصلہ نہ کریں؛ بلکہ اپنے علاقے کی معتمد علیہ کمیٹی کے فیصلے کے مطابق ہی رمضان اور عید منایا کریں؛ البتہ رویت ہلال کمیٹیوں یا چاند کا اعلان کرنے والے بااختیار علماء پر لازم ہے کہ وہ چاند کا فیصلہ کرتے وقت رویت اور طریق موجب کا لحاظ رکھیں اور طریق موجب میں شہادت کے ساتھ ساتھ ایسی خبر مستفیض بھی داخل ہے جس کے مان لینے سے اپنے یہاں کا مہینہ ۲۸ر دن لازم نہ آتا ہو، تو اگر کمیٹی کو اطمینان اور شرح صدر ہو جائے تو وہ اس خبر پر چاند کا فیصلہ کرسکتی ہے؛ اگرچہ وہ خبر ایک ہزار میل سے زیادہ دور سے بھی آئی ہو؛ کیوں کہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق ایسی خبر کو مذکورہ شرائط کے ساتھ تسلیم کیا جاسکتا ہے؛ تاہم اگر کمیٹی کو اِس خبر پر شرح صدر نہیں ہوا اور اس بنیاد پر اُس نے چاند کا اعلان نہیں کیا، تو عوام کو طعنہ دینے کا کوئی حق نہیں؛ لیکن اگر کمیٹی کو معتبر دلائل سے رویت کا یقین ہو جائے تو اس کو چاند کا اعلان ضرور کردینا چاہئے اور محض اس خطرہ سے کہ دوسرے مسلک کے لوگ اُسے تسلیم نہیں کریں گے، چاند کا اعلان مؤخر نہیں کرنا چاہئے۔

بہرحال سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق مسئولہ صورت میں اہل راجستھان پر صوبائی مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ ماننا کافی ہے اور ان پر کسی روزے کی قضا ضروری نہیں۔

(مستفاد: اِمداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ زکریا ۱۶۲/۴-۱۶۶، فتاویٰ قاسمیہ ۱۱/ ۳۹۸-۴۱۵ مکتبہ اَشرفیہ دیوبند)

هذا إذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيها المطالع، فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر؛ لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف، فيعتبر في أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر. (بدائع الصنائع، كتاب الصوم / شروط صحة الأداء ۲/ ۲۲٤-۲۲٥ زكريا)

قال شمس الأئمة الحلواني: الصحيح من مذهب أصحابنا: أن الخبر

إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة.

(رد المحتار / كتاب الصوم ٣٥٩/٣ زكريا)

وغلبة الظن حجة موجبة للعمل. (رد المحتار، كتاب الصوم / مطلب: لا عبرة بقول المؤقتين في الصوم ٣٥٤/٣ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٦٥/٣ زكريا، تبيين الحقائق ١٦٤/٢ زكريا)

إذا كان بين البلدتين تفاوت لايختلف المطالع لزم حكم أهل إحدى البلدتين البلدة الأخرىٰ. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل الثاني في رؤية الهلال ٣٦٥/٣ زكريا)

إن عدم عبر ة اختلاف المطالع إنما هوفي البلاد المتقاربة لا البلاد النائية. أقول لا بد من تسليم قول الزيلعي وإلا فيلزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين أو الثامن والعشرين أو يوم الحادي والثلاثين أو الثاني والثلاثين.

(العرف الشذي على هامش الترمذي، كتاب الصوم / باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والإفطار له ١٤٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا چاند کے بارے میں ۵۴۰؍ میل کی مسافت سے آنے والی خبر کا اعتبار ہوگا؟

سوال (۵۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چاند کے بارے میں اس پر فتویٰ نقل کیا گیا ہے کہ اگر دور دراز سے بھی معتبر خبر آجائے تو چاند کا ثبوت ہوجائے گا۔ اِس کے برخلاف ایک قول یہ ہے کہ ۵۴۰؍ میل کے اندر سے آنے والی خبر معتبر ہوگی اور اِس سے دور سے آنے والی خبر معتبر نہ ہوگی، اگر کوئی شخص اِس قول پر عمل کرتے ہوئے چاند کی رؤیت یا عدم رؤیت کا اعلان کرے تو اُس کا یہ عمل صحیح ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اَولاً یہ واضح رہنا چاہئے کہ باہر سے خبر آنے کی صورت میں چاند کے ثبوت یا عدمِ ثبوت کا اعلان ہر فرد کے اختیار میں نہیں؛ بلکہ یہ اعلان اسلامی حکومت میں بااختیار حاکم کرے گا یا غیر اسلامی ممالک میں قابل اعتماد ہلال کمیٹی یا با اثر عالم کرے گا اَب جس کو بھی اعلان کا حق اور اختیار ہے اُس کو اگر شرح صدر ہوجائے تو وہ دور دراز سے آنے والی معتمد خبر کو بنیاد بنا کر چاند کا اعلان کرسکتا ہے۔ اور اگر شرح صدر نہ ہو تو چاند کا اعلان اُس پر واجب نہیں اور اس میں ۵۴۰؍ کی تحدید ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اور بہرحال چاند کے معاملے میں عوام کو اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے؛ بلکہ معتبر ذمہ دار اَفراد اور اِداروں کے اعلان پر ہی عمل کرنا چاہئے۔

ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار عدلین (الدر المختار) وتحته في الشامیة: والظاهر أن المراد به الوجوب. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصوم / مبحث في صوم یوم الشك، قبیل: مطلب لا عبرة بقول المؤقتین في الصوم ۳۵٤/۳ زکریا)

لأن قضاء القاضي حجة وقد شهدوا به، لا لو شهدوا برؤیة غیرهم؛ لأنه حکایة. (الدر المختار مع رد المحتار / مطلب: لا عبرة بقول المؤقتین في الصوم ۳۵۹/۳ زکریا)

وتتم الشهادة عندهم في المصر أمام القاضي وفي القریة في المسجد بین الناس. (الموسوعة الفقهیة / رؤیة الهلال ۲۵/۲۲ الکویت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوال کے چھ روزے رکھنا مسنون ہے یا نہیں؟

سوال (۵۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عید کے بعد شوال کے مہینے میں ۶ ؍روزے رکھنا مسنون ہے یا نہیں؟ آج کل بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ روزے مسنون نہیں ہے، اور وہ دلیل میں مؤطا امام مالک کی ایک عبارت اور اِمام اَبوحنیفہ کا قول پیش کرتے ہیں، تو اُن کا یہ دعویٰ درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- رمضان المبارک کے بعد ماہ شوال میں ۶ ؍روزے رکھنا مسنون اور موجبِ فضیلت ہے، جمہور علماء اُمت کی یہی رائے ہے۔ اور اِس بارے میں مسلم شریف وغیرہ میں صحیح روایت بھی منقول ہے۔

اور بعض ائمہ کی طرف اس کے متعلق کراہت کے جو اَقوال منسوب ہیں وہ مفتی بہ نہیں ہیں اور فقہاء ومحدثین نے اُن اَقوال کی مناسب تاویلات فرمائی ہیں؛ چناں چہ اِمام اعظم حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب قول کے معنی بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کراہت اُس وقت ہے جب کہ خاص عید الفطر کے دن سے شروع کر کے چھ روزے پورے کئے جائیں، پس اگر یہ صورت نہ ہو یعنی عید کے بعد ۲ ؍شوال سے روزوں کی ابتداء ہو، تو کوئی کراہت نہیں۔

اور حضرت امام مالکؒ کے کراہت والے قول کا محمل وہ صورت ہے جب کہ اِن روزوں کو ایسا واجب اور ضروری سمجھا جائے کہ رمضان کے روزوں میں اِضافہ محسوس ہونے لگے، اور جاہل عوام میں غلط بات چل پڑنے کا خطرہ ہو، لیکن اگر ایسا کوئی اندیشہ نہ ہو، تو اِن روزوں کو مکروہ قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

عن أبي أيوب الأنصاري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه عليه وسلم قال: من صام رمضان ثم أتبعه ستًا من شوال كان كصيام الدهر. (صحيح مسلم، كتاب الصيام / باب استحباب صوم ستة أيام من شوال ۳٦۹/۱ رقم: ١١٦٤)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:

مـن صـام رمـضان وأتبعه ستًا من شوال خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه". رواه الـطبـراني في الأوسط، انتهى. قلت: وما أورد على بعضها من الضعف منجبرٌ بكثرة الطرق على أن مثل ذلک مغتفر في الفضائل. (أوجز المسالك، كتاب الصيام / باب جامع الصيام ٣٥٨/٥ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي)

فـي المنتقى: وجدت عن الحسن أنه كان لا يرى بصوم ستة أيام متتابعًا بعد الفطر بأسًا. وكان يقول: كفى بيوم الفطر مفرقًا بينهن وبين شهر رمضان، وعـامة المتأخرين لم يروا به بأسًا. (الـفتاوى التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل الثامن في الأوقات التي يكره فيها الصوم ٤١١/٣ زكريا)

قـال يحيىٰ: وسمعت مالكًا يقول في صيام ستة أيام بعد الفطر من رمضان إنـه لـم يـر أحـدًا من أهل العلم والفقه يصومها، ولم يبلغني ذلک عن أحد من السلف، وإن أهل العلم يكرهون ذلک ويخافون بدعته وأن يلحق برمضان ما ليس منه أهل الجهالة والجفاء، لو رأوا في ذلک رخصة عند أهل العلم ورأوهم يعملون ذلک الخ. (الـمـوطـأ لـلإمام مالك بن أنس ٢٠٧/١ دار الكتب العلمية بيروت، أوجز المسالك، كتاب الصيام / باب جامع الصيام ٣٥٣/٥-٣٥٤ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي)

ونـدب تـفـريـق صـوم الست من شوال، ولا يكره التتابع على المختار خـلافًـا لـلثـاني، والاتباع المكروه أن يصوم الفطر وخمسة بعده، فلو أفطر لم يكره بل يستحب ويسن. (تـنـويـر الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصوم / مطلب في صوم ست من شوال ٤٢٢/٣ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الصيام / الصيام في الأيام المكروهة ٢١٥/٢ زكريا)

اعتبـر الـكـاسـانـي فـي محل الكراهة أن يصوم يوم الفطر ويصوم بعده خـمسة أيام، فأما إذا أفطر يوم العيد ثم صام بعده ستة أيام، فليس بمكروه؛ بل هو مستحب وسنةٌ. (الموسوعة الفقهية ٩٢/٢٨ الكويت)

والمختار أنه لا بأس به؛ لأن الكراهة إنما كانت؛ لأنه لا يؤمن من أن يعد ذلك من رمضان فيكون تشبهًا بالنصارى، والآن زال ذلك المعنى. (رد المحتار، كتاب الصوم / مطلب في صوم ست من شوال ٤٢١/٣ زكريا)

فعلم بذلك كله أن المرجح عند الحنفية هو الندب، وما حكي عنهم خلاف ذلك إما مرجوح غير رواية الأصول أو محمول على صوم يوم العيد.
(أوجز المسالك، كتاب الصيام / باب جامع الصيام ٣٥٧/٥ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي)

قال ابن الهمام: وجه الكراهة أنه يفضي إلى اعتقاد لزومها من العوام لكثرة المداومة، أما عند الأمن فلا بأس لورود الحديث، وعامة المشايخ لم يروا به بأسًا. (هامش المؤطا للإمام مالك، كتاب الصيام / باب جامع الصيام ص: ٩٨ بلال ديوبند)

وأما القسم الرابع: وهو المندوب فهو صوم ثلاثة أيام من كل شهر ...... ويندب كونها أي الثلاثة الأيام البيض، وهي الثالث عشر والرابع عشر والخامس عشر ...... ومن هذا القسم: صوم يوم الاثنين ويوم الخميس لقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: تعرض الأعمال يومي الإثنين والخميس، فأحب أن يعرض عملي وأنا صائم ...... ومنه صوم ست من شهر شوال لقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: من صام رمضان فأتبعه ستًا من شوال كان كصيام الدهر. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم / فصل في صفة الصوم وتقسيمه ص: ٦٣٩ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوال کے ۶ / روزے رکھ کر شش عید منانا

سوال (۵۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کچھ عورتیں ماہ شوال کے ۶/روزے رکھتی ہیں، اُس کے بعد وہ عید مناتی ہیں یعنی ۶/روزے رکھنے کے بعد اچھے اچھے کھانے بناتی ہیں، تو کیا یہ اُن کے لئے جائز ہے؟ بنا سکتی ہیں یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شش عید کے روزے رکھنا تو مسنون ہے؛ لیکن اُن روزوں کے بعد عید منانے کی رسم بے اصل ہے، اِس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، اِس رسم کو ترک کرنا چاہئے۔

من أصر علیٰ أمر مندوبٍ وجعله عزمًا ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أصرّ علیٰ بدعةٍ أو منکرٍ. (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة / باب الدعاء في التشهد ۳/۲٦ تحت رقم: ۹٤٦ دار الکتب العلمیة بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۱۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا محرم کا ایک روزہ ۳۰/روزے کے برابر ہے؟

سوال (۵۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے یہ میسیج بھیجا ہے کہ جو شخص محرم کے ایک دن کا روزہ رکھے، اُس کو ہر دن کا روزہ رکھنے کے بدلے میں ۳۰/دن روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا اِس طرح کی کوئی روایت حدیث میں موجود ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بلا کسی تفصیل کے رمضان کے بعد محرم کے روزوں کے سب سے افضل ہونے کی صراحت صحیح اَحادیث میں موجود ہے، نیز محرم کے ایک

روزے کا ثواب ۳۰؍ روزے کے برابر ہونے سے متعلق بھی ایک ضعیف روایت موجود ہے، جو فضائل میں قابل قبول ہے۔

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم. (صحيح مسلم، كتاب الصيام / باب فضل صوم المحرم رقم: ١١٦٣)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صام يوم عرفة كان له كفارة سنتين، ومن صام يومًا من المحرم فله بكل يوم ثلاثون يومًا. رواه الطبراني في الصغير، وهو غريب، وإسناده لا بأس به، والهيثم بن حبيب وثقه ابن حبان. (الترغيب والترهيب، كتاب الصوم / الترغيب في الصوم مطلقًا وما جاء في فضله الخ ٢/٧٠ رقم: ١٥٢٩ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۵-۶؍ سال کے بچوں کو روزہ رکھوا کر اُن کی تصویریں اخبارات میں شائع کرنا

سوال (۵۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک کے بعد ''انقلاب'' کی اشاعت میں روزہ دار بچوں کی تصویریں شائع کی جاتی ہیں اور لکھتے ہیں کہ حوصلہ اَفزائی کے لئے یہ سب کچھ کیا جاتا ہے، بچوں کی عمریں پانچ سال اور بعض کی چار اور تین سال کی ہوتی ہیں، اُس کے پیچھے یہ جذبہ کہ بچوں پر اچھا اثر ہو اور وہ اِسلامی شعار سے روشناس ہوں:

(۱) کیا تصویر کھینچوانا اخبار میں شائع کرانا جائز ہے؟

(۲) نیک کام کو مشتہر کرانا ضروری ہے؟

(۳) اتنی کم عمر بچوں اور بچیوں کو بڑے دنوں میں اور شدید گرمی کے موسم میں روزہ رکھوانا درست ہے؟

(۴) کیا یہ ہمارے بچوں پر ظلم نہیں ہے، اِسلام نے تو بالغ مرد اور عورت پر روزہ فرض کیا ہے، بچوں پر نہیں فرض ہے، بچوں کے نام پر ہم کیا یہ غلط کام نہیں کر رہے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ۵-۶؍سال کے بچے جو روزہ رکھنے کا تحمل نہیں رکھتے، اُن سے محض ناموری کے لئے روزہ رکھوانا شرعاً درست نہیں ہے، صرف اُن بچوں سے روزہ رکھوایا جائے گا جو روزہ کا تحمل کرسکیں اور ایسے بچوں کی تصویر اخبارات میں شائع کرنا اور شہرت کے لئے روزہ کشائی کی تقریبات منعقد کرنا یہ سب باتیں شریعت کے خلاف ہیں، اِس طرح کی رسومات سے احتراز لازم ہے اور معاشرہ کے بااثر اَفراد کو اِس پر نکیر کرنی چاہئے۔

قال الرازي: یؤمر الصبي إذا أطاقہ الخ، وھٰذا إذا لم یضر الصوم ببدنہ فإن أضر لا یؤمر بہ. (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصوم / مسائل في الاعتکاف: المتفرقات ۲۱٤/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶؍۱۰؍۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بذریعہ کشف حتمی طور پر شب قدر کی تعیین کا دعویٰ کرنا

سوال (۵۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک میں ایک بزرگ اپنے مریدین اور معتقدین کو یہ اطلاع دیتے ہیں کہ اس سال فلاں رات کو شب قدر رہے، اس لئے تمام احباب اجتماعی ذکر ودعا کا اہتمام کریں۔ اور کہتے ہیں کہ مجھے کشف اور کبھی خواب کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے، وہ بزرگ تقریباً ۳۲؍سال سے اِسی طرح کرتے ہیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ:

(۱) کیا رمضان کی طاق راتوں میں سے کسی رات کو ہر سال شب قدر کے لئے متعین کر کے یقین کرنا درست ہے؟

(۲) کیا خواب اور کشف کے ذریعہ ایسا دعویٰ کرنا درست ہے؟

(۳) کیا کسی ولی اور اللہ کے نیک بندے کا کشف دوسروں کے لئے حجت ہوسکتا ہے؟

(۴) کیا متقدمین صوفیاء کرام، محدثین صحابہ یا تابعین میں سے کسی نے شب قدر کی تعیین کا اِس طرح دعویٰ کیا ہے؟

(۵) اگر کوئی بزرگ یہ دعویٰ کرے کہ یہیں بیٹھا ہوں اور مسجد نبوی میں مراقبہ کر کے معلوم کرا سکتا ہوں تو اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

(٦) کسی مسلمان کا ایسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ہونا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اللہ تعالیٰ نے حکمت و مصلحت کی بنا پر شب قدر کی تعیین کو پوشیدہ فرما دیا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تعیین رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے؛ لہٰذا حتمی طور پر کسی رات کو شب قدر کے طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا، کشف یا بعض علامات کے ذریعہ اندازہ تو لگانا ممکن ہے، مگر یقین نہیں کیا جا سکتا، اگر بالفرض کسی کو اندازہ ہو بھی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اس بات کو دوسروں سے پوشیدہ رکھے اور ظاہر نہ کرے؛ کیوں کہ اس اندازہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے اور اس میں دیگر مفاسد بھی پائے جاتے ہیں، مثلاً یہ کہ جب کسی ایک رات کو متعین کیا جائے تو دیگر راتوں میں عبادات کا لوگ اہتمام نہیں کریں گے؛ حالاں کہ بہت ممکن ہے کہ شب قدر کسی اور رات میں واقع ہو وغیرہ، اس لئے مذکورہ بزرگ صاحب کا محض کشف کی بنیاد پر شب قدر کو متعین کرنے کا عمل شریعت کی منشا کے خلاف ہے، اُن کے دعویٰ پر یقین نہیں کیا جا سکتا، انہیں یہ طریقہ ترک کرنا چاہئے، اور ایسی تخمینی باتیں عوام میں نہیں پھیلانی چاہئیں، اس سے دینی اعتبار سے سخت فتنہ کا اندیشہ ہے کہ آج ایک بزرگ مراقبہ کر کے کسی رات کی تعیین کرے گا اور فرض کیجئے کوئی دوسرا بزرگ

کسی اور رات کی تعیین کا دعویٰ کرنے لگے تو شب قدر ایک مذاق بن جائے گی اس لئے جس بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین نہیں فرمایا، ہمیں بھی اسے متعین کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہئے اور جو شخص تنبیہ کے باوجود اپنی اصلاح نہ کرے وہ "مصلح" بنائے جانے کے لائق نہیں ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: تحروا ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر من رمضان. (صحيح البخاري ۲۷۰/۱ رقم: ۲۰۱۸)

وعن عبادة بن الصامت رضي اللّٰه عنه قال: خرج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ليخبرنا بليلة القدر فتلاحى رجلان من المسلمين فقال: خرجت لأخبركم بليلة القدر فتلاحى فلان وفلان فرفعت وعسى أن يكون خيرًا لكم فالتمسوها في التاسعة والسابعة والخامسة. (صحيح البخاري، كتاب فضل ليلة القدر / باب رفع معرفة ليلة القدر ۲۷۱/۱ رقم: ۲۰۲۳)

واستنبط السبكي الكبير في الحلبيات من هذه القصة استحباب كتمان ليلة القدر لمن راٰها، قال: ووجه الدلالة أن اللّٰه قدر لنبيه أنه لم يخبر بها، والخير كله في ما قدر له فيستحب اتباعه في ذلك. وذكر في شرح المنهاج ذلك عن الحاوي قال: والحكمة فيه أنها كرامة والكرامة ينبغي كتمانها بلا خلاف بين أهل الطريق من جهة رؤية النفس فلا يأمن السلب، ومن جهة أن لا يأمن الرياء ومن جهة الأدب فلا يتشاغل عن الشكر للّٰه بالنظر إليها وذكرها للناس الخ. (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب فضل ليلة القدر / باب رفع معرفة ليلة القدر ۳۳۸/۵ دار الكتب العلمية بيروت، الموسوعة الفقهية ۳٦۸/۳۵ الكويت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۲/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

متعینہ کلمات کے ذریعہ اعتکاف کی نیت

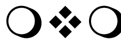
سوال (۵۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے اندر داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرنے کی کیا حیثیت ہے اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد عام طور پر اعتکاف کی نیت کرنے کی یہ دعا لکھی ہوئی ملتی ہے "**بسم اللّٰہ دخلت وعليه توكلت ونويت سنة الاعتكاف**" تو مسجد میں داخلہ کے وقت یہ دعا کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسجد میں داخل ہوتے وقت نفلی اعتکاف کی نیت کرنے کو فقہاء نے مستحب قرار دیا ہے، اِس لئے دل سے یا زبان سے اعتکاف کی نیت کرنا بہتر ہے۔ اور سوال میں جن کلمات کے متعلق پوچھا گیا ہے بعینہٖ یہ کلمات تلاش کے باوجود حدیث کی کسی کتاب میں نہ مل سکے؛ لیکن اِن کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ معنی میں کوئی خرابی نہیں پائی جاتی۔

فينبغي إذا دخل المسجد أن يقول نويت الاعتكاف ما دمت في المسجد. (مرقاة المفاتيح، باب الاعتكاف / الفصل الأول ٥٢٣/٤ تحت رقم: ٢٠٩٧ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



روزہ کی قضا اور کفارہ

روزہ رکھنے کے بعد سفر کرنے سے پہلے قصداً روزہ توڑ دیا

سوال (۵۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک میں ایک شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ دن میں سفر شرعی پر جانے والا تھا، اُس نے کہیں سنا تھا کہ سفر میں روزہ چھوڑنے کی گنجائش ہے؛ مگر اِس مسئلہ کی تفصیلات سے واقف نہیں تھا، اِس لئے اُس شخص نے اس دن اپنی فیملی کے ساتھ سحری کھائی اور سب نے روزہ کی نیت بھی کی، پھر روانگی سے کچھ دیر پہلے سب نے مل کر گھر میں کھانا کھا کر روزہ توڑ دیا، یہ سوچ کر کہ سفر میں طعام کے انتظام کی تکلیف سے بچ جائیں گے، پھر سب سفر میں روانہ ہوگئے، بعد میں کسی شخص نے اُن کو بتایا کہ اِس طرح کرنا ناجائز ہے۔ اب ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اُس شخص پر اور اُس کے اہل وعیال پر کفارہ آئے گا؟ برائے کرم اِس کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کے بعد سفر کرنے سے پہلے قصداً روزہ توڑ دیا تو کفارے کے بطور لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنے واجب ہوں گے۔ اور جو شخص روزہ رکھنے پر قدرت نہ رکھے اُس کے لئے ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا ضروری ہوگا، اور مسئلہ سے لاعلمی موجب تخفیف نہیں ہے۔

وقيد بالسفر مكرهًا إذ لو سافر طائعًا بعد ما أفطر اتفقت الروايات على عدم سقوطها، أما لو أفطر بعد ما سافر لم تجب. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳/۳۹۰-۳۹۱ زكريا)

وإذا جامع أو أكل أو شرب ثم سافر في ذلك اليوم لا تسقط عند الكفارة الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل التاسع فيما يصير شبهة في إسقاط الكفارة ۴۲۳/۳ رقم: ۴۷۳۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۱۱/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قصداً توڑے ہوئے رمضان کے روزوں کا کفارہ

سوال (۵۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی نے اپنی زندگی میں بہت سے روزے توڑے، پھر اُس نے توبہ کرلی اور کفارہ کے مسلسل ۶۰/ روزے بھی رکھ لئے تو اَب یہ کفارہ تمام توڑے ہوئے روزوں کا کفارہ ہوگیا؟ یا صرف ایک روزہ کا ہوگا؟ یا صرف ایک ہی رمضان کا کفارہ ہوگا؟ اور سب کا کفارہ نہیں ہوا تو کیا اُس کو مزید کفارہ اَدا کرنے ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر قصداً کھا پی کر مختلف رمضانوں کے روزے توڑے ہیں تو بعد میں اُن سب کی طرف سے ایک کفارہ کافی ہوجائے گا؛ لیکن اگر جماع کرکے روزے توڑے ہیں، تو ہر رمضان کے اعتبار سے الگ الگ کفارے اَدا کرنے ہوں گے، یعنی جماع کی صورت میں متعدد رمضانوں کے کفارات میں تداخل نہ ہوگا۔

(مستفاد: اِمداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۲۵۲/۴ زکریا)

ولو تكرر فطره ولم يكفر للأول يكفيه واحدة ولو في رمضانين عند محمد وعليه الاعتماد (الدر المختار) قوله: وعليه الاعتماد، نقله في البحر عن الأسرار، ونقل قبله عن الجوهرة: لو جامع في رمضانين فعليه كفارتان،

وإن لم يكفر للأولىٰ في ظاهر الرواية وهو الصحيح. قلت: فقد اختلف الترجيح كما ترى، ويتقوى الثاني بأنه ظاهر الرواية. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الكفارة ۳/۳۹۱ زكريا، حاشي الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم / باب ما يفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء ص: ٦٦٣ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نفلی روزہ میں جماع؟

سوال (۵۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک نومسلم نے نفل روزہ کی حالت میں اپنی غیر مسلم بیوی سے جماع کیا، اس حال میں کہ اس کو یہ بات معلوم تھی کہ ایسا اسلام میں منع ہے، پھر بھی ایسا کیا اور بعد میں اس کو افسوس ہوا، اب وہ اس گناہ کی تلافی کرنا چاہتا ہے اور اس کی بیوی کے متعلق اس کو کیا کہا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر جماع کرنا سخت گناہ ہے، جس پر سچی توبہ اور استغفار لازم ہے اور اِس عمل کی وجہ سے چوں کہ روزہ فاسد ہوگیا؛ اِس لئے اُس کی قضا بھی ضروری ہے؛ البتہ کفارہ لازم نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ صرف رمضان المبارک کا فرض روزہ توڑنے پر ہی لازم ہوتا ہے، نفلی روزہ توڑنے سے لازم نہیں ہوتا۔

ولا كفارة بإفساد صوم غير رمضان كذا في الكنز. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم / مسائل في الاعتكاف ۱/۲۱٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

قضا روزہ رکھ کر توڑ دیا

سوال (۵۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر قضا کی نیت سے توڑے ہوئے نفلی روزے کو رکھ کر پھر شوہر کے کہنے پر روز توڑ دیا، تو اَب وہ عورت کیا کرے گی؟ آیا وہ دو روزے قضا کرے گی یا ایک؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اِس صورت میں صرف ایک ہی روزہ کی قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں۔

لأن الوجوب بسبب الشروع لم يثبت وضعًا؛ بل لصيانة المؤدى، وهو حاصل بتمام الركعتين، فلا تلزم الزيادة بلا ضرورةٍ. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب الوتر والنوافل ٤٧٧/٢ زكريا، البحر الرائق، كتاب الصلاة / القراءة في ركعات النفل والوتر ٦٣/٢ دار الكتاب الإسلامي، بدائع الصنائع، كتاب الصلاة / فصل في بيان مقدار ما يلزم منه بالشروع ٢٩٢/١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے کہنے پر عورت نفلی روزہ توڑ دے تو قضا کا کیا حکم ہے؟

سوال (۵۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی عورت نفلی روزہ رکھ کر شوہر کے کہنے پر توڑ دے تو عورت اُس روزے کی قضا کرے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر کوئی عورت شوہر کے کہنے سے یا کسی اور وجہ سے نفلی روزہ رکھ کر توڑ دے تو بعد میں اس کی قضا واجب ہوگی۔

ومن دخل في صلاة التطوع أو في صوم التطوع ثم أفسده قضاه. (الهداية، كتاب الصوم / فصل في من كان مريضًا في رمضان ۲/۱۲۳ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نفلی روزہ توڑ دینے کے بعد اُس کی قضاء واجب ہے یا نہیں؟

سوال (۵۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں نفلی روزہ رکھ کر توڑ دینے میں قضاء ہے، تو اَحناف کن اَحادیث کو دلیل میں پیش کرتے ہیں؟ وہ اَحادیث درکار ہیں۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک نفلی روزہ رکھ کر توڑ دینے میں کوئی قضا نہیں ہے، یہ حضرات جن اَحادیث سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حنفیہ کا ایک اہم اُصول یہ ہے کہ جو بھی نفلی عبادت شروع کی جائے، تو اُس کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے، اس میں نماز، روزہ، حج وغیرہ سب عبادات داخل ہیں۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت بہت سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہی بات منقول ہے۔ نیز قرآن کریم کی مطلق آیت: ﴿وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ﴾ (اپنی عبادات باطل نہ کرو) سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے اور خاص طور پر روزہ کے سلسلے میں میں صحیح حدیث موجود کہ ایک موقع پر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسی اور دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، جو اِس بات کی دلیل ہے کہ نفلی روزہ توڑنے پر بھی قضا کا حکم ہے۔ اور بعض دیگر ائمہ نفلی روزہ توڑنے پر قضاء کے عدم وجوب کے سلسلے میں جن اَحادیث شریفہ سے استدلال کرتے ہیں، اُن سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت نفلی روزہ توڑنے پر کوئی گناہ نہیں ہے؛ لیکن اُس کی قضا نہ کرنے کی کوئی صراحت ان روایات میں موجود نہیں ہے؛ جب کہ حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما والی روایت میں قضا کی تصریح ہے، اِس لئے وہی صریح روایت راجح اور قابل عمل ہے۔

قال في شرح المنية: اعلم أن الشروع في نفل العبادات التي تلزم بالنذر ويتوقف ابتداؤها على ما بعده في الصحة سبب لوجوب إتمامه وقضائه إن فسد عندنا وعند مالك، وهو قول أبي بكر الصديق وابن عباس وكثير من الصحابة والتابعين ...... ودخل فيه الصلاة والحج والصوم والعمرة والطواف والاعتكاف على قولهما. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب الوتر ٢/ ٤٧٤ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب النذر / فصل في حكم النذر ٥/ ٩٣ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كنت أنا وحفصة صائمتين، فعرض لنا طعام اشتهيناه فأكلنا منه، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فبدرتني إليه حفصة، وكانت ابنة أبيها، فقالت: يا رسول الله! إنا كنا صائمتين، فعرض لنا طعام اشتهيناه، فأكلنا منه، قال: اقضيا يومًا آخر مكانه. (سنن الترمذي، أبواب الصوم / باب ما جاء في إيجاب القضاء عليه ١/ ١٥٥ رقم: ٧٣٥، سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب من رأى عليه القضاء رقم: ٢٤٥٧)

قال محمد: وبهذا نأخذ من صام تطوعًا ثم أفطر فعليه القضاء، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله، والعامة قبلنا. (الموطأ للإمام مالك برواية محمد بن حسن الشيباني، كتاب الصوم / باب من صام تطوعًا ثم أفطر رقم: ٣٦٣ المكتبة العلمية)

عن أم هاني قالت: كنت قاعدة عند النبي صلى الله عليه وسلم فأتي بشرابٍ فشرب منه ثم ناولني فشربت منه، فقلت: إني أذنبت فاستغفرلي، قال: وما ذاك؟ قالت كنت صائمة فأفطرت، فقال: أمن قضاء كنت تقضيه؟ قال: لا، قال: فلا يضرك. (سنن الترمذي، أبواب الصوم / باب ما جاء في إفطار الصائم المتطوع ١/ ١٥٥ رقم: ٣٧١، سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب في الرخصة في ذلك رقم: ٢٤٥٦، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٤٤/ ٤٦٣ رقم: ٢٦٨٩٣ مؤسسة الرسالة)

والجواب عنهما تفصيلا أما عن حديث أبي سعيد فيحمل قوله عليه السلام: "إن شئت" بمجموع الكلام، يعني إن شئت فافعلي هكذا أي تفطرين حالا و تقضين

مـآلا، ولـو عـلـى الوجوب. فالحديث ساكت عن الوجوب وعدمه. (إعلاء السنن، كتاب الصوم / باب وجوب قضاء صوم التطوع إذا أفسده ۹/۱٦۳ إدارة القرآن كراچى) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فدیہ کا تحقق اور اُس کی مقدار

سوال (۵۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سائل عرصۂ دراز سے بیمار ہے، گذشتہ سال ماہِ رمضان میں بیماری مزید شدت، کمزوری اور مسلم معالج کے مشورے کی وجہ سے ۲۶/ روزے نہ رکھ سکا، سوچا کہ یہ بیماری کی وجہ سے ہوا ہے، صحت یاب ہونے کے بعد ایک ماہ کے روزے رکھ لوں گا؛ لیکن اِرادہ کیا کہ اسی حالت میں قضا روزے رکھوں؛ لیکن غیر رمضان میں بوقت سحری اہل خانہ کا تعاون ممکن نہیں، سائل اپنا کوئی کام خود نہیں کرسکتا ہے، نقل وحرکت مسہریوں تک ہی محدود ہے، کسی سہارے کے بغیر اپنے پیروں پر استقامت اور اِستادگی بھی مشکل ہے، سائل ۸۷/ سالہ ضعیف العمر، بیمار اور بے یار و مددگار ہے، گھر کی تمام ضروریات کا کفیل سب سے چھوٹا اور شادی شدہ لڑکا ہے، سال کی ادویات اور خورد ونوش بھی اسی کے ذمہ ہے، روزہ نہ رکھنے کی صورت میں سائل فدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے، سائل کو صحیح معلوم نہیں ہے کہ ایک روزے کے بدلے اناج کی کچھ مقدار قائم کرلی جاتی ہے اور غرباء میں تقسیم کرادیا جاتا ہے، غرباء کو تلاش کرنا مشکل کام ہے، اگر اناج کی رقم روپیوں میں قائم کرلی جائے، تو کتنی ہوگی؟ کیا وہ رقم مدرسے میں دی جاسکتی ہے، اَراکین مدرسہ اِمداد، زکوٰۃ اور فطرہ وغیرہ علیحدہ علیحدہ خرچ کرتے ہیں، کیا فدیہ کی اَدائیگی کے واسطے بیٹے کی رقم لی جاسکتی ہے اور کیا جو بیٹے کفالت نہیں کرتے اُن سے بھی لی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر سائل کسی طرح بھی روزہ رکھنے پر قادر رہے، تو زندگی میں فدیہ دینا کافی نہیں؛ بلکہ دیر سویر روزہ رکھنا ضروری ہوگا۔ اور اگر

ضعف یا بیماری کی وجہ سے اِس حالت کو پہنچ چکا ہے کہ اب اُس کو روزہ رکھنے پر قدرت نہیں رہی اور آئندہ بظاہر قدرت کا امکان بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ہر روزہ کی طرف سے ایک صدقۂ فطر (ایک کلو ۵۷۵ رگرام گیہوں) یا اُس کی قیمت غرباء پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں ایک صدقۂ فطر کی قیمت کم وبیش ۵۰ روپیہ ہوتی ہے، یہ رقم چاہے خود اَدا کرے یا اپنے بیٹوں سے لے کر اَدا کرے، سب درست ہے۔

المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(رد المحتار، كتاب الصوم / فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم ٤١٠/٣ زكريا، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم / فصل في العوارض ص: ٦٨٨ دار الكتب العلمية بيروت)

فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكينًا.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار ٢٠٧/١ زكريا)

وعلى الرجل أن ينفق على أبويه و أجداده وجداته إذا كانوا فقراء وإن خالفوا في دينه. (الهداية ٤٤٥/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۴/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

روزہ کی حالت میں نکسیر پھوٹنے کا حکم

سوال (۵۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: روزہ کی حالت میں نکسیر پھوٹنے سے روزہ پر کچھ اَثر تو نہیں پڑے گا؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- روزہ کی حالت میں نکسیر پھوٹنے سے اگر نکسیر کا خون پیٹ میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر پیٹ میں نہ جانے کا یقین ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

إذا دخل دم رعافه حلقه فسد صومه. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل الرابع في ما يفسد الصوم وما لا يفسده ٣٨٣/٣، ومثله في مجمع الأنهر، كتاب الصوم / باب

موجب الفساد ۱/۳۶۱ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

روزے میں خون آمیز بلغم حلق کے نیچے نہیں اترا

سوال (۵۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی طبیعت خراب یعنی نزلہ زکام کی وجہ سے ناک اور دماغ میں کف جم گیا، جس کی وجہ سے ناک کی جانب سے سڑک کر منہ کی جانب سے تھوکا، تو بلغم کے ساتھ قدرے خون کا دھبہ آ گیا، پھر دوسری دفعہ پے در پے تھوکا تو خون اور زیادہ آ گیا، یعنی تھوک کے برابر ہی تھا، پھر بعد میں صاف ہو گیا۔ تو دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ روزہ باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟ اِسی طرح کھانستے کھانستے حلق کی جانب سے بلغم کے ساتھ بھی خون نکل آیا، تو روزہ ٹوٹا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں چوں کہ خون آمیز بلغم حلق کے نیچے نہیں اترا ہے؛ بلکہ اُسے تھوک دیا گیا ہے، اِس لئے روزے میں کوئی خرابی نہیں آئی۔

أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل إلى جوفه، أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد وإلا لا. (الدر المختار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳/۳۶۷-۳۶۸ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الصوم / فصل: حكم فساد الصوم ۲/۹۹ دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق / كتاب الصوم ۱/۳۲۵ دار الكتب العلمية بيروت، ومثله في فتح القدير / كتاب الصوم ۲/۳۳۳ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوگر کے مریض کا رمضان کے روزہ میں انسولین لینا

سوال (۵۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: شوگر کا مریض رمضان کے دن میں اِنسولین لے سکتا ہے؟ اگر لے سکتا ہے تو اُس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ڈاکٹروں کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ انسولین کے انجکشن کے ذریعہ براہ راست دوا معدہ میں نہیں پہنچتی؛ بلکہ رگوں کے واسطے سے خون میں تحلیل ہوکر بدن کا جز بنتی ہے؛ لہٰذا اِس کا حکم بھی دیگر عام انجکشنوں کی طرح ہوگا، یعنی اُس کی وجہ سے روزوں کے فساد کا حکم نہیں دیا جائے گا، پس شوگر کا مریض روزہ کی حالت میں انسولین کا انجکشن لگوا سکتا ہے۔

وأما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن المخارق الأصلية بأن داوى الجائفة والأمة، فإن داواها بدواء يابس لا يفسد؛ لأنه لم يصل إلى الجوف ولا إلى الدماغ. (بدائع الصنائع، كتاب الصوم / فصل في أركان الصيام ۶۰۷/۲ دار الكتب العلمية بيروت، ۲۴۳/۲ زكريا)

والمفطر الداخل من المنافذ كالمدخل والمخرج لا من المسام الذي هو خلل البدن للاتفاق فيمن شرع في الماء يجد برده في بطنه ولا يفطر. (فتح القدير، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ۳۳۵/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

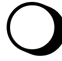
وأكثر المشائخ اعتبروا الوصول إلى الجوف في الجائفة والآمة إن عرف أن اليابس وصل إلى الجوف يفسد صومه باتفاق، وإن لم يعرف أن الرطب لا يصل إلى الجوف لا يفسد. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل الرابع ما يفسد الصوم وما لا يفسد ۳۷۹/۳ رقم: ۴۶۲۹)

أو داوى جائفةً أو آمةً فوصل الدواء حقيقة إلى جوفه ودماغه (الدر المختار) وتحته في الشامي: فالمعتبر حقيقة الوصول حتى لو علم وصول اليأبس أفسد أو عدم وصول الطري لم يفسد. (رد المحتار، كتاب الصوم / باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۳۷۶/۳ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۳/۲/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



مریض کی جان بچانے کے لئے خون دینے کے واسطے روزہ توڑنا

”مریض کی جان بچانے کیلئے خون دینے کے واسطے روزہ توڑنے“ سے متعلق حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کا مقالہ پیش خدمت ہے، جو اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے چودھواں فقہی اجتماع بتاریخ: ۵-۷/ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۳-۲۱/ رفروری ۲۰۱۸ء بروز بدھ جمعرات جمعہ (بمقام: جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات) کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ (اَز: مرتب)

سوال (۱/ ۵۱۸):- رمضان المبارک کا فرض روزہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر بلا عذر توڑ دے تو اس پر قضا اور کفارہ لازم ہوتا ہے؛ لیکن بعض مرتبہ ایسے اعذار پیش آ جاتے ہیں جن کا تعلق اپنی ذات سے نہیں؛ بلکہ دوسرے کی ذات سے ہوتا ہے، مثلاً کوئی مریض جان بلب ہوجائے اور اس کو خون کی شدید ضرورت ہو اور رمضان المبارک کا مہینہ ہو اور جسے خون دینا ہے، وہ روزہ سے ہو اور ڈاکٹر اپنی شرائط کے مطابق زور ڈالیں کہ خون دینے والا اولاً کوئی جوس وغیرہ پیئے، اس کے بعد ہی اس کا خون لیا جائے گا، اور کوئی متبادل شکل سامنے نہ ہو، تو ایسی صورت میں اگر وہ روزہ دار شخص مریض کی جان بچانے کے لئے روزہ توڑ دے، تو:

الف:- کیا اس پر صرف قضا لازم ہوگی یا کفارہ بھی دینا ہوگا؟

ب:- دوسرے کی جان بچانے کے لئے روزہ توڑنے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- (الف-ب) اضطراری صورت میں روزہ

توڑنے پر صرف قضا لازم ہوتی ہے، کفارہ لازم نہیں ہوتا؛ لیکن سوال یہ ہے کہ اضطرار کا تعلق صرف روزہ دار کی اپنی ذات سے ہے یا دوسرے کے تعلق سے بھی اضطرار کی صورت ممکن ہے؟ تو مسائل شرعیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دوسرے کی جان بچانے کا کوئی اور ممکنہ راستہ نہ بچے تو دوسرے کی جان بچانے کے لئے روزہ توڑنے کی گنجائش ہوتی ہے؛ جیسا کہ حاملہ اور مرضعہ عورتوں کو بچے کی جان کے خطرہ کے وقت روزہ توڑنے کی گنجائش دی گئی ہے۔ اِسی سے استدلال کرتے ہوئے زیر بحث مسئلہ میں جب کہ مریض کی جان بچانے کے لئے کوئی دوسری متبادل شکل نہ ہو، تو خون دینے والے کے لئے روزہ توڑنے کی گنجائش ہوگی اور اس پر صرف قضا لازم ہوگی؛ کفارہ لازم نہ ہوگا، حاملہ اور مرضعہ کے بارے میں عبارات درج ذیل ہیں:

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم للحُبلىٰ التي تخاف علىٰ نفسها أن تفطر، وللمرضع التي تخاف علىٰ ولدها. (سنن ابن ماجة / باب ما جاء في الإفطار للحامل والمرضع ۱۲۰/۱)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه ...... إن الله عزوجل وضع عن المسافر شطر الصلاة، وعن المسافر، والحامل، والمرضع الصوم، أو قال: الصيام. (سنن ابن ماجة / الإفطار للحامل ۱۲۰/۱، سنن النسائي، كتاب الصيام / باب وضع الصيام عن الحبلىٰ والمرضع ۲۴۸/۱، سنن الترمذي، أبواب الصيام / باب ما جاء في الرخصة في الإفطار للحبلىٰ والمرضع ۱۵۲/۱، سنن أبي داؤد، كتاب الصوم / باب من اختار الفطر ۳۲۷/۱، مسند أحمد ۳۹۲/۳۱ رقم: ۱۹۰۴۷-۱۹۰۴۸)

وقال في الأصل: إذا خافت الحامل أو المرضع علىٰ أنفسهما أو علىٰ ولدهما جاز الفطر وعليهما القضاء، وفي الوقاية: بلا فدية. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الصوم / الفصل السابع، الأسباب المبيحة للفطر ۴۰۴/۳ رقم: ۴۶۹۹ زكريا)

الحامل والمرضع إذا خافتا علىٰ أنفسهما أو ولدهما، أفطرتا وقضتا، ولا

كفارة عليهما، كذا في الخلاصة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصوم / الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار ۲۷۰/۱ مكتبة الإتحاد ديوبند)

مريض رضيع لا يقدر علىٰ شرب الدواء، وزعم الطبيب أن أمه تشرب ذٰلك لها الفطر، والظئر المستأجرة كالأم في إباحة الفطر. (الفتاویٰ البزازية، كتاب الصوم / الفصل الرابع في النذر ٦٩/١ مكتبة الإتحاد ديوبند)

وأما حبل المرأة وإرضاعها إذا خافتا الضرر بولدهما فرخص لقوله تعالىٰ: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۱۸٤] **وقد بيّنا أنه ليس المراد عين المرض؛ فإن المريض الذي لا يضره الصوم ليس له أن يفطر، فكان ذكر المرض كناية عن أمر يضر الصوم معه، وقد وجد هٰهنا فيدخلان تحت رخصة الإفطار ...... وقد روي عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: يفطر المريض والحبلىٰ إذا خافت أن تضع ولدها والمرضع إذا خافت الفساد علىٰ ولدها. وقد روي عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: إن اللّٰه وضع عن المسافر شطر الصلاة، وعن الحبلىٰ والمرضع الصيام، وعليهما القضاء، لا فدية عليهما عندنا.** (بدائع الصنائع، كتاب الصوم / الأمور التي تبيح الفطر ۲۵۰/۲ زكريا)

والعوارض هنا ثمانية: المرض، والسفر، والإكراه، والحبل، والرضاع، والجوع، والعطش، وكبر السن، كذا في البدائع. (البحر الرائق، كتاب الصوم / فصل في العوارض ٤۹۱/۲ دار الكتاب ديوبند)

وعوارض الصوم التي قد يغتفر ❖ للمرء فيها الفطر تسع تستطر
حبل، وإرضاع، وإكراه، سفر ❖ مرض، جهاد، جوعه، عطش كبر

(شامي، كتاب الصوم / فصل في العوارض ٤۲۱/۲)

وعلىٰ هٰذا لو خافت الحامل أو المرضعة علىٰ نفسها وولدها، أو علىٰ

ولدها دون نفسها الهلاک، أو نقصان العقل. (خلاصة الفتاویٰ / کتاب الصوم ۲٦٥/۱ المکتبة الأشرفیة دیوبند)

ج:- جان بچانے کے لئے خون دینا واجب ہے یا صرف مباح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (ج) اگر یہ بات آثار وقرائن سے متعین ہو کہ خون دینے سے مریض کی جان بچ جائے گی، اور خون دینے والے کو بھی کوئی ناقابل تحمل پریشانی نہ ہوگی، تو یہ خون دینا مستحب اور پسندیدہ ہوگا، ورنہ محض مباح ہوگا۔

اور اگر خون دینے کا متبادل موجود ہونے کے باوجود روزہ توڑا جائے گا، تو اُس کو اضطرار پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ (مثلاً: مریض کو خون دینا ضروری نہ ہو؛ بلکہ انجکشن وغیرہ سے جان بچانا ممکن ہو، یا فی الفور خون دینے کی ضرورت نہ ہو؛ بلکہ افطار کے بعد تک تاخیر کی گنجائش ہو تو) ایسی صورت میں حسبِ ضابطہ قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

ولا یأکل المضطر طعام مضطر آخر ولا شیئًا من بدنه. (الأشباه والنظائر / القاعدة الخامسة: الضرر یزال ۲٥٦ جدید زکریا، ۱٤۲ قدیم)

ولو أراد المضطر إیثار غیره بالطعام لاستبقاء مهجته کان له ذٰلک، وإن خاف فوات مهجته. (الأشباه والنظائر / القاعدة الثالثة: الإیثار في القرب ۳۲۱ جدید زکریا)

د:- فقہی ضابطہ: کفارات شبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں، اس کا مصداق کیا ہے؟ تو کیا مذکورہ صورت میں بھی ضرورت کی وجہ سے کفارہ کے ساقط ہونے کا حکم دیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (د) رمضان المبارک کے اَدائی روزوں میں کفارہ اُس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ جرم کامل ہو، اور یہ بات ظاہر ہو کہ اُس نے جان بوجھ کر قصداً بلا عذر حکم شریعت کو پامال کیا ہے، تو بطور زجر وتوبیخ ایسے شخص پر قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل عبارات سے واضح ہے:

قال علیه السلام: من أفطر في رمضان فعلیه ما علی المظاهر. (نصب الرایة،

کتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ٤٧٣/٢ مكتبة دار السلام سهارنفور)

وأما وجوب الكفارة فيتعلق بإفساد مخصوص وهو الإفطار الكامل بوجود الأكل أو الشرب أو الجماع صورةً ومعنىً متعمدًا من غير عذرٍ مبيح، ولا مرخص ولا شبهة الإباحة. (بدائع الصنائع / كتاب الصوم ٢٥٢/٢ زكريا)

القول الأول: وجوب الكفارة بتعمد الأكل والشرب ونحوهما في نهار رمضان، وإليه ذهب الحنفية والمالكية ...... لما روي من قول النبي صلى الله عليه وسلم: من أفطر في رمضان متعمدًا فعليه ما على المظاهر ...... والمظاهر تجب عليه الكفارة فتجب علىٰ كل من أفطر بأكل أو بغيره. (الموسوعة الفقهية / تحت لفظ: كفارة ٥٩/٣٥-٦٠ الكويت)

اور جس مسئلہ میں اِس بارے میں اشتباہ ہوجائے کہ جنایت کامل ہے یا نہیں، مثلاً یہ کہ بیوی سے روزہ کی حالت میں جماع کیا اور پھر شام ہونے سے پہلے ایسا بیمار ہوگیا جس میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہوتی ہے، تو یہاں جنایت کامل ہونے میں شک ہوگیا۔ یا مثلاً صبح صادق کے بعد یا غروب سے پہلے لاعلمی میں کھا پی لیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ ابھی وقت باقی ہے، یا غروب ہوچکا ہے، تو یہاں بھی جرم کے کامل ہونے میں شبہ ہے، اِس لئے اِن صورتوں میں فقہاء نے صرف قضاء کی بات لکھی ہے، کفارہ لازم قرار نہیں دیا ہے۔ عبارات درج ذیل ہیں:

إذا جامع امرأته في نهار رمضان، ثم حاضت امرأته، أو مرضت في ذٰلک اليوم سقطت عنها الكفارة ...... وكذٰلک إذا مرض الرجل سقطت عنه الكفارة وهو الأصح ...... وكذٰلک إذا أكلت أو شربت، ثم حاضت أو مرضت في ذٰلک اليوم لا كفارة عليه الخ. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٢٣/٣ زكريا)

ومن ابتلع الحصاة أو الحديد أفطر لوجود صورة الفطر ولا كفارة عليه لعدم المعنىٰ. وتحته في فتح القدير: أي لعدم معنى الفطر وهو إيصال ما فيه نفع البدن إلى الجوف، سواء كان مما يتغذىٰ بهٖ أو يتداوىٰ به فقصرت

الجناية فانتفت الكفارة، وكل ما لو يتغذى به ولا يتداوىٰ به عادة كالحجر والتراب، كذٰلک لا تجب فيه الكفارة. (فتح القدير، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ٣٤٠/٢ زكريا)

أما الكفارة فتفتقر إلىٰ كمال الجناية؛ لأنها تندرئ بالشبهات كالحدود، وهٰذا لأن الكفارة أعلىٰ عقوبات المفطر لإفطاره، فلا يعاقب بها إلا بعد بلوغ الجناية نهايتها. (فتح القدير، كتاب الصوم / باب ما يوجب القضاء والكفارة ٣٣٦/٢ زكريا)

اختلف الفقهاء في الواجب على من طلع عليه الفجر، وهو مجامع فاستدام الجماع علىٰ قولين: القول الأول: عليه الكفارة ...... القول الثاني: لا كفارة عليه، وإليه ذهب الحنفية، واستدلوا بأن الموجب للكفارة عندهم هو الفطر علىٰ وجه تتكامل به الجناية، وذٰلک لم يوجد فيما إذا طلع الفجر وهو مخالط لأهله، فداوم علىٰ ذٰلک؛ لأن شروعه في الصوم لم يصح مع المجامعة. والفطر إنما يكون بعد الشروع في الصوم ولم يوجد. (الموسوعة الفقهية / تحت لفظ: كفارة ٦٤/٣٥ الكويت)

درج بالا تفصیلات وجزئیات کو سامنے رکھتے ہوئے زیر بحث مسئلہ پر غور کرنا چاہئے کہ ایک طرف جہاں قصداً روزہ توڑنا موجبِ قضاو کفارہ ہے، دوسری طرف حاملہ اور مرضعہ کے لئے بچہ کی جان بچانے کی خاطر روزہ توڑنے کی گنجائش دی گئی ہے۔

بریں بنا جو شخص دوسرے کی جان بچانے کی خاطر خون دینے سے پہلے روزہ توڑے گا، اُس کے جرمِ کامل ہونے میں شبہ پیدا ہوجائے گا، پس اس اُصول کے اعتبار سے بھی اُس شخص پر صرف قضاء لازم ہونی چاہئے، کفارہ لازم نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
خادم حدیث وفقہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
۲۵/۴/۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳/۱/۲۰۱۸ء

منظور شدہ تجویز: مریض کی جان بچانے کے لئے خون دینے کے واسطے روزہ توڑنا

چودھواں فقہی اجتماع ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند

منعقدہ ۵-۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۲-۱۴/ فروری ۲۰۱۸ء بروز بدھ جمعرات جمعہ

بمقام: جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات

اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کا یہ فقہی اجتماع اَولاً اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہے کہ انسانی جان کے تحفظ کی ہر ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کا انسانی واخلاقی فریضہ ہے۔

اسی تناظر میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر مریض کی جان بچانے کے لیے خون دینے کے لیے رمضان کا روزہ توڑنا ناگزیر ہوجائے یعنی اس کے علاوہ مریض کی جان بچانے کی کوئی اور متبادل شکل نہ ہو تو ایسی صورت میں روزہ توڑنے سے صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔

نوٹ:- حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلیؒ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔



کتابُ الحج

حج وعمرہ کے مسائل

تجارتی ویزہ پر حج کرنا

سوال (۵۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل کچھ پرائیویٹ ایجنسیاں تجارتی ویزہ پر لوگوں کو حج کرارہی ہیں، جب کہ یہ حکومت سعودی عرب کو دھوکہ دینا ہے، اور دورانِ حج خود کو چھپتے چھپاتے چوروں کی طرح سے حج کے ارکان اَدا کرنے پڑتے ہیں، پچھلے سال مدینہ سے مکہ آتے وقت میقات سے بغیر احرام باندھے ہوئے گذرنے پر مجبور ہونا پڑا، اِن لوگوں کے لئے عام حاجیوں کی طرح منیٰ عرفات وغیرہ میں ٹینٹوں کا انتظام نہیں ہوتا، ہاں اِس طرح قریب ایک لاکھ روپئے کی بچت ہوجاتی ہے، کیا اِس طرح حج کا فرض اَدا ہوجاتا ہے، اور کیا حج کرلینا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ طریقہ پر سفر کرکے حج کرنے سے فرض تو اَدا ہوجائے گا؛ لیکن خواہ مخواہ اپنی عزت اور جان ومال کو خطرہ میں ڈالنا مناسب نہیں ہے، اِس لئے بہتر یہی ہے کہ قانونی طور پر حج کا ویزا لے کر ہی سفر کا اِرادہ کیا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۱۹٤]

عن حذيفة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه. (سنن الترمذي / كتاب الفتن ۲/ ۵۰ رقم: ۲۲۵٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

سوممبروں کی اسکیم کے ذریعہ عمرہ پر جانا

سوال (۵۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل ایک عمرہ کی ڈرا اسکیم شروع کی جارہی ہے ۲۵؍ مہینے کی، جس میں سوممبر ہوں گے اور ہر ممبر ماہانہ دو ہزار روپئے جمع کرے گا، ۲۴؍ مہینے تک ہر مہینے قرعہ اندازی کی جائے اور جس کا نام نکل آئے گا اُس کو عمرہ کے لئے روانہ کردیا جائے گا اور وہیں پر اس کی ممبر شپ ختم ہوجائے گی، یعنی آگے اسے کوئی پیسہ جمع نہیں کرنا پڑے گا، اِس طرح ۲۴؍ مہینے میں ۲۴؍ لوگ عمرہ پر چلے جائیں گے، اور بقیہ ۷۶؍ لوگ کو ۲۵؍ مہینے کے بعد ایک ساتھ عمرہ کے لئے روانہ کردیا جائے تو اِس طرح سے معاملہ کرنا یعنی ممبر بن کر عمرہ کو جانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - یہ معاملہ شبہ قمار کی وجہ سے سرے سے ناجائز ہے، اِس میں کسی کو بھی حصہ لینا جائز نہیں ہے اور ڈرا میں جن کا نام نکل آئے اُن کے لئے کم قیمت دے کر عمرہ میں جانا بھی درست نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اس معاملہ میں شریک ہوکر کل رقم جمع کرادی ہو تو پہلا معاملہ فسخ کرنے کے بعد از سرِ نو نیا معاملہ حسبِ شرائط طے کرکے عمرہ کا سفر کرسکتا ہے۔

سمي القمار قمارا لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ۹/۵۷۷-۵۷۸ زكريا)

قال المحلي صورة القمار المحرم: التردد بين أن يغنم أو يغرم.

(الموسوعة الفهقية ۳۹/٤٠٤ الكويت)

ومن مفاسد الميسر أن فيه أكل الأموال بالباطل وأنه يدعو كثيرا من المقامرين إلى السرقة وتلف النفس وإضاعة العيال وارتكاب الأمور القبيحة

و الرزائل الشنيعة والعداوة الكامنة والظاهرة وهذا أمر مشاهد لاينكره إلا من أعماه الله و أصمه. (روح المعاني [البقرة آيت: ۲۱۹] ۱۷۱/۳ زكريا، ۵۰۹/۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عمرہ کے لئے پچیس مہینہ تک دو ہزار روپیہ جمع کر کے قرعہ اندازی کرنا

سوال (۵۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک اسکیم شروع کی اس اسکیم میں اس نے سو آدمیوں کو جوڑا اور ہر ایک سے یہ کہا کہ تم مجھے پچیس مہینے تک دو ہزار روپئے جمع کرو، میں ہر مہینے قرعہ ڈالوں گا جس کا نام اُس قرعہ میں آ گیا، اُس نے صرف دو ہزار روپئے میں عمرہ کرلیا، اَب باقی چوبیس مہینوں میں اسے پیسے نہیں جمع کرنے پڑیں گے، گویا کہ وہ اسکیم سے نکل گیا اب دوسرے مہینے میں قرعہ ڈالا جس کا دوسرے مہینے میں نام آئے گا اس کو عمرہ کے لئے روانہ کردیا جائے گا، اس نے چار ہزار روپئے میں عمرہ کرلیا، اب آگے اس سے کوئی روپیہ نہیں لیا جائے گا؛ گویا یہ بھی اسکیم سے نکل گیا، پچیس مہینے تک یہ سلسلہ جاری رہے گا، جب پچیسواں مہینہ آئے گا تو چوبیس لوگ عمرہ سے فارغ ہو جائیں گے، باقی جو ۷۶ لوگ بچے، پچیسویں مہینے میں زید اُن کو اپنے ساتھ عمرہ کے لئے لے کر جائے گا، معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کا اِس طرح کی اسکیم چلانا اَز روئے شرع درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - سوال میں عمرہ کی جو اسکیم درج کی گئی ہے، اُس میں قمار کا پہلو واضح ہے؛ اس لئے کہ اس میں قرعہ اندازی پر معمولی رقم سے عمرہ کے استحقاق کی شرط لگی ہوئی ہے اور اسکیم کے سبھی شرکاء کم سے کم رقم پر عمرہ کرنے کے امیدوار رہتے ہیں اور یہی قمار (جوا) ہے، دوسرے یہ کہ اس میں غرر اور جہالت کا فساد بھی پایا جاتا ہے؛ کیوں کہ مجلس عقد

میں یہ طے نہیں ہے کہ کس شریک کو اصلاً کتنے روپئے میں عمرہ کرنے کا موقع ملے گا؟ (جس کی مقدار قرعہ اندازی کی وجہ سے کم وبیش ہوسکتی ہے) لہٰذا یہ معاملہ سرے سے فاسد ہے، خصوصاً عمرہ جیسی عبادت کو ایسے فاسد اور مجہول معاملے سے دور رکھنا لازم ہے۔

ثم عرفوه [القمار] بأنه تعليق الملك على الخطر والمال من الجانبين. (قواعد الفقه:٤٣٤)

ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار. (أحكام القرآن للجصاص [البقرة:٢١٩] ٣٢٩/١ دار الكتب العلمية بيروت)

حتى لو كان الخطر من الجانبين جميعًا ولم يدخلا فيه محللا لايجوز لأنه في معنى القمار نحو أن يقول أحدهما لصاحبه: إن سبقتني فلك علي كذا وإن سبقتك فلي عليك كذا فقبل الآخر. (بدائع الصنائع، كتاب السباق / فصل في شروط جواز السبق ٣٥٠/٨ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک سے لون لینے والے شخص کا اپنی آمدنی سے والد کو حج پر بھیجنا

سوال (۵۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے والد پر حج فرض تھا؛ لیکن کسی وجہ سے حج میں تاخیر ہوگئی اور حج نہیں کر سکے، اَب اُن کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ وہ حج کا فریضہ اَدا کر پائیں، اِس لئے زید اپنے والد کو سفر حج پر بھیجنا چاہتا ہے، زید کی ایک موبائل شاپ ہے جس کے لئے وہ بینک سے لون لیتا رہتا ہے، اُس پر جو بیاج آتا ہے، اَدا کرتا ہے، اِس طرح زید کا کاروبار جاری ہے۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا زید اپنے پیسوں سے والد کو سفر حج پر بھیج سکتا ہے یا نہیں؟ والد محترم کو حج فرض کس طرح کرائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زید کے والد پر حج کی اَدائیگی فرض ہے، اگر زید اس بارے میں والد صاحب کا تعاون کرے گا تو اَجر وثواب کا مستحق ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ اور بینک وغیرہ سے سودی قرض لے کر کاروبار کرنا اگر چہ ممنوع ہے؛ لیکن سودی قرض لے کر جو کاروبار کیا جائے اُس کی آمدنی حرام نہیں ہے؛ لہٰذا زید اپنی دوکان کی آمدنی سے اپنے والد صاحب کو حج کراسکتا ہے۔

لأن القرض إعارة ابتداءً حتی صح بلفظها معاوضة انتهاءً ا؛ لأنه لا یمکن به إلا باستهلاک عینه الخ، ویملکه المستقرض بالقبض کالصحیح.

(رد المحتار، کتاب البیوع / باب المرابحة والتولیة، فصل في القرض ۳۸۸/۷ زکریا)

لو لم یحج حتی افتقر تقرر وجوبه دینا في ذمته بالاتفاق ولا یسقط عنه بالفقر. (غنیة الناسك، فصل فیما إذا وجد شرائط الوجوب والأداء أو الوجوب فقط ص: ۴۰ مکتبه یادگار شیخ سهارنفور) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۵/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام کمائی کی ملکیت اور اُس سے حج کا حکم؟

سوال (۵۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کی پوری کمائی حرام ہے (وہ ناجائز اور حرام کے واسطہ سے پیسہ کماتا ہے) تو اُس مال میں اُس شخص کی ملکیت ثابت ہوگی یا نہیں؟ نیز اگر وہ شخص اتنا مال دار ہوجائے کہ وہ حج بآسانی کرسکتا ہے تو کیا اُس رقم کی وجہ سے حج فرض ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر کسی شخص کی مکمل آمدنی حرام ہو جس میں کچھ

مال حلال شامل نہ ہو، تو شرعی طور پر نہ تو اُس مال پر اُس کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی اُس کی وجہ سے حج فرض ہوتا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص مال حرام سے حج کرے گا تو اگرچہ فریضۂ حج اُس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا؛ لیکن ثواب سے محروم رہے گا۔

من اكتسب مالا بغير حقٍ فإما أن يكون كسبه بعقد فاسد – أو بغير عقد – ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه؛ ولكن إن أخذه من غير عقد ولم يملكه يجب عليه أن يرده علىٰ مالكه إن وجد المالك وإلا ففي جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء. (بذل المجهود، كتاب الطهارة / باب فرض الوضوء ١٣٣/١ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة يتورع الورثة ولا يأخذون منه شيئًا وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علىٰ صاحبه. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٥٥٣/٩ زكريا، ٣٨٥/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ زكريا)

وفي القهستاني: وفيه إشارة إلى أنه لا يجب بالمال الحرام؛ لكن لو حج به جاز؛ لأن المعاصي لا تمنع الطاعات فإذا أتى بها لا يقال أنها غير مقبولة. (مجمع الأنهر، كتاب الحج / شروط الحج ٢٦١/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وقد يتصف بالحرمة كالحج بمال حرامٍ (الدر المختار) وتحته في الشامية: قال في البحر ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فإنه لا يقبل بالنفقة الحرام "مع أنه يسقط الفرض عنه معها". (رد المحتار ٤٥٣/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

فرضیت کے وقت حج نہیں کرسکا بعد میں استطاعت ختم ہوگئی

سوال (۵۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) میرے والد ایک مال دار شخص تھے، جن پر حج فرض ہو چکا تھا، مگر مشغولیت کی وجہ سے حج اَدا نہ کرسکے، اب اتنی حیثیت اُن کے پاس نہیں ہے کہ سفر حج کا خرچ اُٹھا سکیں؛ البتہ ہزار بارہ سوگز کا ایک مکان ہے، جس کے کچھ حصہ میں ہم ۳/ بھائی رہتے ہیں، کچھ حصہ خالی ہے، کیا اس زائد حصہ کو فروخت کرکے حج اَدا کرنا ضروری ہے؟ یا حج کی اَدائیگی ساقط ہوگئی؟

(۲) ہم بھائیوں نے مشورہ کرکے والد صاحب کو سفر حج پر بھیجنے کے لئے اپنے پاس سے انتظام کیا، حج کی درخواست کورونا سے پہلے منظور بھی ہوگئی، مگر حج کینسل ہوگیا اور حج ادا نہ کرسکے، اب والد صاحب انتہائی زیادہ بیمار ہیں، عمر تقریباً ۱۰۰/ سال ہے، سعودی حکومت کی گائڈ لائن کے حساب سے سفر حج صرف وہ آدمی کرسکتا ہے، جس کی عمر ۶۵/ سال سے زائد نہ ہو، اب مہربانی کرکے بتائیں کیا حج کا اَدا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ہم تینوں بھائی آج بھی حج کرانا چاہتے ہیں، اللہ نے ہم کو اتنی مالی حیثیت دی ہے، تو اب حج کی اَدائیگی کی کیا شکل ہو؟

(۳) اگر حج بدل کرائیں تو کون زیادہ مناسب ہے، مسائل کو جاننے والا عالم مفتی یا کوئی بھی شخص؟ مہربانی کرکے مفید مشورہ سے نوازیں۔

(۴) نیز میری والدہ کا بھی یہی حال ہے، جن کی عمر ۹۰/ سال ہے جن کا حج بھی کورونا کی وجہ سے کینسل ہوگیا تھا، اب حج بدل کون کرے، گھر کی مستورات یا باہر کی؟ مرد یا عورت؟ مفید مشورہ سے نوازیں، کرم ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) حسبِ تحریر سوال جب والد صاحب پر پہلے حج فرض ہو چکا تھا تو بعد میں مالی گنجائش نہ رہنے کی وجہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی؛ بلکہ اُن پر بدستور حج فرض ہے، اَب چاہے وہ مکان کا زائد حصہ فروخت کریں یا کوئی اور انتظام کریں،

بہرصورت اُن کو حج کرنا یا (جسمانی استطاعت نہ ہوتو) حج بدل کرانا فرض ہوگا۔

عن أبي رزين العقيلي أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن أبي شيخ كبير لا يستطيع الحج ولا العمرة ولا الظعن، قال حج عن أبيك واعتمر. (سنن الترمذي / أبواب الحج ١٨٦/١ رقم: ٩٣٠)

وكذلك لو لم يحج حتى افتقر تقرر وجوبه دينًا في ذمته بالاتفاق ولا يسقط عنه بالفقر. (غنية الناسك / فصل فيما إذا وجد شرائط الوجوب والأداء الخ ص: ٤٠ مكتبة يادگار شيخ سهارنفور)

(۲) مسئولہ صورت میں اگرچہ والد صاحب پر پہلے حج فرض ہو چکا ہے؛ لیکن اب وہ عمر کے اس مرحلے میں پہنچ گئے ہیں کہ ان کے لئے خود حج کرنا مشکل ہے؛ اس لئے ان پر لازم ہے کہ اپنی طرف سے حج بدل کا انتظام کریں اور ان کی اجازت سے اگر اُن کے لڑکوں میں سے کوئی خود اُن کی طرف سے حج بدل کرے یا کرائے تو اِس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

وإن كان عليه حق مستحق لله تعالىٰ ...... كالحج فهو واجب. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ٩٠/٦ زكريا)

تقبل النيابة عند العجز وفي رد المحتار فيعتبر فيه عجز مستوعب لبقية العمر ليقع به اليأس عن الأداء بالبدن. (رد المحتار، كتاب الحج / باب الحج عن الغير ١٤/٤ زكريا، ٥٩٨/٢ كراچی)

(۳) حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا بہتر ہے جو پہلے اپنا حج فرض اَدا کر چکا ہو اور حج کے ضروری مسائل سے واقف ہو، باضابطہ عالم یا مفتی ہونا ضروری نہیں۔

والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسک الذي حج عن نفسه. (البحر الرائق، كتاب الحج / باب الحج عن الغير، قبيل: باب الهدي ٦٩/٣ كوئٹه، ١٢٣/٣ دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) اگر والدہ صاحبہ پر حج فرض تھا، تو ان پر بھی حسب ضابطہ حج بدل کرانا ضروری ہوگا اوران پر پہلے سے حج فرض نہیں تھا تو ان پر حج بدل لازم نہیں ہے، البتہ اگر اولاد اپنی مرضی سے حج بدل کرادے تو شرعاً اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور عورت کی طرف سے عورت ہی کو حج بدل میں بھیجنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ عورت کے مقابلے میں مرد سے حج بدل کرانا زیادہ بہتر ہے۔

ولا فرق أيضًا بين أن يكون الحاج عن الغير رجلا أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة ويجوز. (البحر العميق، الباب الثامن عشر فى الحج عن الغير / الفصل الأول في الحج عن الحي العاجز ٢٢٦٨/٤ المكتبة المكية مؤسسة الريان) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلیہ کی پھوپھی کے ساتھ حج پر جانا

سوال (۵۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی اہلیہ کی پھوپھی کے ساتھ حج کے لئے جاسکتا ہے جب کہ اُن دونوں کے علاوہ کوئی اور اُن کے ساتھ گھر کا فرد نہیں ہے، براہِ کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح جواب مرحمت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اہلیہ کی پھوپھی زید کے لئے محرم نہیں ہے؛ لہٰذا اُس پھوپھی کا زید کے ساتھ سفر حج پر جانا درست نہ ہوگا۔

عن أبي أمامة رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تسافر امرأة سفرًا ثلاثة أيامٍ أو تحج إلا ومعها زوجها. (سنن الدار قطني ١٩٩/٢ رقم: ٢٤٤٢ مؤسسة الرسالة بيروت)

المحرم أو الزوج لامرأة بالغة ...... في مسيرة سفر ...... والمحرم من لا

یجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة أو رضاع أو مصاهرة بنكاح أو سفاحٍ على الأصح. (غنية الناسك / شرائط وجوب الأداء ص: ۳۰-۳۱ مكتبة يادگار شيخ سهارنفور)

ولو حجت بلا محرم أو زوج جاز حجها بالاتفاق ...... ولكن مع الكراهة التحريمية للنهي. (غنية الناسك / شرائط وجوب الأداء ص: ٣٤ مكتبة يادگار شيخ سهارنفور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر بیوی اور بیٹی حج پر گئے اور شوہر کا انتقال ہوگیا

سوال (۵۲٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شوہر بیوی اور ان کی بیٹی حج کے سفر میں گئے تھے، پہلے مدینہ منورہ جانا ہوا، وہاں شوہر کا انتقال ہوگیا، اب یہ بیوی اور بیٹی کے حج کا کیا مسئلہ ہے؟ یعنی بیوی کی عدت کیسے گذرے گی اور بیٹی بغیر محرم کے کیسے حج کرے گی؟ شریعت اِس بارے میں کیا رہنمائی کرتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں اُس بیوہ اور بیٹی کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ قافلہ والوں کے ساتھ مکہ معظّمہ جاکر حج کے مناسک اَدا کریں اور بیوہ کی عدت اِس دوران جاری رہے گی، اُس کو چاہئے کہ زیب وزینت نہ کرے اور بلاضرورت قیام گاہ سے باہر بھی نہ جائے۔

وإن كان كل واحد من الجانبين مسيرة سفر فإن كان الطلاق أو موت الزوج في موضع لا تقدر على المقام فيه كالمفازة، توجهت إلى أي الجانبين شاءت، سواء كان معها محرم أو لم يكن. وينبغي لها أن تختار أقرب الجانبين.

(المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق / باب العدة وخروج المرأة من بيتها ٦/٣٥ دار المعرفة بيروت)

إذا خرجت المرأة مع زوجها إلى مكة، فطلقها ثلاثا أو مات عنها في غير مصر فإن كان بينها وبين مصرها ...... مسيرة ثلاثة أيام، إن شاء رجعت وإن شاء ت مضت سواء كان معها ولي أو لم يكن معناه إذا كان إلى المقصد ثلاثة أيام أيضًا؛ لأن المكث في ذلك المكان أخوف عليها من الخروج.

(الهداية، كتاب الطلاق / قبيل باب ثبوت النسب ۲/ ٤٣٤ مكتبة بلال ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج کے کتنے فرائض ہیں؟

سوال (۵۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حج کے فرائض کتنے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حج کے بنیادی فرائض تین ہیں: (۱) حج کی نیت سے احرام باندھنا (یہ شرط ہے) (۲) وقوفِ عرفات: یعنی نو ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے وقت سے دس ذی الحجہ کی صبح صادق تک کے درمیان میدانِ عرفات میں مطلقاً وقوف کرنا؛ اگرچہ وہ تھوڑی ہی دیر کے لئے کیوں نہ ہو (یہ رکن ہے) (۳) طوافِ زیارت (یہ بھی رکن ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا) اِن تینوں فرائض کے ساتھ دو باتیں بھی ملحق کی گئی ہیں: اول یہ کہ احرام، وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت کے درمیان ترتیب کا ہونا۔ دوسرے یہ کہ احرام کے بعد وقوف عرفہ سے پہلے جماع کا صدور نہ ہونا۔ پھر ہر فرض سے متعلق شرائط ومسائل وغیرہ کی تفصیلات الگ سے موجود ہیں، جنہیں فقہی کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اُن کا مطالعہ کیا جائے۔ (مستفاد: انوار مناسک ۳۶۹، کتاب المسائل ۳/ ۱۱۵-۱۱۶)

أما فرائض الحج: وهى أعم من الشرائط فثلاث: الأول: الإحرام قبل الوقوف بعرفة وهو وصف شرعي الخ. والثاني: الوقوف بعرفة في وقته ولو

ساعة. والثالث: طواف الزيارة في وقته ومكانه ...... وألحق بالفرائض ترك الجماع قبل الوقوف بعرفة. (غنية الناسك / باب فرائض الحج وواجباته وسننه ص: ٥٥-٥٦ مكتبه يادگار شيخ، الفتاوىٰ التاتارخانية / كتاب الحج ٤٧٨/٣ زكريا)

وبقي من فرائض الحج نية الطواف والترتيب بين الفرائض: الإحرام ثم الوقوف ثم الطواف الخ. (رد المحتار / كتاب الحج ٤٦٩/٣ زكريا)

الركن الأول: الاحرام، والإحرام ركن من أركان الحج عند الجمهور وشرط من شروط صحته عند الحنفية، وهو عندهم شرط من وجه ركن من وجه ...... الركن الثاني: الوقوف بعرفة ...... وقد ثبتت ركنية الوقوف بعرفة بالأدلة القاطعة من الكتاب والسنة والإجماع أما القرآن فقوله تعالىٰ: ﴿ثُمَّ اَفِيۡضُوۡا مِنۡ حَيۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ [البقرة: ١٩٨] وأما السنة فعدة أحاديث، أشهرها حديث "الحج عرفة". وأما الإجماع: فقد صرح به عدد من العلماء. وقال ابن رشد: "أجمعوا على أنه ركن من أركان الحج وأنه من فاته فعليه حج قابل". الثالث: طواف الزيارة ...... ثبت فرضية طواف الزيارة بالكتاب والسنة والإجماع، أما الكتاب: فقوله تعالىٰ: ﴿وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ﴾ فقد أجمع العلماء على أن الآية في طواف الإفاضة. وأما السنة: فقد حجت أم المؤمنين صفية بنت حيي رضي الله عنها مع النبي صلى الله عليه وسلم فحاضت، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أحابستنا هي؟ قالوا: إنها قد أفاضت، قال: فلا إذن فدل الحديث على أن طواف الإفاضة فرض لا بد منه ولو لا فرضيته لم يمنع من لم يأت به عن السفر؛ وعليه الإجماع. (الموسوعة الفقهية / مادة: حج ٤٩/١٧-٥١ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ریاض میں مدتِ دراز سے رہنے والا حج تمتع کرے گا یا اِفراد؟

سوال (۵۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت کی اصطلاح کا تعلق حج کے اُمور میں سے بھی ہے یا صرف سفر وحضر اور نماز کے اِتمام وقصر سے ہی وابستہ ہے؟

(۲) ایک ملک کا باشندہ دوسرے ملک میں مع اہل وعیال رہ رہا ہو تو یہ اُس کا وطن اصلی مانا جائے گا یا نہیں؛ جب کہ یہ عرصہ ۲۰؍سال یا کم وبیش پر محیط ہے؟

(۳) ایک ہندوستانی شخص سعودی عرب کے ریاض شہر میں مع اہل وعیال تقریباً ۱۰؍سال سے رہ رہا ہے، تو وہ حج کی اصطلاح میں آفاقی ہے، تو اگر وہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرکے اپنے اہل وعیال یعنی ریاض میں لوٹ گیا اور پھر حج کرنا چاہتا ہے تو حج اِفراد کرسکتا ہے یا نہیں؟ آیا یہ اِلمام تام کے حکم میں آتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- وطن اصلی اور وطن اِقامت کے احکام مطلق ہیں؛ لہٰذا جس طرح انہیں نماز میں ملحوظ رکھا جاتا ہے، اِسی طرح حج میں بھی انہیں پیش نظر رکھا جائے گا۔

ولو نوی الإقامة خمسة عشر یومًا في موضعین فإن کان کل منهما أصلا بنفسه نحو مکة ومنیٰ والکوفة والحیرة لا یصیر مقیمًا، وإن کان إحداهما تبعًا للآخر حتی تجب الجمعة علی سکانه یصیر مقیمًا. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ۱/ ۱۴۰ زکریا)

دوسرے ملک میں قیام پذیر شخص کے لئے وہ جگہ اسی وقت وطن اصلی بنے گی جب کہ اس نے وہاں مستقل رہنے کی نیت کررکھی ہو؛ گویا کہ اس میں اصل مدار نیت اور قرائن پر ہے، محض قیام کی مدت پر نہیں ہے۔

ولو انتقل بأهله ومتاعه إلی بلد وبقي له دور وعقار في الأول، قیل بقي

الأول وطنًا له، وإليه أشار محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ في الكتاب. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة / الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ۱۴۲/۱ زكريا)

پس مذکورہ ہندوستانی شخص نے اگر ''ریاض'' میں مع اہل وعیال مستقل قیام کی نیت کررکھی ہے اور اُس کا اِرادہ یہ ہے کہ بغیر کسی خاص وجہ کے وہ یہاں سے نہیں جائے گا تو ''ریاض'' اُس کے لئے وطن اصلی کے درجہ میں ہے، اَب اگر وہ شخص اشہر حج میں عمرہ کرکے ریاض واپس آجائے تو اِلمام تام متحقق ہوجائے گا اور تمتع کا حکم باطل ہوجائے گا؛ لہٰذا اگر وہ چاہے تو اس سال حج اِفراد کرسکتا ہے۔

فالأصلي وهو مولد الإنسان أو موضع تأهل به، ومن قصده التعيش به لا الارتحال عنه ...... وفي المبسوط: هو الذي نشأ فيه أو توطن فيه أو تأهل، فقوله: أو توطن فيه يتناول ما عزم القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل.

(غنية المتملى / فصل في صلاة المسافر ۸۶/۳-۸۷ مكتبة دارالعلوم ديوبند)

السادس عدم الإلمام أي النزول بالأهل إلمامًا صحيحًا وهو أن يرجع إلى وطنه حلالًا، والعبرة بالمقام والتوطن لا بالمولد والمنشأ ووجود الأهل.

(مناسك ملا علي القاري / باب التمتع ۲۹۹ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جدہ سے فلائٹ لیٹ ہونے کی بنا پر بغیر احرام کے مکہ جا کر آنا

سوال (۵۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدینہ منورہ سے حاجیوں کا ایک گروپ انڈیا آنے کے لئے جدہ پہنچا؛ لیکن جدہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ جدہ سے فلائٹ ۸/ گھنٹے لیٹ ہے، تو اُنہوں نے اپنا سارا سامان ایئر لائنس میں جمع کرکے یہ سوچا کہ ابھی تو کافی وقت ہے مکہ معظمہ جا کر نماز پڑھ آئیں؛ چناں چہ وہ سب لوگ

وہاں سے احرام باندھے بغیر مکہ معظّمہ گئے اور حرم شریف میں نماز وغیرہ پڑھ کر لوٹ آئے، عمرہ کا احرام نہیں باندھا، تو اس طرح بغیر احرام کے جدہ سے مکہ معظّمہ جانے کی وجہ سے ان پر دم لازم ہوگا یا نہیں؟ واضح ہو کہ مدینہ سے روانہ ہوتے وقت اُن کے ذہن میں مکہ معظّمہ جانے کا کوئی اِرادہ نہ تھا؛ بلکہ جدہ آکر ہی اِرادہ بنا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسب تحریر سوال چوں کہ مذکورہ گروپ کے لوگوں کا میقات سے گذرتے وقت مکہ معظّمہ جانے کا کوئی اِرادہ نہ تھا؛ بلکہ جدہ پہنچ کر جہاز لیٹ ہونے کی وجہ سے اُسی وقت ارادہ بنا۔ بریں بنا ان لوگوں کا بلا احرام مکہ معظّمہ جانا اور وہاں نماز وطواف وغیرہ کرنا سب درست ہے، اُن پر کوئی جنایت لازم نہیں ہے۔

ومن جاوز وقته يقصد مكانا في الحل ثم بدا له أن يدخل مكة فله أن يدخلها بغير إحرام. (البحر الرائق ۴۹/۳ کراچی)

فأما إذا لم يقصد ذلک وإنما قصد مكانا من الحل، فإذا حصل فيه ثم بدا له دخول مكة لحاجة غير النسک يدخلها بلا إحرام. (غنية الناسك / باب المواقيت ص: ۹۵ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

طائف سے بغیر احرام آکر مسجد عائشہ سے احرام باندھا

سوال (۵۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص مکہ مکرمہ سے طائف گیا اور وہاں سے احرام باندھے بغیر مکہ معظّمہ آگیا پھر کسی کے بتانے پر اُس نے مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر عمرہ کرلیا، تو اس پر دم جنایت لازم ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں طائف کی میقات سے بلا احرام مکہ معظّمہ آنے کی وجہ سے مذکورہ شخص پر دوبارہ کسی میقات پر جاکر احرام باندھنا اور عمرہ کرنا لازم تھا؛ لیکن چوں کہ اُس نے میقات کے بجائے مسجد عائشہ (حل) سے احرام باندھ کر عمرہ کیا ہے؛ لہٰذا اُس پر ایک دم جنایت بہرحال لازم ہے۔

ومن دخل مكة أو الحرم بلا إحرام فعليه أحد النسكين فلو أحرم به بعد تحول السنة أو قبله من مكة أو خارجها داخل المواقيت أجزأه وعليه دم المجاوزة. (غنية الناسك، مجاوزة الميقات / مطلب في دخول الآفاقي مكة بغير إحرام ص: ۷۸ مكتبة يادگار شيخ سهارنفور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱۲/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

میقات سے احرام باندھنے کے بجائے مسجد عائشہ سے احرام باندھا

سوال (۵۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے دہلی سے عمرہ کا سفر کیا؛ لیکن لاعلمی کی وجہ سے احرام نہیں باندھا اور مکہ معظّمہ پہنچ گیا، پھر وہاں سے مسجد عائشہ جاکر احرام باندھ کر عمرہ کیا، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ قرآن اور اَحادیث شریفہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں چوں کہ مذکورہ شخص نے مقررہ میقات سے تجاوز کرکے احرام باندھ کر عمرہ کیا ہے، اس لئے اس پر ترک میقات کی وجہ سے دمِ جنایت لازم ہے اگرچہ عمرہ ادا ہوگیا۔

وإن جاوز الأفاقي الميقات بغير إحرام وهو يريد الحج أو العمرة فإن عاد إلى الميقات و أحرم يسقط عنه الدم ...... فلو أن هذا الرجل حين أحرم لم يعد إلى الميقات واشتغل بأعمال ما عقد الإحرام له ثم عاد إلى الميقات و لبى أو لم يلب، لايسقط عنه الدم. (المحيط البرهاني، كتاب المناسك / الفصل الرابع مواقيت الاحرام ومجاوزتها بدونه ٤١٤/٣ إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۷/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مکروہ وقت میں احرام باندھنے کے لئے نفل پڑھنا

سوال (۵۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدینہ سے ایک عام حاجی جو حج کمیٹی سے گیا ہے مکہ کی طرف جاتا ہے، تو وہ عصر کی نماز جماعت سے مسجد نبوی میں پڑھ کر چلا ہے، میقات پر پہنچ کر جب احرام باندھے گا، نیت کرے گا اور تلبیہ پڑھے گا، تو کیا دو رکعت نماز بھی پڑھے گا؟ یا نماز سورج چھپنے کے بعد مغرب میں پڑھے گا؟ اس وقت صرف احرام باندھ کر تلبیہ پڑھے گا، نیت عمرہ کی کرے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - احرام کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ نفل ہے، واجب یا فرض نہیں ہے؛ لہٰذا جب مکروہ وقت میں احرام باندھا جائے گا تو احرام کی نفل نہیں پڑھی جائے گی؛ بلکہ ویسے ہی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لے گا، اور اِس نفل کا بعد میں بھی پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

ولا يصليهما في الوقت المكروه. (البحر الرائق، كتاب الحج / باب الإحرام ٥٦٣/٢ زكريا)

ومن سننه: أداء الركعتين إلا في وقت الكراهة. (غنية الناسك / فصل في واجبات الإحرام وسننه ص: ٨٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱۱/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تمتع کا احرام باندھنے کے بعد قران کا احرام باندھنا

سوال (۵۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حاجی صاحب یہاں سے مکہ معظّمہ جارہے ہیں، وہ میقات سے حج تمتع کا احرام باندھیں گے اور مکہ معظّمہ پہنچ کر عمرہ کے بعد حلال ہوجائیں گے، اس کے بعد انہیں بیس ذی قعدہ کو دس دن کے لئے مدینہ منورہ جانا ہے، وہاں سے یکم ذی الحجہ کو وہ مکہ مکرمہ واپس آئیں گے تو وہ یہ چاہتے ہیں کہ جب مدینہ سے مکہ آئیں تو قران کا احرام باندھ کر آئیں تو کیا اُن کے لئے ایسا کرنا درست ہے؟ تسلی بخش جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ شخص کے لئے مدینہ منورہ سے قران کا احرام باندھنا درست نہیں ہے؛ بلکہ یا تو عمرہ کا احرام باندھ کر آئے یا حج کا احرام باندھے، اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلے عمرہ کی وجہ سے میقات سے تجاوز کے باوجود اس کا حج تمتع برقرار ہے اور تمتع باقی رہتے ہوئے حج قران کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل: ۱۲۷/۳، انوار مناسک: ۳۰۹)

وكذا لو خرج إلى الآفاق لحاجة فقرن لايكون قارناً عند أبي حنيفة وعليه رفض أحدهما ولايبطل تمتعه. (غنية الناسك: ۲۷۸ مكتبه يادگارِ شيخ سهارنفور)

أما إذا رجع إلى غير بلده كان متمتعًا عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ،

ویکون کأنہ لم یخرج من مکة وعندهما لا یکون متمتعًا ویکون کأنہ رجع إلی بلدہ ولا فرق عندهما بین أن ینوي الإقامة في غیر بلدہ خمسة عشر یومًا أو لم ینو. (الجوهرة النیرة، کتاب الحج / باب التمتع ١٦٦/١ المطبعة الخیریة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ایک عمرہ پورا ہونے سے پہلے دوسرے کا احرام باندھ لیا

سوال (۵۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آفاقی عورت میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کے لئے گئی اور صرف طواف کر کے یہ سمجھی کہ عمرہ مکمل ہوگیا اور ہوٹل کے کمرہ میں چلی گئی وہاں کسی نے تنبیہ کی تو مسجد عائشہ جا کر غسل کر کے دوبارہ احرام باندھا اور پھر آ کر طواف وسعی کر کے عمرہ مکمل کیا تو اس عورت کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کا عمرہ مکمل ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر اس عورت نے پہلے عمرہ کا احرام کھولے بغیر مسجد عائشہ جا کر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا ہے تو احرام پر احرام باندھنے کی وجہ سے اس پر ایک دم جنایت لازم ہے، اب اُس کو چاہئے کہ اولاً پہلے عمرہ کی چھوٹی ہوئی واجب سعی ادا کرے، اس کے بعد دوسرے عمرہ کا طواف کر کے اس کی سعی کرے، پھر بال کاٹ کر دونوں احرام سے باہر ہو، اور اگر اس نے پہلے عمرہ کا احرام کھول کر دوسرا احرام باندھا ہے تو ایسی صورت میں اس پر عمرہ کی سعی سے قبل احرام کھولنے کی وجہ سے ترک ترتیب کی بناء پر دم جنایت لازم ہوگا اور دوسرے احرام کی بنا پر کوئی جنایت لازم نہ ہوگی، ایسی صورت میں وہ اولاً دوسرے احرام والا عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور پھر بعد میں پہلے عمرہ کی سعی کرے یا حلال ہونے سے

پہلے ہی پہلے عمرہ کی سعی کرلے، دونوں کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: انوارِ مناسک: ۳۲۷)

من فرغ من عمرته إلا التقصير فأحرم بأخرى فعليه دم لإحرامه قبل الوقت لأنه جمع بين إحرامي العمرة وهذا مكروه فيلزمه الدم (هداية) وفي البناية: يجب الدم، رواية واحدة في الجمع بين إحرامي العمرة الخ. (البناية شرح الهداية / كتاب الحج ٤/٣١ المكتبة النعيمية ديوبند)

ومن فرغ من عمرته إلا التقصير فأحرم بأخرىٰ فعليه دم لإحرامه قبل الوقت وهو دم جبر وكفارة، كذا في الهداية. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحج / الباب الحادي عشر في إضافة الإحرام إلى الإحرام ١/٢٥٤ زكريا قديم)

كونه في حالة الإحرام في سعي العمرة لكن فيه أنه إن سعى بعد التحلل هل يجب عليه دم لجنايات الحلق أو دم آخر أيضا لإيقاع السعي في غير حالة الإحرام قلت: الظاهر أن أصل الواجب فهو الترتيب بين السعي والحلق في العمرة فيلزمه دم لترك الترتيب ولايلزمه دم آخر لإيقاع السعي في غير حالة الإحرام. (غنية الناسك ٧١-٧٢ قديم، ١٣٤ جديد) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کورونا میں ائیر پورٹ پر روکے گئے معتمرین احرام سے کس طرح نکلیں؟

سوال (۵۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل ایک خطرناک بیماری (کورونا وائرس) پھیلنے کے خطرے کے پیش نظر سعودی حکومت نے عمرہ کے سفر پر عارضی پابندی لگا دی ہے، جس وقت پابندی کا حکم جاری ہوا اُس

وقت بہت سے معتمرین جہازوں میں یا ائیر پورٹ پر عمرہ کی نیت کر چکے تھے؛ چناں چہ اُنہیں یا تو واپس کردیا گیا یا سفر منسوخ کردیا گیا۔ اَب سوال یہ ہے کہ اُن روکے جانے والے معتمرین کے احرام کھلنے کی کیا صورت ہوگی؟ عام طور پر حنفیہ کا یہی موقف بیان کیا جاتا ہے کہ جب تک محصر حدودِ حرم میں قربانی نہ کرائے وہ حلال نہیں ہوسکتا؛ لیکن ظاہر ہے کہ ہر ایک کے لئے ایسے وسائل نہیں ہیں کہ وہ حدودِ حرم میں قربانی کا انتظام کرسکے، تو پھر مذکورہ معتمرین کس طرح حلال ہوں گے؟ کیا فقہاء کے نزدیک خصوصی حالات میں اِس معاملے میں دیگر ائمہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے یا اپنے ہی مسلک میں قربانی کرکے حلال ہونے کی گنجائش نکل سکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حنفیہ کے نزدیک ظاہر مذہب یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد جس شخص کو راستہ میں بزور طاقت روک دیا جائے تو اُس کو احرام کھولنے کے لئے اَولاً حدودِ حرم میں قربانی کرنی چاہئے، وہاں قربانی کے بعد ہی حلال ہونے کی گنجائش ہوگی؛ لیکن آج کل حدودِ حرم کی قربانی کی شرط کو ملحوظ رکھنا انتہائی دشوار ہے، نیز بروقت دوسری جگہوں پر بھی قربانی کرنے کا ہر ایک متحمل نہیں ہوسکتا، اِس لئے ایسی دشوار کن صورتِ حال میں بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالکیہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ محصر لوگ حلال ہونے کی نیت سے فوراً احرام کھول دیں، اُن پر کوئی قربانی واجب نہیں ہے؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ بعد میں جب موقع ملے وہ اپنے عمرے کی قضا کرلیں، اہلِ علم اور اَربابِ افتاء کو اِس گنجائش پر غور کرنا چاہئے۔

قلت لابن القاسم أرأيت لو أن محرمًا بحج أحصر بعدوّ في بعض المناهل هل يلبث حرامًا حتى يذهب يوم النحر أو ييأس من أن يبلغ مكة في أيام الحج أو يحل ويرجع؟ قال: إذا أحصر بعدوٍّ غالب لم يعجل بالرجوعٍ حتى ييأس، فإذا يئس حلّ مكانه ورجع ولم ينتظر فإن كان معه هدي نحره وحلق وحلّ ورجع إلى بلاده، وكذلك في العمرة أيضًا قلت: وهذا قول

مـالک؟ قـال: هـذا قوله. قال: وقال مالک: من حصر بعدوٍّ نحر إن كان معه هـديٌ وحـلـق أو قصر ورجع ولا قضاء عليه إلا أن يكون صرورة ويحل مكانه حيـث أحصر حيثما كان من البلاد الخ. (المدونة الكبرىٰ ١/١٨٦-١٨٧ وزارة الشؤون الإسلامية المملكة العربية السعودية)

فإن كان المنع ظلمًا فالأفضل له أن يتحلل من إحرامه بالنية ...... ويسن لـلمتحلل أن يحلق وإن كان معه هدي فينحره بمكانه الذي هو به إن لم يتسر له بعثه بمكة وإلا بعثه، وإن لم يكن معه هدي فلا يجب عليه. (الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الحج / إذا امتنع من الحج أوفاته الخ ١/٥٤١ القاهرة)

وذهب المالكية إلى أن المحصر يتحلل بالنية فقط ولا يجب عليه ذبح الهدي؛ بل هو سنة وليس شرطًا. (الموسوعة الفقهية ٢/٢٠٩ الكويت)

وقـال المالكية: المحصر بعدوٍّ أو فتنةٍ في حجّ أو عمرة يتربص ما رَجَا كَشف ذلک، فـإذا يـئـس تـحـلـل بموضعه حيث كان من الحرم وغيره، ولا هـدي أو دم عـلـيـه فإن كان معه هدي نحره وتحلل بالنية. (الـفقه الإسلامي وأدلته، القسم الأول: العبادات / زمان ذبح الهدي ٣/٣١٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۷/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حالت احرام میں عورت نے بچہ کے چہرے پر پاؤڈر مل دیا

سوال (۵۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت نے حالت احرام میں اپنے چھوٹے بچے کے چہرے پر پاؤڈر مل دیا، یہ پاؤڈر اُس عورت کے دونوں ہاتھوں پر لگ گیا تو اُس پر دم جنایت لازم ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں عورت کی ہتھیلیوں پر خوشبودار پاؤڈر لگ جانے کی وجہ سے اس پر حسبِ ضابطہ دم لازم ہوگا؛ کیوں کہ خوشبو خواہ خود لگائے یا دوسرے کو لگاتے وقت ضمناً لگ جائے، تو اسے بہر حال جنایت قرار دیا گیا ہے؛ البتہ اگر بالفرض کوئی پاؤڈر ایسا ہو جس میں خوشبو شامل نہ ہو تو اس کا لگ جانا موجبِ جنایت نہیں۔

إن طيب عضوا كاملا ولو فمه أي المحرم عضوا أي من أعضائه كالفخذ والسابق والوجه والرأس لتكامل الجناية يتكامل الارتفاق والطيب جسم له رائحة مستلذة كالزعفران والبنفسج والياسمين ونحو ذلك. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج / باب الجنايات ۵۷۳/۳ زكريا)

فإذا استعمل الطيب فإن كان كثيرًا فاحشًا ففيه الدم وإن كان قليلا ففيه الصدقة، واختلف المشائخ في الحد الفاصل بين القليل والكثير وإنما اختلفوا لاختلاف عبارات محمد، ففي بعض المواضع جعل حد الكثرة عضوًا كبيرًا، فقال محمد: إذا خضب الرجل لحيته أو رأسه بالحناء أو خضبت المرأة يدها أو رأسها بالحناء ففيه الدم، وفي بعض المواضع جعل حد الكثرة في نفس الطيب. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الحج / الفصل الخامس فيما يحرم على المحرم بسبب إحرامه وما لا يحرم ۵۸۸/۳ زكريا)

ذكر الحاكم في المنتقى في موضع إذا طيب مثل الشارب أو بقدره من اللحية فعليه صدقة، وفي موضع إذا طيب مقدار ربع الرأس فعليه دم أعطى الربع حكم الكل في الحلق. (بدائع الصنائع، كتاب الحج / ما يرجع إلى الطيب أو ما يجري مجراه ۴۱۵/۲ المكتبة النعيمية ديوبند)

وفي حكم أقله العضو الصغير كالأنف والأذن والعين والإصبع

والشارب، ثم هذا إذا الطيب قليلا؛ لأن العبرة حينئذ بالطيب لا بالعضو. (غنية الناسك / مطلب في تطييب البدن ص: ٣١٤ مكتبة يادگار شيخ سهارن فور، الفتاویٰ الهندية، كتاب الحج / الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب ٢٤١/١ زكريا، مناسك ملا علي القاري، باب الجنايات / فصل في لبس الخفين ص: ٣١٢ إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

فلو تطيب بعد الإحرام بطيب إن كان عضوًا كاملا كالرأس والساق والفخذ فعليه دم، وإن كان دون عضوٍ كامل فعليه صدقة بقدر ذلك. (المسالك في المناسك / فصل في كفارة جناية الطيب والأدهان ص: ٧٢٤ شركة دار البشائر الإسلامية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالت احرام میں شیمپو سے ہاتھ دھو لئے

سوال (۵۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے حالت احرام میں شیمپو سے ہاتھ دھو لئے، تو اُس پر دم جنایت لازم ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- شیمپو جو عموماً سر دھونے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اُس میں خوشبو زیادہ اور تیز ہوتی ہے اور محرم کے لئے خوشبو کا استعمال ممنوع ہے۔ بریں بنا مسئولہ صورت میں محرم پر ایک دم واجب ہوگا۔

فإذا أحرم فقد حرم عليه الطيب في الثوب والبدن جميعًا الخ. (المسالك في المناسك، فصل في كفارة جناية الطيب والأدهان ٧٢٣/٢ شركة دار البشائر الإسلامية بيروت)

فإن طيب عضوًا كبيرًا كاملاً من أعضائه فما زاد كالرأس والوجه واللحية

والفم والساق والفخذ والعضد واليد ونحو ذلك فعليه دم وإن غسله من ساعته. (غنية الناسك / مطلب في تطييب البدن ص: ٣١٤ مكتبة يادگار شيخ سهارنفور)

والطيب هو كل شيء له رائحة مستلذة كالزعفران والورس والكافور والعنبر والمسك وأشباه ذلك يلزمه باستعماله الدم. (الجوهرة النيرة، كتاب الحج / باب الجنايات في الحج ١٦٨/١ المطبعة الخيرية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کی حالت میں کنگھا کرنا یا سر ڈھکنا

سوال (۵۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے حج کے احرام کی حالت میں کئی مرتبہ سر میں کنگھا کرلیا اور دو تین مرتبہ کچھ دیر کے لئے سر بھی ڈھک لیا تو ایسی صورت میں کیا دمِ جنایت لازم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- احرام کی حالت میں کنگھا کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس کی وجہ سے قصداً بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے تاہم اگر کنگھا کرلیا اور تین سے زائد بال ٹوٹ گئے تو ایک صدقہ فطر یا اس کی قیمت دینا بطور جزا لازم ہے؛ لیکن دم لازم نہیں ہے، اسی طرح تھوڑی دیر کے لئے (ایک دن یا ایک رات سے کم) سر ڈھانک لیا تو بھی صرف صدقہ لازم ہے، دم جنایت نہیں۔

لكن في الخانية: إن نتف من رأسه أو أنفه أو لحيته شعرات فلكل كل شعرة كف من طعام وفي خزانة الأكمل: في خصلة نصف صاع الخ. (رد المحتار، كتاب الحج / باب الجنايات ٥٨٩/٣ زكريا)

أو لبس مخيطًا يومًا كاملاً أو ليلةً كاملةً (الدر المختار) الظاهر أن

المراد مقدار أحدهما فلو لبس من نصف النهار إلى نصف الليل من غير انفصال أو بالعكس لزمه دم وفي الأقل صدقة أي نصف صاع من بر و شمل الأقل الساعة الواحدة أي الفلكية وما دونها، خلافاً لما في خزانة الأكمل أنه في ساعة نصف صاع وفي أقل من ساعة قبضة من بر. (رد المحتار، كتاب الحج / باب الجنايات ۵۷۷/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۶/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احرام کی حالت میں بالوں کی وگ لگانا

سوال (۵۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا سر سامنے سے گنجا ہے، میں ہیئر پیس (بالوں کی ٹوپی) پہنتا ہوں جو انسانی بالوں کی بنی ہوئی ہے، لیکن میرے اپنے بالوں سے نہیں بنی ہوئی ہے، میں نے حال ہی میں عمرہ کیا اور اس کے بعد کناروں سے اپنے بال اتروائے میں نے ہیئر پیس پہنے ہوئے عمرہ کیا، کیا میرا عمرہ صحیح ہوا؟ کیا سر پر ہیئر پیس پہننے کی حالت میں عمرہ کرنا درست ہے؟ جواب سے نوازیں مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اولاً تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ انسانی بالوں والی ٹوپی پہننے کی شرعاً اجازت نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ اعضائے انسانی کا بے جا استعمال ہے، دوسری بات یہ ہے کہ احرام کی حالت میں مردوں کے لئے سر کا کھلا رکھنا ضروری ہے؛ لہٰذا اگر اس ٹوپی کے ذریعہ سر کا چوتھائی سے زائد حصہ ایک دن یا ایک رات تک ڈھکا رہا تو اس کی وجہ سے ایک دم جنایت لازم ہوگا اور اگر ایک دن یا رات سے کم ڈھکا رہا تو صدقہ لازم ہے، اور رہ گئی یہ بات کہ آپ نے عمرہ کرنے کے بعد سر کے کناروں سے بال کٹوائے ہیں تو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ ان بالوں کی مقدار چوتھائی سر کے بقدر ہے یا نہیں؟ اگر چوتھائی سر کے بقدر ہو تو حلق یا حسب

شرائط قصر کافی ہوگا اور اگر چوتھائی سر سے کم ہے تو یہ حلال ہونے کے لئے کافی نہیں ہے؛ بلکہ ٹوپی اتار کر کم از کم چوتھائی سر کا حلق یا قصر لازم ہے۔

حرمة الانتفاع بأجزاء الآدمي لكرامته. (الهداية، كتاب الطهارة / باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز ۴۰/۱)

لا يجوز بيع شعور الإنسان والانتفاع به؛ لأن الأدمي مكرم لا مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهانًا مبتذلا. (الهداية، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ۵۵/۳ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ولو غطي المحرم رأسه أو وجهه يوما فعليه دم، وإن كان أقل من ذلك فعليه صدقة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب المناسك / الفصل الثاني في اللبس ۲۴۲/۱ زكريا قديم، ۳۰۶/۱ مكتبة الاتحاد ديوبند)

وإن غطى المحرم ربع رأسه أو وجهه يومًا فعليه دم، وإن كان دون ذلك فعليه صدقة. (المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك / باب ما يلبسه المحرم من الثياب ۱۴۰/۴ دار الكتب العلمية بيروت)

فإن حلق أقل من الربع لم يجزه وإن حلق ربع الرأس أجزأه ويكره. (بدائع الصنائع، كتاب الحج / فصل مقدار واجب الحلق والتقصير ۱۴۱/۲ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طوافِ زیارت میں دو یا تین چکر چھوٹ گئے

سوال (۵۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر حج میں طوافِ زیارت میں دو یا تین چکر کسی وجہ سے چھوٹ جائیں تو بکرا یا دنبہ کا دم دینے سے طواف درست مانا جائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- طوافِ زیارت میں چار چکر لگانے سے فرض اَدا ہوجاتا ہے؛ لیکن بقیہ چکر یا اُن میں سے کچھ چھوڑ دینے کی بنا پر ترکِ واجب کی وجہ سے دم لازم ہوگا اور طواف معتبر ہوجائے گا۔

السابع: إکمال ما زاد علی أکثر أشواطه، فلو ترکه جاز طوافه وعلیه الجزاء، وفي الفرض دم. (غنیة الناسک / فصل في واجبات الطواف ص: ۱۵۰ مکتبة یادگار شیخ سهارنفور)

ولو ترک منه شوطًا أو شوطین أو ثلاثة فعلیه دم. (غنیة الناسک جدید ص: ۳۷۳، بحوالة: انوار مناسک ص: ۳۳۹-۳۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

طوافِ زیارت کے دوران استلام کرنے یا نہ کرنے میں شبہ ہوگیا

سوال (۵۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر طوافِ زیارت کے کسی چکر میں یہ شبہ ہوجائے کہ استلام کیا ہے یا نہیں؟ تو کیا وہ چکر درست مانا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- وہ چکر درست مانا جائے گا؛ اِس لئے کہ طواف کے درمیان میں استلام مستحب ہے، اُس کے ترک پر کوئی جزاء لازم نہیں۔

واستلام الحجر في أوله وآخره، وأما في ما بینهما فسنة مستحبة. (غنیة الناسک / فصل في سنن الطواف ص: ۱۵٤ مکتبة یادگار شیخ سهارن فور، رد المحتار / کتاب الحج ۳/۵۱۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ماہواری کی وجہ سے عورت طوافِ زیارت کئے بغیر واپس آ گئی

سوال (۵۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ واقعہ ۱۹۹۷ء کا ہے جس سال منیٰ کے میدان میں آگ لگ گئی تھی۔ تفصیل اِس طرح ہے کہ ''مریم'' منیٰ جانے سے پہلے سے ماہواری کی مدت آگے بڑھانے کے لئے دوا کا استعمال کررہی تھی، جب منیٰ میں آگ لگی تو سامان کے ساتھ وہ گولیاں بھی جل گئیں، عرفات سے جب مزدلفہ پہنچے تو مریم کی ماہواری شروع ہوگئی اور وہ ۱۲؍ذی الحجہ کے بعد پاک صاف ہوئی، ایامِ حج میں ناپاکی کی وجہ سے وہ طوافِ زیارت نہ کرسکی اور نہ ہی بعد میں کیا؛ کیوں کہ انہیں اس کا علم ہی نہ تھا کہ طوافِ زیارت حج کا ایک رکن ہے اور اُس کے بغیر حج نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہوتی ہے؛ حالاں کہ حج کے بعد وہ ۱۵-۲۰؍دن مکہ میں رہے؛ لیکن مسئلہ کا علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ طوافِ زیارت اور سعی نہیں کی؛ البتہ قیام مکہ میں نفلی طواف وغیرہ کرتے رہے۔

اِس سال ۲۰۱۸ء میں جب حج بدل کی نیت سے حج کا ارادہ کیا تو انہیں تربیتی نشست میں یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ طوافِ زیارت کے بغیر حج نہیں ہوتا اور نہ ہی عورت اپنے شوہر کے لئے حلال ہوتی ہے اور وہ اس وقت تک حالت احرام ہی میں رہے گی جب تک وہ دوبارہ مکہ پہنچ کر طوافِ زیارت نہ کرلے۔

درج ذیل سوالات کی روشنی میں جواب چاہئے:

(۱) مریم ۱۲؍ذی الحجہ کے بعد پاک ہوئی، کیا تاخیر کا دم واجب ہوگا؟

(۲) طوافِ زیارت کا کیا طریقہ ہوگا؟

(۳) ۲۰؍سال کے درمیان جو اِزدواجی تعلقات ہوئے، اُس کے بارے میں بیوی اورشوہر کے لئے کیا جزاء لازم ہوگی؟

(۴) جب اِس سال حج بدل کے لئے جارہے ہیں، تو کیا اُنہیں پہلے طوافِ زیارت کرنا ہوگا؟

(۵) حج بدل میں کون سا حج (افراد، قران یا تمتع) کرنا ہوگا؟ اور اُس کی نیت حرمِ مکہ یا میقات کے باہر جاکر کرنی پڑے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) مسئولہ صورت میں ''مریم'' چوں کہ حائضہ تھی، اِس لئے ۱۲؍ ذی الحجہ سے طوافِ زیارت مؤخر کردینے سے اُس پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں ہے۔

لا شيء على المرأة بتاخير طواف الزيارة لأجل النفاس والحيض. (الفتاویٰ السراجية، كتاب الحج / باب الطواف والسعي والرمي ص: ۱۸۸ دار العلوم زكريا أفريقيا)

(۲-۳-۴) حسبِ تحریر سوال مریم نے وقوفِ عرفات کے بعد مکہ معظّمہ میں ۱۵؍۲۰؍ دن قیام کے دوران نفل کی نیت سے طواف کیا ہے تو یہی طواف طوافِ زیارت کے قائم مقام ہوکر اُس کا فریضہ اَدا ہو چکا ہے اور وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہوچکی ہے؛ البتہ ترکِ سعی کی وجہ سے اُس پر ایک دم جنایت لازم ہے۔

والشرط أصل النية دون التعيين فإنه مستحب أو سنة ...... وإذا طاف طوافا في وقته وقع عنه بعد أن ينوي أصل الطواف نواه بعينه أولا أو نوىٰ طوافًا آخر ...... ولو كان في يوم النحر وقع للزيارة ...... والحاصل أن كل من عليه طواف فرض أو واجب أو سنة إذا طاف يقع عما يستحقه الوقت. (غنية الناسك / مطلب في نية الطواف وفروعها ص: ۱۴۱ مكتبة يادگار شيخ سهارنفور)

وقال في الإيضاح: هو خلاف رواية الأصل، قال صاحب البدائع: وليس لآخره زمان معين مؤقت به فرضًا بل جميع الأيام والليالي وقته فرضًا بلا خلافٍ بين أصحابنا؛ لكنه مؤقت بأيام النحر وجوبًا في قول أبي حنيفة. حتى لو أخره عنها فعليه دم وفي قولهما غير مؤقت أصلاً، ولو أخره عنها لا شيء عليه.

(البحر العميق، الباب الثاني عشر في الأعمال المشروعة يوم النحر / طواف الإفاضة ۱۸۳۰/۳)

(۵) چوں کہ مسئولہ صورت میں اُس کا طوافِ زیارت اَدا ہو چکا ہے؛ لہٰذا اِس سال اگر وہ حج بدل کے اِرادے سے جانا چاہتی ہے تو حسبِ ضابطہ اُسے میقات سے احرام باندھنا ہوگا اور حج بدل میں اگر چہ اِفراد افضل ہے؛ لیکن آمر اجازت دے یا نفلی حج بدل ہو تو حج تمتع میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

قال القاضي في شرحه هذا الكتاب: لأن الميت لو أمره بالتمتع فتمتع المامور صح ولا يكون مخالفًا بلا خلاف بين الأئمة الأسلاف، فتدبر كما في الحباب. (إرشاد الساري / فصل ولوصي الميت أو وارثه أن يسترد المال من المأمور ص: ٥٠٤ دار الكتب العلمية بيروت، ص: ٦٤٧ المكتبة الإمدادية مكة المكرمة، جواهر الفقه ١/٥١٢)

ودم القران والتمتع والجناية على الحاج إن أذن له الآمر بالقران والتمتع. (الدر المختار ٤/٣٢٠ زكريا، ٢/٦١١ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغرب کی اَذان اور نماز کے درمیان طواف کی دو رکعت پڑھنا

سوال (۵۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عصر کی نماز کے بعد طواف ختم کیا؛ چوں کہ عصر اور مغرب کے درمیان نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لئے اس نے واجب الطّواف کی ادائیگی نہیں کی اور مغرب سے پہلے اس نے مزید دو طواف کئے، حرمین شریفین میں مغرب کی اذان اور فرض نماز کے درمیان دو رکعت نفل نماز انفرادی طور پر ادا کی جاتی ہے، کیا اس وقفہ میں زید واجب الطّواف کی ادائیگی کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - واجب الطّواف نوافل مغرب کی اذان کے بعد فرض سے پہلے اَدا کرنا درست ہے؛ کیوں کہ یہ وقت اپنی ذات کے اعتبار سے نوافل کے لئے

مکروہ نہیں ہے اور فقہاء جو نماز مغرب سے قبل نفل کو مکروہ قرار دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب کے فرض میں تاخیر نہ ہو اور مسجد حرام میں اس وقت جو وقفہ ہوتا ہے اس میں عام نمازیوں کا کوئی دخل نہیں ہے، بریں بنا اس وقفہ میں واجب الطّواف وغیرہ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰه المزني رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: صلوا قبل المغرب ركعتين، ثم قال: صلوا قبل المغرب ركعتين لمن شاء. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة / باب الصلاة قبل المغرب ۱۸۲/۱ رقم: ۱۲۸۱)

وهنا وقت آخر: وهو ما بعد غروب الشمس قبل أن يصلي المغرب فالصلاة فيه مكروهة لكن لا لمعنى في الوقت بل لتاخير المغرب. (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة / الفصل الثامن والعشرون: صلاة الخوف ۱۰/۲ رقم: ۱۰۸۰، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة / الفصل الأول في المواقيت ۱٦/۲ رقم: ۱۵۲۵ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۲/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مکروہ وقت ہونے کی وجہ سے طواف کی نماز مؤخر کرنا

سوال (۵۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عصر کی جماعت میں شرکت کے بعد عمرہ کا طواف کیا، مغرب کی نماز میں ابھی کافی دیر ہے، کیا نماز واجب الطّواف چھوڑ کر وہ سعی کر سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- عمرہ کے طواف کے بعد مکروہ وقت ہونے کی وجہ سے واجب الطّواف چھوڑ کر سعی کرنے کی گنجائش ہے یہ نماز بعد میں کبھی بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

ولا تختص أي هذه الصلوات بزمان ولا بمكان أي باعتبار الجواز والصحة ولا يفوت إلا بالموت. (رد المحتار ۴۹۹/۲ کراچی)

ثم صلی شفعًا في وقت مباح، یجب بعد کل أسبوع عند المقام أو غیره من المسجد وهل یتعین المسجد قولان (الدر المختار) وفي الشامیة: قوله: في وقت مباح قید للصلاة فقط فتکره في وقت الکراهة – إلیٰ قولہٖ – فیکره تاخیرها عنه إلا في وقت مکروه قوله قولان …… و في اللباب: ولا تختص بزمان ولا مکان ولا تفوت فلو ترکها لم تجبر بدم. (رد المحتار، کتاب الحج / قبیل مطلب في السعي بین الصفا والمروة ۳/۵۱۲ زکریا، ۲/۴۹۹ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۲/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۹ر ذی الحجہ کو منیٰ میں فجر غلس میں پڑھیں گے یا اِسفار میں؟

سوال (۵۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی نویں تاریخ کو جب منیٰ سے عرفات کو جائے گا تو فجر کی نماز غلس میں پڑھنا مسنون ہے یا اسفار میں؟ اِس بارے میں راجح قول کیا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ۹ر ذی الحجہ کو منیٰ سے عرفات جانے سے پہلے نماز فجر کس وقت اَدا کی جائے؟ تو اگرچہ بعض فقہاء اَحناف نے مزدلفہ پر قیاس کرتے ہوئے غلس میں نماز پڑھ کر عرفات جانے کی بات لکھی ہے؛ لیکن دیگر فقہاء نے عام دنوں کی طرح اِس دن بھی اسفار میں ہی نماز پڑھنے کو اَفضل کہا ہے؛ تاہم موجودہ نظام کے اعتبار سے چوں کہ حجاج اپنے معلم کے تابع ہوتے ہیں اور نظام سے الگ ہوکر جانے میں بڑی مشقت پیش آسکتی ہے، اِس لئے معلم کی طرف سے عرفات جانے کا جو وقت بھی مقرر کیا جائے اُس کی پابندی میں سہولت زیادہ ہے۔

ویصلی الفجر بها لوقتها المختار وهو زمان الإسفار، وفي الخانیة:

بغلس فكأنه قاسه على فجر مزدلفة والأكثر على الأول، فهو الأفضل. (رد المحتار، كتاب الحج / مطلب في الرواح إلى عرفات ٥١٨/٣ زكريا)

فإذا أصبح أي بمنى صلى الفجر بها أي لوقتها المختار، وهو زمان الإسفار. وفي فتاوى قاضي خان: بغلس فكأنه قاسه على فجر مزدلفة، والأكثر على الأول فهو الأفضل. (إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري / فصل في الرواحي من منى إلى عرفات ص: ٢٦٨ المكتبة الإمدادية مكة المكرمة)

ويصلي بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر لوقت الإسفار على قول الأكثر. (غنية الناسك ص: ١٨٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

آخری جمرہ کی رمی چھوڑ دی

سوال (۵۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حاجی نے ۱۱/ تاریخ کی رمی میں آخری جمرہ کی رمی چھوڑ دی، تو کیا اُس پر جنایت لازم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں صرف جمرۂ عقبہ کی رمی چھوڑ دینے کی وجہ سے ہر کنکری کے بدلے میں ایک صدقۂ فطر کے بقدر گیہوں وغیرہ یا اُس کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہوگا۔

ولو ترك رمي جمرة العقبة أطعم لكل حصاة نصف صاع حنطة. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الحج / تعليم أعمال الحج ٥٣٩/٣ زكريا)

ولو ترك جمرة العقبة في بقية الأيام يلزمه صدقة؛ لأنها أقل الرمي فيها

بخلاف اليوم الأول؛ فإنها كل رمية. (رد المحتار، كتاب الحج / باب الجنايات ۵۸۶/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱۲/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ضعیف خاتون نے پہلے جمرہ کی رمی ترک کردی

سوال (۵۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری والدہ ضعیف ہیں، میں اُن کو حج کے لئے لے کر گیا تو جب ۱۱/ تاریخ کو جمرات پر پہنچا تو پہلے جمرے کی رمی تو میں نے خود والدہ کی طرف سے کردی؛ لیکن دوسرے اور تیسرے جمرے کی رمی والدہ نے خود کی، تو ایسی صورت میں رمی درست ہوگئی یا کوئی جنایت لازم ہوگی؟ جواب دے کر مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں آپ کی والدہ کا دوسرے اور تیسرے جمرے کی بذات خود رمی کرنا اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ پہلے جمرے کی رمی سے عاجز نہ تھیں۔ بریں بنا آپ کا اُن کی طرف سے پہلے جمرے کی رمی کرنا شرعاً معتبر نہ ہوا، پس والدہ پر لازم تھا کہ وہ وقت کے اندر اندر خود پہلے جمرے کی رمی کرلیتیں، اگر وہ رمی نہ کی ہو تو اَب اُن پر بطور جنایت سات صدقہ فطر یا اُن کی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے، اور یہ صدقہ حدودِ حرم کے باہر بھی دیا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک صدقہ فطر بیک وقت ایک ہی فقیر کو دیا جائے۔

فلا تجوز النيابة فيه عند القدرة. (غنية الناسك / فصل في شرائط الرمي ۲۴۳ مكتبه يادگار شيخ سهارنفور)

والرجل والمرأة في الرمي سواء إلا أن رميها في الليل أفضل فلا تجوز النيابة عن المرأة بغير عذر. (غنية الناسك / فصل في شرائط الرمي ۲۴۳ يادگار شيخ سهارنفور)

رمى في اليوم الثاني أو الثالث أو الرابع الوسطى والثالثة ولم يرم الأولى، فعند القضاء إن رمى الكل بالترتيب فحسن وإن قضى الأولى جاز لسنية الترتيب وعليه سبع صدقات للتأخير. (غنية الناسك / فصل في الترتيب بين الجمار الثلاث ٢٤٠ مكتبه يادگار شيخ سهارنفور)

يجوز له التصدق في غير الحرم وفيه على غير أهله. (غنية الناسك / مطلب في شرائط جواز الصدقة ٣٤٣ مكتبه يادگار شيخ سهارنفور)

أن لا يفرق نصف صاع على فقيرين أو أكثر. (غنية الناسك / مطلب في شرائط جواز الصدقة ٢٤٣ مكتبه يادگار شيخ سهارنفور) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۲/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

عمرہ میں حدود حرم سے باہر جاکر بال منڈوانا

سوال (۵۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ہندوستانی شخص بغرض ملازمت مکہ معظّمہ میں مقیم ہے اُس نے عمرہ کیا؛ لیکن عمرہ کے بعد حدود حرم سے باہر جاکر یعنی مسجد عائشہ سے بھی آگے ۸-۱۰ رکلومیٹر جاکر بال کٹوائے تو اُس کا عمرہ صحیح ہوا یا نہیں؟ اور اُس پر کوئی جنایت لازم ہونی چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حج وعمرہ کرنے والے کے لئے حدود حرم کے اندر ہی حلق یا قصر کرانا واجب ہے۔ اور مسئولہ صورت میں کیوں کہ حسب تحریر سوال معتمر نے حدود حرم سے باہر جاکر حلق کرایا ہے اِس لئے اگرچہ حلق معتبر ہوگیا اور وہ احرام سے باہر آگیا؛ لیکن ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر ایک دم (بکرا یا بکری کی قربانی) حدود حرم میں کرنا لازم ہے۔

ویختص ...... حلق الحاج بالزمان والمکان عند أبي حنیفة، وحلق المعتمر بالمکان، فالزمان أیام النحر الثلاثة، والمکان الحرم ...... فلو حلق أو قصُر في غیر ما توقتَ به لزمه الدم. (غنیة الناسك / فصل في الحلق ص: ۲۲۷ مکتبه یادگار شیخ سهارنفور)

أما تأخیره عن مکانه کما لو حلق خارج الحرم یوجب الدم. (البحر العمیق، الباب الثاني عشر في الأعمال المشروعة یوم النحر / الحلق ۱۸۰۰/۳ مؤسسة الریان) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

سر منڈانے سے پہلے جھاگ والی کریم کا استعمال

سوال (۵۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محرم جو حلق کراتا ہے تو نائی اُس کے سر پر حلق سے پہلے ایک کریم لگاتا ہے جس سے بالوں میں صابون کی طرح جھاگ پیدا ہوجاتی ہے، تو کیا اِس طرح کے کریم لگانے سے کوئی جنایت لازم ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - اگر یہ کریم زیادہ خوشبودار ہو تو حلق سے قبل اُسے سر پر لگانے سے دم واجب ہوجائے گا۔

لو غسل راسه بالخطمي فعلیه دم عند أبي حنیفةؒ. (غنیة الناسك / مطلب في غسل یده أو رأسه بالطیب ۳۲۱ مکتبة یادگار شیخ سهارنفور)

اور اگر اُس کریم میں کوئی خوشبو نہ ہو؛ بلکہ صرف جھاگ نکلتے ہوں تو اس سے کوئی جنایت لازم نہ ہوگی۔

ولو غسل رأسه بالحرض والصابون والسدر أي مما لا رائحة فيه لا شيء عليه بالإجماع. (المناسك لملا علي القاري / باب الجنانات ۳۲۳ مكتبة إدارة القرآن كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حلق سے پہلے مونچھیں تراش لیں

سوال (۵۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص عمرہ کی اَدائیگی کے بعد احرام کھولنے کی نیت سے حمام میں گیا اور احرام کھولنے کی نیت سے سر مونڈتے وقت پہلے مونچھیں تراش لیں، اُس کے بعد سر کے بال اُتارے، تو کیا اِس عمل سے وہ گنہگار رہوگا یا نہیں؟ اور کیا اُس پر دم واجب ہو جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حلق سے پہلے مونچھ تراشنے کی وجہ سے مذکورہ شخص پر توبہ واستغفار اور ایک صدقۂ فطر لازم ہے، اُسے چاہئے کہ دس بیس ریال فقراء پر صدقہ کردے۔

ولو حلق شاربه كله أو بعضه أو قصه فعليه صدقة وهو المذهب الصحيح لأنه بعض اللحية ولايبلغ ربع المجموع. (غنية الناسك/ في بقية المناسك ص: ۴۰۱ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرحوم کے ترکہ میں سے مرحوم کی طرف سے حج بدل کرانے کا حکم

سوال (۵۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا بیوی اپنے مرحوم شوہر کے ترکہ میں سے حج بدل کراسکتی ہے؟ شوہر نے اِس کی وصیت نہیں کی تھی، اُن کا اِرادہ تھا کہ متروکہ مال میں سے حج یا عمرہ کرلیں گے، اور سارے ورثہ: بیوی، بیٹا اور بیٹی حج بدل کرانے پر راضی ہیں، اور حج بدل کون کرسکتا ہے؟ آیا وہ شخص جو حج کرچکا ہے یا وہ شخص جس نے ابھی تک حج نہیں کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: - مسئولہ صورت میں جب کہ مرحوم نے حج بدل کی وصیت نہیں کی تو اُن کے متروکہ مال میں سے حج کرانا اَولاد پر لازم نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ سب بالغ ہوں اور بخوشی اُس رقم سے حج بدل کرادیں تو اِن شاء اللہ حج درست ہوجائے گا، اور بہتر یہی ہے کہ ایسے شخص سے حج بدل کرایا جائے جو پہلے اپنا حج کرچکا ہے؛ تاہم اگر اُس کے علاوہ سے کرایا پھر بھی مرحوم کی طرف سے حج درست ہوجائے گا، اور جس شخص پر اپنا حج فرض ہو اُس کے لئے اپنا فرض حج چھوڑ کر دوسرے کی طرف سے حج بدل کے لئے جانا سخت مکروہ ہے۔

لو مات رجل بعد وجوب الحج ولم يوص به فحج رجل عنه، أو حج عن أبيه أو أمه حجة الإسلام من غير وصية. قال أبو حنيفة: يجزيه إن شاء الله تعالى. (رد المحتار، كتاب الحج / باب الحج عن الغير ٤/١٦ زكريا، البحر العميق / الباب الثامن عشر في الحج عن الغير ٤/٢٣٥١ المكتبة المكية)

والأفضل للناس إذا أراد أن يحج رجلا عن نفسه أن يحج رجلا قد حج عن نفسهٖ، ومع هذا لو أحج رجلا لم يحج عن نفسهٖ حجة الإسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر. (الفتاویٰ العالمكيرية المعرۃف بالفتاویٰ الهندية، كتاب الحج / الباب الرابع عشر في الحج عن الغير ١/٢٥٧ زكريا)

والحق أنها تنزيهية على الآمر تحريمية على الصرورة المامور الذي اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه؛ لأنه آثم بالتاخير. (البحر الرائق،

کتاب الحج / باب الحج عن الغير ۱۲۳/۳ زکريا، ۷۵/۳ دار الكتاب الإسلامي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حج بدل کرنے والے کو حج کمیٹی کی طرف سے ملی ہوئی رقم کا حکم؟

سوال (۵۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے زید کو حج بدل کرایا، مکمل رقم جو حج کمیٹی نے مطالبہ کیا دے دی، اب حج کے بعد کچھ رقم حج کمیٹی سے واپس مل رہی ہے تو یہ واپس ملنے والی رقم اصل کو واپس کی جائے یا حج کرنے والا خود استعمال کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حج کے بعد جو رقم واپس آئی ہے وہ حج بدل کے لئے بھیجنے والے شخص کو واپس کی جائے گی، زید کے لئے اُس رقم کو اُن کی اجازت کے بغیر اپنے استعمال میں لانا درست نہیں ہے۔

المستفاد: لو أخذ المال واتجر وربح فيه وحج عن الميت قال أبو حنيفة يجزئه الحجة ويدفع ما فضل إلى الورثة وهو قول أبي يوسف الخ، ولو خلف بعض النفقة وحج ببقيتها جاز ويضمن ما خلف. (غنية الناسك، باب الحج عن الغير / تنبيه في أن الاستيجار بالحج باطل ص: ۴۲۰ مطبوعه يادگار شيخ سهارنفور)

ويرد الفضل على الورثة إلا إذا تبرع به الورثة. (رد المحتار، كتاب الحج / باب الحج عن الغير ۱۸/۴-۱۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۴/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مدینہ منورہ کے تمام مقدس مقامات پر دو رکعت نماز پڑھنا

سوال (۵۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حرمین شریفین کے وہ مقدس مقامات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہیں، مثلاً صفہ، ریاض الجنۃ، سات ستون، مقام بدر، حدیبیہ، طائف وغیرہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا اور وہاں ۲؍رکعت نماز پڑھنے کو موجبِ برکت وثواب سمجھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور مقاماتِ مقدسہ کے متعلق اہل السنۃ والجماعت کے کیا عقائد ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ریاض الجنۃ اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور روضہ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے بالقصد سفر کرنا، احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے، اور قدیم زمانے سے سلفِ صالحین کا معمول ہے۔ پھر اِسی کے ضمن میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب مساجد ومقامات کی زیارت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ یہ مزید برکت کے حصول کا ذریعہ ہے، اور جس جگہ کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ وہاں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز اَدا فرمائی ہے یا قیام فرمایا ہے، وہاں اتباعِ رسول اور حصولِ برکت کی نیت سے نماز پڑھنا اور دیگر عبادات کرنا، یقیناً مسنون ومستحب ہوگا۔ بخاری شریف میں طویل روایت ہے کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کا یا مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کا سفر فرماتے تھے، تو باقاعدہ اہتمام کے ساتھ درمیان میں اُن مقامات پر قیام فرماتے، جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ عذر کی وجہ سے ہر وقت مسجد میں حاضر نہیں ہوسکتے، اِس لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے گھر جاکر دو رکعت اَدا کرلیں؛ تاکہ اس جگہ کو وہ گھر کا مصلّیٰ بنادیں؛ چناں چہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کی درخواست قبول فرمائی اور اُن کے گھر تشریف لاکر نماز اَدا فرمائی۔ اِس طرح کی روایات سے یہ

واضح ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یقینی طور منسوب جگہ بھی متبرک ہے، اور وہاں نماز پڑھنا خلافِ شریعت نہیں ہے۔ بریں بنا اگر کوئی شخص مسجد عریش، جو بدر میں واقع ہے اور مسجد حدیبیہ، اسی طرح مدینہ منورہ میں مسجد قبا اور مسجد اِجابہ وغیرہ جاکر نماز اَدا کرے، تو کوئی حرج نہ ہوگا۔ اور ریاض الجنۃ تو مسجد نبوی کا سب سے متبرک حصہ ہے، اور صفہ بھی قدیم مسجد نبوی کے اندر شامل ہے، جس کی فضیلت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تشد الرحال إلا إلىٰ ثلاثة مساجد: مسجد الحرام ومسجدي هذا ومسجد الأقصىٰ. (سنن الترمذي، أبواب الصلاة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم / باب ما جاء أي المساجد أفضل ۷۵/۱ رقم: ۳۲۶)

عن سليمان بن بريدة عن أبيه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: قد كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فقد أذن لمحمد في زيارة قبر أمه، فزوروها؛ فإنها تذكر الآخرة. (سنن الترمذي، أبواب الجنائز عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم / باب ما جاء في الرخصة في زيارة القبور ۲۰۳/۱ رقم: ۱۰۵٤)

حدثنا موسى بن عقبة قال: رأيت سالم بن عبد اللّٰه يتحرى أماكن من الطريق فيصلي فيها ويحدث أن أباه كان يصلي فيها وأنه رأى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي في تلك الأمكنة. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة / باب المساجد التي على طرق المدينة رقم: ٤٨۳ دار الفكر بيروت)

أن عتبان بن مالك وهو من أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ممن شهد بدرًا من الأنصار أنه أتى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! ...... إنك تأتيني فتصلي في بيتي، فأتخذه مصلى، قال: فقال له رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: سأفعل إن شاء اللّٰه تعالىٰ، قال عتبان: فغدَا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأبو بكر حين ارتفع النهار فاستأذن رسول

الله صلى الله عليه وسلم وأبوبكر، فأذنت له فلم يجلس حتى دخل البيت، ثم قال: أين تحب أن أصلي من بيتک قال: فأشرت له إلى ناحية من البيت، فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبّر فقمنا، فصففنا فصلى ركعتين ثم سلّم.

(صحيح البخاري / باب المساجد في البيوت ١/٦٠ رقم: ٤٢٥ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ومنها ما ورد في مسجد قباء وهو قول الله تعالى: ﴿لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِيۡهِ﴾ [التوبة: ١٠٨] وكان صلى الله عليه وسلم يزوره كل سبت ...... ومنها جبل أحد لقول النبي صلى الله عليه وسلم جبل يحبنا ونحبه، وغير ذلک من الأماكن التي ورد فيها نصّ بذلک فتستحب زيارتها. (الموسوعة الفقهية / مادة: زيارة ٢٤/٨١ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



کتابُ النکاح

عقدِ نکاح کے مسائل

اگر لڑکی کنواری مرگئی تو کیا ماں باپ پر اُس کا وبال ہوگا؟

سوال (۵۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نکاح کے باب میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ لڑکے کو دین دار دیکھ لیا جائے، بغیر دین داری کے حقوق کی اَدائیگی نہیں ہوتی، جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ جو لوگ دین دار نہیں ہیں، اُن کو حقوق کی اَدائیگی کی پرواہ بھی نہیں؛ اگرچہ لڑکا کتنا ہی صاحب کمال ہو؛ لیکن متدین (دین دار) نہ ہو تو اُس کے ساتھ لڑکی کی شادی ہرگز نہ کرے۔ (اسلامی شادی بحوالہ: دین ودنیا اسباب الغفلۃ: ۴۹۵، شادی شرعی معیار ص: ۳۳ مؤلف: مولانا اسد اللہ عمر نعمانی فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان)

شرع میں اس بات کا بڑا خیال کیا گیا ہے کہ بے میل اور بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے یعنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے مرد سے مت کرو جو اُس کے برابر کا اور اُس کی ٹکر کا نہ ہو، اور اِس طرح جو مرد دین میں عورت کے برابر کا نہیں، اُس سے بھی نکاح کرنا مناسب نہیں۔ (بہشتی زیور)

نکاح تقدیری وتکوینی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کے نکاح میں سو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں تین سو بیویاں تھیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے لئے اپنی مصالح سے متعدد نکاح کی اجازت ہوئی تو کوئی وجہ استبعاد نہیں ہے، نہ یہ شانِ نبوت ورسالت کے منافی ہے اور نہ زہد وتقویٰ کے، نکاح کا معاملہ بھی عام رزق کی طرح من جانب اللہ طے شدہ ہے کہ کس کا نکاح کس سے ہوگا؟ نکاح تقدیری وتکوینی چیز ہے۔ (منتخب قرآنی اُصول، مؤلف: ڈاکٹر حسن فیروز چوک بازار، بہرائچ)

الف:- بہت سی لڑکیاں والدین کی کوشش کے باوجود مناسب، دین دار جوڑ کا رشتہ نہ ملنے کے سبب کنواری ہی دنیا سے چلی جاتی ہیں، ایسے میں والدین سے مؤاخذہ کا کیا مطلب؟ جیسا کہ کتابوں میں پڑھا گیا ہے کہ نکاح نہ کرنے کا گناہ والدین پر ہوگا۔

ب:- ایسا بھی ہوتا دیکھا گیا ہے کہ والدین/ سرپرست لوگ دین دار رشتہ کی تلاش میں رہتے ہیں، مگر کسی ذریعہ سے لڑکی کی نگاہ ایسے لڑکے پر چلی جاتی ہے جو بظاہر دین سے دور ہو، بدعت کے ماحول کے گھر کا ہو، لڑکی اُس کے لئے مصر ہوجاتی ہے اور والدین کو لڑکی کی مرضی کی طرف مجبوراً جھکنا پڑتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- **الف:-** حسبِ تحریر سوال جب کہ والدین مسلسل مناسب رشتہ تلاش کرتے رہے اور اُن کی طرف سے نکاح میں کوئی رکاوٹ نہیں پائی گئی، تو لڑکی کے کنوارے رہ جانے پر والدین سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا، مؤاخذہ اُس صورت میں ہوگا جب کہ نکاح کی کوئی کوشش نہ کی جائے جس کی وجہ سے اَولاد سے گناہ سرزد ہوگا؛ جیسا کہ درج ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے:

عن أبي سعيد وابن عباس رضي اللّٰه عنهما قالا: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا فإنما إثمه على أبيه. (شعب الإيمان للبيهقي / حقوق الأولاد والأهلين ١٣٧/١١ رقم: ٨٢٩٩ دار الكتب العلمية بيروت، مشكاة المصابيح، كتاب النكاح / باب الولي في النكاح واستيذان المرأة ٢٧١/٢ رقم: ٣١٣٨)

ب:- بہتر یہی ہے کہ لڑکی کے لئے دین داری والا رشتہ تلاش کیا جائے؛ لیکن اگر کسی وجہ سے مجبوراً دوسری جگہ رشتہ کیا جائے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو ایسی صورت میں والدین سے مؤاخذہ نہ ہوگا؛ بلکہ معاشرتی طور پر مصلحت اسی میں ہے کہ ایسی صورت حال میں لڑکی کی

پسند کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

والمرأة تختار الزوج الدين الحسن الخلق الجواد الموسر ولا يتزوج فاسقًا. (رد المحتار / كتاب النكاح ٦٨/٤ زكريا)

ومنها رضا المرأة إذا كانت بالغة بكرًا كانت أو ثيبةً. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الأول في تفسيره شرعًا الخ ٢٦٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں تاخیر کی وجہ سے لون لینے اور قطع تعلق پر مجبور ہونا

سوال (۵۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید عین جوانی میں پہنچ گیا اور وہ شادی کی بہت ضرورت محسوس کر رہا ہے، اور نہ کرنے کی صورت میں اسے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اور گھر والے اُس کی بات کو سمجھ نہیں رہے ہیں، نکاح کرانے سے انکار کر رہے ہیں، زید کا ابھی اپنا کوئی کام بھی نہیں ہے، تو اِس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اَب زید کے لئے لون لینا اور گھر والوں سے قطع تعلق کرنا جائز ہوگا کہ لون کے ذریعہ اپنا کاروبار کرلے اور قطع تعلق کر کے اپنا نکاح خود کرلے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زید کے لئے اپنے والدین سے قطع تعلق کرنا اور بینک سے سودی قرض لینا جائز نہیں ہے، اسے چاہئے کہ والدین سے باادب درخواست کرتا رہے اور مسلسل روزہ رکھے؛ تاکہ عفت وعصمت محفوظ رہے، اور تقویٰ کو لازم پکڑے۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوج؛ فإنه أغض

للبصر وأحسن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء. (مشكاة المصابيح / كتاب النكاح ٢٦٧/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بڑے لڑکے کا رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے چھوٹے لڑکے کو نکاح سے منع کرنا

سوال (۵۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی کا انتقال ہوگیا، میری عمر ۳۸؍سال ہے، میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں تا کہ آئندہ کی زندگی باعصمت گذارسکوں، میری شادی میں اگرکوئی رکاوٹ بنے تو کیا وہ گنہگار رہو گا؟ کیا شریعت میں ایسا بھی ہے کہ پہلے بڑے کی شادی ہو پھر چھوٹوں کی ہو یا جس کا رشتہ ملتا رہے اس کی شادی ہوتی رہے یا بڑے اور چھوٹے کی ترتیب کے حساب سے شادی ہونی ضروری ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو اور کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو تو اُس کو نکاح کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ اور نکاح کے معاملہ میں چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں ہے؛ بلکہ جس کا مناسب رشتہ مل جائے اُسے نکاح کر کے باعصمت زندگی گذارنی چاہئے۔ اور جو شخص بلا وجہ کسی کے نکاح میں رکاوٹ ڈالے گا اُس سے آخرت میں مؤاخذہ ہوسکتا ہے۔

عن أبي نجيح رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: من كان موسرا لأن ينكح فلم ينكح فليس منا. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٥٣/٣ رقم: ١٥٩٠٤)

عن أبي سعيد وابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى

اللّٰہ علیہ وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوجه فإذا بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (شعب الإیمان ۱۳۷/۱۱ رقم: ۸۲۹۹ مكتبة الرشد الرياض، مشكاة المصابيح ۲۷۱/۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

ویڈیو کالنگ پر نکاح اور دو بچوں کے بعد تفریق

سوال (۵۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نوید احمد کا نکاح سمیرہ خاتون سے تقریباً آٹھ سال پہلے ہوا تھا، اِس طور پر کہ لڑکا دوسرے ملک میں تھا اور لڑکی رام پور میں تھی، یہ نکاح انٹرنیٹ کے ذریعہ ویڈیو کالنگ کے ساتھ منعقد ہوا تھا، اِس درمیان شوہر اور بیوی سے دو بچے بھی پیدا ہوئے، اَب بعض وجوہات کی بنا پر دونوں کے درمیان علیحدگی ہورہی ہے۔ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا تھا؛ کیوں کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح درست نہیں ہوتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ چوں کہ ویڈیو کالنگ ہورہی تھی، اِس وجہ سے منعقد ہوگیا۔

سوال یہ ہے کہ نکاح شریعت کی روشنی میں درست ہوا یا نہیں؟ اور اب مرد وعورت کے درمیان علیحدگی کی کیا شکل ہوگی؟ ان مرد وعورت سے دو لڑکے بھی ہیں، ان کی پرورش کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بذریعہ انٹرنیٹ ویڈیو کالنگ کے ساتھ جو نکاح ہوا تھا، وہ اتحادِ مجلس کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے شرعاً منعقد نہیں ہوا تھا، اِس لئے اگر مذکورہ میاں بیوی آئندہ ساتھ رہنا چاہتے ہیں، تو قاعدہ حسب شرائط نکاح کر کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور اگر علیحدہ ہونا چاہتے ہیں تو بغیر طلاق کے فوری طور پر تفریق لازم ہے؛ تاہم

چوں کہ مذکورہ نکاح کو جائز سمجھ کر زوجین ساتھ رہے ہیں؛ اِس لئے اس کو وطی بالشبہہ کے درجہ میں رکھا جائے گا؛ لہٰذا بچوں کا نسب باپ سے ثابت ہوگا اور تفریق کے بعد عدت (تین ماہواری) گذارنی لازم ہوگی، عدت کے بعد ہی کسی اور شخص سے اُس عورت کا نکاح جائز ہوگا اور لڑکے میں سات سال تک اور لڑکی میں بالغ ہونے تک ماں کو پرورش کا حق حاصل ہوتا ہے؛ البتہ اگر ماں بچہ کے نامحرم رشتہ داروں میں شادی کرے تو وہ حق نانی کی طرف منتقل ہوجاتا ہے......الخ اور بچوں اور بچیوں کی کفالت یعنی ضروری خرچ واخراجات کی ذمہ داری باپ پر ہے۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (رد المحتار / كتاب النكاح ٨٦/٤ زكريا)

ومن وطئ امرأة أجنبية زفت إليه وقيل له إنها امرأتک فهي شبهة في الفعل وإن النسب يثبت إذا ادعاه. (البحر الرائق، كتاب الطلاق / باب ثبوت النسب ٢٦٨/٤ زكريا)

كذا موطوءة بشبهة أو نكاح فاسد أي عدة كل منهما ثلاث حيض. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب العدة ١٨٣/٥ زكريا)

والحاضنة أما أو غيرها أحق بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى ...... والأم والجدة ...... أحق بها أي بالصغيرة حتى تحيض أي تبلغ. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب الحضانة ٢٦٧/٥-٢٦٨ زكريا)

والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمه أي الصغير. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الحضانة ٢٦٦/٥ زكريا)

وإذا بطل حق الأم كانت الحضانة للجدة من قبل الأم ...... الخ. (الفتاوىٰ التاتارخانية / كتاب الطلاق ٢٧٥/٥ رقم: ٧٨٣٩ زكريا)

نفقة الأولاد الصغار على الأب ...... الخ. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الرابع في نفقة الأولاد الصغار / الباب السابع عشر في النفقات ٥٦٠/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۸/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فون پر نکاح کے بعد نکاح سے انکار کرنا

سوال (۵۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آصف اقبال ایک شادی شدہ شخص ہے، صائمہ کوثر کے گھرانے میں اس کے دیرینہ مراسم رہے ہیں، کافی آمد ورفت تھی، جس کی بنا پر دونوں میں قربت بڑھتی گی، اور صائمہ کوثر نے منت و سماجت کر کے کسی طرح آصف اقبال کو نکاح کے لئے رضا مند کیا، جبکہ آصف اقبال بیرونِ ملک میں تھا، بیرون میں مقیم سمیر خان نامی ایک شخص کو وکیل مقرر کر کے آصف اقبال کا نکاح صائمہ کوثر سے وکیل اور گواہوں کی موجودگی میں ۱۵ر جولائی ۲۰۱۴ء کو عمل میں آیا، اس نکاح کی اطلاع صائمہ کوثر نے اپنے گھر والوں کو نہیں دی، آصف اور صائمہ اس نکاح کے بعد ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہے، میاں بیوی کی طرح ایک دوسرے پر اپنا حق بھی جتاتے رہے، اسی دوران صائمہ کی نوکری بمبئی میں لگنے سے دونوں لوگ ۳ر سال سے مسلسل (گیسٹ ہاؤس) میں میاں بیوی کی طرح رہتے تھے۔

اگست ۲۰۱۷ء میں صائمہ کو حمل کا احساس ہوا اور وہ خود جا کے نور ہاسپٹل میں صائمہ آصف اقبال نام لکھا کر ہاسپٹل کے عملہ کے سامنے شوہر تسلیم کر کے دستخط کر کے سونوگرافی کر کے آصف کو اطلاع دی اور اسقاط کا مطالبہ اور ضد کی تب آصف بمبئی جا کے صائمہ کا ابورشن کروایا، ہاسپٹل میں صائمہ آصف اقبال نام درج کر کے سب ہاسپٹل کے عملہ کے سامنے کئی مرتبہ شوہر تسلیم کر کے دستخط کئے، وہ سب کاغذات صائمہ کے پاس ہیں جس کا وہ فون پر اعتراف بھی کرتی ہے، اور گیسٹ ہاؤس میں بھی نام صائمہ کوثر آصف اقبال لکھ کر سب کے سامنے ان دونوں نے اپنے آپ کو میاں بیوی ہونے کا سب کو یقین دلایا ہے، اس کے علاوہ آصف کے موبائل میں میاں بیوی (آصف اور صائمہ) کی گفتگو کی بہت ریکارڈنگ ہے جس میں صائمہ کا آصف سے نکاح کا اور بیوی کا صاف صاف اعتراف بھی کرتی رہی، اور خود صائمہ کا اپنے موبائل سے دونوں کی تصاویر کھینچنا پھر بعد میں اسے آصف کو بھیجنا صرف اتنا ہی پروف ہے، آصف وصائمہ

کے نکاح کے وکیل اور گواہ اور جو خطبہ نکاح پڑھایا تھا یہ سب بیرون ملک میں ہونے سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے، آصف کو اس نکاح کا ثبوت دینے کی ضرورت پیش آرہی ہے، تحریری ثبوت نہ رہ جانے کی بنا پر صائمہ نکاح کے اعتراف سے گریز کر رہی ہے، اس لئے یہ بات دریافت کرنا ہے کہ کیا دونوں ہاسپٹل کا وہ مسلم عملہ، گیسٹ ہاؤس کا عملہ جن کے سامنے شوہر ہونے کا اعتراف کیا تھا اور ہاسپٹل میں کی گئی دستخط، صائمہ اور آصف موبائل میں دونوں کی آواز کی جو ریکارڈنگ اور صائمہ کے روم پر اس کی سہیلی کے ساتھ مسلسل رہنے اور وہاٹس ایپ پر بیوی ہونے کا بار بار تحریری دعویٰ کرنا کیا اس کے ذریعہ سے نکاح شرعاً ثابت ہو جائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- صائمہ کوثر نے جب وکیل اور گواہوں کے ذریعہ اپنا نکاح کروایا تھا تو اس سے نکاح منعقد ہو چکا ہے، اس کے بعد دونوں کا میاں بیوی کی طرح رہنا اور ہسپتال کے کاغذات وغیرہ دکھانا یہ سب کے سب دونوں کے میاں بیوی ہونے کی تائید اور تصدیق میں مؤید ہیں، اب صائمہ کا نکاح سے انکار کرنے اور اعتراف نہ کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا صائمہ کوثر بدستور آصف اقبال کی بیوی ہے۔

النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول. (الهداية / كتاب النكاح ٣٢٥/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند، ٣٠٦/٢ مكتبة بلال ديوبند)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين مسلمين رجلين الخ. (الهداية / كتاب النكاح ٣٢٦/٢ مكتبة بلال ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۴/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم سے کورٹ میرج کرنے پر سابق نکاح کا حکم

سوال (۵۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں محمد عادل ولد عبد الرشید صاحب عرف چھون کا لڑکا ہوں، میری شادی ناظمین بنت مرحوم کلوا کی بیٹی سے ہوئی، شادی ہونے کے بعد میری بیوی ۴؍سال میرے ساتھ رہی، پھر اُس کے بعد میرے ساتھ رہتے ہوئے بن بتائے اُس نے کسی غیر مذہبی شخص سے دھرم بدل کر کورٹ میرج کرلیا، پھر وہ میرے پاس سے بغیر کچھ بتائے فرار ہوئی اور اُس کے ساتھ گیارہ ماہ گذارے، پھر وہ میرے پاس آئی اور اُس نے جھوٹ بولا کہ میں نے کوئی شادی نہیں کی، میں اپنے ایک دوست کے یہاں رہ رہی تھی، اس کے آنے کے بعد تین ماہ کے بعد صاف پتہ چلا کہ واقعی اُس نے دھرم بدل کر غیر مذہبی شخص سے کورٹ میرج کیا ہے، اس کے بعد دہلی میں وہ پھر کسی اور دوسرے مسلم بھائی کے ساتھ رہنے لگی؛ کیوں کہ جو غیر مذہبی شخص تھا اُس نے خودکشی کرلی، اُس کے بعد پھر ابھی تک اس مسلم بھائی کے ساتھ بغیر نکاح کے رہ رہی ہے۔

اب میں شریعت کی روشنی میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا وہ میرے نکاح میں موجود رہی یا نہیں؟ یا مجھے طلاق دینی پڑے گی؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال اگر مذکورہ عورت نے نعوذ باللہ مذہبِ اسلام چھوڑ کر ہندو مذہب اختیار کرلیا تو وہ مسلمان شوہر کے لئے حلال نہیں رہی؛ لیکن اس عورت کا اِسلام لانے کے بعد کسی مسلمان سے اُس وقت تک نکاح نہیں ہوسکتا، جب تک کہ پہلے شوہر سے طلاق یا تفریق نہ ہوجائے۔ بریں بنا اس عورت سے باقاعدہ تفریق کے لئے آپ اُسے طلاقِ بائن دے سکتے ہیں؛ البتہ تین طلاق نہ دیں؛ کیوں کہ وہ شرعاً ممنوع اور قانوناً جرم ہے۔ (مستفاد: الحلیۃ الناجزۃ: ۱۹۴، مکتبہ رضی دیوبند)

وأفتی مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرًا وتیسیرا الخ ...... الإفتاء بهذا أولیٰ من الإفتاء بما في النوادر. (الدر المختار، کتاب النکاح / باب نکاح الکافر ٣٦٧/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۵/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرضی نام سے نکاح اور حقیقی نام سے طلاق دینا

سوال (۵۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی کا نکاح ''نور بانو'' کے نام سے ہوا جب کہ اُس لڑکی کا صحیح نام ''شمیم بانو'' تھا، نکاح کے بعد رخصتی بھی ہوگئی اور ۴-۵ لڑکے بھی ہوگئے، اب اُس نے یہ کہہ کر طلاق دی کہ ''جاؤ شمیم ہم نے تم کو طلاق دیا'' اَب یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ نکاح ''نور بانو'' کے نام سے ہوا ہے، اور طلاق شمیم بانو سے ہوئی ہے؛ اِس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اَب دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ مذکورہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ جب کہ نام صحیح نہیں تھا، اگر درست ہے تو اِس طرح طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور نکاح کے وقت ''نور بانو'' نام صرف اِس لئے ذکر کیا گیا کہ لوگ ''شمیم'' نام سن کر مذاق بنائیں گے کہ یہ تو لڑکے کا نام ہے؟ صحیح جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر نکاح کے وقت لڑکی کے گھر والوں نے کسی مصلحت سے ''شمیم بانو'' کا نام ''نور بانو'' کردیا تھا اور شوہر اور گواہوں کو اِس کا پہلے سے علم تھا، تو گویا کہ منکوحہ متعین تھی، تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہوچکا ہے، اَب چوں کہ وہ لڑکی نکاح کے وقت نام بدل دینے کے باوجود پہلے والے نام سے معروف ومشہور رہی؛ اِس لئے جب شوہر نے اُسے پہلے نام ''شمیم بانو'' سے مخاطب کرکے طلاق دی ہے تو یہ طلاق شرعاً واقع ہوچکی ہے، جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ مسئولہ صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی ہے، اُن کی بات درست نہیں ہے۔

جارية لها اسم سميت به في صغرها فلما كبرت سميت باسم آخر تزوج باسمها الآخر جاز إن صارت معرفة بهذا الإسم. (المحيط البرهاني، كتاب النكاح / الفصل الخامس في تعريف المرأة والزوج ٢٥/٤ إدارة القرآن كراچی)

يكفي ذكر اسمها إن كانت معروفة عندهم؛ لأن المقصود من التسمية التعريف وقد حصل. (رد المحتار / كتاب النكاح ٤/ ٩٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۲/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے رجسٹر میں ربیبہ کے باپ کی جگہ دوسرے شوہر کا نام لکھنا

سوال (۵۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پہلے میری شادی رام پور میں ہوئی تھی، میرے پہلے شوہر نے مجھے طلاق دے دی تھی، میری دوسری شادی مراد آباد میں ہوئی ہے، پہلے شوہر سے ایک لڑکی ہے، اُس کی ۲۸ر فروری کو شادی ہے، میں چاہتی ہوں اُس کے نکاح میں میرے موجودہ شوہر کا نام ڈالا جائے جس نے اُس کو پالا ہے، اگر ایسا ہوسکتا ہے تو مجھے قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شریعت میں حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف بچے یا بچی کی ولدیت منسوب نہیں کی جاسکتی؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں آپ کے پہلے شوہر کی بیٹی کو دوسرے شوہر کی طرف منسوب کرنا جائز نہ ہوگا، اور نہ تو نکاح کے وقت دوسرے شوہر کا نام لینا درست ہوگا اور نہ ہی رجسٹر میں بحیثیت باپ کے اُس کا نام لکھا جائے گا؛ البتہ موجودہ سرپرست کے طور پر دوسرے شوہر کا نام لکھا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۱۲/ ۱۰۶)

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ويعلم من الآية أنه لا يجوز انتساب الشخص إلى غير أبيه، وعد ذلك بعضهم من الكبائر. (روح المعاني / سورة الأحزاب ١١/ ١٤٧ دار الكتب العلمية بيروت)

عن سعد رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول:

من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام. (صحيح البخاري ۱۰۰۱/۲ رقم: ٦٥٠٩، صحيح مسلم ٥٧/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۸/۴/۲۶ھ

نکاح کے موقع پر گواہوں کے ساتھ جو شخص گیا تھا وہ موجود نہیں رہا

سوال (۵٦۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی سے جو شخص گواہوں کے ساتھ اجازت لینے گیا تھا وہ مجلس نکاح میں موجود نہیں رہا؛ لیکن دونوں گواہ حاضر تھے اور انہوں نے قاضی سے کہا کہ ہمارے سامنے لڑکی نے اجازت دی ہے ان کے کہنے پر قاضی نے نکاح پڑھا دیا تو یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں چوں کہ دونوں گواہوں کو لڑکی نے وکیل نہیں بنایا ہے؛ لہٰذا ان کی اجازت کافی نہ ہوگی اور یہ نکاح نکاحِ فضولی کے طور پر منعقد ہوگا، پس اگر لڑکی بعد میں صراحتاً یا دلالتاً رضامندی ظاہر کردے یا لڑکی کا وکیل اجازت دیدے تو یہ نکاح منعقد اور نافذ ہوجائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶۲۱/۱۰ ڈابھیل)

لو زوج رجل امرأة بغير رضاها أو رجلا بغير رضاه وهذا عندنا فإن كل عقد صدر من الفضولي وله مجيز انعقد موقوفًا على الإجازة (الهداية) وفي فتح القدير قوله: صدر من الفضولي وله مجيز انعقد موقوفا على الإجازة فإذا أجاز من له الإجاز ة ثبت حكمه مستندًا إلى العقد فسر المجيز في النهاية بقابل يقبل الإيجاب سواء كان فضوليا أو وكيلاً أو أصيلا. (الهداية مع فتح القدير، كتاب النكاح / فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها ۳۰۷/۳ دار الفكر بيروت، رد المحتار، كتاب النكاح / باب الكفاءة ٢٢٥/٤ زكريا)

ونفاذ عقد الفضولي بالإجازة. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب الكفاءة، مطلب: في الوكيل والفضولي في النكاح ٤/٢٢١ زكريا)

الإجـازة اللاحقة كالوكالة السابقة. (قواعـد الفقه / قاعده: ٦ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۲/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر داڑھی والا وکیل یا گواہ بن جائے تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال (۵۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طاہر حسین کا نکاح آپسی رضا مندی کے ساتھ دس بارہ لوگوں کی موجودگی میں ممتاز خاتون بنت رضی حسن سے ہو گیا، لڑکی نے فون پر اپنا وکیل بنایا کہ میرا نکاح دس ہزار مہر کے عوض طاہر حسین ولد شاہد علی سے کرادو، وکیل نے مجلس نکاح میں لڑکی کی طرف سے قبول کرکے اپنی موکلہ کو بتایا، اوراس وکیل کے علاوہ نکاح کا ایک وکیل اور دو گواہ الگ سے تھے جو کہ بغیر داڑھی کے تھے بعدہ لڑکی کے والد نے اپنی بیٹی کے لئے طاہر سے زمین نام کرانے کو کہا، لڑکے نے زمین دکھا بھی دی اور ماں باپ طرفین کے رضا مند تھے؛ لیکن ایک مہینہ بعد کسی کے اتار چڑھاؤ سے لڑکی کے والد یہ کہہ رہے ہیں کہ شرعاً میری بیٹی کا نکاح ہوا ہی نہیں لہٰذا میں رخصتی نہیں کروں گا اورلڑکی تیلی برادری سے ہے، لڑکا درزی برادی سے، کیا بغیر داڑھی والا گواہ یا وکیل بن جائے تو نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے یا اس طرح نکاح شرعاً معتبر نہیں ہوتا، مدلل جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجـواب وبالله التوفيق:- برتقدیر صحت سوال جب کہ فریقین اوران کے والدین کی رضامندی سے وکالتاً نکاح ہوا اور مجلس نکاح میں دس بارہ لوگ موجود تھے، جنہوں نے ایجاب وقبول کو بذات خود سنا؛ لہٰذا یہ نکاح بلا شبہ منعقد ہو چکا ہے اور گواہ اگر بغیر داڑھی والے

ہوں تو نکاح میں ان کی بھی گواہی معتبر ہوتی ہے اور جب لڑکی کے ماں باپ راضی ہوں تو غیر برادری میں نکاح میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی بریں بنا مذکورہ نکاح کے بارے میں بعد میں لڑکی کے والد کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا، معتبر نہیں ہے اور اس بنیاد پر لڑکی کی رخصتی سے انکار کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

یجوز للواحد أن ینفرد بعقد النکاح عند الشهود علی اثنین إذا کان ولیا لهما أو وکیلا عنهما. (فتح القدیر / کتاب النکاح ۲۹۹/۳ زکریا)

وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما معا فاهمین مسلمین لنکاح مسلمة ولو فاسقین الخ. (رد المحتار / کتاب النکاح ۸۶/٤-۹۳ زکریا)

وکذا ینعقد النکاح بشهادة الفاسقین عندنا. (بدائع الصنائع، کتاب الشهادة / بیان رکن الشهادة ٤٠٧/٥ زکریا)

إن الولي لو زوج الصغیرة غیر کفء لایصح ما لم یکن أبا أو جدًا. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب الکفاءة ۲۰۷/٤ زکریا، ۸۵/۳ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۴۰/۶/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بوقتِ نکاح قبول کے بجائے ''الحمد للہ'' کہا

سوال (۵۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالد اور امینہ دونوں کا نکاح ہو رہا ہے، امینہ نے دو گواہ کے سامنے نکاح کی اجازت دے دی؛ لیکن خالد نے دو گواہ کے سامنے لفظ قبول کے بجائے صرف الحمد للہ تین مرتبہ کہا، تو خالد کا نکاح امینہ کے ساتھ درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ تجدید نکاح کرلیا

جائے؛ کیوں کہ لفظ ''الحمد للہ'' سے نکاح منعقد ہونے کے بارے میں دونوں طرح کے فتاویٰ موجود ہیں، بعض میں جواز اور بعض میں عدمِ جواز کی بات لکھی گئی ہے، اِس لئے اَحوط یہی ہے کہ نکاح کی تجدید ہوجائے؛ تاکہ کوئی شبہ نہ رہے۔ (تفصیل دیکھئے: اِمداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ/ کتاب النکاح ۷/۴۹۳ زکریا)

امرأة قالت لرجل زوجت نفسي منك، فقال الرجل: ''بخداوند كارى پذيرفتم'' يصح النكاح، ولو لم يقل الرجل ذلك؛ لكنه قال لها: ''شاباش'' إن لم يقل بطريق الطنز يصح النكاح، كذا قال القاضي الإمام.

(خلاصة الفتاوىٰ، كتاب النكاح / الفصل الأول في جواز النكاح ۳/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند، الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح الخ ۲۷۲/۱ زكريا قديم، ۳۳۷/۱ زكريا جديد) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نکاح کے بعد چھوہارے لٹانا سنت ہے یا مستحب؟

سوال (۵۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے بعد عام طور پر چھوہارے لٹائے جاتے ہیں، کھانے کی چیز کو لٹانے سے اُس کی بے ادبی بھی ہوتی ہے، اور بعض دفعہ لٹانے کی صورت میں لوگوں کے چشموں، آنکھ، ناک اور پیروں پر بھی گرتے ہیں جس سے بے ادبی کی شکل بنتی ہے۔ اِسی طرح اچھالنے اور لٹانے کی صورت میں بعض لوگوں کو چھوہارے ملتے ہیں اور اکثر پیچھے کے لوگوں کو نہیں پہنچتے، تو اُن کی دل شکنی بھی ہوتی ہے، اور بعض دفعہ چھینا جھپٹی کی شکل بھی بن جاتی ہے؛ اِس لئے دریافت یہ کرنا ہے کہ چھوہارے لٹانا اور اچھالنا سنت ہے یا مستحب؟ اور کیا یہ عمل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے ثابت ہے اور جن احادیث میں ’’نثر‘‘ کے الفاظ وارد ہیں، یہ احادیث کسی درجہ کی ہیں؟ کیا ان سے سنت کا ثبوت ہوسکتا ہے؟ کیا ’’نثر‘‘ کے معنی ’’لٹانا، اچھالنا‘‘ کے آتے ہیں یا تقسیم کے معنی میں لیا جاسکتا ہے؟ اِس بارے میں تحقیق فرماکرامت کی رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حضرات فقہاء کرام نے نکاح اور خوشی کے مواقع پر مٹھائی اور اُس کے اچھالنے کی گنجائش دی ہے اور اِس عمل کو بے ادبی شمار نہیں فرمایا؛ اِس لئے کہ اسے عرف میں بے ادبی اور توہین نہیں سمجھا جاتا، اور کسی عمل کے بے ادبی ہونے یا نہ ہونے میں اصل مدار عرف پر ہے، اور اس میں اچھالی گئی چیز نہ ملنے پر دل شکنی کا بھی کوئی سوال نہیں ہے؛ اِس لئے کہ بسا اوقات ہاتھ در ہاتھ تقسیم کرنے میں بھی یہ صورت پیش آتی ہے کہ تقسیم کردہ شئ ختم ہونے پر باقی ماندہ لوگ محروم رہ جاتے ہیں، تو اِس سلسلے میں کسی کو شکایت کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا؛ البتہ اِس بات کا لحاظ بہرحال ضروری ہے کہ اِس طرح نشانہ لگاکر نہ اچھالیں کہ کسی کو اذیت اور تکلیف ہو، نیز اگر مسجد میں نکاح ہورہا ہو تو شور وغل اور چھینا چھپٹی نہ کریں اور چھوہارے کی گٹھلی وغیرہ مسجد میں نہ ڈالیں۔

اب رہ گئی یہ بات کہ یہ عمل سنت ہے یا نہیں؟ تو اِس سلسلے میں عرض ہے کہ اس کے متعلق جو صریح روایات موجود ہیں، وہ صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتیں؛ اِس لئے ان سے سنیت تو ثابت نہیں ہوسکتی؛ البتہ یہ عمل حسبِ شرائط مباح ہے، نہ اِس پر اصرار کی اجازت ہے اور نہ ہی مطلق انکار کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ دورِ صحابہ سے آج تک کسی درجہ میں اس کا معمول رہا ہے؛ اسی لئے فقہاء نے بھی گنجائش دی ہے، اور جن روایتوں میں ’’نثر‘‘ کے الفاظ وارد ہیں، اُن کو محض تقسیم کے معنی میں نہیں لیا جائے گا؛ کیوں کہ عربی میں ’’نثر‘‘ کے معنی ’’بکھیرنے اور اچھالنے‘‘ کے آتے ہیں اور روایت میں صاف طور پر ’’نثر علیہ‘‘ کے الفاظ وارد ہیں، جن کو تقسیم کے معنی میں لینا سیاق کے خلاف ہے، اور ایک روایت میں باقاعدہ صراحت ہے کہ ایک طشت میں اخروٹ، بادام اور

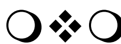
کھجوریں لائی گئیں اور پیغمبر علیہ السلام کی موجودگی میں انہیں اچھالا گیا، تو حاضرین نے ان چیزوں کو لیتے ہوئے اولاً جھجک محسوس کی؛ اِس لئے کہ ایک دوسرے موقع پر ''نہبۃ'' یعنی لوٹنے سے ممانعت کی گئی تھی؛ لیکن پیغمبر علیہ السلام نے جب یہ وضاحت فرمائی کہ اس موقع پر لوٹنا منع نہیں ہے؛ تو لوگوں نے ہاتھ بڑھا کر چیزوں کو سمیٹنا شروع کردیا، بہرحال ان صریح الفاظ اور تفصیلات کے ہوتے ہوئے لفظ ''نثر'' کو صرف تقسیم پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا۔

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوج بعض نسائه فنثر عليه التمرَ. وفي رواية عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا زوج أو تزوج نثر تمرًا. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصدق، جامع أبواب الوليمة / باب ما جاء في النثار في الفرح ٥٠٣/٧ رقم: ١٤٦٨٢-١٤٦٨٣ دار الحديث القاهرة)

روى البيهقي عن معاذ بن جبل رضي الله عنه بسند فيه ضعف وانقطاع أن النبي صلى الله عليه وسلم حضر في أملاك (أي نكاح) فأتي بطباق عليها جوز ولوز وتمر فنثرت، فقبضنا أيدينا، فقال: ما بالكم لا تأخذون؟ فقالوا: لأنک نهيت عن النهبىٰ، فقال: مما نهيتكم عن نهبي العساكر، خذوا على اسم الله فجاذبنا وجاذبناه. (إعلان السنن، كتاب النكاح / باب استحباب الوليمة وكون وقته بعد الدخول ١٢/١١ كراچی، السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٢٠/١١ رقم: ١٥٠٤٨ دار الفكر بيروت)

لا بأس بنثر السكر والدراهم في الضيافة وعقد النكاح، كذا في السراجية. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثالث عشر في النهبة ونثر الدراهم والسكر الخ ٣٤٥/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۷/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



کفاءت اور ولایت کے مسائل

مثبت استخارہ کے باوجود باپ کا رشتہ کرنے سے انکار کرنا

سوال (۵٦٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ دنوں پہلے زید کا خالدہ سے رشتہ آیا تھا، زید کے گھر میں سبھی اَفراد راضی تھے، سوائے زید کے بھائی اور بھابھی کے، زید کے والد صاحب اَولاً تو راضی تھے؛ لیکن کچھ وجوہات کی وجہ سے والد صاحب بھی تذبذب کا شکار ہوگئے، پھر زید نے تین مرتبہ استخارہ کیا کہ کیا یہ رشتہ مناسب رہے گا یا نہیں؟ زید کے ہر استخارے میں ہاں کا اِشارہ ملا ہے۔

مگر والد صاحب ابھی تک مصر ہیں کہ وہاں نہیں کرنا، یا کہہ دیتے ہیں کہ شادی کرے گا تو میں شرکت نہیں کروں گا؛ البتہ شادی کے لئے تمام پیسے دے دوں گا، یا میں نے اتنے اَرمان دیکھے تھے، اور اُس نے میرا دل دُکھایا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اِسی طرح جب زید نے اپنے بھائی کو راضی کرنے کے لئے کوشش کی اور استخارے کی بابت انہیں بتایا تو وہ فوراً بولے تیرا اِستخارہ تو عجیب ہے، جو چاہتا ہے وہی آجاتا ہے۔ کیا اِس طرح کے جملے استخارے کی بابت کہنا یا کسی بھی ایسی چیز کے متعلق جس میں نص وارد ہوئی ہو، کیا حکم رکھتا ہے؟

زید اپنے والد صاحب سے مستقل درخواست کررہا ہے کہ ابو جی! آپ راضی ہوجائیں، میں آپ کی مرضی چاہتا ہوں، زید بار بار یہی سمجھانے کی کوشش کررہا ہے کہ استخارے کے بعد میری خالدہ سے نکاح کی مرضی ہوگئی ہے اور میں بہت خوش ہوں؛ مگر والد صاحب ایسی وجوہات کو وجہ بناکر منع کردیتے ہیں جو معقول نہیں ہیں۔ اور اگر زید کے والد یا زید کے بڑے بھائی اور بھابھی کی نظر میں معقول ہیں تو زید اُن کو اَز روئے شرع جواب بھی دیتا ہے، جس پر وہ خاموش

ہو جاتے ہیں؛ حتیٰ کہ زید کے والد کہتے ہیں کہ میرے پاس اُس کی باتوں کا جواب نہیں ہوتا؛ کیوں کہ وہ عالم دین ہیں اور مفتی بھی۔

زید بہت زیادہ پریشان ہے اور اُس کے تمام اہل خانہ بھی، زید آیات قرآنی اور اَحادیث کو سامنے رکھ کر کہتا ہے کہ میں نے والد صاحب کی مرضی معلوم ہونے کے بعد استخارہ کیا تھا اور تمام اہل خانہ بھی راضی تھے، پھر جب استخارے میں اشارہ مل چکا ہے تو ضد بنا کر منع کرنا یہ کہاں سے درست ہے؟

جب کہ شریعت نے ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ﴾ بھی فرمایا ہے، اِسی طرح ایک صحابی سے حضور نے فرمایا تھا کہ جس سے تمہارا نکاح ہونے والا ہے، تم نے اس کو دیکھا ہے، اُسے ایک نظر دیکھنا چاہئے تھا۔ اِسی طرح ایک صحابی سے فرمایا کہ تمہیں باکرہ سے نکاح کرنا چاہئے تھا وہ زیادہ موزوں رہتی؛ تاکہ تم اس سے دل لگی کرتے وغیرہ۔ زید اس رشتے کے حوالے سے بہت خوش اور تین مرتبہ استخارے میں اسے ہاں کا اشارہ ہی ملا ہے۔

از راہِ کرام شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں کہ والد صاحب یا بھائی اور بھابھی کا ضد کی وجہ سے منع کرنا درست ہے؟

زید، زید کی تمام بہنیں زید کے ماموں اور ممانی حتیٰ کہ خالہ اور خالو بھی راضی ہیں، اس رشتے کے حوالے سے، اب آپ سے درخواست ہے کہ شریعت اِس سلسلے میں زید کو کیا حکم دیتی ہے؟ اور اُس کے والد یا بھائی اور بھابھی کو کیا حکم دیتی ہے؟ جو مصر ہیں کہ وہاں زید کی شادی نہیں کرنی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حسبِ تحریر سوال اگر یہ رشتہ ہر اعتبار سے مناسب ہے اور لڑکا اور لڑکی کا ایک دوسرے کی طرف رجحان اور میلان بھی ہے اور اِستخارے کے بعد اطمینان بھی ہو چکا ہے، تو مناسب یہی ہے کہ والد صاحب اور دیگر اَعزہ اِس رشتہ کو منظور کر لیں اور بلاوجہ اس میں مانع نہ بنیں اور اپنی بات پر ضد نہ کریں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض. (سنن الترمذي، أبواب النكاح / باب ما إذا جاء أحدكم من ترضون دينه الخ ۲۰۷/۱ رقم: ۱۰۸٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۲۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

محض دنیاوی ترجیحات کی بنا پر دین دار لڑکی کا رشتہ رد کردینا؟

سوال (۵٦۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مفتی صاحب! میرا نام لبنیٰ انصاری ہے، میں کافی عرصے سے بہت ٹینشن میں اُلجھی ہوئی ہوں، آپ سے عاجزانہ گذارش ہے کہ اِس مسئلہ کو حل کردیں، بڑی مہربانی ہوگی۔

میرا بھائی عالم دین ہے، انہیں عالم اور مفتی بنے کئی سال ہوچکے ہیں، چند مہینے پہلے میرے بھائی کے ایک دوست نے غیر برادری میں ایک جگہ رشتہ بتایا، لڑکی اور لڑکی کے سب گھر والے بہت دین دار تھے، خاص طور پر لڑکی، اولاً تو والد صاحب نے غیر برادری کی وجہ سے منع کردیا؛ لیکن دین داری کی وجہ سے بھائی نے اصرار کیا تو والد صاحب کی مرضی حاصل کرکے ہم سب بہنیں اور بھابھی اس لڑکی کو دیکھنے بھی گئے، لڑکی ہمیں پسند آگئی؛ لیکن ایک بہن اور بھابھی کو وہ پسند نہیں آئی، وجہ یہ بتائی کہ لڑکی موٹی ہے، اِس وجہ سے دونوں کا کوئی جوڑ نہیں؛ لیکن میرے بھائی کو یہ کوئی وجہ مناسب معلوم نہیں ہوئی؛ کیوں کہ اُن کو تو فقط دین دار لڑکی چاہئے تھی؛ حتی کہ میرے بھائی نے تو یہاں تک دیا تھا کہ لڑکی بس مقبول صورت ہونی چاہئے، چاہے وہ مطلقہ یا بیوہ کیوں نہ ہو، بس شرط یہ ہے کہ وہ میرے معیار کی دین دار ہو، بھائی نے دین داری کی وجہ سے بہت کوشش کی، مگر بھائی کو عجیب وغریب طعنوں سے نوازا گیا، بالآخر جب والد صاحب نے آخری سبب غیر برادری ہونا بتایا اور وہ کسی صورت راضی نہیں ہوئے تو وہ رشتہ کینسل ہوگیا۔

اُس کے چند ماہ بعد ایک اور رشتہ آیا، یہ رشتہ ہماری دور کی رشتے داری میں سے تھا، جب

یہ رشتہ والد صاحب کو بتایا گیا، ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ تمام بہنوں کو وہ لڑکی پسند ہے، تو اُنہوں نے شروع میں ہاں کر دی کہ اُس کے گھر والے اچھے ہیں، مہمان نواز بھی ہیں، اور دوسری اہم بات یہ کہ لڑکی رشتہ داری میں ہے، اور برادری بھی ایک ہے؛ لیکن ساتھ والد صاحب نے یہ کہہ دیا کہ اپنی بھابھی سے بھی مشورہ کر لینا، ایک دن گذرنے کے بعد ابو جی کی بہن کے پاس کال آتی ہے اور وہ اس رشتے کے لئے منع کر دیتے ہیں، وجہ معلوم کرتے ہیں، تو یہاں پر بھی یہی بات کہ جوڑ نہیں اور اُن کے گھر کا ماحول اچھا نہیں، وجہ چوں کہ معقول نہیں تھی، اِس لئے ہمارے بھائی مطمئن نہیں ہوئے، تو گھر میں تمام بہنوں نے اثبات میں جواب دیا؛ لیکن بھابھی والد صاحب نے یہ کہہ دیا تھا کہ جو اکثر کی رائے ہوگی ویسے کر لیا جائے گا، تمام بہنوں نے اثبات میں جواب دیا؛ لیکن بھابھی نے ایک بات یہ رکھی کہ وہ لڑکی ''لوور اور ٹی شرٹ'' بھی پہنتی ہے، اور اُسے ہمارے پورے خاندان نے دیکھا ہے، اِس پر بھی بھائی نے کہا کہ میں اس سے شادی کے لئے راضی ہوں۔

اکثریتی رائے مثبت ہونے پر بھی یہ رشتہ ٹال دیا گیا، پھر چند دنوں بعد مفتی بھائی کو منانے کے لئے ہماری بہن کے گھر میں میٹنگ ہوئی، جس میں خالہ، خالو، ممانی، ماموں اور تمام بہنیں، بھابھی، بھائی اور ہمارے مفتی بھائی بھی تھے، بھائی پر بہت زور ڈالا گیا کہ وہ اس رشتے سے انکار کر دیں، مگر بھائی راضی نہیں ہوئے، والد صاحب چوں کہ دوسرے ملک میں رہتے ہیں؛ اِس لئے اُنہوں نے بھی منع کر دیا کہ یہاں شادی نہیں کرنی، اگر کرے گا تو تیری شادی میں کوئی شریک نہیں رہے گا، سب کا تجھ سے کوئی تعلق نہیں رہے گا، ہمارے مفتی بھائی کا یہ کہنا تھا کہ معقول وجہ بتا دو، میں آپ کی بات مان لوں گا، مگر مٹاپے کو وجہ بتا کر یا گھر کے ماحول کو وجہ بتا کر جب کہ وہ لڑکی اور اُس لڑکی کی بہن اور والدہ سب پکے نمازی ہیں، منع کرنا یہ کوئی عقل میں آنے والی بات نہیں۔

اس طرح بحث ومباحثہ کے درمیان شادی شدہ بھائی نے ہمارے مفتی بھائی کو تمام رشتہ داروں کے سامنے مارا اور اَناپ شناپ کہا، مگر بھائی نے جب یہ سب دیکھا تو اس نے کہہ دیا کہ شادی تو میں اب اسی لڑکی سے کروں گا چاہے جو بھی کچھ ہو جائے۔

نوٹ:- (۱): پہلا رشتہ بہت دین دار لڑکی کا تھا اور یہ لڑکی بہ ظاہر گھر والوں کی نظر میں

دین دار نہیں تھی۔

(۲) گھر والے ہمارے مفتی بھائی سے پہلے یہ کہتے تھے کہ دین دار لڑکی لائے گا تو اس میں تیرا کیا کمال، کمال تو یہ ہے کہ دنیا دار کو لاکر دین دار بنائے۔

(۳) دین دار لڑکی کو برادری اور موٹا ہونے کا سبب بتا کر منع کردیا اور یہاں فیشن پرست ہونے کا سبب بتا کر، دیکھیں کھلا تضاد۔

(۴) دوسرے والا رشتہ جو ہماری رشتہ داروں میں سے ہے، وہ لڑکی پہلے پردہ نہیں کرتی تھی؛ لیکن اب وہ اتنا اچھا پردہ کرتی ہے کہ ہمارے پورے خاندان میں ایسا برقع کوئی نہیں پہنتا، یعنی مکمل ساتر برقع، نمازوں کی وہ پابند ہے، قرآن پڑھنے کا مستقل معمول ہے۔

والد صاحب شادی شدہ بھائی اور بھابھی رشتے کے لئے راضی نہیں ہورہے ہے، مگر یاد رہے والد صاحب شروع میں راضی تھے اور باقی تمام بہنیں اور رشتے دار سب راضی ہیں اور ہمارے مفتی بھائی بھی، ایسی صورت میں شریعت کیا کہتی ہے بتادیں۔ قرآن نے پسند کے نکاح کی ترغیب دی ہے، حدیث میں باکرہ سے نکاح زیادہ بہتر قرار دیا ہے، حدیث میں بھی پسندیدگی والے نکاح کو کرنے کا حکم دیا ہے۔

اِن تمام اُمور کو سامنے رکھ کر شریعت کا فیصلہ سنادیں کہ شریعت ایسے وقت توازن والی کون سی راہ کو کہتی ہے؟ بینوا توجروا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حسبِ تحریر سوال جب کہ برادری کا مناسب رشتہ دستیاب ہے اور مخطوبہ لڑکی نماز اور پردہ کی پابند ہے، تو اس رشتہ کو بلاوجہ رد کرنا مناسب نہیں، والد صاحب کو چاہئے کہ وہ انکار پر ضد نہ کریں اور لڑکے کے رجحان کو نظرانداز نہ کریں، اُس کی وجہ سے بعد میں بڑے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوه تكن فتنة في

الأرض وفساد عريض. (سنن الترمذي، أبواب النكاح / باب ما إذا جاء أحدكم من ترضون دينه الخ ٢٠٧/١ رقم: ١٠٨٤)

ويتزوج من هي فوقه في الخلق والأدب والورع والجمال. (البحر الرائق / كتاب النكاح ١٤٣/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متدین لڑکی کے سابقہ حالات کی بنا پر باپ کا رشتے کو رد کرنا

سوال (٥٦٨):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اس وقت ''دوحہ'' قطر میں مقیم ہوں، چند سال قبل احقر نے ''دارالعلوم دیوبند'' سے تکمیلات ''ادب وافتاء'' وغیرہ سے فراغت کے بعد یہاں سکونت اختیار کرلی ہے، میرا ایک جگہ سے رشتہ آیا ہوا ہے، لڑکی کی ابتدائی زندگی آزادانہ ماحول میں گذری ہے، یعنی بے پردگی والی زندگی رہی ہے، اور لڑکی کے والد بھی باشرع نہیں ہیں؛ البتہ اب وہ لڑکی مکمل پردہ کرتی ہے، جو اَب اچھے اور پڑھے لکھے گھرانوں میں بھی نہیں ہوتا، میں چوں کہ خود عالم دین ہوں، اور آیات واَحادیث میں بنظر غائر غور وفکر کرنے کے بعد مجھے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ لڑکی کو ترجیح دینے کی وجوہات میں اس کا دین دار ہونا بھی ہے؛ اِس لئے میرا قلبی رجحان اُس کی جانب ہو چکا ہے؛ لیکن اَب مسئلہ یہ ہے کہ احقر کے والد صاحب کسی بھی صورت میں راضی نہیں ہورہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جہاں سے رشتہ آیا ہے، وہاں کا نام بھی نہ لینا، وجہ معلوم کرنے پر یہ کہتے ہیں کہ: بس میری مرضی نہیں ہے، جب کہ لڑکی میں کوئی ممانعت کی وجہ نہیں ہے، نیز یہ کہ اَب اُس کا دین کی طرف رجحان بھی ہے، تو سوال یہ ہے کہ:

(۱) کیا والد صاحب کو بندے پر ولایتِ اجبار حاصل ہے؟ نیز کیا والد صاحب کسی دوسری جگہ میرا نکاح کراسکتے ہیں؟

(۲) اہل خانہ مذکورہ بالا لڑکی کی پرانی زندگی سامنے رکھ کر مختلف طرح کی باتیں کررہے

ہیں، تو کیا فقط پرانی زندگی کو وجہ بنا کر اُن کا رشتے سے منع کرنا درست ہے؟

(۳) ان لوگوں کا عجیب وغریب طور پر مجھے ٹارچر کر کے اِس بات پر آمادہ کرنا کہ میں رشتے سے منع کر دوں، درست ہے؟

(۴) احقر نے لڑکی کو دین داری اور توبہ وتائب ہونے کی وجہ سے ترجیح دی ہے، تو کیا عالم ومفتی ہونے کے باوجود کچھ لوگ کی طرف سے یہ الزام عائد کرنا کہ ضرور اُس کا اُس لڑکی سے چکر ہے، یہ سب درست ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - برتقدیر صحت سوال اگر مذکورہ لڑکی فی الوقت دین داری اور پاکیزگی کی زندگی گذار رہی ہے تو اُس سے رشتہ کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، سابقہ حالات کو بنیاد بنا کر اِس رشتہ کو رد نہیں کرنا چاہئے، عاقل وبالغ اولاد پر نکاح کے سلسلے میں والد کو ولایتِ اجبار حاصل نہیں ہے؛ تاہم باہمی رضامندی سے تقریب منعقد ہو تو زیادہ بہتر ہے اور محض رشتہ کی طرف میلان کی وجہ سے کسی کو طعنہ زنی اور الزام تراشی کا حق نہیں ہے۔

ويتزوج من هي فوقه في الخلق والأدب والورع والجمال. (البحر الرائق / كتاب النكاح ١٤٣/٣ زكريا)

الكفاءة معتبرة الخ، من جانبه أي الرجل الخ، ولذا لا تعتبر من جانبها.

(الدر المختار، كتاب النكاح / باب المهر ٢٠٦/٤-٢٠٧ زكريا)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ (الدر المختار) ولا الحر البالغ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ١٥٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی ناراضگی کے باوجود دیگر اَقرباء کا لڑکی کا نکاح کرنا

سوال (۵۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رئیس احمد کی دماغی حالت کمزور ہے اُن پر سحر اور آسیبی اثر ہے، جس کی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں، اُن کی ایک بیوی ایک لڑکا ایک لڑکی ہے، رئیس احمد اپنی کمزوری کی وجہ سے کچھ کاروبار کام دھندہ بھی نہیں کر پاتے اور اپنے نفع نقصان کو بھی نہیں جانتے، بیوی کے ساتھ بھی اکثر لڑائی رہتی ہے، ذاتی مکان نہ ہونے کی وجہ سے سسرال میں ہی رہتے ہیں، اُن کی لڑکی جوان ہوگئی ہے، اِس لئے بیوی نے اپنے بھائی بہن وغیرہ کے ساتھ مل کر اپنی ایک قریبی رشتہ داری میں - جو جے پور میں رہتے ہیں اُن سے - اپنی لڑکی کا رشتہ طے کر دیا، اور اس کی اطلاع اپنے شوہر رئیس احمد اور اُن کے بڑے بھائیوں کو بھی دے دی، انہوں نے جے پور والوں سے بات چیت کر کے اور اطمینان ظاہر کر کے نکاح کی تاریخ طے کر دی، اور ہر طرح کا انتظام کر لیا گیا۔

اب رئیس احمد جو دماغی اعتبار سے کمزور ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ جب بیوی بھائی اور رشتہ داروں نے مل کر میری لڑکی کے نکاح کی تاریخ طے کی، تو مجھے کیوں شریک نہیں کیا گیا، تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ:

(۱) کیا شرعی اعتبار سے اِس میں کوئی قباحت ہے؟

(۲) اگر نکاح کر دیا جائے تو کیا نکاح صحیح ہو جائے گا، جب کہ اصل والد ناراض ہے؟

براہِ کرم جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر بالغہ لڑکی اس نکاح پر راضی ہے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ والد رئیس احمد کو سمجھا بجھا کر تقریب میں شرکت پر آمادہ کیا جائے؛ تاکہ کوئی بدمزگی نہ ہو۔

ثم إنما یحتاج إلی الولي في الصغیر والصغیرۃ والمجنونۃ، وإذا زال

الصغر والجنون زال الولاية عندنا. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / باب معرفة الأولياء ٨٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۱ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا والدین کی مرضی کے خلاف شادی کرنے پر زنا کا گناہ لکھا جائے گا؟

سوال (۵۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل والدین کی مرضی کے خلاف ''چاہت'' کی شادیاں بہت ہورہی ہیں، موبائل کے ذریعہ کسی کا کہنا ہے کہ والدین کی مرضی کے خلاف اپنی مرضی سے شادی کی جائے تو زنا کا گناہ لکھا جاتا ہے، کیا یہ قول صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جب حسبِ شرائط ایجاب وقبول اور گواہوں کے سامنے نکاح کیا جائے تو زنا کا گناہ ہرگز نہیں ہوتا؛ لہٰذا والدین کی مرضی کے بغیر نکاح کو زنا قرار دینا سراسر غلط ہے؛ البتہ والدین کو رشتہ ناطہ میں دیگر باتوں کے علاوہ لڑکے اور لڑکی کی رضامندی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے؛ تاکہ بعد میں زوجین کے درمیان بدمزگی پیدا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

وينعقد متلبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (رد المحتار / كتاب النكاح ٦٨/٤ زكريا)

وهي [الولاية] في النكاح نوعان ولاية ندب واستحباب وهي الولاية على العاقلة البالغة بكرًا كانت أو ثيبًا. (البحر الرائق / كتاب النكاح ١٠٩/٣ زكريا)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدر المختار، كتاب النكاح / باب الولي ١٥٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۴/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلِ حدیث یا بدعتی لڑکے سے نکاح کرنے پر اہلِ حق لڑکی کا اصرار کرنا

سوال (۵۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) مسلک اہل حدیث کی حیثیت کیا ہے؟ دیوبندی اور ندوی مسلک کے گھرانے کی لڑکی کا رشتہ اہل حدیث گھرانے کے لڑکے سے کرنا کیسا ہے؟ جب کہ خان اور سید وغیرہ ہونے کے اعتبار سے خاندان بھی الگ ہو۔

(۲) والدین/سرپرستوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الف:- اگر دیوبندی مسلک کی سید لڑکی کا رجحان رشتہ کے لئے کسی ایسے گھرانے کی طرف ہو جس کا تعلق درگاہ سے ہو، اور اُس کے یہاں عرس وغیرہ بھی ہوتا ہے، تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

ب:- لڑکی کسی ایسے مخصوص لڑکے کے لئے بضد ومصر ہو جو تعلیمی زمانے میں اس کا استاذ بھی رہا ہو، اور اُس کے گھر پر کچھ بدعت کے کاموں کا بھی رواج ہو، تو کیا حکم ہے؟

ج:- گھر والوں کی مخالفت پر لڑکی شادی سے ہی انکار کرنے لگ جائے یا یوں کہے کہ جہاں چاہیں کریں، اگر نہیں سمجھ میں آیا تو واپس آجاؤں گی کہے، تو کیا ایسی صورتِ حال میں اُس لڑکی کا نکاح اہل بدعت یا بدعتی گھرانے میں کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جو اہل حدیث (غیر مقلدین) ائمہ اَربعہ کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں اور بہت سے اِجماعی عقائد واَعمال میں سلفِ صالحین سے الگ راہ اپناتے ہیں اور اپنے فرقہ کے علاوہ اُمت کے تمام اَفراد کو خاطی قرار دیتے ہیں، ایسے سبھی غیر مقلدین بلاشبہ گمراہ اور جادۂ حق سے ہٹے ہوئے ہیں، اور چوں کہ نکاح میں زوجین میں ہم فکری اور ہم مزاجی شریعت میں مطلوب قرار دی گئی ہے؛ اِس لئے اہل حق افراد کو گمراہ فرقوں سے رشتہ داری قائم نہیں کرنی چاہئے؛ تاہم اگر اُن میں کوئی نکاح کرلیا گیا تو وہ منعقد ہوجائے گا؛ کیوں کہ

وہ لوگ دائرۂ اِسلام سے خارج نہیں ہیں۔

فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة، فإن نصرة الله وحفظه وتوفيقه في موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته في مخالفتهم، وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب أربعة، وهم الحنفيون والمالكيّون والشافعيّون والحنبليّون رحمهم الله ومن كان خارجًا عن هذه الأربعة في هذا الزمان، فهو من أهل البدعة والنار. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار / كتاب الذباح ۵۸۹/۱۰ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي النهر: تجوز مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحدًا من أهل القبلة إن وقع إلزامًا لهم في المباحث. (الدر المختار / كتاب النكاح ۱۳٤/٤ زكريا)

الف، ج:- اہل حق لڑکی کا اہل بدعت کے خاندان میں نکاح کرنا ہرگز مناسب نہیں، اس میں آگے چل کر بڑے مفاسد کا اندیشہ ہے، یعنی یا تو خود لڑکی بدعات میں مبتلا ہوجائے گی یا پھر زوجین میں پوری طرح موافقت نہ رہے گی؛ اِس لئے گھر والوں کو چاہئے کہ وہ لڑکی کو سمجھانے کی کوشش کریں اور اس رشتہ کے عواقب سے آگاہ کریں؛ البتہ اگر لڑکے والے بدعات سے توبہ کرنے کا عہد کریں تو پھر اِس رشتہ میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

درء المفاسد أولىٰ من جلب المصالح. (الأشباه والنظائر، الفن الأول / القواعد الكلية، السادسة: الحاجة تنزل منزلة الضرورة الخ ۷۸/۱ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈھول باجے کرایہ پر دینے والے کے گھر بیٹی کا رشتہ دینا

سوال (۵۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا دف، ڈھول اور باجے کا کاروبار ہے، وہ شادی اور دیگر پروگراموں میں

ڈھول باجے بجانے کے لئے کرایہ پر دیتا ہے، خواہ وہ مسلمانوں کے پروگرام ہوں یا غیروں کے، اِسی طرح ڈھول باجے بجانے کے لئے آدمی بھی فراہم کرتا ہے۔ اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا اُس کی آمدنی حلال ہے اور اُس کے یہاں اپنی لڑکی کا رشتہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- گانے باجے اور ڈھول تاشے کا کاروبار سخت مکروہ اور ناجائز ہے، ایسے کاروبار والوں کے یہاں رشتہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالًا ردته على أربابه إن علموا وإلا تصدق به وإن من غير شرط فهو لها. قال الإمام الأستاذ: لا يطيب والمعروف كالمشروط، قلت: وهذا مما يتعين الأخذ به في زماننا لعلمهم أنهم لا يذهبون إلا بأجر البتة. (رد المحتار، كتاب الإجارة / قبيل مطلب: في الاستيجار على الطاعات ۹/۷۵-۷٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قریشی لڑکی کا نکاح دوسری برادری میں کرنے کا حکم

سوال (۵۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ماسٹر عبد الجبار قریشی اپنی لڑکی کا نکاح ایک دوسرے برادری (گولی برادری) کے لڑکے سے کرانا چاہتا ہوں، کیا اس طرح قریشی برادری کی لڑکی کا نکاح گولی برادری کے لڑکے کے ساتھ کرانا درست ہے؟ جب کہ لڑکی اور لڑکی کے والدین دونوں اس رشتے پر راضی ہیں تو سوال یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے اس میں کوئی رکاوٹ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جبکہ فریقین راضی ہیں تو قریشی برادری کی لڑکی کا نکاح گولی برادری کے لڑکے کے ساتھ کرنا بلا شبہ درست ہے، اس میں

شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

وإنما تحل في الصورة الرابعة وهي رضا الولي بغير الكفؤ مع علمه بأنه كذلك. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب الولي ١٥٧/٤ زكريا)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن كل من تصرف فى ماله تصرف في نفسه. (الدر المختار، كتاب النكاح / باب الولي ١٥٥/٤ زكريا)

فرضا البعض من الأولياء قبل العقد أو بعده كالكل لثبوته لكل كملا كولاية أمان وقود ...... لو استووا في الدرجة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب الولي ١٥٨/٤ زكريا)

ولو كان التزويج برضاهم يلزم حتى لايكون لهم حق الاعتراض. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح / باب كفاءة الزوج ٦٢٤/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۳/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغہ لڑکی نے باپ کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلیا

سوال (۵۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری لڑکی بنام آمنہ بیٹی چاند خان عمر ۲۵؍سال نے اپنا نکاح میری اجازت کے بغیر میری نکاح نامہ پر جعلی دستخط کے ساتھ غیر کفو لڑکے کے ساتھ بروز جمعہ ۳۹/۳/۱۹ کو نکاح کرلیا وہ مسلم لڑکا مالی، معاشی، تعلیمی اور خاندانی کسی بھی اعتبار سے ہم سے میل نہیں کھاتا ہے، میں بحیثیت والد ہونے کے اس نکاح کو کسی طور پر ماننے اور منظوری دینے کو تیار نہیں ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ مجھے تحریری طور پر مطلوب ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جب کہ آپ کی بالغہ لڑکی نے

اپنی رضا مندی سے آپ کی اجازت کے بغیر، غیر کفو میں نکاح کرلیا، تو یہ نکاح منعقد تو ہوگیا؛ البتہ بحیثیت ولی آپ کو یہ نکاح فسخ کرانے کا حق ہے، اس لئے آپ قریبی دار القضاء یا محکمہ شرعیہ سے رجوع کرسکتے ہیں۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۴/۱۳۶)

فنفذ نکاح حرة مكلفة بلا رضا ولي الخ وله أي للولي الاعتراض في غير الكفؤ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب الولي ٤/١٥٥-١٥٦ زكريا)

إذا زوجت نفسها بلا إذن الولي ...... بقي الحق للولي فقط فله الفسخ. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب الكفاءة ٤/٢٠٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۸/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

لڑکی سے فون پر نکاح کی اِجازت لینا

سوال (۵۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا لڑکی سے اجازت لینے کے لئے اس کے پاس جاکر اجازت لینی ضروری ہے یا ٹیلی فون وغیرہ سے اجازت لی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - آج کل ہمارے معاشرے میں نکاح سے قبل لڑکی سے جو اجازت لی جاتی ہے یہ دراصل اپنی حقیقت کے اعتبار سے لڑکی کی طرف سے نکاح کا وکیل بنا دینے کا عمل ہوتا ہے؛ اسی لئے اجازت لینے والے شخص کو وکیل کہا جاتا ہے اور قاضی مجلسِ نکاح میں اس وکیل کی اجازت سے ایجاب کرتے ہوئے لڑکے سے قبول کراتا ہے؛ پس اس طرح کی اجازت یعنی وکالت کے لئے لڑکی کے پاس جانا کوئی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ ٹیلی فون پر بھی اس وکالت کی اجازت حاصل کی جاسکتی ہے، اس میں شرعاً کوئی مانع نہیں ہے؛ البتہ وکیل یا ولی کے واسطے کے بغیر مجلس عقد میں غائب لڑکی سے بذریعہ ٹیلی فون ایجاب یا قبول کرانا

صحیح نہ ہوگا؛ کیوں کہ وہاں اتحادِ مجلس کی شرط مفقود ہے۔

ویصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب النکاح / الفصل الوکالة بالنکاح ۱٤٦/٤ زکریا)

لا یشترط الإشهاد علی التوکیل. (رد المحتار / کتاب النکاح ۹۱/٤ زکریا)

شرائط الإیجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا کان الشخصان حاضرین فلو اختلف المجلس لم ینعقد. (البحر الرائق / کتاب النکاح ۱٤۸/۳ زکریا)

یشترط للزوم عقد الوکیل موافقته في المهر المسمی، وحکم رسول کوکیل. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب الکفاءة ۲۲۹/٤ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱٤٤۰/۲/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر محرم کو لڑکی سے اِجازت لینے کا وکیل یا گواہ بنانا

سوال (۵۷٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے وقت لڑکی کے محرم موجود ہوتے ہوئے کیا غیر محرم کو لڑکی سے اجازت لینے کے لئے نکاح کا گواہ یا وکیل بنایا جاسکتا ہے؟ قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں اِس مسئلہ پر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کے لئے انہی رشتہ داروں کو جانا چاہئے جو لڑکی کے محرم ہوں، مثلاً: والد، بھائی، چچا یا ماموں وغیرہ، اور اگر نامحرم شخص نے اِجازت لی یا گواہ بنا تو اگرچہ وہ اجازت معتبر اور درست ہے، اور اس سے بھی نکاح صحیح ہوجائے گا مگر بے پردگی کی وجہ سے نامحرموں کا لڑکی کے پاس جانا صحیح نہیں ہے، اِس سے احتراز کرنا چاہئے۔

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال؛ لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة. (الدر المختار، كتاب الصلاة / باب شروط الصلاة ۷۹/۲ زكريا)

ويصح النكاح بالوكالة والرسالة. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / الفصل الرابع عشر في النكاح بالكتابة والرسالة ۱۲٦/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زوردباؤ کی بنا پر لڑکی کا نکاح کی زبانی اجازت دینا

سوال (۵۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری خالہ کے بیٹے سے میرا رشتہ آیا، میرے نکاح کی بات ہوگئی، نکاح کی رات میں میرے پاپا نے میری دوسری خالہ اور ماموں سے کہا کہ رشتہ ختم کرو، یہ رشتہ والی خالہ کو پتہ چل گیا، تو انہوں نے بھی منع کردیا، پھر میرے پاپا نے ان لوگوں سے کہا کہ میں نے کچھ نہیں کہا ہے تو وہ پھر تیار ہوگئے؛ لیکن نکاح کے دن ہی میں نے اپنی ماں سے کہہ دیا کہ خالہ سے کہہ دو وہ نکاح کرنے نہ آئیں، لڑکے نے بھی اپنے پاپا سے کہا کہ میں نکاح کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں، میرے پاپا اپنی ٹوپی میری گود میں ڈال دیتے تھے اور اس کا واسطہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم ماں بیٹی کو گھر میں نہیں گھسنے دوں گا، دھونس ودھمکی دے کر مجھ سے قبول کروایا، میں نے صرف ایک بار قبول کیا، میں اس نکاح سے بالکل خوش نہیں ہوں اور نہ تیار تھی اور نہ ہوں، آپ مجھے مسئلہ بتائیے کہ میں کیا کروں؟ کیا یہ نکاح منعقد ہوگیا اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جب کہ لڑکی مذکورہ رشتہ پر راضی نہ تھی تو اس پر زور وزبردستی کرنا درست نہ تھا؛ لیکن چوں کہ زور وزبردستی اور دھمکی کی بنا پر نکاح کے وقت لڑکی نے زبانی اجازت دے دی ہے تو بھی یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، اَب وہ اسی

شوہر کی منکوحہ ہے، جب تک وہ طلاق نہ دے یا شرعی طور پر تفریق نہ ہو، اُس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے نکاح درست نہ ہوگا۔

بل عبارتهم مطلقة في أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة، فمن ادعى التخصيص فعليه إثباته بالنقل الصريح. (رد المحتار / كتاب النكاح ٤/ ٨٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

لڑکی نے اجازت کے وقت کہا: ''تم کو جو کرنا ہے کرو''

سوال (۵۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ سے اُس کی اَمی فاطمہ نے پوچھا کہ تمہارا نکاح ہم زید سے کرا رہے ہیں، اُس نے جواب دیا ''تم کو جو کرنا ہے کرو'' اِس لئے اُس کی اَمی نے ایک مولانا صاحب سے کہا کہ بچی نکاح پر راضی ہے؛ چناں چہ مولانا صاحب نے دوسرے شہر میں بیٹھے دولہا، گواہان اور نکاح خواں قاضی سے فون کر کے کہا کہ بچی راضی ہے، اس لئے آپ نکاح کرلیں؛ چناں چہ وہاں پر نکاح خواں نے لڑکے سے قبول کروالیا۔

عرصہ چھ ماہ تک ہندہ خاموش رہی، پھر اس نے اپنی خالہ سے کہا کہ جب نکاح ہوگیا تو ٹھیک ہے، پھر عرصہ دو سال کے بعد ہندہ زید کے گھر چلی گئی، مگر کچھ ناگزیر وجوہات کی وجہ سے بیس دن کے اندر ہی واپس میکے آگئی۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوال ہے:

(۱) ہندہ کا یوں کہنا کہ ''تم کو جو کرنا ہے کرو'' کیا اجازت کے حکم میں ہے؟ لڑکی کی ماں نے یہی سمجھا تھا؛ مگر اب لڑکی کہتی ہے کہ میرا مقصد منفی انداز میں جواب دینا تھا، یعنی وہ راضی نہیں تھی اور اظہار نفرت کے لئے اُس نے ایسا کہا تھا۔

(۲) دوسرے شہر میں نکاح خواں کا نکاح پڑھوانے کی حیثیت کیا ہوگی؟ جب کہ لڑکی کا یہ کہنا ہے کہ نہ اس نے کسی کو وکیل بنایا تھا اور نہ ہی کسی کو اُس کی طرف سے وکیل بنائے جانے کی خبر تھی؟

(۳) مولانا صاحب کا نکاح خواں کو فون کر کے یہ کہنا کہ لڑکی راضی ہے، اِس لئے آپ لوگ نکاح کرلیں درست ہے؟

(۴) اگر نکاح خواں کی حیثیت فضولی مانی جائے تو کیا جب ہندہ کو نکاح ہو جانے کی خبر ہوئی تو چوں کہ وہ خاموش رہی، اِس لئے اُس کی خاموشی رضامندی کی علامت ہوگی یا نہیں؟

(۵) نکاح فضولی میں کیا مجلس خبر ہی میں قبول یا رد کرنا ضروری ہے یا پھر کبھی بھی قبول یا رد کیا جاسکتا ہے؟

(٦) ہندہ کا چھ ماہ کے بعد اپنی خالہ سے یوں کہنا کہ ''چلو جب نکاح ہوگیا تو ٹھیک ہے'' کی کیا حیثیت ہوگی؟

(۷) دو سال کے بعد ہندہ کا اپنے شوہر کے گھر چلے جانے کی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا اُس کو اُس کی رضامندی کی علامت مانی جائے گی؟

اُمید ہے کہ ہر سوال کا جواب نمبر وار اور تفصیل سے فقہ حنفی کے مطابق دیا جائے گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اِجازت لیتے وقت ہندہ کا یہ کہنا ''تم کو جو کرنا ہو کرو'' یہ تو اجازت پر صریح نہیں ہے؛ لیکن نکاح ہو جانے کے چھ ماہ بعد جب ہندہ نے یہ کہہ دیا ''کہ جب نکاح ہوگیا تو ٹھیک ہے'' تو یہ نکاحِ فضولی کی صریح اجازت شرعاً معتبر ہوگئی؛ کیوں کہ نکاحِ فضولی میں اجازت دینے کا اختیار مجلس تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ مجلس کے بعد بھی اجازت دی جاسکتی ہے، اِس لئے ہندہ کا دو سال بعد زید کے گھر رخصت ہو کر جانا بلاشبہ درست ہوا اور وہ زید کی منکوحہ برقرار ہے، جب تک زید طلاق نہ دے، یا شرعی تفریق واقع نہ ہو جائے، ہندہ کا نکاح کسی اور شخص سے کرنا درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۸/۱۸۶ مکتبہ دار العلوم دیوبند)

زوج رجل امرأة بغير إذنها فقالت: لم يعجبني ما فعل أو قالت: مراخوش

نیامد ایں کار لا یکون ردًا حتی لو رضیت بعد ذلک ینفذ النکاح، کذا في الفصول.

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح / الباب السادس في الوکالة بالنکاح وغیرها ۲۹۹/۱ زکریا قدیم)

ولو أجاز من له الإجازة نکاح الفضولي بعد موته صح؛ لأن الشرط قیام المعقود له وأحد العاقدین لنفسه فقط (الدر المختار) **قوله: وأحد العاقدین هو العاقد لنفسه کما في البحر: أي سواء کا أصیلاً أو ولیًا أو وکیلًا؛ فإنه عاقد لنفسه، بمعنی أنه غیر فضولي، تأمل: وانظر ما لو کان فضولیًا بأن کان کل من العاقدین فضولیین، والظاهر أن الشرط قیام المعقود لهما، فقط.** (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح / باب الکفاءة، قبیل: باب المهر ۲۲۹/٤ زکریا)

وفي حاوی الزاهدي: لو هنأه الناس بنکاح الفضولي فسکت فهو إجازة. (رد المحتار، کتاب الأیمان / باب الیمین في الضرب والقتل وغیر ذلک، مطلب: حلف لا یتزوج فزوجه فضولي ٦٧٢/٥ زکریا، ٨٤٦/٣ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مارنے کی دھمکی دے کر لڑکی سے نکاح کے پیپر پر سائن کرانا

سوال (۵۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکا اپنی برادری کی ایک لڑکی کو اُس کے گھر سے لے گیا اور اُس پر جان سے مارنے کی دھمکی اور اسلحہ دکھا کر زبردستی نکاح کے پیپر پر سائن لے کر اور زبان سے قبول کے الفاظ کہلا کر ایک حافظ صاحب سے نکاح پڑھوالیا، جب کہ لڑکی اور اُس کے گھر والے کوئی بھی اس نکاح سے راضی نہیں، پھر رشتہ داروں کی ڈانٹ ڈپٹ اور سمجھانے بجھانے کی وجہ سے اُس لڑکی کو کسی جگہ چھوڑ گیا، پھر وہ لڑکی اپنے گھر آگئی جب کہ اِس دوران دونوں میاں بیوی کی طرح بھی رہ چکے ہیں، تو کیا یہ نکاح منعقد ہوا؟

اب طلاق کے بعد دوسرے نکاح کے لئے اس پر عدت ضروری ہے؟ اور اگر لڑکا طلاق نہ دے تو اس سے چھٹکارے کی کیا صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر مسلمان گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوا ہے تو یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، اَب شوہر جب تک طلاق نہ دے اور اُس کی عدت نہ گذر جائے اُس وقت تک اُس لڑکی کا کسی اور شخص سے نکاح درست نہ ہوگا، اگر لڑکا طلاق پر آمادہ نہ ہو تو خاندان کے باثر اَفراد کو بیچ میں ڈال کر معاملہ حل کیا جائے۔

بل عبارتهم مطلقة في أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل، ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة، فمن أدعى التخصيص فعليه إثباته بالنقل الصحريح. (رد المحتار / كتاب النكاح ٨٧/٤ زكريا)

وشرط حضور شاهدين حرين الخ، مسلمين لنكاح مسلمة. (الدر المختار / كتاب النكاح ٨٧/٤-٩٢ زكريا)

قال محمد – رحمه الله –: قال أبوحنيفة في نكاح اللعب والهزل أنه جائز كما يجوز نكاح الجد. (إعلاء السنن، كتاب النكاح / باب لعب النكاح وجده سواء ١٢٩/١١ إدارة القرآن كراچی)

أما نكاح منكوحة الغير فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٢٧٤/٤ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاحِ فضولی کے بعد لڑکی نے نکاح نامہ پر دستخط کردیئے

سوال (۵۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجلس نکاح میں قاضی صاحب نے وکیل کی اجازت سے نکاح پڑھایا، نکاح کے بعد لڑکی

کے نکاح نامہ پر دستخط ہوئے، مجلس نکاح میں لڑکی کا باپ بطور گواہ موجود تھا، لڑکی کی رخصتی بھی ہو گئی، اگلے روز معلوم ہوا کہ قاضی صاحب نے جس وکیل سے اجازت لے کر نکاح پڑھایا تھا، اس نے نہ تو لڑکی سے اجازت لی تھی اور نہ ہی لڑکی نے اسے وکیل بنایا تھا، تو صورت مذکورہ میں دریافت یہ کرنا ہے کہ نکاح ہوا یا نہیں؟ شریعت کی روشنی جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں یہ نکاح اولاً عقد فضولی کے طور پر منعقد ہوا تھا، پھر بعد میں جب لڑکی نے نکاح نامہ پر دستخط کر دیئے، تو یہ دستخط لڑکی کی طرف سے اجازت اور رضامندی کی دلیل سمجھی جائیں گی اور یہ نکاح نامہ معتبر مانا جائے گا؛ لہٰذا اس کے بعد رخصتی کا عمل بھی درست ہے اور دوبارہ نکاح وغیرہ کی کوئی ضروت نہیں۔

ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب. (رد المحتار، کتاب النکاح / مطلب: التزوج بإرسال کتاب ٤/٧٣ زکریا)

بل رضاها هنا يتحقق تارة بالقول ...... وتارة بالدلالة كطلب مهرها ونفقتها أو تمكينها من الوطء، وقبول التهنئة والضحك بالسرور من غير استهزاء، فثبت بهذا أنه لا فرق بينهما في اشتراط الاستئذان والرضا، وإن رضاهما قد يكون صريحًا، وقد يكون دلالة غير أن سكوت البكر رضًا دلالة لحيائها دون الثيب؛ لأن حيائها قد قل بالممارسة فلا يدل على الرضا الخ. ورده في فتح القدير بأن الحق أن الكل من قبيل القول إلا التمكين فيثبت بدلالة نص إلزام القول؛ لأنه فوق القول الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح / باب الأولياء والأكفاء في النكاح ٣/١١٥ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

اَولاد حاصل کرنے کے لئے دوسری شادی کرنا

سوال (۵۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شاہد انصاری ولد عبد اللہ انصاری مقام زمانیہ قصبہ غازی پور یوپی، میری شادی ۲؍اپریل ۲۰۱۲ء کو ام حبیبہ سے ہوئی تھی، اب تک میری کوئی اولاد نہیں ہوئی، نسبی سلسلہ جاری رکھنے کے لئے میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں، کیا اس کے لئے اسلامی شریعت مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں دوسری شادی کرلوں یا منع کرتی ہے؟ برائے مہربانی حکم شرعی سے آگاہ کرکے شکریہ کا موقع دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اسلامی شریعت میں دوسری شادی کی ممانعت نہیں ہے؛ البتہ شادی کے بعد ہر بیوی کے حقوق یکساں طور پر اَدا کرنے لازم ہیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ، فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

وللحر أن تيزوج أربعًا من الحرائر والإماء. (الهداية، كتاب النكاح / فصل في بيان المحرمات ۲/۳۳۱ مكتبة بلال ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲؍۱؍۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

بیوی کے مسلسل میکے میں رہنے کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا

سوال (۵۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی زوجہ کے ہمراہ خوش گواری کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی خاطر ہر ممکن کوشاں رہا؛ لیکن سوئے قسمت زندگی میں سنواری اور بحالی کے بجائے بدحالی، ترشی اور تلخی سے ہی دوچار رہا، امر اتفاقی رحمت خداوندی سے ایک بیٹی کی ولادت ہوئی، الحمد للہ تعالیٰ دونوں (زوجین) میں

اتفاق اور اتحاد ہونا ضروری امر ہے، جو کچھ عرصہ باقی رہا؛ لیکن ہنگامی طور پر نہ خوش گوار واقعات واقع ہوئے، جیسے کہ زوجہ کا چند اُمور پر مصر ہونا، ایک یہ کہ اپنے اہل خانہ سے متعلق انقطاع، دوم یہ کہ ۵؍لاکھ روپئے کا ہمہ وقت مطالبہ کرتے رہنا، جو میرے لئے مضرت کا باعث ہوا اور میں اس پر راضی ہونا منظور نہ کر پایا؛ لہٰذا فریقین کی جانب سے رضا اور عدم رضا سے متعلق اختلافات کی بنیاد پر کچھ گفت وشنید ہوتی رہی، اور نتیجۃً زوجین کی جانب سے مقدمات دائر ہوگئے، اور اسی وقت سے زوجہ اپنے میکے میں ہی قیام پذیر ہے، زوج کی جانب سے ہر ممکن اب تک ضد باقی ہے کہ وہ میری ہی زوجگی میں زندگی بسر کرے، نیز اس معاملہ کو تقریباً چار سال ہوگئے، یعنی ۱۷؍ اکتوبر ۲۰۱۷ء سے زوجہ اپنے میکے میں ہے جب کہ ۲؍اپریل ۲۰۱۶ء کو شادی عمل میں آئی تھی؛ گویا کہ میں اپنا دوسرا نکاح کرسکتا ہوں یا نہیں؟ آنحضور سے نظر التفات کی گذارش ہے کہ واضح طور پر جواب بالصواب سے گوش گذار فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسب تحریر سوال جب کہ زوجین میں نبھاؤ کی شکل بظاہر نہیں نکل پارہی ہے اور آپ کی بیوی مسلسل میکے میں ہی مقیم ہے تو باعفت زندگی گذارنے کے لئے آپ دوسرا نکاح کرسکتے ہیں، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾. [النساء، جزء آیت: ۳]

وللحر أن يتزوج أربعا من الحرائر والإماء. (الهداية مع فتح القدير، كتاب النكاح / فصل في بيان المحرمات ۲۳۹/۳ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۵/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے میکے میں دیر تک رُکے رہنے کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا

سوال (۵۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کی شادی تقریباً ساڑھے تین سال قبل ہوئی تھی، شادی کے بعد سے ہی لڑکی اپنے میکے میں زیادہ وقت گذارتی رہی ہے، شادی کے چھ ماہ بعد سے مستقل اپنے گھر پر ہے، تمام عزیزوں اور رشتہ داروں کے ذریعہ اور خود زید نے اس کو اپنے گھر پر لانے کی کوشش کی؛ مگر وہ آنے کو تیار نہیں ہے؛ بلکہ اس کے میکے والوں نے زید پر پولیس کیس اور عدالتی کارروائی کردی۔ ایسے میں زید اب یہ چاہتا ہے کہ دوسرا نکاح کرے، اس کی خانگی ضروریات ہیں، وہ تنہا کب تک رہے گا، اس بابت وہ شریعت کے مطابق نکاح چاہتا ہے تاکہ قانونی کارروائی سے محفوظ رہے، شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زید شرعاً دوسرا نکاح کرسکتا ہے، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی بیوی کی طرف سے قانونی کارروائی سے حفاظت کے لئے کسی ہمدرد وکیل سے مشورہ کرلیا جائے۔

وللحر أن يتزوج أربعًا من الحرائر والإماء وليس له أن يتزوج أكثر من ذلك لقوله تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنىٰ وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾

(النساء: ٢، الهداية، كتاب النكاح / فصل في بيان المحرمات ٣٣١/٢ مكتبة بلال ديوبند)

وصح نكاح أربع من الحرائر ...... ولو أراد فقالت امرأته أقتل نفسي لايمتنع لأنه مشروع. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب النكاح ١٣٨/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

دوسری شادی کے لئے بیوی سے اجازت

سوال (۵۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک عورت بیمار رہتی ہے یا بانجھ ہے کوئی بچہ نہیں، شوہر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، تو کیا موجودہ عورت کی اِجازت لازمی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- دوسری شادی کے لئے پہلی زوجہ سے اِجازت لازم نہیں ہے؛ تاہم اُس کو اعتماد میں لے کر اِقدام کریں تو زیادہ بہتر ہے۔

مستفاد: ولو أراد فقالت امرأته اقتل نفسي لا یمتنع؛ لأنه مشروع لکن لو ترک لئلا یغمها یوجر الخ. (الدر المختار / کتاب النکاح ۱۳۸/٤–۱٤۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلی بیوی سے چھپا کر بذریعہ وکیل دوسرا نکاح کرنا

سوال (۵۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ایک امام صاحب نے اپنے علاقہ کے ذمہ دار عالم کو بذریعہ فون کسی عورت سے شادی کرا دینے کے لئے وکیل بنا دیا؛ چناں چہ حسبِ وکالت اُس نے دو نامزد گواہوں اور اُن کے علاوہ مرد وزن کی موجودگی میں اُس عورت سے نکاح پڑھا دیا اور موجود مرد وخواتین سب کو معلوم ہے کہ نکاح خواں اِمام صاحب کا وکیل ہے اور اِمام صاحب گھر سے دور ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح شریعت کی روشنی میں ہوا یا نہیں؟ اِمام کے گھر آنے کے بعد دوبارہ کرنے کی ضرورت تو نہیں؟

(۲) اگر مذکورہ نکاح وکیل بالنکاح کے پڑھا دینے سے ہوگیا تو مصلحۃً اِمام صاحب نے اپنی پہلی بیوی سے وقتی طور پر چھپایا کہ میں نے صرف وکیل بالایجاب بنایا ہے، یعنی لڑکی اور اُن کے سرپرست سے اِس نکاح کی رضامندی معلوم کی ہے باضابطہ نکاح نہیں ہوا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ بیوی سے وقتی طور پر اِس طرح چھپانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا اِس وجہ سے نکاح کی صحت پر

کچھ فرق پڑا یا نہیں؟ بیوی سے جھوٹ بولنے کی شرعی اِجازت میں یہ داخل ہے یا نہیں؟ کیا اس کی وجہ سے اِمامت کا منصب متأثر تو نہیں ہوگا؟

(۳) اِس نکاح کو چھپانے کی وجہ یہ بنی کہ پہلی بیوی دوسری بیوی کو طلاق دینے کا شدت سے مطالبہ کرنے لگی اور نہ طلاق دینے پر کسی مصیبت کا قوی اندیشہ ہوا۔ تو سوال یہ ہے کہ پہلی بیوی کی اِجازت نکاحِ ثانی کے لئے کیا ضروری ہے؟ اگر ضروری نہیں تو کیا اس کا طلاق کا مطالبہ کے لئے ضد کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۴) اس نکاحِ ثانی کو رشتہ دار اور اہل قرابت اپنے لئے معیوب جانیں اور وہ سب طلاق کا مطالبہ اسی وجہ سے کریں کہ یہ خاندان والوں کے لئے باعث شرمندگی اور قوم و برادری میں باعث ذلت ورسوائی ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ شریعت میں بیوی اور بیٹی داماد اور رشتہ دار کے لئے کیا شرعی اعتبار سے نکاحِ ثانی زینت وعزت کی بات ہے یا قابل نفرت وحقارت ہے۔

(۵) نکاحِ ثانی کی وجہ سے یہ ماحول پیدا کریں کہ اِمام صاحب نے غلط کیا اور بذریعہ فون وکیل بنا کر نکاح اس کی دلیل ہے کہ عورت سے غلط رابطہ ہے اور وہ عورت ہے، عورت کو طلاق دو تو تمہارے پیچھے نماز پڑھوں گا ورنہ نہیں پڑھوں گا۔ تو سوال یہ ہے کہ جو لوگ بلا حجت شرعیہ کے غلط تہمت باندھیں، اُس کی شرعی سزا کیا ہے؟ اور امام کی امامت صحیح ہے یا مکروہ؟ امام صاحب کو اگر دوسری بیوی کے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو اِمام صاحب طلاق دیں گے یا حدود اللہ کو قائم فرماتے ہوئے دونوں بیویوں کے حقوق کی نگہداشت رکھیں گے، شرعی حکم واضح اور مفصل تحریر فرما کر تشکر وامتنان کا زریں موقع مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مسئولہ صورت میں وکالۃً نکاح منعقد ہوگیا۔

وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر كزوجت نفسي (تنوير الأبصار مع الدر المختار) وتحته في الشامية: قوله: كزوجت نفسي أشار إلى

عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلا أو وليًا أو وكيلا. (رد المحتار / كتاب النكاح ٦٩/٤ زكريا)

(۲) دوسرا نکاح کرتے وقت شوہر کے لئے پہلی بیوی کو باخبر کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا پہلی بیوی سے مخفی رکھ کر وکالۃً جو نکاح ہوا ہے اُس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے اور شوہر کا پہلی بیوی سے یہ کہنا کہ میں نے فلاں کو وکیل بالایجاب بنایا ہے یہ خلافِ واقعہ نہیں ہے؛ کیوں کہ عموماً نکاح کا وکیل بالایجاب ہی ہوتا ہے۔

شرط حضور شاهدين مكلفين سامعين قولهما معا فاهمين مسلمين.

(الدر المختار / كتاب النكاح ٩٢/٤ زكريا)

(۳) نکاحِ ثانی کے بعد پہلی بیوی کا دوسری بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ شرعاً درست نہیں ہے، احادیثِ شریفہ میں اس سے ممانعت وارد ہے۔ نیز دوسرے نکاح کے لئے پہلی بیوی کی اجازت بھی لازم نہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يبيع حاضر لباد ...... ولا تسأل المرأة طلاق اختها لتكفأ ما في إنائها.

(صحيح البخاري، كتاب البيوع / باب لا يبيع على بيع أخيه الخ رقم: ٢١٤٠)

عن ثوبان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيما امرأة سألت زوجها الطلاق من غير بأس فحرام عليها رائحة الجنة.

(المسند للإمام أحمد ٦٢/٣٧ رقم: ٢٢٣٧٩ مؤسسة الرسالة)

(۴) دوسرے نکاح کو معیوب سمجھنا یا اسے خاندان اور برادری کے لئے شرمندگی کا سبب قرار دینا یہ سب غیر شرعی باتیں ہیں، جس چیز کی قرآن وسنت میں اجازت دی گئی ہے اس پر کسی کو مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔

قال الله تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ [النساء، جزء آيت: ۳]

عن الحارث بن قيس قال مسدد ابن عميرة وقال وهب الأسدي قال: أسلمت وعندي ثمان نسوة قال: فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم: اختر منهن أربعًا. (سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق / باب في من أسلم وعنده نساء أكثر من أربع ۳۰۴/۱ رقم: ۲۲۴۱)

وکالۃً نکاحِ ثانی منکوحہ سے غلط تعلق کی دلیل ہرگز نہیں ہے اور اِس بنیاد پر منکوحہ کو طلاق دینے کا مطالبہ یا ناکح اِمام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا اعلان سراسر جاہلانہ بات ہے، ایسی باتوں سے اِمام صاحب کو متأثر نہیں ہونا چاہئے؛ تاہم اُن پر لازم ہے کہ وہ دونوں بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کا معاملہ کریں اور کسی کی حق تلفی نہ کریں، اور اِس بارے میں شرعی احکام کو پوری طرح ملحوظ رکھیں۔

وإذا كان للرجل امرأتان حرتان فعليه أن يعدل بينهما. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب القسم ۳۷۸/٤ زكريا)

ففي الخانية: ومما يجب على الأزواج للنساء: العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب القسم ۳۷۹/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بے دین شخص سے شادی کرنے پر بہن سے قطع تعلق کرنا

سوال (۵۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد (عبداللہ قاسمی) کا انتقال ہوچکا ہے اور میری بہن نے اپنی مرضی سے فون پر بات کرکے پھوپھی زاد بھائی سے شادی کرنے کو کہا، والدہ نے بھی رضامندی ظاہر کی؛ لیکن جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا کہ وہ لڑکا فوجی ہے، بے نمازی ہے، ڈاڑھی منڈاتا ہے اور غیر مسلموں کے ساتھ کھاتا پیتا رہتا ہے، میں ڈیڑھ سال تک رو روکر اور کبھی غصہ ہوکر شادی سے روکتا رہا؛ چناں چہ میں گھر سے چلا گیا اور یکم مارچ ۲۰۲۰ء کو شادی ہوگئی اور

میں شریک نہیں ہوا، اب میں نے فون پر بات کرنے اور فاسق شخص سے شادی کرنے کی وجہ سے بہن سے قطع تعلقی کر رکھی ہے اور والدہ پر مجھ کو سخت غصہ ہے؛ کیوں کہ اب وہ آ کر ۱۵-۲۰/دن رہ کر جاتی ہے اور والدہ کو اُس سے کوئی ناراضگی نہیں ہے؛ بلکہ مجھے بد اخلاق، سخت مزاج اور رشتوں کو توڑنے والا کہتی ہیں۔

اَب جب میں اُس کو گھر میں دیکھتا ہوں تو مجھے بہت غصہ آتا ہے اور میں والدہ کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتا، اِس لئے میں بھوکا پیاسا گھر سے باہر رہتا ہوں۔

میں والدہ سے کہتا ہوں کہ جب اُس نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے تو اب یہ گھر نہ آئے، آپ چاہیں تو ملاقات کے لئے چلی جائیں، یا یہ تین دن سے زیادہ نہ رہے؛ تاکہ اس کو اپنی غلطی کا احساس رہے اور چھوٹے بھائی بہن ایسا قدم نہ اٹھائیں، ورنہ میں اپنی بیوی کو لے کر گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا، اور آپ سے صرف فون پر رابطہ رہے گا، والدہ کہتی ہیں کہ تو جو چاہے کر، میں اِس کو نہیں چھوڑ سکتی، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ:

(۱) کیا میرا بہن سے قطع تعلقی کرنا جائز ہے؟ حدیث میں ہے: ”**من أحب للّٰه وأبغض للّٰه** ...... **فقد استكمل الإيمان**“ نیز ایک حدیث پر اعتراض کرنے کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے سے بات کرنی چھوڑ دی تھی، اور خذف (کنکری پھینکنا) کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے سے بات کرنا بند کر دیا تھا۔ (فضائل اعمال/ حکایت صحابہ ص:۱۲۶)

(۲) ایسی صورت میں کیا والدہ پر غصہ کرنا جائز ہے؟

(۳) میرا یہ مطالبہ کہ وہ ۳/دن سے زائد نہ رہے ورنہ میں چلا جاؤں گا، جائز ہے؟

(۴) جو دوسرے بھائی بہن اِس بہن سے تعلقات رکھیں، اُن کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟

(۵) اگر کسی تقریب میں شرکت کے لئے اُس کی عدم شرکت کی شرط لگاؤں تو کیسا ہے؟

اُمید ہے کہ آپ شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بہن کا رشتہ بے دین شخص سے کرنے پر آپ کا اعتراض کرنا تو بجا تھا؛ لیکن جب رشتہ ہوگیا اور نکاح بھی ہو چکا تو اب رشتہ داری کو قطع کرنا مناسب نہیں ہے۔ حکمت اور مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ تعلقات کو استوار رکھ کر اصلاح کی کوشش کی جائے، ورنہ مزید فساد کا اندیشہ ہے۔ اور حدیث: ''**من أحب للّٰه و أبغض للّٰه**'' سے دلی محبت اور دلی ناگواری مراد ہے۔ اور دلی ناگواری کے لئے قطع تعلق ضروری نہیں ہے۔ اور سوال میں قطع تعلق سے متعلق جن واقعات کا آپ نے جو حوالہ دیا ہے وہ اس وقت کی مصلحت کے اعتبار سے ہیں، ہر موقع پر اُس کو نمونہ نہیں بنایا جائے گا؛ بلکہ موقع محل کو دیکھتے ہوئے اقدام کیا جائے گا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تَسْتَوِیْ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهُ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ. وَمَا یُلَقَّاهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقَّاهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ﴾ [فصلت: ٣٤-٣٥]

قال علي بن أبي طلحة عن ابن عباس في تفسير هذه الآية: أمر اللّٰه المؤمنين بالصبر عند الغضب والحلم عند الجهل، والعفو عند الإساءة فإذا فعلوا ذلک عصمهم اللّٰه من الشيطان وخضع لهم عدوهم كأنه ولي حميم.

(تفسير ابن كثير / سورة فصلت ٤٨٢/٥ زكريا، ١٢٧/٤ دار الاشاعة ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



جہیز کے مسائل

شادی میں جہیز نقدی اور دیگر اشیاء کے لین دین کا حکم

سوال (۵۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے دیار میں لڑکی والوں کی طرف سے شادی کے موقع پر لڑکے والوں کو کچھ جہیز سامان نقد رقم اور گاڑی وغیرہ دینے کا معمول ہے، کہیں تو ایسا ہوتا ہے کہ لڑکے والے صراحۃً تقاضہ کرکے وہ ساری چیزیں وصول کرتے ہیں اور کہیں لڑکے والوں کے تقاضے کے بغیر لڑکی والے عرف وسماجی روایات کے پیش نظر اپنی لڑکی، داماد اور داماد کے اہل خانہ کو بہت کچھ کپڑا، سامان اور دیگر اشیاء دیتے ہیں، اور بعض اوقات لڑکے والوں کے منع کرنے کے بعد بھی علی الرغم لڑکی والے اپنی لڑکی، داماد اور داماد کے اہل خانہ کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے ہیں۔ اسی طرح شادی کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے داماد کی آٹھ دس دنوں تک متواتر رات میں دعوت دی جاتی ہے جسے ہمارے عرف میں ''چوتھی پر بلانا'' کہتے ہیں، پھر اِس دعوتی تواتر کو ختم کرکے داماد کو رخصت کیا جاتا ہے، اور بوقت رخصت داماد کو نقد رقم، مٹھائی اور کپڑا وغیرہ دیا جاتا ہے، عید کی مناسبت سے داماد کو عیدی، نقد رقم، کپڑا اور مٹھائی وغیرہ دی جاتی ہے، گاہے بگاہے داماد کی دعوت اور لڑکے کے اہل خانہ کی ضیافت وغیرہ کا سلسلہ قائم رہتا ہے، اِسی طرح لڑکی کی رخصتی کے وقت لڑکی کے ساتھ مٹھائی وغیرہ بھی بھیجی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) شادی کے موقع پر یا اس کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے داماد اور اُس کے اہل خانہ کو موقع بموقع نقدی، مٹھائی اور سامان وکپڑا وغیرہ دیا جاتا ہے، اسے کس حد تک لینا جائز ہے؟

(۲) داماد اور اُس کے اہل خانہ کو لڑکی والوں کی طرف سے جو چیز بغیر تقاضے ومطالبے

کے موصول ہو، اُسے قبول کرنا شرعاً کیسا ہے؟ سماج میں لڑکے والوں کی طرف سے تقاضے کے شواہد کو سامنے رکھ کر بغیر مطالبے ملنے والی چیزوں کو ''**المعروف کالمشروط**'' کے تحت رکھنا درست قرار دیا جائے گا؟

(۳) لڑکے والوں کی طرف سے منع کرنے کے بعد بھی اگر لڑکی والے داماد کو کپڑا موبائل، گھڑی اور کچھ نقدی رقم وغیرہ اور اُس کے اہل خانہ کو کپڑا اور مٹھائی وغیرہ دیں تو قبول کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جب کہ لڑکی والے مذکورہ چیزیں دینے پر مصر ہوں اور روکنے پر اسے ہدایا، تحائف کہہ کر اُسے قبول کرنے کو کہیں، کیا اس کا منشاء معاشرتی دباؤ یا شرما حضوری قرار دے کر لڑکی والوں کے ہدایا عدمِ طیب نفس پر محمول کر کے اُن کے قبول کرنے سے منع کیا جائے گا؟

(۴) طیب نفس کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟ کیا لین دین میں ادنیٰ سی گرانی طیب نفس کے منافی ہے، اگر ایسا ہی ہے تو جو دعوتیں مشروع ہیں، مثلاً ولیمہ، عقیقہ وغیرہ اس میں بھی اگر ادنیٰ گرانی ہو (جیسا کہ یہ عنصر میزبانوں میں ضرور پایا جاتا ہوگا) تو کیا وہ سب نادرست قرار دی جائے گی؟

(۵) اگر کوئی کم مایہ شخص دعوت ولیمہ یا دیگر دعوتوں یا کسی کو ہدیہ، تحفہ دینے کے لئے کسی سے قرض لے تو کیا اسے مطلقاً طیب نفس کے منافی سمجھ کر اس کی دعوت وغیرہ کو قبول کرنے سے گریز کرنا چاہئے؟

(٦) لڑکی والوں کی طرف سے داماد کو مطالبے یا بغیر مطالبے پر اگر گاڑی ملی ہو تو موہوب لہ یا اس کے علاوہ کسی اور شخص کا اس گاڑی پر سفر کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۷) لڑکی والے اگر صاحب ثروت ہوں اور وہ اپنے حسب استطاعت داماد یا اس کے اہل خانہ کو بلا کسی مطالبے یا سامان سے منع کرنے کے بعد شادی کے موقع پر کچھ سامان، کپڑا اور مٹھائی وغیرہ دیں تو کیا اس کا قبول کرنا درست ہوگا یا رسم ورواج کی وجہ سے واجب الترک اور ناقابل قبول ہوگا؟

(۸) مذکورہ بالا صورتوں میں سے جس صورت میں سامان وغیرہ قبول کرنا درست نہ ہو اورلڑکی والے اگر اسے دے بھی دیتے ہوں اور واپس لینے سے انکاری ہوں تو اس صورت میں ان موصول شدہ سامان وغیرہ کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟ اسے کیا کیا جائے؟

نوٹ:- دلائل کی روشنی میں تفصیلی جواب ارقام فرمائیں، بڑا کرم واحسان ہوگا۔ بینوا بالکتاب توجرا وبالثواب۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نکاح کے موقع پر اگر لڑکی کے اہل خانہ کی طرف سے بغیر کسی مطالبہ اور دباؤ کے لڑکے یا اُس کے گھر والوں کو کوئی ہدیہ دیا جائے تو وہ فی نفسہٖ مباح ہے، ایسے ہدیہ کو استعمال کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن لڑکے والوں کی طرف سے رسم ورواج کے مطابق لڑکی والوں سے باقاعدہ جہیز کا مطالبہ کرنا اور مرضی کے مطابق سامان نہ ملنے پر طعنے دینا یا لڑکی کو پریشان کرنا یہ سب باتیں بددینی اور جہالت پر مبنی ہیں، شریعت میں اِن کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اور فریقین کو چاہئے کہ وہ تقریبات میں فضول خرچی سے پرہیز کریں اور محض نام وری اور رسوم ورواج کی تکمیل کے لئے بلا وجہ قرض لے کر زیر بار نہ ہوں؛ بلکہ حتی الامکان سادگی سے تقریب کو انجام دیں، اِسی میں خیر وبرکت مقرر ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (مشكاة المصابيح ٢٦٨/٢، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٥/١٤ رقم: ٢٤٥٢٩ مؤسسة الرسالة)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: المتباريان لايجابان ولايؤكل طعامهما، قال الإمام أحمد: يعني المتعارضين بالضيافة فخرًا ورياءً ا. (مشكاة المصابيح ٢٧٩/٢، شعب الإيمان للبيهقي ١٨٢/٨ رقم: ٥٦٦٧ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي حميد الساعدي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه وذلك لما حرم اللّٰه مال المسلم على المسلم. (المسند للإمام أحمد ٤٢٥/٥ قديم، ٢٠/٣٩ رقم: ٢٣٦٠٥ مؤسسة الرسالة دمشق) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۲/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح سے پہلے جہیز کا سامان لڑکے والوں کے یہاں بھجوانا

سوال (۵۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح سے قبل لڑکی کے گھر والے اگر لڑکے والے کے یہاں سامان مثلاً بیڈ وغیرہ بھیجنا چاہیں تو بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟ لڑکی والوں نے سب سامان پہلے سے خرید لیا ہے، اُن کا مکان بھی اِس قابل نہیں کہ نکاح تک سامان روکے رکھیں، اور اگر روکتے ہیں تو ہزار دقتوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے؛ اِس لئے سامان مجبوراً پہلے بھیجنا چاہتے ہیں تو کیا پہلے سامان بھیج سکتے ہیں؟ اِس کی گنجائش ہے کہ نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- لڑکی والوں کی طرف سے کسی مطالبہ اور دکھاوے کے بغیر زوجین کی ضرورت کا سامان نکاح سے قبل لڑکے کے گھر بھیجنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

المستفاد: وأما الذي بعث أبو المرأة إن كان هالكا لا يرجع على الزوج بشيء. (خانية على الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الفصل الثاني عشر في اختلاف الزوجين في المهر ٣٩٠/١ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۷/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کا بچیوں کی شادی میں کمی بیشی کے ساتھ جہیز دینا

سوال (۵۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی چار لڑکیوں کی شادی کی اور چاروں کو جو جہیز دیا وہ بہت کم زیادہ تھا، یعنی کسی لڑکی کو ایک لاکھ تک کا سامان دیا اور کسی لڑکی کو تین چار لاکھ کا سامان دیا، تو کیا اس طرح والدین کا کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دینا جائز ہے؟ والدین کا کہنا ہے کہ پہلے کم چلتا تھا اور اب زیادہ چلتا ہے، نیز جس لڑکی کو کم دیا ہے وہ برابری کا مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - جہیز والدین کی طرف سے تبرع اور احسان کی صورت ہے، بریں بناء بہتر یہی ہے کہ سب اولاد کے ساتھ ہبہ اور تبرع میں برابری کی جائے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو تاہم اگر زمانہ کی تبدیلی یا کسی اور وجہ سے ہبہ میں کمی بیشی کی گئی، اور کسی اولاد کو قصداً نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا گیا، تو والدین سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور جس لڑکی کو کم جہیز دیا گیا ہے وہ قانوناً برابری کا مطالبہ نہیں کرسکتی؛ البتہ اگر والدین مزید اپنی مرضی سے دے دیں تو کوئی حرج نہیں۔

یکره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة. (البحر الرائق/ كتاب الهبة ٤٩٠/٧ زكريا)

وروىٰ المعلى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطى الابنة مثل ما يعطى للابن وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤ زكريا)

الصحيح أنه لا يرجع على الأب بشيء لأن المال في النكاح غير مقصود. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٣١١/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۲/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے بعد جہیز کے سامان میں تفصیل

سوال (۵۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شیخ شمشاد احمد ابن مرحوم محمد مشفق کا عقد نکاح آفرین فلاحی بنت حمید اللہ فلاحی کے ساتھ ۱۹ / جولائی ۲۰۰۷ء کو ہوا؛ لیکن بیوی کا رویہ فقط چھے سال اچھا رہا اور اس کے بعد رفتہ رفتہ بیماری اور دماغی توازن اور آسیب کی وجہ سے اپنے گھر اور شوہر کے ساتھ اچھا نہیں رہا اس وجہ سے شوہر نے اپنی بیوی کو ۱۷ / جون ۲۰۱۸ء کو ایک طلاق دے دیا اور اس کے بعد بیوی میکے چلی گئی اور اب وہیں رہ رہی ہے اور بیوی سے طلاق کے بعد سے اب تک کوئی بات چیت اور رابطہ ضابطہ نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ یہ رشتہ رشتہ داری میں ہونے کی وجہ سے ساس سے بات چیت ہو جاتی ہے اور جب بات چیت ہوتی ہے تو ساس جہیز میں دیئے گئے سبھی سامان کا مطالبہ کرتی ہے اور کبھی عدت کے خرچہ کا اور کبھی پوری زندگی کے خرچہ کا اور کبھی کہتی ہے کہ کچھ نہیں چاہئے؛ لیکن اگر میں بحیثیت مسلمان ساس کے مطالبہ کو پورا کرنا چاہوں تو کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا، کیا شادی میں جو اخراجات ہوئے ہیں اور جو کچھ شادی میں سامان ملا تھا ان تمام چیزوں کی قیمت شادی کے دن کے ریٹ سے یا موجودہ قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے ادا کرنا ہوگا، جب کہ بہت سارے سامان جہیز کے آج بھی موجود ہیں، جیسے پلنگ، صوفہ وغیرہ اور کچھ سامان چوری ہو گئے، جیسے گاڑی نیز زیور بھی کچھ فروخت کر دیئے گئے تو کیا جو سامان میرے پاس خستہ حال میں موجود ہیں ان تمام سامان کی قیمت کاٹ کر ادا کی جائے یا از سر نو بالکلیہ سب سامان کی قیمت ادا کی جائے اور بیوی کی عدت کا خرچہ کتنا ہے اور کتنے دن تک میرے ذمہ ہے اور اگر وہ پوری زندگی خرچ کا مطالبہ ہو تو کیا پوری زندگی بیوی کا خرچ دینا ہوگا جیسا کہ ساس کبھی صرف عدت کے خرچہ کا مطالبہ کرتی ہے، کبھی پوری زندگی کا، برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تفصیلی سوال نامے کے ہر جزء کے جوابات

بالترتیب درج ذیل ہیں:

الف:- لڑکی کی شادی میں جو اخراجات ہوئے ہیں ان کی ادائیگی آپ پر لازم نہیں۔

لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي. (قواعد الفقه / فاعدة: ٢٦٩ ص: ١١٠ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ب:- شادی کے وقت لڑکی والوں کی طرف سے جو ساز وسامان دیا گیا تھا وہ اس وقت جس حالت میں ہو اسی حالت میں واپس کرنا لازم ہے، نیا سامان یا نئی قیمت لگا کر لوٹانے کے مطالبے کا حق نہیں ہے، البتہ جو سامان خاص طور پر شوہر کے استعمال کے لئے تھا اس میں خاندان کے عرف کو دیکھا جائے گا اگر واپسی کا عرف ہو تو واپس کرنا ہوگا ورنہ نہیں۔

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة وأنه إذا طلقها تأخذه كله وإذا ماتت يورث عنها. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة ٢٩٩/٥ زكريا)

جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذلك في صحته؛ بل تختص به وبه يفتى. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٣٠٦/٤-٣٠٧ زكريا)

حكم الهبة ثبوت الملك للموهوب له. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الهبة / الفصل معنى الهبة وركنها وشرائطها ٤١٣/١٤ زكريا)

وأما الذي بعث أبو المرأة إن كان هالكا لم يكن على الزوج شيء وإن كان قائمًا، وقد بعثه الأب من مال نفسه فله أن يرجع فيه. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / الفصل المهر ٢٠٩/٤ رقم: ٥٩٨٧ زكريا، البحر الرائق ١٨٥/٣)

ج:- جہیز میں دی گئی گاڑی اگر آپ کے قصور کے بغیر چوری ہوگئی تو اس کا لوٹانا آپ پر لازم نہیں ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله عليه وسلم

قال: لیس علی المستعیر غیر المغل ضمان، ولا علی المستودع غیر المغل ضمان. (سنن الدار قطني / کتاب البیوع ۴۵۶/۳ رقم: ۲۹۶۱ بیروت)

وهي أمانة فلا تضمن بالهلاک ...... فلو علم خیانته ضمن. (الدر المختار مع رد المحتار / کتاب الإیداع ۴۵۵/۸-۴۵۶ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۳۶۳/۴ قدیم زکریا)

د:- زیور کے بارے میں یہ بات قابل تحقیق ہے کہ اس کی فروختگی کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس سے جو رقم حاصل ہوئی وہ کس نے اور کہاں خرچ کی اور فروختگی سے پہلے بیوی سے اجازت لی گئی یا نہیں؟ جب تک ان باتوں کی وضاحت نہ ہو حکم شرعی واضح نہ ہوسکے گا۔

ہ:- طلاق کے بعد بیوی کی پوری زندگی کا خرچہ آپ پر لازم نہیں ہے۔

إن النفقة منوطة بالعدة ولا نفقة بعد العدة. (الهامش علی شرح الوقایة، کتاب الطلاق / باب النفقة ۱۷۸/۲ مکتبہ یاسر ندیم)

و:- عدت گذرنے کے بعد عدت کا خرچہ بھی آپ پر اصولاً لازم نہیں ہے؛ لیکن اگر بخوشی اَدا کردیں تو بہتر ہے۔ اور اگر اَب تک مہر کی اَدائیگی نہ ہوئی ہو تو اُس کو اَدا کرنا بہرحال آپ پر لازم ہے۔

والنفقة لا تصیر دینًا إلا بالقضاء أو بالرضاء ...... إذا لم ینفق علیها. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق / باب النفقة ۳۱۱/۵ زکریا)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسکنیٰ في عدتها. (المختصر القدوري / کتاب النفقات ص: ۴۱۰ مؤسسة الریان)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَآتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۵]

وقال تعالیٰ: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النساء، جزء آیت: ۴۰]

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ﴾ ......

فدل علی معنیین ...... والثاني أن یکون المهر ما یسمی أموالاً...... أن البضع

عضو لا تجوز استباحته إلا بمال. (أحكام القرآن للجصاص / باب المهور ۸۷/۳-۸۶ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ثم المهر واجب شرعًا إبانة لشرف المحل. (الهداية، كتاب النكاح / باب المهر ۳۴۵/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۳/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق ہونے پر لڑکے سے شادی کے جملہ اخراجات مانگنا

سوال (۵۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شادی آج سے تقریباً چار سال قبل میرے رشتہ کے ماموں کی بیٹی سے ہوئی تھی، میری بیوی کا رشتہ مجھ سے پہلے ایک دوسرے لڑکے سے طے ہوا گیا تھا، شادی کا دن تاریخ متعین ہوگیا تھا اور دعوت نامے بھی چھپ گئے تھے کہ اچانک لڑکے اور اُس کے سرپرستان نے کسی ایسی بات کو لے کر رشتہ سے انکار کردیا جس کا کسی کو پتہ نہیں چل سکا، میرے ماموں کی خواہش تھی کہ شادی اُسی تاریخ میں ہوجائے جو تاریخ شادی کارڈ میں لکھ دی گئی تھی، اِس لئے اُنہوں نے میری والدہ سے ذکر کیا کہ وہ اپنے لڑکے (یعنی مجھ سے) اس لڑکی کی شادی کرلیں، میری والدہ، سرپرستان اور میں ماموں کی عزت کی وجہ سے تین شرطوں کے ساتھ راضی ہوگئے۔ شرائط میری طرف سے یہ تھیں:

(۱) نکاح مسجد میں ہوگا۔

(۲) بارات نہیں آئے گی

(۳) میں جہیز نہیں لوں گا۔

شرائط مان لی گئیں اور شادی مذکورہ تاریخ میں شرائط کے مطابق انجام پائی، شادی کے کچھ ہی دن بعد مجھے اپنی بیوی کے کردار سے متعلق ناقابل برداشت باتوں کا علم ہونا شروع ہوا،

شروع میں تو میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا اور اپنی بیوی کو خود ہی سمجھایا کہ وہ اِن شکایات کو دور کرے؛ لیکن وہ نہیں مانی تو میں اندر ہی اندر گھٹنے لگا، پھر میں نے اپنے بھائی اور والدین سے ذکر کیا، اور اُس کے اندر تبدیلی آنے سے مایوس ہوکر خود اپنی بیوی کے گھر والوں سے ذکر کیا، شروع شروع میں اُنہوں نے بھی اُس کو سمجھایا؛ لیکن وہ نہیں مانی، میرے پاس اُس کی بدکرداری سے متعلق جو پختہ ثبوت تھی، میں نے اُس کے گھر والوں کو پیش کردئے اور وہ متعدد ثبوت آج بھی میرے پاس موجود ہیں، اور انہیں باتوں کو لے کر ایک مرتبہ میں نے خودکشی کی بھی کوشش کی؛ لیکن بروقت گھر والوں کو پتہ چلنے سے اور علاج ومعالجہ سے مجھے بچالیا گیا، انہی باتوں کو لے کر میری جاب بھی چلی گئی، اب حالات ومعاملات اس جگہ پہنچ چکے ہیں کہ ہم دونوں میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کی نوبت آگئی ہے: لیکن علیحدگی سے پہلے لڑکی کے والد کے کچھ مطالبات ہیں اور پورے نہ ہونے کی شکل میں وہی کورٹ کچہری اور جان سے مارنے کی دھمکی دے رہے ہیں جو ایسے مواقع پر کیا جاتا ہے، اُن کے مطالبات میں ۱۵/لاکھ روپئے کا مطالبہ کھانے کے خرچ سے متعلق ہے، جب کہ میں بارات لے کر نہیں گیا تھا، میرے ساتھ بارات کی شکل میں میرے بھائی، بہن اور صرف گھر کے لوگ تھے، جو تقریباً ۲۴-۲۵/لوگ ہوں گے، دوسال سے لڑکی اپنے والدین کے پاس ہے، کردار سے متعلق ثبوت کے نام پر ہمارے پاس ایسے غیرت سوز ثبوت ہیں جو ہم آپ کو دکھلا سکتے ہیں؛ لیکن تحریراً ذکر کرنے سے بھی غیرت کا خون ہوتا ہے، اس کے باوجود وہ ہم سے مہر فاطمی بھی مانگ رہے ہیں، تو کیا ۱۵/لاکھ روپئے کھانے کا خرچ جو انہوں نے اگر کچھ خرچ کیا بھی ہوگا تو اپنے مہمانوں پر کیا ہوگا (۲) مہر فاطمی (۳) اپنی بیٹی کو دئے گئے گفٹ جو اُس کی سہیلیوں نے دئے ہوں گے، اُن سب کا مطالبہ کیا جارہا ہے، تو جس لڑکی کا تعلق شوہر کے ہوتے ہوئے شوہر سے نہ ہوکر دوسرے لوگوں سے ہیں اور چار سال کے اندر تمام تر کوشش کے باوجود اُس کے اندر کوئی تبدیلی نہ آئی ہو، علیحدگی کی شکل میں کیا مجھ پر شرعاً کھانے کے نام کیا گیا خرچ مہر، عدت کا خرچ لازم ہے یا نہیں؟ شرعی دلائل کے ساتھ جوابات عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال مسئولہ صورت میں آپ پر مقررمہر کی اَدائیگی اور شادی کے موقع پرلڑکی کو جواس کے گھر والوں یا سہیلیوں کی طرف سے دیا گیا سامان ہے، وہ اِس وقت جس حال میں ہواُسے واپس کرنا لازم ہوگا، نیز معتدل انداز میں آپ کی وسعت کے بقدر عدت کے نفقہ کا بھی مطالبہ کیا جاسکتا ہے؛ لیکن شادی کا خرچ (۱۵/لاکھ) روپئے وغیرہ کا آپ سے مطالبہ کرنا درست نہیں اور نہ ہی اُس کی اَدائیگی آپ پر لازم ہے۔

المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، الخلوة الصحيحة الخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة ۳۰۳/۱ زكريا)

إن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه كله. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ۳۱۱/٤ زكريا)

وأما على المفتى به فتجب نفقة الوسط. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة ۲۸٤/٥ زكريا)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في حديث طويل: ...... ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۱۱۸/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ۲۷/۳ رقم: ۲۸۸٥ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/٤ رقم: ٥٤۹۲ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۴/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کی صورت میں مہر جہیز اور زیورات کے بارے میں تفصیل

سوال (۵۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں مقیم اختر ولد زاہد حسین اپنی بیوی نرگس بنت مشتاق حسین کو طلاق دینا چاہتا ہوں، اِس لئے دریافت یہ کرنا ہے کہ (۱) کتنی طلاق دی جائے؟ (۲) اور مہر دینا ضروری ہے یا نہیں؟ جہیز کی واپسی ضروری ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو زیور اُس نے چڑھایا یا اُن کو اپنے میکے سے ملا ہے اُس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے، جواب سے نوازیں کرم ہوگا۔

نوٹ:- دونوں فریق میں کئی مرتبہ پنچایت بھی ہو چکی ہے، نبھاؤ ہونے کی کوئی شکل نہیں ہے، اِس لئے طلاق کی نوبت آرہی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) جانبین سے باہم کوشش کے باوجود اگر آپ کے اور آپ کی بیوی کے درمیان نباہ کی کوئی شکل نہ رہی ہو، تو آپ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر نکاح سے الگ کرسکتے ہیں، اور تین طلاق نہ دی جائیں؛ کیوں کہ رشتہ نکاح ایک طلاق سے بھی ختم ہوجاتا ہے۔

وأما سببه فالحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود اللّٰه تعالیٰ وشرعه رحمة منه سبحانه. (البحر الرائق / أول كتاب الطلاق ۳/۴۱۲ زكريا)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أبغض الحلال إلى اللّٰه عزوجل الطلاق. (سنن أبي داؤد، أول كتاب الطلاق / باب في كراهية الطلاق ۱/۲۹۶ رقم: ۲۱۷۸)

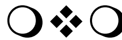
(۲) جہیز (جس حالت میں ہو)، مہر اور میکے سے ملے ہوئے زیورات کی لڑکی مالک ہے، اُن کی اَدائیگی شوہر پر لازم ہے، اور جو زیورات آپ کی طرف سے لڑکی کو دئے گئے ہیں، اگر بطور تملیک دئے گئے تھے، تو وہ بھی اسی کے ہیں، اور اگر صرف پہننے کے لئے (عاریۃ) دئے تھے، تو وہ آپ کے ہوں گے، اور اگر زیورات دیتے وقت کوئی نیت نہ تھی، تو آپ کے یہاں کے عرف ورواج کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

ویتأکد عند وطء أو خلوۃ صحت من الزوج أو موت أحدهما (الدر المختار) وتحته في الشامي: إنما یتأکد لزوم تمامه بالوطء ونحوه. (الدر المختار، کتاب النکاح / باب المهر ٢٣٣/٤ زکریا)

وأن هذا غیر معروف في زماننا؛ بل کل أحد یعلم أن الجهاز للمرأۃ إذا طلقها تأخذه کله. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب المهر ٣١١/٤ زکریا)

الثابت بالعرف کالثابت بالنص. (شرح عقود رسم المفتي ص: ١٥٣ دار الکتاب دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



مہر کے مسائل

مہر فاطمی اور مہر شرع پیغمبری کا مطلب

سوال (۵۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی کی شادی ہوئی، جس کے مہر؛ مہر فاطمی لکھے گئے، اس کی مقدار کتنی ہوتی ہے؟ دوسرے مہر شرع پیغمبری لکھے جاتے ہیں، تو اس کی مقدار کتنی ہوتی ہے؟ اور کون کون سے پیغمبر کا نام لکھا جائے؟ صحیح صورتِ حال سے واقف کرائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مہر فاطمی اُس مہر کو کہا جاتا ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اکثر اَزواجِ مطہرات اور بناتِ طیبات کا مقرر فرمایا تھا، اس کی مقدار موجودہ اَوزان کے اعتبار سے تقریباً ارکلو ۵۳۱ رگرام چاندی ہوتی ہے، اس کی قیمت بازار سے معلوم کرلی جائے۔ اور مہر شرع پیغمبری سے عموماً کم سے کم مہر مراد لی جاتی ہے، اس کا وزن گراموں کے اعتبار سے ۳۰ رگرام ۶۱۸ رملی گرام چاندی ہوتی ہے۔

قال عمر بن الخطاب رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه ألا لا تغالوا صدقة النساء ...... ما علمت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نكح شيئًا من نساءه ولا أنكح شيئًا من بناته أكثر من ثنتي عشرة أوقية، هذا حديث حسن صحيح. (سنن الترمذي، أبواب النكاح / باب منه ۲۱۱/۱ رقم: ۱۱۱٤، سنن أبي داؤد، كتاب النكاح / باب الصداق ۲۸۷/۱ رقم: ۲۱۰٦)

عن أبي سعيد رضي اللّٰہ عنه أن النبي صلى اللّٰہ علیه وسلم تزوج أم

سلمة علی متاع بیت قیمته عشرة دراهم. (المعجم الأوسط للطبراني ١٤٦/١ رقم: ٤٦٤ دار الحرمین القاهرة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۱/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

کیا عورت کو مہر کے مطالبہ کا حق ہے؟

سوال (۵۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نکاح بتاریخ ۱۰/ جون ۱۹۸۴ء میں جناب مقصود عالم ولد عبد القیوم صاحب ساکن ہلدوانی کے ساتھ ہوا تھا، میرے شوہر ہلدوانی شہر کے مشہور تاجر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار دولت سے نوازا ہے، اُنہوں نے نکاح میں میرے مہروں میں ۵۰/ ہزار روپئے اور بلڈنگ فیکٹری کا تہائی حصہ (جو میرے شوہر جناب مقصود عالم کے والد عبد القیوم صاحب کے نام ہے) اپنی اور اپنے والد کی رضا مندی سے مؤجل طے کیا تھا، نکاح نامہ کی رسید میں عبد القیوم صاحب کے دستخط بھی موجود ہیں، میرے نکاح کے وکیل حاجی یونس صاحب بھی ابھی زندہ ہیں، اب نکاح کے ۳۰/ سال کے بعد میں اپنے شوہر سے مذکورہ مہر کا مطالبہ کرنا چاہتی ہوں، براہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ میرا یہ عمل کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال آپسی رضا مندی سے نکاح کے وقت جو مہر طے ہوا تھا، خواہ روپئے کی شکل میں ہو یا بلڈنگ کے حصہ کی شکل میں ہو؛ جیسا کہ نکاح نامہ میں درج ہے وہ آپ کا ذاتی حق ہے، جس کا مطالبہ کرنے کا آپ کو حق حاصل ہے اور شوہر اور اس کے والد پر اس مطالبہ کی تکمیل بھی ضروری ہے۔

ومن سمی مهرًا عشرة فما زاد فعلیه المسمی إن دخل بها أو مات

عنها؛ لأنه بالدخول يتحقق تسليم المبدل، وبه يتأكد البدل. (الهداية / كتاب النكاح ٣٢٤/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وتجب العشرة إن سماها أو دونها ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر و يتأكد عند وطئ أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما. (الدر المختار على رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٢٣٣/٤ زكريا)

قوله: إذا لم يتراضيا أي بعد العقد وإلا بأن تراضيا على شيء فهو الواجب بالوطء أو الموت. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٢٤٢/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

مقدارِ مہر معلوم نہ ہو تو مہر کس طرح اَدا کرے؟

سوال (۵۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب کا نکاح ہوئے تقریباً ۴۰؍سال ہوگئے وہ اَب مہر اَدا کرنا چاہتے ہیں وہ اور اُن کے گھر میں کوئی یہ نہیں جانتا کہ کتنا مہر مقرر ہوا تھا، ایسی صورت میں کتنا مہر اَدا کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں یا تو زوجین خود آپسی رضامندی سے مہر کی مقدار طے کرلیں (جو کہ مہر کی کم اَز کم مقدار ۳۰؍گرام ۶۰۸؍ملی گرام چاندی یا اُس کی قیمت (ایضاح المسائل: ۱۲۹) سے زیادہ ہو) اور اگر آپس میں کسی مقدار پر اتفاق نہ ہوسکے تو مہر مثل اَدا کرنا ہوگا، یعنی بیوی کی بہنوں اور پھوپھیوں وغیرہ کا جو مہر مقرر کیا گیا ہو، اُسی سے اندازہ لگا کر مہر اَدا کیا جائے گا۔

وكذا يجب مهر المثل في ما إذا لم يسم مهرًا ونفى إن وطئ الزوج أو مات عنها إذا لم يتراضيا على شيء يصلح مهرًا و إلا فذلك الشيء هو الواجب

(الـدر الـمـختار) قوله وإلا: أي بأن تراضيا على شيء فهو الواجب بالوطئ أو الموت. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٤/ ٢٤٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر متعین کے بدلے میں کوئی اور سامان دینا؟

سوال (۵۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی مہر متعین قیمتاً بندھی ہوئی ہے اگر وہ اس کے بدلے مہر میں اپنی بیوی کو کچھ اور چیز دینا چاہئے تو دے سکتا ہے کہ نہیں جبکہ اس چیز کی قیمت مہر متعین سے زیادہ ہے، جیسے زمین وغیرہ، یا اس کو مہر متعین ہی دینا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: - آپسی رضامندی سے متعین مہر کے بدلے میں کوئی اور چیز دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم دیوبند قدیم ۸/ ۲۴۷، کتاب المسائل ۴/ ۳۰۲ فرید بک ڈپو دہلی)

عن كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحًا حرم حلالا أو أحل حرامًا الخ. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس ١/ ٢٥١ رقم: ١٣٥٢)

أعطاها مالا، وقال: من المهر، وقالت: من النفقة، فالقول للزوج إلا أن تقيم هي البينة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الفصل الثاني عشر في اختلاف الزوجين في المهر قديم ١/ ٣٢٢ زكريا، ١/ ٣٨٨ مكتبة الاتحاد ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہو کے مہر میں آدھا مکان لکھوانے کے بعد اُسے فروخت کرنا

سوال (۵۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے سسر ریاض الحسن صاحب نے نکاح کے موقع پر میرے مہر میں ''مہر فاطمی کے ساتھ ساتھ اپنے مکان کا آدھا حصہ میرے نام رسید نکاح میں لکھوا دیا تھا، اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ وہ آدھا حصہ میرا ہے اور بقیہ آدھا انہی کا ہے، اَب اگر وہ مکان فروخت کرنا چاہیں تو پورا مکان فروخت کرسکتے ہیں یا صرف اپنا آدھا حصہ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال نکاح کے موقع پر آپ کے سسر ریاض الحسن صاحب نے اپنے مکان کا جو نصف حصہ آپ کے مہر میں لکھوا دیا تھا (جو نکاح نامہ میں درج ہے) تو انہیں حسبِ وعدہ مذکورہ مکان کا نصف حصہ آپ کو دینا چاہئے، ایسی صورت میں اگر آپ کے اپنے حصہ پر قبضہ کرلینے کے بعد آپ کی اجازت سے پورا مکان فروخت کیا جائے گا تو اُس کی آدھی قیمت آپ کو لینے کا حق ہوگا۔

مستفاد: إذا أعطی الأب أرضًا في مهر امرأته ثم مات الأب قبل قبض المرأة لا تکون الأرض لها؛ لأنها هبة من الأب لم تتم بالتسلیم، فإن ضمن المهر وأدی الأرض عنه ثم مات قبل التسلیم کانت الأرض للمرأة لأنه بیع فلا یبطل بالموت. (البحر الرائق، کتاب النکاح / باب المهر ۳۰۷/۳ دار الکتاب دیوبند)

فرع: في الفیض ولو أعطی ضیعة بمهر امرأة ابنه ولم تقبضها حتی مات الأب فباعتها المرأة لم یصح إذا ضمن الأب المهر ثم أعطی الضیعة به فحینئذ لا حاجة إلی القبض. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب المهر ۲۹۰/٤ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۷/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مہر معاف کرانے سے معاف ہوجاتے ہیں؟

سوال (۵۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مہر معاف کروانے سے معاف ہوجاتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- محض رسمی طور پر معاف کرانے سے مہر معاف نہیں ہوتے؛ کیوں کہ اس میں عموماً دلی رضامندی شامل نہیں ہوتی؛ بلکہ معاشرتی دباؤ یا شوہر کی ناراضگی کے ڈر سے بادلِ نخواستہ بیوی معاف کرتی ہے۔ تو ایسی معافی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے؛ البتہ اگر مہر کی پوری رقم بیوی کو دے کر اُسے قابض بنادیا جائے پھر وہ اپنی خوشی سے بلاجبر واکراہ شوہر کو واپس کرے تو گنجائش ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً، فَاِنۡ طِبۡنَ لَكُمۡ عَنۡ شَىۡءٍ مِنۡهُ نَفۡسًا فَكُلُوۡهُ هَنِيۡـئًا مَّرِيۡـئًا﴾ [النساء: ٤]

ولا بد في صحة حطها من الرضا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الفصل السابع في الزيادة في المهر والحط عنه ۳۱۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت، ۳۷۹/۱ مكتبة الاتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر کی وفات کے بعد بیوی سے رسماً مہر معاف کرانا

سوال (۵۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنی زندگی میں مہر نہ دے اور شوہر اُسی حالت میں وفات پا جائے، تو اُس کی نعش کے پاس بیوی اُس کے کان میں آکر کے کہتی ہے کہ میں نے مہر معاف

کیا، تو اُس کے اِس طرح معاف کرنے سے مہر معاف ہوجائے گا، یا اُس کی وراثت میں سے اُس کی بیوی کو مہر اَدا کیا جائے گا؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

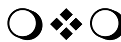
الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مہر بیوی کا لازمی حق ہے، جو خوش دلی سے معاف کئے بغیر معاف نہیں ہوسکتا، اور سوال میں متوفی شوہر کے کان میں آکر معاف کرنے کی جو صورت لکھی گئی ہے وہ ایک محض جاہلانہ رسم ہے؛ لہٰذا اس طرح کی معافی کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور وہ بیوی شوہر کے ترکہ میں سے حصہ وراثت کے ساتھ ساتھ اپنے مہر کی رقم لینے کی بھی حق دار ہوگی۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰـه علیه وسلم في حدیث طویل: ...... ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال إمرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح، کتاب البیوع / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح ۱۱۸/٦ المکتبة الأشرفیة دیوبند، سنن الدار قطني / کتاب البیوع ۲۷/۳ رقم: ۲۸۸۵ مکتبة دار الإیمان سهارنفور، شعب الإیمان للبیهقي ۳۸۷/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الکتب العلمیة بیروت)

عن أبي جریح قال سمعت عطاء یقول: سمعت ابن عباس رضي اللّٰه عنهما سئل عن امرأة یموت عنها زوجها وقد فرض لها صداقًا قال: لها الصداق والمیراث. (السنن الکبری للبیهقي ٤٠٣/٧ رقم: ١٤٤٢٥ دار الکتب العلمیة بیروت)

ففي هبة الخلاصة خوفها الضرب حتی وهبت مهرها لم یصح لو قادرًا علی الضرب ...... وأن لا تکون مریضة مرض الموت. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب المهر ٢٤٨/٤ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

پہلی بیوی کے بچہ کا دوسری بیوی کی بہن سے نکاح

سوال (۶۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی دو بیویاں ہیں، پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے جواب بالغ ہو چکا ہے، زید اس لڑکے کی شادی اپنی دوسری بیوی کی بہن سے کرنا چاہتا ہے تو کیا یہ نکاح شرعاً درست ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زید کی پہلی بیوی سے پیدا شدہ لڑکے کا دوسری بیوی کی بہن سے نکاح شرعاً درست ہے؛ اِس لئے کہ اُن کے درمیان کوئی سبب حرمت نہیں پایا جاتا اور منکوحۃ الاب کی حرمت صرف اُس کی ذات تک محدود رہتی ہے اُصول وفروع اور دیگر قرابت داروں کی طرف متعدی نہیں ہوتی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ٢٤]

ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها …… ومقتضى تقييده بالفرع والأصل أنه لا خلاف في عدم الحرمة على غيرهما من الحواشي كالأخ والعم. (رد المحتار / كتاب النكاح ١٠٥/٤-١٠٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

دوسری بیوی کے سابق شوہر کی بیٹی کا پہلی بیوی کے بیٹے سے نکاح

سوال (۶۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کو ایک لڑکا مثلاً زاہد ہے اور زید کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا، دوسری طرف مثلاً زینب ہے، اس کو اُس کے شوہر مثلاً خالد سے ایک لڑکی مثلاً ہندہ ہے اور خالد کا انتقال ہوگیا ہے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد زید اور زینب نے آپس میں نکاح کرلیا، پھر زاہد اور ہندہ دونوں بڑے ہوکر نکاح کے قابل ہوگئے۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا زاہد اور ہندہ کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے؟ کیا اِس طرح نکاح کرنا جائز ہے؟ گذارش ہے کہ دلائل کے تذکرہ کے ساتھ جواب دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زاہد اور ہندہ کا نکاح درست ہے؛ اِس لئے کہ اُن کے درمیان حرمت کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب النكاح ١٠٥/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلی بیوی کے لڑکے کا دوسری بیوی کی بہن سے نکاح

سوال (۶۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اُس نے دوسری عورت سے نکاح کیا، اور اُس دوسری عورت کی ایک چھوٹی بہن ہے، اَب یہ شخص اپنی پہلی بیوی سے جوان بیٹے کا نکاح دوسری منکوحہ کی اُسی بہن سے کرنا چاہ رہا ہے، تو یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں پہلی بیوی کے بیٹے کا دوسری

بیوی کی بہن سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے؛ کیوں کہ اِن دونوں کے درمیان حرمت کا کوئی رشتہ نہیں پایا جاتا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۷۰/۱۱ ڈابھیل)

قوله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ **أي ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال.** (تفسير ابن كثير [سورة النساء: ٢٤] ٢٢٦/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

مستفاد: قال الخير الرملي: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها. (رد المحتار / كتاب النكاح ١٠٥/٤ زكريا)

فلا تحرم بنت زوجة الابن ولا بنت ابن زوجة الابن ولا بنت زوجة الأب. (البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ١٦٦/٣ زكريا)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه بنتها أو أمها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الثالث في بيان المحرمات ٢٤٢/١ مكتبة الاتحاد ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۶/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بہو کی بہن سے نکاح کرنا

سوال (۲۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، اب وہ نیا نکاح کرنا چاہتا ہے تو اُس کی بہو کی ایک بڑی بہن مطلقہ ہے، وہ اُس سے رشتہ کرنا چاہتا ہے، تو زید کے لئے اپنی سگی بہو کی بہن سے نکاح حلال ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زید کا اپنی سگی بہو کی بہن سے نکاح کرنا بلاشبہ درست ہے؛ کیوں کہ زید اور اُس کے درمیان حرمتِ نکاح کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔

قولہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ **مرتب على تحريم من ذكر تحريمهن منهن؛ لأن قوله تعالىٰ:** ﴿مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ **المراد به ما وراء من تقدم ذكر تحريمهن.** (تفسير أحكام القرآن للجصاص ۱۶۹/۲ زكريا، ۸۰/۳ دار إحياء التراث العربي)

وقال عطاء: أحل لكم ما وراء ذوات المحارم من أقاربكم ...... قال أبوبكر: هو عام فيما عدا المحرمات في الآية. وفي سنة النبي صلى الله عليه وسلم الخ.

(تفسير أحكام القرآن للجصاص / قبيل باب المهور ۱۷۵/۲-۱۷٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

سوتیلی بیٹی کی شادی اپنے بھائی سے کرانا

سوال (۶۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی شادی ایک مطلقہ عورت سے ہوئی اور اس مطلقہ عورت کی پہلے شوہر سے ایک لڑکی ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس لڑکی کی شادی دوسرے شوہر (لڑکی کی سوتیلا باپ) کے بھائی سے ہوسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں مذکورہ مطلقہ عورت کی لڑکی (دوسرے شوہر کی ربیبہ) سے شوہر کے بھائی کے نکاح میں شرعاً کوئی مانع نہیں ہے، لہٰذا دونوں کا نکاح حلال ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ [النساء: ۲٤] **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۴/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

بیوہ سمدھن سے نکاح کرنا

سوال (۶۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے چھوٹے بھائی محمد عالم کا انتقال ہوگیا، اُس کی بیوی ناظرین ہے، میں نے اپنے بیٹے شاہنواز کی شادی ناظرین (زوجہ بھائی محمد عالم مرحوم) کی لڑکی یاسمین سے کردی، میری بیوی کا بھی انتقال ہوگیا ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں اپنے چھوٹے بھائی مرحوم کی بیوی ناظرین (جو کہ ہماری سمدھن بھی ہے) سے نکاح کرسکتا ہوں یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- آپ کے لئے بیوہ سمدھن ناظرین سے نکاح کرنا درست ہے۔

لا بأس أن يتزوج الرجل امرأة و يتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة و زوج ابنه بنتها الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ۹۸/۳ كوئٹه، الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / القسم الثاني المحرمات بالصهرية ۲۷۷/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۷/۵/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

غیر مسلم لڑکی سے نکاح اور اُس کے بچہ کا حکم

سوال (۶۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک غیر مسلم لڑکی سے اُس کے ہندو مذہب پر رہتے ہوئے زید نے کورٹ میرج کرلی، دونوں کے اہل خانہ اُن کے اِس قدم سے بے خبر رہے آخر کار وہ لڑکی زید سے حاملہ ہوگئی، اور لڑکے کی پیدائش ہوگئی معاملہ اُجاگر ہونا ہی تھا، سو دونوں نے کورٹ میرج کی بات قبول کرلی،

اُس پر زید کے گھر والوں نے لڑکی سے بات کی سمجھایا بجھایا شریعت اور دین اِسلام کے مسائل کی جانکاری دی، اور اسلام قبول کرنے کو کہا، اِس پر وہ لڑکی راضی ہوگئی۔ مفتی صاحب ہم اس لڑکی کو کس طریقہ سے اسلام میں داخل کریں؟ کون سا طریقہ اختیار کریں؟ اس بچہ کا کیا ہوگا؟ وہ کس کا مانا جائے گا؟ کیا اس کا عقیقہ ہوسکتا ہے؟ معاشرہ کی بدنامی سے بچنے کے لئے کیا دین وشریعت میں کوئی معتدل راستہ ہے؟ اور زید کو کس درجہ کا گناہ ہوگا؟ اس گناہ کی تلافی ممکن ہے، اس لڑکی کے اِسلام قبول کرلینے کے بعد اب نکاح پڑھایا جائے گا یا نہیں؟ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں جلد اَز جلد جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زید کا ہندو لڑکی سے نکاح (کورٹ میرج) منعقد نہیں ہوا، اور یہ سراسر زنا کاری تھی، جس پر سچے دل سے توبہ اور استغفار لازم ہے، اَب اگر وہ لڑکی بخوشی اِسلام قبول کرنا چاہتی ہے تو دین کی بنیادی باتیں سمجھا کر اُسے کلمہ پڑھا دیا جائے، اور جب وہ مسلمان ہوجائے تو زید سے اس کا باقاعدہ گواہوں کے سامنے نکاح کرادیا جائے، اُس کے بعد ہی اُن دونوں میں ازدواجی تعلق حلال ہوگا، اور جو بچہ شرعی نکاح سے پہلے پیدا ہوا ہے، اُس کا نسب زید سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ وہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا، اور اسلام لانے کے بعد اگر ماں اُس کا عقیقہ کرنا چاہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ عقیقہ مطلقاً ہر مسلمان بچہ کے لئے مستحب ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۱]

نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه ولا تجب العدة؛ لأنه نكاح باطل (الدر المختار) أي فالوطئ فيه زنا لا يثبت به النسب. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الحضانة ۵/۲۵۲ زكريا)

حرم تزوج المجوسية والوثنية (كنز) وتحته: كل مذهب يكفر به

معتقده فهو يحرم نكاحها؛ لأن اسم المشرك يتناولهم جميعًا. (البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ١٨٠/٣-١٨١ زكريا)

أما إن قال: إنه مني من الزنا فلا يثبت نسبه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب الخامس عشر في ثبوت النسب ٥٩١/١ زكريا)

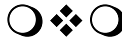
اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على صحيح مسلم / كتاب التوبة ٣٥٤/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كل غلام رهين بعقيقته الخ. (سنن النسائي ١٦٧/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۳/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



کن عورتوں سے نکاح ناجائز ہے

اُمت کے لئے اَزواجِ مطہراتؓ سے نکاح کی ممانعت کیوں؟

سوال (٦٠٧):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انبیاء کرام کی اَزواجِ مطہرات سے نکاح کے عدم جواز کی کیا وجوہات ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حضرات اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تمام اہل ایمان کی روحانی مائیں ہیں اور پیغمبر علیہ السلام سے اُن کا رشتۂ زوجیت دنیا وآخرت میں برقرار ہے، اِسی بنا پر قرآن کریم میں صاف طور پر اُمت کے کسی بھی فرد کے لئے اُن سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے، اس میں چوں چرا کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ﴾ [الأحزاب، جزء آیت: ٦]

وقال تعالیٰ: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا، اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب: ٥٣]

ولهذا أجتمع العلماء قاطبة على أن من توفي عنها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من أزواجه أنه يحرم على غيره تزوجها من بعده؛ لأنهن أزواجه في الدنيا والآخرة وأمهات المؤمنين كما تقدم. (تفسير ابن كثير / الأحزاب ٢٠٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۵/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

سگی خالہ سے نکاح

سوال (۶۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اہل حق میں سے ایک صاحب نے اپنی سگی خالہ سے عقد کیا ہے؟ کیا یہ درست ہے؟ وہ کون کون سی عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سگی خالہ سے نکاح قطعاً حرام ہے؟ قرآن پاک میں سورہ نساء کی آیت: ۲۳؍ میں جن محرمات عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، اُن میں خالہ بھی شامل ہے؛ لہٰذا جس شخص نے یہ حرکت کی ہے وہ سخت گنہگار ہے، اس پر لازم ہے کہ فوری طور پر خالہ کو اپنے سے جدا کرے اور دل سے توبہ واستغفار کرے، اسلام میں بہت سی عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے جس کی تفصیل قرآن وسنت میں موجود ہے، مثلاً ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، خوش دامن، ربیبہ وغیرہ تفصیل کے لئے تفسیر عثمانی: ۱۰۴؍ اور معارف القرآن ۳۵۶/۲ دیکھیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهَاتُكُمُ اللّٰتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِنْ نِسَآئِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾ [النساء: ۲۳] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۷/۵/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

حقیقی بھانجی کی بچی سے نکاح

سوال (۶۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی نے اپنی حقیقی بھانجی کی بیٹی سے شادی کی ہے اور بچہ بھی پیدا ہوا ہے، کیا اُن کی شادی صحیح ہوئی اور بچہ جو پیدا ہوا، کیا وہ ناجائز بچہ ہے اور اُس آدمی اور عورت کے درمیان کیا کیا؟ شادی توڑ دی جائے یا باقی رکھا جائے اور اُن کے گھر میں کھانا کھانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں حقیقی بھانجی کی بیٹی سے نکاح فاسد ہے، فوری طور پر دونوں میں تفریق کرنا لازم ہے؛ البتہ بچہ ثابت النسب ہوگا اور جب تک دونوں الگ نہ ہوں تو اُن کے رشتہ دار تنبیہاً اُن سے الگ رہ سکتے ہیں۔

قلت: ويشكل عليه أن نكاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد كما علمت مع أنه لم يقل أحد من المسلمين بجوازه، وتقدم في باب المهر أن الدخول في النكاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب الخ. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب العدة، مطلب: في النكاح الفاسد ۱۹۷/۵ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۲/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

انجانے میں معتدہ سے نکاح کرنے کا حکم

سوال (۶۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کو طلاق ہوئی اور طلاق کے ۴؍ دن کے بعد عدت کے اندر ہی اُس نے دوسرا نکاح کرلیا، اور دوسرے شوہر کو اُس کے معتدہ ہونے کی خبر نہ تھی، اَب ۶؍ مہینے کے بعد دوسرے شوہر نے اُسے طلاق دے دی، اور ابھی طلاق ہوئے ۶؍ دن ہوئے ہیں، اَب وہ عورت تیسرے

نکاح کے لئے تیار ہے، تو یہ نکاح اُس کے لئے درست ہوگا یا نہیں؟ کیا دوسرا نکاح جو عدت میں ہوا تھا اُس سے طلاق کے بعد اُس عورت پر عدت واجب ہوگی یا نہیں؟ اور اگر واجب ہوگی (تو تین حیض ہوگی یا ایک حیض؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں پہلے شوہر کی عدت میں جو نکاح کیا گیا وہ جائز نہ تھا؛ لیکن چوں کہ دوسرے شوہر کو عورت کے معتدہ ہونے کا علم نہ تھا؛ اِس لئے اُس نے جو نکاح کے بعد عورت سے تعلق قائم کیا وہ وطی بالشبہ کے درجہ میں ہوا۔ بریں بنا جب وہ طلاق دے کر اُسے چھوڑ رہا ہے، تو اِس مشارکت کے بعد عورت پر حسبِ ضابطہ تین ماہواری کی عدت گذارنا لازم ہے، جب تک عدت کا عرصہ گذر نہ جائے، دوسرا نکاح کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا، اور علم کے باوجود نکاح کرنے والا سخت گنہگار ہوگا۔

(ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) وهو الذي فقد شرطًا من شرائط الصحة كشهود. وتحته في الشامية: ومثله تزوج الأختين معًا ...... ونكاح المعتدة بما إذا لم يعلم بأنها معتدة. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد ٢٧٤/٤ زكريا)

وتجب العدة بعد الوطء) وتحته في الشامية: والمراد أن الموطوءة بنكاح فاسدٍ سواء فارقها أو مات عنها تجب عليها العدة التي هي عدة طلاق وهي ثلاث حيض. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد ٢٧٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

لاعلمی میں دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کرلیا

سوال (۶۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرا نکاح شبینہ اختر بنت عبدالجلیل ساکن ریل گنج علی گڑھ سے ہوا جو کہ طلاق شدہ بتلائی گئیں، جب کہ پہلے شوہر امریش علی عرف پپو سے پندرہ سال قبل ۱۹۹۴/۶/۵ء کو نکاح ہوا تھا، معلومات کرنے پر اب یہ انکشاف ہوا کہ پہلے شوہر امریش علی ساکن رام نگر بدایوں نے کوئی طلاق نہیں دی ہے، کیا اس صورت میں دوسرا نکاح جائز ہے؟ میں نے جان کاری ہونے پر محترمہ شبینہ اختر کو ۴/اگست ۲۰۱۴ء کو تحریری طلاق دے دی، اس معاملہ میں قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ کی روشنی میں اپنی رائے دینے کی زحمت کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال جب کہ شبینہ اختر کو پہلے شوہر امریش علی نے طلاق نہیں دی تھی تو اس کا نکاح آپ کے ساتھ منعقد نہیں ہوا اور جب نکاح ہی صحیح نہیں ہوا، تو آپ کی طرف سے اس کو طلاق دینے کا کوئی اعتبار نہیں؛ بہر حال چوں کہ یہ عمل لاعلمی میں ہوا ہے اِس لئے آپ فوری طور پر اس عورت سے مفارقت ضروری ہے اور گذشتہ کوتاہی پر دونوں کو سچی توبہ کرنی چاہئے۔

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته ...... لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب العدة، مطلب: في النكاح الفاسد والباطل ١٩٧/٥ زكريا، بدائع الصنائع / كتاب النكاح ٥٤٨/٢ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية / القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ٢٨٠/١ زكريا)

أسباب التحريم أنواع: ...... وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة. (الدر المختار، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ١٠٠/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

منکوحۃ الغیر سے نکاح کیا اور بچہ بھی ہوگیا

سوال (۶۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ہندہ سے نکاح کیا، نکاح کے وقت عورت دوسرے کی منکوحہ تھی؛ لیکن زید سے یہ بات پوشیدہ رکھی گئی اور بتایا گیا کہ ہندہ کے شوہر کا مدت ہوئی انتقال ہو چکا ہے، چنانچہ اس خبر پر یقین کرتے ہوئے زید نے اس سے نکاح کرلیا اور ایک بچہ کی پیدائش بھی ہوگئی، بچہ کی پیدائش کے بعد زید کو پتہ چلا کہ ہندہ منکوحہ تھی اور دورانِ حمل اس کے سابقہ شوہر کا انتقال ہوگیا تھا، تو اب زید کیا کرے؟ اور پیدا شدہ بچہ کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں زید کا منکوحۃ الغیر سے نکاح صحیح نہیں ہوا؛ لیکن چوں کہ اس کو دھوکہ میں رکھ کر یہ نکاح کردیا گیا ہے اس لئے اس کا بیوی سے تعلق قائم کرنا وطی بالشبہ کے درجہ میں ہوگا اور اس سے جو اَولاد ہوئی ہے اس کا نسب زید ہی سے ثابت ہوگا۔ اور حسبِ تحریر سوال چوں کہ دورانِ حمل شوہر اول کا انتقال ہوگیا ہے، اِس لئے بعد اَزاں وضع حمل ہوتے ہی وہ شوہر اول کے نکاح سے باہر ہوگئی اور عدت بھی پوری ہوگئی، اب اگر زید اس سے تعلق برقرار رکھنا چاہتا تو فوراً نیا نکاح کرکے اس کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔ بلاتجدید نکاح اس سے تعلق حلال نہ ہوگا۔

ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ۲۸۰/۱ زكريا، ۳٤٦/۱ مكتبة الاتحاد ديوبند)

وفاسد النكاح في ذلك أي ثبوت النسب كصحيحه. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب العدة ۲۳۱/٥ زكريا)

وصورة الجنسين المختلفين المتوفى عنها زوجها إذا وطئت بشبهة

تـداخـلـت العدتان أيضًا وتعتد بما رأته من الحيض في الأشهر من عدة الوطء عندنا. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل في توابع الطلاق ۳۰۰/۳)

ويـجـوز لصاحب العدة أن يتزوجها، كذا في المحيط السرخسي، هذا إذا لـم يكن هناك مانع آخر سوى العدة، كذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الـنـكاح / القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ۲۸۰/۱ زكريا، بدائع الصنائع / كتاب النكاح ۵٤۹/۲ المكتبة النعيمية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۵/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

کئی سال تک شوہر کے گھر نہ آنے پر بیوی نے دوسری شادی کرلی

سوال (۶۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی آدمی نے شادی کی؛ لیکن وہ آدمی کئی سال گھر نہیں آیا، بیوی نے اُس کی غیر موجودگی میں اُس کی اِجازت کے بغیر دوسرے سے شادی کرلی، تو کیا یہ نکاح منعقد ہوجائے گا؟ اگر منعقد ہوجائے گا تو کیا پہلے شوہر کو طلاق دینا پڑے گی؟ اور اگر شوہر طلاق دے رہا ہے تو عورت پر عدت واجب ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شوہر اول کے نکاح میں رہتے ہوئے اور شرعی تفریق کے بغیر دوسرا نکاح منعقد نہیں ہوا، یہ سراسر حرام کاری ہے، اِن دونوں کا فوری طور پر الگ ہونا اور سچی توبہ کرنا لازم ہے، پھر اگر پہلا شوہر اُسے طلاق دے تو حسبِ ضابطہ اُس پر عدت واجب ہوگی؛ کیوں کہ وہ اُس کی منکوحہ ہے، اور عدت گذرنے کے بعد وہ دوسرے شخص سے اَز سرنو نکاح کرسکتی ہے۔

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته ...... لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم

ینعقد أصلًا. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب المهر، مطلب في النکاح الفاسد ٤/٢٧٤ زکریا)

ولا یجوز نکاح منکوحة الغیر …… عند الکل. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب النکاح / الفصل الثامن ما یجوز من الأنکحة وما لا ٤/٦٦ زکریا)

ومنها أن لا تکون منکوحة الغیر لقوله تعالی: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ معطوفًا علی قولهٖ تعالی: ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ﴾ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح / بیان عدم جواز النکاح ٢/٥٤٨ زکریا)

لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره. (الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح / الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم السادس المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر ١/٢٨٠ زکریا)

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقًا بائنًا أو رجعیًا …… فعدتها ثلاثة أقراء الحیض). (الهدایة، کتاب الطلاق / باب العدة ٢/٤٢٨ بلال دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۳/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بغیر تجدید نکاح کے مطلقہ کے ساتھ رہنا

سوال (۶۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر ایک لڑکی سے نکاح کرلیا، اب یہ دونوں رہتے رہے، کچھ دن گذرنے کے بعد اس نے مطلقہ سے تعلقات قائم کرلئے، پھر اس کے گھر رہنے لگی بغیر نکاح کے، اب جو دوسری بیوی ہے وہ الگ مکان میں رہنا چاہتی ہے یا بالکل الگ ہونا چاہتی ہے اور زید بھی اس کو طلاق دینا چاہتا ہے، تو کیا اس حالت میں وہ مہر کی حق دار ہوگی یا نہیں؟ اور عدت کا خرچ وہ پائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال صورتِ مسئولہ میں زید کا اپنی

مطلقہ بائنہ بیوی کے ساتھ بلاتجدید نکاح رہنا سہنا قطعاً جائز نہیں ہے وہ سخت گنہگار رہے، اس پر لازم ہے کہ سچی توبہ کرے اور یا تو مطلقہ سے شرعی طریقہ پر حسبِ شرائط از سرنو نکاح کرے یا اس سے فوراً علاحدہ ہو جائے اور دوسری بیوی کو اگر وہ بلا شرط طلاق دے گا تو اُس پر مکمل مہر اور عدت کا نفقہ اَدا کرنا لازم ہے۔

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنىٰ كان الطلاق رجعيًا أو بائنًا أو ثلاثًا حاملا كانت المرأة أو لم تكن. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الثالث في نفقة المعتدة ٥٥٧/١)

المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمعتدة ٣٠٣/١)

وإذا خلا الرجل بامرأته وليس هناك مانع من الوطئ فلها كمال المهر.

(الهداية، كتاب النكاح / باب المهر ٣٢٥/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند، ٣٤٧/٢ مكتبة بلال ديوبند)

وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلٰث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. (الهداية، كتاب الطلاق / فصل فيما تحل به المطلقة ٣٩٩/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

غلطی سے معتدہ سے نکاح اور اُس کی اَولاد کا حکم

سوال (۶۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت عدت گذار رہی تھی، عدت پوری ہونے سے پہلے ہی اُس نے دوسرے شخص

سے نکاح کرلیا، اور شوہر کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ معتدہ ہے، تو یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ اور اُس سے اگر اَولاد پیدا ہوجائے تو اُس کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

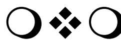
باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں دورانِ عدت کیا گیا نکاح صحیح نہیں ہوا؛ لیکن چوں کہ شوہر نے لاعلمی میں یہ نکاح کیا ہے؛ لہٰذا اُس سے جو وطی کی جائے گی اُسے وطی بالشبہ قرار دیا جائے گا، اور اُس پر مہر مثل واجب ہوگا، اور اُس سے جو اَولاد پیدا ہوگی اُس کا نسب اِسی ناکح سے ثابت ہوگا۔

ویجب مهر المثل في نكاح فاسد ...... ويثبت النسب احتياطًا (تنوير **الأبصار) وتحته في الشامية: ومثله تزوج الأختين معًا، ونكاح الأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة.** (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٢٧٤/٤ زكريا)

ولا حدّ أيضًا بشبهة العقد أي عقد النكاح عنده، كوطء محرم نكحها وحرّر في الفتح: أنها من شبهة المحل وفيها يثبت النسب. وفي المجتبى: تزوج بمحرمة أو منكوحة الغير أو معتدته ووطئها ظانًا الحلَّ لا يحدّ ولا يعزر (الدر المختار) قوله: كوطئ محرم الخ، وأشار إلى أنه لو عقد على منكوحة الغير أو معتدته ...... فوطئهن ...... فإنه لا حد. (رد المحتار، كتاب الحدود / باب الوطئ الذي يوجب الحد الخ ٣٣/٦-٣٤ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۷/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



رضاعت کے مسائل

بچے کے دودھ چھڑانے کی مدت

سوال (۶۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بچے اور بچی کا دودھ چھڑانے کی مدت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مفتی بہ قول کے مطابق دو سال کے اندر اندر بچے یا بچی کا دودھ چھڑا دینا چاہئے۔

وحولان ...... عندهما وهو الأصح، وبه يفتى كما في تصحيح القدوري عن العون. (الدر المختار، کتاب النکاح / باب الرضاع ۳۹۳/٤-۳۹٤ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اندھیرے میں بھول کر بہن کے بچہ کو دودھ پلایا

سوال (۶۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عفیفہ اور محی الدین اِن دونوں بچوں کی ماں سگی بہن ہیں، مذکورہ دونوں بچے ایک کمرہ میں سو رہے تھے اُن کی مائیں باہر برآمدہ میں بیٹھی باتیں کررہی تھیں، اچانک عفیفہ کے رونے کی آواز آئی، عفیفہ کی ماں جلدی سے اُٹھیں کمرے میں جاکر محی الدین کو عفیفہ سمجھ کر دودھ پلانا شروع کردیا؛ لیکن دودھ پینے کا انداز بدلہ ہوا نظر آیا، تو فوراً پستان محی الدین کے منہ سے ہٹالی اور یہ

بہت زیادہ نہیں فقط ۸؍سیکنڈ کے اندر پستان کا منہ میں رکھنا اور ہٹانا ہوگیا ہے، ایسی صورت میں ایک قطرہ یا جو پیا ہو پتہ نہیں پیا یا نہیں پی سکا، صورتِ مسئولہ میں محی الدین کی عمر ایک سال عفیفہ کی عمر لگ بھگ سات ماہ تھی، اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ جب کہ عفیفہ کی ماں کا کہنا ہے کہ اُس نے محی الدین کو جان بوجھ کر نہیں؛ بلکہ اندھیرا ہونے کی وجہ سے سہواً ایسا ہوگیا ہے، محسوس ہوتے ہی پستان منہ سے الگ کرلیا ہے، مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں یہ مذکور ہے کہ عفیفہ کی ماں نے جب محی الدین کو دودھ پلانا شروع کیا تو دودھ پینے کا انداز بدلا ہوا محسوس کر کے فوراً پستان منہ سے ہٹالی، اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ محی الدین کے منہ میں کچھ نہ کچھ دودھ ضرور چلا گیا ہوگا، اور اسی غالب گمان کی وجہ سے محی الدین عفیفہ کا رضاعی بھائی بن گیا ہے، اور حرمت رضاعت کے ثابت ہونے کے لئے قصد وارادہ ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اگر سہواً دودھ پلادیا جائے پھر بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن عباس رضي اللّٰہ عنهما أنه كان يقول: ما كان في الحولين وإن كانت مصة واحدة فإنه يحرم. (المؤطا للإمام مالك / كتاب الرضاع ص: ٢٢١ رقم: ١٢٥٢)

قليل الرضاع وكثيره سواء؛ إذا حصل في مدة الرضاعة يتعلق به التحريم ...... ولان الحرمة وإن كانت لشبهة البعضية الثابتة بنشوز العظم وإبنات اللحم لكنه أمر مبطن فتعلق الحكم بفعل الإرضاع ...... وكل صبيين اجتمعا على ثدي امرأة واحدة لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرىٰ هذا هو الأصل؛ لأن أمهما واحدة فهما أخ وأخت. (الهداية / كتاب الرضاع ٢/٣٥٠-٣٥١)

قليل الرضاع وكثيره سواء عندنا ...... وكما يحصل الرضاع بالمص من الثدي يحصل بالصب والسعود. (خانية على الهندية / باب الرضاع ١/٤١٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۲/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو ہم شکل لڑکیوں میں سے کسی ایک کو دودھ پلا دیا

سوال (۶۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سلمیٰ نے اپنی بہن کی ایک ساتھ پیدا ہوئی دو ہم شکل لڑکیوں میں سے کسی ایک کو مدت رضاعت میں اپنا دودھ پلایا ہے، سلمیٰ کو یہ دھیان نہیں کہ کون سی لڑکی کو دودھ پلایا ہے، ہم نے سنا ہے کہ رضاعی بہن کی بہن سے نکاح درست ہے، یہاں پتہ نہیں چل رہا ہے کہ کون سی لڑکی رضاعی بہن ہے؟ اور کون سی لڑکی رضاعی بہن کی بہن ہے؛ کیوں کہ سلمیٰ کو یاد نہیں رہا کہ کون سی کو دودھ پلایا ہے؟ سلمیٰ کے پاس گواہ بھی نہیں ہیں، ہاں ایک دو عورت وہاں موجود تھی وہ بھی شک میں ہے کہ نہ معلوم کون سی لڑکی کو دودھ پلایا ہو۔

اَب معلوم یہ کرنا ہے کہ اِس صورت میں رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں؟ اور اُن دونوں بہنوں کی یعنی سلمیٰ اور مسلمہ کی بہن کی اولاد کا آپس میں نکاح درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال صورت مسئولہ میں یہ بات تو یقینی ہے کہ سلمی نے اپنی بہن کی دو ہم شکل لڑکیوں میں سے کسی ایک کو مدتِ رضاعت میں دودھ پلایا ہے؛ البتہ یہ تعیین نہیں ہورہی کہ اُن دونوں میں سے رضیعہ کون ہے؛ پس چوں کہ ہر ایک کے رضیعہ ہونے کا احتمال واقعۃً موجود ہے۔ بریں بنا احتیاطاً جانب حرمت کو ترجیح دیتے ہوئے سلمی کی اَولاد کے لئے اُن دونوں لڑکیوں یا اُن کی اَولاد سے نکاح کرنا درست نہ ہوگا؛ البتہ اَولاد کی اَولاد کا جانبین سے نکاح ہوسکتا ہے؛ جیسا کہ سگے بھائی بہن کی اَولاد کا آپس میں نکاح درست ہوتا ہے۔

الأصل في الإرضاع التحريم ومثلها ما لو اختلطت الرضيعة بنساء يحصرن. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب الرضاع ٤٠٢/٤ زكريا)

إن الأصل في الإرضاع الحرمة. (الأشباه والنظائر ص: ١١١ قديم)

لقوله عليه السلام: ما اجتمع الحلال والحرام إلا وقد غلب الحرام

الحلال، وإن الحرام واجب الترک، والحلال جائز الترک فکان الاحتیاط في الترک. (البحر الرائق / کتاب الصید ۴۱۳/۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱۲/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی بھائی بہن کی آپس میں شادی جائز نہیں

سوال (۶۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سراج احمد کی بہن کی شادی غلام محمد سے ہوئی اور غلام محمد کی بہن کی شادی سراج احمد کے ساتھ ہوئی ہے، سراج احمد کی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے؛ جب کہ غلام محمد کے تین بیٹے اور دو لڑکیاں ہیں، سراج احمد کے بیٹے ریاض نے غلام محمد کی بیوی کا دودھ پیا ہے۔ اَب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا غلام محمد کے بیٹے کی شادی سراج احمد کی بیٹی کے ساتھ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس لڑکے ریاض نے غلام محمد کی بیوی کا دودھ پیا ہے اس لڑکے کا غلام محمد کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ وہ ان کا رضاعی بھائی بن گیا ہے؛ لیکن ریاض کی بہن یعنی سراج احمد کی بیٹی کا غلام محمد کے حقیقی بیٹے سے نکاح درست ہے؛ کیوں کہ اُن کے مابین کوئی حرمت نہیں پائی جارہی ہے اور وہ آپس میں پھوپھی زاد بھائی بہن ہیں۔

ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتها. (رد المحتار / کتاب النکاح ۴۱۰/۴ زکریا)

وما یتعلق به التحریم في النسب یتعلق به في الرضاع إلا في مسألتین: إحداهما: أنه لا یجوز للرجل أن یتزوج أخت ابنه من النسب ویجوز في الرضاع الخ. (التفاویٰ التاتارخانیة ۳۶۲/۴ رقم: ۶۴۲۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۵/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غلطی سے رضاعی بہن سے نکاح ہوگیا

سوال (۶۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی کی پرورش اپنی خالہ کا دودھ پی کر ہوئی، بچپن میں پیا تھا؛ لیکن پھر اُس لڑکی کی شادی انجانے میں اُسی خالہ کے لڑکے سے ہوگئی یعنی خالہ زاد بھائی سے۔ مسئلہ معلوم ہونے پر اُن دونوں کو الگ کر دیا گیا۔ تو معلوم یہ کرنا ہے کہ اُن دونوں کے مہر کا کیا مسئلہ ہوگا؟ مہر اَدا کرے گا یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب سے نوازیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں نکاح فاسد ہوا، مہر مثل کی اَدائیگی واجب ہے اور اگر مہر مثل سے کم مہر مقرر رہا ہے تو اُسے ہی اَدا کر دیا جائے۔

ويجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة الخ (الدر المختار) ويجب الأقل من المسمى ومن مهر المثل الخ، وفسر القهستاني هنا الفاسد بالباطل ومثله بنكاح المحارم. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب: في النكاح الفاسد ٤/٢٧٤ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

متبنیٰ بچی کو رضاعی بہن بنانے کا حیلہ

سوال (۶۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب کے کوئی اَولاد نہیں ہے، وہ دور کی ایک نامحرم رشتہ دار کی دودھ پیتی بچی کو گود لے کر پالنا چاہ رہے ہیں؛ لیکن چوں کہ پردے اور محرمیت کے مسائل پیدا ہوں گے، اِس لئے

اُن صاحب نے حیلہ کے طور پر بڑے بھائی کی بہو (سگے بھائی کے بیٹے کی بیوی) سے دودھ پلوا کر رضاعی بیٹی بنوانا چاہ رہے ہیں؛ تاکہ وہ بچی ان متبنی صاحب کی محرم بن جائے، تو اگر اُن صاحب کے بھائی کی بہو نے دودھ پلادیا تو کیا رضاعی اصل بعید کی فرع قریب ہونے کی وجہ سے اُن صاحب سے اُس بچی کے پردے کا مسئلہ حل ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں وہ بچی متبنی کے بھتیجے کی رضاعی بیٹی بن جائے گی اور حسبِ ضابطہ وہ متبنی پر حرام ہوگی وہ شرعی محرم بن جائے گی اور اُس پر حرمت رضاعت کے سارے احکام جاری ہوجائیں گے؛ اِس لئے اُسے دودھ پلانے میں حرج نہیں ہے۔

یحرم علی الرضیع الخ، فالکل إخوة الرضیع وأخواته وأولادهم وأولاد إخوته وأخواته. (الفتاویٰ الهندیة / کتاب الرضاع ۲۴۳/۱ زکریا، ۴۰۹/۱ مکتبة الاتحاد دیوبند)

کل امرأة حرمت من النسب حرم مثلها من الرضاع. (إعلاء السنن، کتاب الرضاع / باب أن الرضاع یحرم ۲۴۴/۱۲ المکتبة الأشرفیة دیوبند، ۱۴۳/۱۱ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



حرمتِ مصاہرت

داماد کے ساتھ ناجائز تعلق کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت؟

سوال (۶۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ساس اپنے داماد کے ساتھ بھاگ گئی، تقریباً چھ مہینے کے بعد واپس آئی اب سوال یہ ہے کہ ساس اپنے شوہر کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟

(۲) اور ہندوستان کے اعتبار سے اس کی تادیب کی کیا صورت ہوگی؟

(۳) ساس کے لئے استبراء کی ضرورت پڑے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ساس کا داماد سے ناجائز تعلق سراسر حرام اور کھلی ہوئی بدکاری ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے ساس اور سسر کے حق میں حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی؛ البتہ داماد پر اس کی اپنی بیوی یعنی ساس کی بیٹی حرام ہوجائے گی۔

لما تقرر أن وطئ الأمهات يحرم البنات. (الدر المختار / كتاب النكاح ٤/١٠٤ زكريا)

عن عمران بن الحصين في الرجل يقع على أم امرأته قال تحرم عليه امرأته. (المصنف لابن أبي شيبة ٣/٤٦٩ رقم: ١٦٢٢٦)

(۲) ہندوستان میں چوں کہ اسلامی نظامِ حدود جاری نہیں ہے اس لئے یہاں مذکورہ بالا عمل پر ساس اور داماد پر شرعی طور پر سزا کا کوئی تصور نہیں ہے؛ البتہ اگر ملکی قانون کے تحت تعزیر کی جائے تو بات الگ ہے۔

عن زيد بن ثابت رضي اللّٰه عنه قال: لا تقام الحدود في دار الحرب الخ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب السير / باب من زعم لا تقام الحدود في أرض الحرب ۱۳/۴۱۵ بيروت)

لا حد بالزنا في دار الحرب و البغي. (الدر المختار / كتاب الحدود ٦/٦ زكريا)

(۳) ساس کے لئے مذکورہ صورت میں استبراء شرعاً لازم نہیں کیوں کہ کھلی ہوئی زنا والی وطی میں استبراء کا حکم نہیں ہوتا ہے۔

لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه و جاز له وطؤها عقب الزنا. (رد المحتار / كتاب النكاح ٤/١٠٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

مخلوط ماحول میں حرمتِ مصاہرت کا حکم

سوال (۶۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہدایہ میں لکھا ہے "**من مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها و بنتها.** (الهداية / كتاب النكاح)

بحیثیت دریافت طلب امر یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہورہی ہے اور عصر حاضر میں اختلاط مرد وزن کے عام ہوجانے کے سبب حد درجہ احتیاط کے باوجود کسی شخص کا اس فعل سے بچے رہنا مشکل ہوگیا ہے، اسکول وکالج سے لے کر پبلک مقام پر جب کہ شادی بیاہ اور اسی طرح دیگر گھریلو تقریبات میں اجتماع مرد وزن جزء لاینفک ہوگیا ہے، اب اگر کسی جگہ مثلاً گھریلو تقریب منعقد ہوئی وہاں پر کسی لڑکے نے کسی لڑکی کو شہوت کے ساتھ چھولیا، بعد میں اسی عورت کی لڑکی سے اس کی شادی طے ہوگئی تو مذکورہ عبارت کی رو سے نکاح باطل

ٹھہرا، دورِ حاضر کی یہ سب خرافات (ہر مقام پر یہ اختلاط مرد وزن) آنحضرت کی نظروں سے کچھ مخفی نہیں، ان سب حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ادلۂ قویہ کی روشنی میں مسئلہ کا حل بتادیا جائے اگر موجودزمانے میں بھی مسئلہ مذکورہ راجح اور معمول بہا ہے تو پھر علماء کبھی اس بارے میں زبان و قلم کے ذریعہ ازخود عوام کو مطلع نہیں کرتے، اگر استحسان کی کوئی صورت ہو تو براہِ کرم مطلع فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر کوئی مرد یا عورت دوسرے کو بغیر کسی حائل کے شہوت کے ساتھ مس کرلیں تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور آپ نے مخلوط ماحول کا جو حوالہ دیا ہے تو اُس کی بنا پر نہ تو حکم بدل سکتا ہے اور نہ ہی ناجائز کام جائز ہوسکتا ہے، نامحرم مرد یا عورت کا آپس میں بدن مس کرنا بہرحال ناجائز ہے، ہر موقع پر اس سے اجتناب لازم ہے۔

لأن المس والنظر سبب داع إلى الوطء فيقام مقامه في موضع الاحتياط واستدل لذلک في الفتح بالأحاديث والآثار عن الصحابة والتابعين. (رد المحتار، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ۱۰۷/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۴/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

غیر مسلم لڑکی کو بشہوت چھونے سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت

سوال (۶۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک غیر مسلم لڑکی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا اَب اُس لڑکی نے اِسلام قبول کرلیا ہے اور وہ زید کے بیٹے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو یہ نکاح شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے مسلمان

ہونا شرط نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں زید نے جس غیر مسلم لڑکی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تھا، اَب اُس لڑکی کے اِسلام لانے کے بعد اُس کا زید کے لڑکے سے نکاح درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ وہ **ممسوسة الأب** ہونے کی وجہ سے زید کے بیٹے پر حرام ہوچکی ہے؛ البتہ اگر کوئی اور مانع نہ ہو تو زید خود اُس سے نکاح کرسکتا ہے۔

عن أبي بكر بن عبد الرحمن بن أم الحكم أنه قال: قال رجل يا رسول الله! إني زنيت بامرأة في الجاهلية وابنتها، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا أرىٰ ذلک ولا يصلح ذلک أن تنكح امرأة تطلع من ابنتها على ما اطلعت عليه منها. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الطلاق / باب الرجل يزني بأخت امرأته ۲۰۲/۷ رقم: ۱۲۷۸٤ المجلس العلمي الهند)

وكذا تثبت حرمة المصاهرة لو وطء المنكوحة فاسدًا أو المشتراة فاسدًا ...... أو الأمة المجوسية. (رد المحتار / كتاب النكاح ۱۰۷/٤ زكريا)

إذا تزوج امرأة قد زنیٰ هو بها وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ۲۸۰/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہو کے ساتھ بدکاری کرنے پر محکمہ شرعیہ کی تفریق

سوال (۶۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سلمیٰ کے خسر نے سلمیٰ کے ساتھ زنا کیا وہ میکے چلی آئی، اور محکمہ شرعیہ مئو میں اپنا مقدمہ داخل کیا، سلمیٰ کی ساس کہہ رہی ہے کہ تم آ جاؤ، تمہارے خسر کہہ رہے ہیں کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، وہ آجائے تو میں اُس سے معافی مانگ لوں، حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی یا نہیں؟ اگر اس کو دیانۃً

مانا جائے قضاءً نہیں تو لڑکی جوان ہے، گناہ کبیرہ میں ملوث ہونے کا شدید خطرہ ہے، کیا تا زندگی وہ ویسے ہی بیٹھی رہے گی یا محکمۂ شرعیہ نکاح فسخ کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- خسر کے غلطی کا اقرار کرنے سے ثابت شدہ حرمتِ مصاہرت مرتفع نہیں ہوگی؛ اِس لئے تحقیق کے بعد محکمۂ شرعیہ کو اِس نکاح کے فسخ کرنے کا فیصلہ کردینا چاہئے۔

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه، والفتوىٰ على أنه ليس لها قتله ولا تقتل نفسها؛ بل تفدي نفسها بمال أو تهرب …… وفي البزازية عن الأوزجندي: أنها ترفع الأمر للقاضي، فإن حلف ولا بينة لها فالإثم عليه، قلت: أي إذا لم تقدر على الفداء أو الهرب ولا على منعه عنها فلا ينافي ما قبله. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤/٤٦٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۹/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جوان بیٹی کو بیوی سمجھ کر شہوت کے ساتھ چھولیا

سوال (۶۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص اپنی آرام گاہ میں گیا جہاں اُس کی بیوی سویا کرتی تھی؛ لیکن اُس دن وہاں اُس کی سگی جوان بیٹی تھی، یہ آدمی جب کمرہ میں پہنچا تو اندھیرے میں لیٹی ہوئی اپنی بیٹی کو اپنی بیوی گمان کیا اور شہوت کے ساتھ اُس کو مس کیا اور کچھ بوس وکنار کیا، بعد میں جب احساس ہوا تو سنبھلا۔ دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ ہدایہ کی جو عبارت پیچھے گذری اُس کی رو سے اُس کے متعلقات ودیگر فقہی جزئیات کی رو سے مس وبوس وکنار کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بیوی کو سمجھ کر اپنی بیٹی کو شہوت

کے ساتھ چھو لینے کی بنا پر حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے اور وہ بیوی اُس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی۔

رجل قصد أن يضم امرأته الى فراشته ليجامعها وهي نائمة مع ابنتها المشتهاة فوقع يد الرجل على ابنته فقرصها بإصبعه فظن أنها امرأته فإن كانت يده وصلت إلى البنت وهو يشتهي لها حرمت عليه امرأته وإن كان يحسبها أنها امرأته لأنه مسها بشهوة. (الفتاویٰ الولوالجية، كتاب النكاح / الفصل الثالث في الخلوة وحرمة المصاهرة الخ ۳۵۷/۱ زكريا، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ۱۱۲/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۴/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

باپ کا اپنی جوان بچی کا بوسہ لینا

سوال (۶۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: **الف**:- اگر کوئی اپنی جوان بیٹی کو رخسار اور پیشانی پر بوسہ لیتا ہے اور پوچھنے پر بتلاتا ہے کہ میرے دل میں شہوت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں مذکورہ شخص کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی؟

ب:- باپ کو بوسہ لینے پر شہوت نہیں ہوتی ہے؛ لیکن بیٹی کے دل میں وسوسہ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں حرمت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (الف-ب) مسئولہ دونوں صورتوں میں اگر ایک جانب بھی شہوت پائی گئی تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجائے گی۔

وحـرم أيضًا بالصهرية أصل ممسوسة بشهوة أي ولو من أحدهما. (الدر المختار مع رد المحتار ۱۰۷/٤ زکريا، ۳۲/۳ کراچی)

وكـان الشيـخ الإمـام ظهيـر الـديـن يـفتـي بالحرمة في القبلة على الفم والذقن والخدر والرأس. (الفتاویٰ التاتارخانية ٥٥/٤ رقم: ٥٥١٢ زكريا)

ولا يشتـرط شهـوتهما جميعًا؛ بل يكفي اشتهاء أحدهما إذا كان الآخر محل الشهوة، واشتهاء أحدهما عند المس أيهما كان الذكر أو الأنثىٰ الماس أو الـممسوس. (الفتاویٰ التاتارخانية ٥٢/٤ رقم: ٥٤٩٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۴/۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

باپ کا اپنی بالغ بچی کا شہوت سے بوسہ لینا

سوال (٦٢٨):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نابالغ بچی (اپنی بیٹی) کا بوسہ لیتے ہوئے باپ کو شہوت پیدا ہوجائے، تو شریعت میں اِس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر نابالغ بچی مشتہاۃ ہو تو حرمت ثابت ہوگی، اور اگر غیر مشتہاۃ ہو تو حرمت کا ثبوت نہ ہوگا۔

وحرم أيضًا ...... بالصهرية أصل ممسوسة بشهوة – إلىٰ قولهٖ – هذا إذا كـانـت حية مشتهاة. أما غيرها يعني الميتة وصغيرة لم تشته فلا تثبت الحرمة بها أصلا. (الدر المختار مع رد المحتار ۱۰۷/٤–۱۱۰ زكريا، ۳۲/۳ كراچی)

ويشتـرط أن تكون المرأة مشتهاة كذا في التبيين. (الـفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / القسم الثاني المحرمات بالصهرية ۲۷٥/۱)

وكما تثبت حرمة المصاهرة بالوطئ تثبت بالمس والتقبيل – إلىٰ قوله – إذا كان المحل مشتهاة. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤/٥٠ رقم: ٥٤٩٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۰/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

شہوت کے ساتھ مس کرنے والے بھائی کا ممسوسہ سے نکاح

سوال (۶۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور زینب ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور صرف پاؤں دونوں کے برہنہ تھے، اِس حال میں زید اور زینب کے پاؤں ایک دوسرے سے مس کر گئے اور زید کے دل میں شہوت پیدا ہوگئی؛ جب کہ زینب کی حالت کا علم نہیں ہے اور زید کو بھی یاد نہیں کہ انزال ہوا تھا یا نہیں؟ تو کیا اس صورت میں زید پر زینب کی بیٹی حرام ہوجائے گی؟ اور اگر حرام ہے تو کیا صرف زید کے لئے ہی یا اُس کے بھائی کے لئے بھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جب کہ پیر مس کرتے وقت زید کے دل میں شہوت پیدا ہوگئی اور انزال نہیں ہوا تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی۔ اَب زید کے لئے زینب ممسوسہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں ہے؛ البتہ زید کے بھائی کے لئے یہ حرمت ثابت نہیں وہ زینب کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے۔

وفي المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة الخ، وتكفي الشهوة من أحدهما. (الدر المختار، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ٤/١١٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

خالو کا اہلیہ کی بھانجی سے زنا کرنا

سوال (۶۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالو نے اپنی اہلیہ کی بھانجی سے زنا کرلیا تو اب کیا حکم ہے؟ کیا میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ جائے گا؟ اور اگر ٹوٹ گیا تو پھر دونوں کے مابین تعلقات بحال کرنے کی کیا شکل ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اہلیہ کی بھانجی سے زنا کاری کی وجہ سے خالو کا اپنی اہلیہ سے نکاح ختم نہیں ہوا؛ لیکن یہ عمل انتہائی سخت گناہ اور بدترین جرم ہے، اِسلام میں اِس کی سزا بہت ہی سخت ہے، اِس لئے سچی توبہ لازم ہے۔ اور جب تک بھانجی کو کم ازکم ایک ماہواری نہ گذر جائے، اہلیہ سے تعلق جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۱۰۹ ڈابھیل، فتاویٰ عثمانی / کتاب النکاح ۲/۲۵۳)

وطئ أخت امرأته لاتحرم عليه امرأته (الدر المختار) وفي الدراية عن الكامل: لو زنیٰ بإحدى الأختين لا يقرب الأخرىٰ حتى تحيض الأخرىٰ حيضة، واستشكله في الفتح: ووجهه أنه لا اعتبار لماء الزاني، ولذا لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه وجاز له وطؤها عقب الزنا. (رد المحتار / كتاب النكاح ٤/١٠٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۳/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سالی کی لڑکی سے زنا کرنا

سوال (۶۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی سالی کی لڑکی کو اپنی پرورش میں رکھ لیا تھا، اِس دوران زید نے اپنی سالی کی لڑکی کے ساتھ زنا کرلیا ہے، ایسی صورتِ حال میں دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ اس زنا کی وجہ سے زید کے نکاح کے اُوپر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زید نے سالی کی لڑکی سے زنا کرکے انتہائی بدترین اور گھناؤنا عمل کیا ہے، اِس پر سچے دل سے توبہ اور استغفار لازم ہے؛ تاہم سالی کی لڑکی سے جماع کرنے کی وجہ سے زید کی بیوی کا رشتۂ زوجیت ختم نہیں ہوا؛ البتہ جب تک سالی کی لڑکی کو ایک ماہواری نہ آجائے اُس وقت تک زید کا اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز نہ ہوگا۔

قال قتادة: لا يحرمها ذلک عليه غير أنه لا يغشى امرأته حتى تنقضي عدة التي زنى لها. (المصنف لابن أبي شيبة ۳/۴۸۰ رقم: ۱۶۳۴۸ دار الكتب العلمية بيروت)

قال: والعوارض المانعة عن الوطء مع ثبوت النكاح والملک؛ فإنها على خمسة وعشرين وجهًا: ...... والخامس عشر: إذا ذات محرم من امرأته ممن لا يحرم عليه بزنا فإنه لا يطأ امرأته حتى يستبرئ الموطوءة بحيضة؛ لأنه لا يحل له رحمان محرمان فيهما ماؤه. (النتف في الفتاویٰ، كتاب النكاح / مطلب موانع الوطء ص: ۱۸۸-۱۸۹ كراچی)

وفي الخلاصة: وطئ أخت امرأته لاتحرم عليه امرأته وتحته في الشامي: قوله لا تحرم أي لا تثبت حرمة المصاهرة فالمعنى: لا تحرم حرمة مؤبدة وإلا فتحرم إلى انقضاء عدة الموطوئة لو بشبهة. قال في البحر: لو وطئ أخت امرأته بشبهة تحرم امرأته ما لم تنقض عدة ذات الشبهة. (الدر المختار مع رد المحتار/ فصل في المحرمات ۴/۱۰۹ زكريا، ۳/۳۴ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

خالہ کو بشہوت چھونے کے بعد اُس کی لڑکی سے نکاح

سوال (۶۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کو اُس کی خالہ زاد لڑکی کے یہاں سے رشتہ آیا ہے؛ لیکن زید پریشان ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ زید نے ایک مرتبہ اپنی خالہ کو شہوت کے ساتھ کندھے کے پاس کپڑے کے اوپر سے چھولیا تھا جس کا اس خالہ کو علم نہیں تھا۔ اَب سوال یہ ہے کہ اِس حرمتِ مصاہرت کی بنا پر زید کے لئے اُس کی خالہ زاد لڑکی حرام ہوگی یا نہیں؟ اور وہ اِس رشتہ کو قبول کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر مس بالشہوت ایسے دبیز کپڑے کے اوپر سے ہوا ہے جس سے بدن کی حرارت محسوس نہ ہوئی ہو تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اور زید کے لئے مذکورہ لڑکی سے نکاح ممنوع نہ ہوگا۔

ثم المس إنما یوجب حرمة المصاهرة إذا لم یکن بینهما ثوب، أما إذا کان بینهما ثوب فإن کان صفیقًا لا یجد الماس حرارة الممسوس لا تثبت حرمة المصاهرة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح / القسم الثاني المحرمات بالصهریة ۲۷۴/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

سالی سے زنا کرنے سے کیا بیوی حرام ہوجائے گی؟

سوال (۶۳۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے اپنی سالی (بیوی کی بہن) سے جماع یا دواعی جماع کیا، اُس کے نتیجے میں بیوی شوہر پر حرام ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو اس کے دلائل اور اگر نہیں ہوگی تو اس کے دلائل، اگر اس کے بعد بیوی سے وطی کی جس کے نتیجے میں بچہ کی پیدائش ہوئی تو یہ بچہ حرامی ہوگا یا صاحب نسبت؟ اگر صاحب نسبت ہے تو کیا فرق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ شخص کا سالی سے جماع یا دواعی جماع کا

عمل سخت گناہ ہے، جس پر سچے دل سے توبہ کرنا لازم ہے؛ تاہم اِس کی وجہ سے اُس کی منکوحہ بیوی اُس پر حرام نہیں ہوئی؛ البتہ وطی بالشبہ کی صورت میں جب تک اُس سالی کو ایک حیض نہ آجائے اُسے بیوی سے ہمبستری کرنا درست نہ ہوگا اور بہر صورت پیدا شدہ بچہ کا نسب اُسی شخص سے ثابت ہوگا اور بچہ کو غیر ثابت النسب نہیں کہا جائے گا۔

عن الزهري قال: إذا زنى الرجل بأخت امرأته فإنها لا تحرم عليه لا يحرم حرام حلالا الخ. (المصنف لابن أبي شيبة / كتاب النكاح ۱۲٤/۹ رقم: ١٦٦٠٧)

قال قتادة: لا يحرمها ذلك عليه غير أنه لا يغشى امرأته حتى تنقضي العدة التي باء بها. (المصنف لابن أبي شيبة / كتاب النكاح ۱۲٥/۹ رقم: ١٦٦١٠)

وطي أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته وتحته: لو زنى بإحدى الأختين لا يقرب الأخرىٰ حتى تحيض الأخرىٰ حيضة. (رد المحتار، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ۱۰۹/٤ زكريا)

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (سنن الترمذي / باب ما جاء أن الولد للفراش ۲۱۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۹/۲/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفر لہ

کیا ربیبہ محرم ہے یا نامحرم؟

سوال (۶۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے دوسری شادی کی ہے وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے کر رخصت کر چکے ہیں، اُن سے اُن کے یہاں کوئی اولاد نہیں تھی، اب انہوں نے دوسری شادی کی ہے، اُن کی دوسری بیوی طلاق شدہ تھی جس کی ایک بیٹی ہے، جو چار سال کی ہے؛ کیوں کہ وہ شخص اب اس بچی کا سرپرست ہے، بیوی اپنے ساتھ اس بچی کو لائی ہے، تو وہ اُن کے ساتھ رہتی ہے تو کیا وہ

بچی اُس شخص کے لئے نامحرم ہوگی اور اُس سے پردہ کرنا ہوگا؟ ولدیت میں اس شخص کا نام آئے گا یا نہیں؟ نیز وہ اپنی جائیداد کا کتنا حصہ اپنی بیوی اور اُس بچی کے نام کرسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- دوسری بیوی کے ساتھ آنے والی بچی اُس شوہر کی ربیبہ ہے، اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اُس سے پردہ لازم نہیں ہے؛ کیوں کہ اُس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِنْ نِسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۳]

وہ بچی اپنے اصل باپ کی طرف منسوب ہوگی، مذکورہ دوسرے شخص کی طرف ولدیت کی نسبت نہ ہوگی۔

عن سعد رضي اللّٰہ عنه قال: سمعت النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: من ادعیٰ إلیٰ غیر أبیه وهو یعلم أنه غیر أبیه فالجنة علیه حرامٌ. (صحیح البخاري، کتاب الفرائض / باب من ادعی إلیٰ غیر أبیه ۱۰۰۲/۲ رقم: ٦٧٦٦، صحیح مسلم، کتاب الإیمان / باب بیان حال إیمان من رغب عن أبیه وهو یعلم ۵۷/۱)

ربیبہ بچی مذکورہ شخص کی وارث نہیں ہے؛ البتہ اس کے لئے تہائی مال کے اندر اندر وصیت کرسکتے ہیں اور زندگی میں حسب وسعت کچھ دے کر مالک وقابض بنا سکتے ہیں اور بیوی آپ کی شرعی وارث ہے، اولاد ہونے کی شکل میں بیوی کا حصہ ۱/۸ ہوتا ہے اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں ۱/۴ ہوتا ہے اور زندگی میں آپ اپنی مرضی سے جتنا چاہے دے سکتے ہیں مگر اس کے لئے وصیت معتبر نہ ہوگی؛ کیوں کہ وہ وارث ہے۔ (سورۂ نساء:۱۲)

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰہ عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰہ تبارک وتعالیٰ قد أعطی کل ذي حق حقه فلا وصیة لوارثٍ. (سنن الترمذي، أبواب الوصایا / باب ما جاء لا وصیة

لـوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، کتاب الوصایا / باب ما جاء في الوصیة للوارث ۳۹٦/۲ رقم: ۲۸۷۰، سنن النسائي، کتاب الوصایا / باب إبطال الوصیة للوارث ۱۱۳/۲ رقم: ۳٦٤٠)

أما لو وهب وسلم لغیر الورثة فإن خرج الموهوب من ثلث ماله صحت الهبة وإن لم یخرج فلم تجز الورثة الهبة؛ فإنما تصح فیما یخرج من الثلث. (شرح المجلة ٤٨٤/١ کوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زنا سے حاملہ لڑکی سے نکاح اور اُس کے بچہ کے نسب کا حکم

سوال (٦۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی پہلے سے ایک لڑکی کے ساتھ سیکس زنا کرتا ہے وہ لڑکی حاملہ ہو جاتی ہے، اور اُس سے چوتھے مہینے میں نکاح کرلیتا ہے، تو اِس نطفہ سے پیدا ہونے والی اولاد جائز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر نکاح کی تاریخ کے چھ مہینے بعد بچہ کی پیدائش ہوئی ہے تو اُس کا نسب شوہر سے ثابت ہو جائے گا، اور چوں کہ وہ شوہر اُس لڑکی سے نکاح سے قبل زنا کا اقراری ہے، اِس لئے اگر نکاح کے چھ مہینے کے اندر اندر بچہ پیدا ہوا ہے تو اُس کا نسب شوہر سے کسی حال میں ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ وہ بچہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا۔

لو نکحها الزاني حل له وطؤها اتفاقًا والولد له (الدر المختار) وتحته في الشامیة: أي إن جاء ت بعد النکاح به لستة أشهر، فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النکاح لا یثبت النسب، ولا یرث منه إلا أن یقول: هذا الولد مني، ولا یقول من الزنا والظاهر أن هذا من حیث القضاء، أما من حیث الدیانة فلا یجوز له أن یدعیه؛ لأن الشرع قطع نسبه منه فلا یحل له استلحاقه به، ولذا لو

صرح بأنه من الزنا لا يثبت قضاءً أيضًا، وإنما يثبت لو لم يصرح لاحتمال كونه بعقد سابق بشبهة حملًا لحال المسلم على الصلاح، وكذا ثبوته مطلقًا إذا جاء ت به لستة أشهر من النكاح لاحتمال علوقه بعد العقد، وإن ما قبل العقد كان انتفاخًا لا حملًا ويحتاط في إثبات النسب ما أمكن. (رد المحتار، كتاب النكاح / مطلب فيما لو زوج المولى أمته ١٤٢/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حاملہ بالزنا کا طلاق کے فوراً بعد زانی سے نکاح

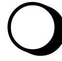
سوال (٦٣٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالدہ کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہے، خالدہ کسی دوسرے مرد سے نکاح سے پہلے ہی سے تقریباً تین ماہ کی حاملہ تھی، ڈیڑھ ماہ شوہر کے ساتھ رہی، طلاق کے وقت ساڑھے چار ماہ کا حمل ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ خالدہ کا نکاح جس مرد سے حمل ہے اُسی سے فوری طور پر کرنا جائز ہے یا عدت کے بعد کیا جائے؟ شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جب تک عدت یعنی وضع حمل نہ ہوجائے، اُس وقت تک اُس کا زانی یا کسی بھی شخص سے نکاح درست نہ ہوگا۔

وإنما الكلام فيما إذا تزوجت على قول أبي حنيفةؒ ومحمدؒ وهي حامل من الزنا ثم طلقها أو مات عنها فإنها تعتد بوضع الحمل. (البحر الرائق، كتاب الطلاق / باب العدة ٢٤٠/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



حرمتِ مصاہرت کے چند اہم پہلو

’’حرمتِ مصاہرت کے چند اہم پہلو‘‘ سے متعلق حضرت الاستاذ دامت برکاتہم العالیہ کا مقالہ پیش خدمت ہے، جو اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے چودھواں فقہی اجتماع بتاریخ: ۵-۷؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۳-۲۱؍فروری ۲۰۱۸ء بروز بدھ جمعرات جمعہ (بمقام: جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات) کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ (اَز: مرتب)

تمہید:- یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ شریعت میں مصاہرت کو بھی حرمتِ نکاح کی ایک اہم وجہ مانا گیا ہے، اور حضراتِ فقہاء کرام نے قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں حرمتِ مصاہرت سے متعلق شرائط وجزئیات تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، جو کتبِ فقہ میں مذکور ہیں۔

موجودہ دور میں مختلف وجوہات کی وجہ سے یہ مسئلہ بہت زیادہ حساس نوعیت اختیار کر چکا ہے، ایک طرف فواحش کا عموم اور اخلاقی اقدار کی ناقدری کا سیل رواں ہے۔ دوسری طرف بسا اَوقات رہائش کی تنگی کی وجہ سے بھی ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں، جن کی بنا پر فقہی جزئیات کی رو سے حرمت متحقق ہوجاتی ہے۔

علاوہ اَزیں آزادی پسند معاشرہ میں ایسی باتیں بھی معروف ہوتی جارہی ہیں کہ خونی رشتے رکھنے والے مرد وعورت آپس میں بے تکلف ملتے ہیں، اور اُنہیں مسئلہ کی نزاکت کا قطعاً احساس نہیں ہوتا۔

بریں بنا ’’اِدارۃ المباحث الفقہیہ‘‘ جمعیۃ علماء ہند یہ محسوس کرتا ہے کہ اس موضوع پر گہرائی سے نظر ڈالی جائے اور اصل نصوص کو سامنے رکھ کر فقہاء کی ذکر کردہ علتوں اور اُن پر تفریع کردہ مسائل وجزئیات پر بحث کی جائے؛ تاکہ مسئلہ پوری طرح منقح ہوسکے اور خصوصی حالات

میں مفتیانِ کرام اور محاکم شرعیہ کے ذمہ داران کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اِسی مقصد سے تنقیح کے طور پر درج ذیل سوالات پیش کئے جارہے ہیں، اِن پر غور کرکے تفصیلی رائے سے نوازیں:

حرمتِ مصاہرت کا ثبوت

سوال (۱/ ۶۳۷):- حرمتِ مصاہرت کا ثبوت کن نصوص سے ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- (۱) حرمتِ مصاہرت کا ثبوت درج ذیل نصوص وآثار سے ہوتا ہے:

(۱) **قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُمَّهٰتُ نِسَآءِ كُمْ﴾** [النساء، جزء آیت: ۲۳]

(۲) **عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما: حرم من النسب سبع ومن الصهر سبع، ثم قرأ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ﴾ ...... وقال عكرمة عن ابن عباس: إذا زنى بأخت امرأته لم تحرم عليه امرأته. ثم قرأ: ﴿وَاُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ﴾ حتى بلغ ﴿اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ وقرأ: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ آبَاءُ كُمْ مِنَ النِّسَآءِ﴾ فقال: هٰذا الصهر.** (فتح الباري ۱۵۳/۹-۱۵٤ رقم: ۵۱۰۵)

(۳) **عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه قال: إذا نكح الرجل المرأة، ثم طلّقها قبل أن يدخل بها، فله أن يتزوج ابنتها، وليس له أن يتزوج أمها.** (السنن الكبریٰ للبيهقي ۲۵۹/۷)

(٤) **وفي رواية عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أيما رجل نكح امرأة ...... فلا يحل له نكاح ابنتها وإن لم يدخل بها فلينكح ابنتها إن شاء.** (السنن الكبریٰ للبيهقي / باب قوله تعالیٰ: ﴿وامهات نساء كم﴾ ۲٦۰/۷)

(٥) عن يزيد بن البراء عن أبيه قال: لقيت عمي ومعه رأية فقلت معه: أين تريد؟ قال: بعثني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلىٰ رجل نكح امرأة أبيه فأمرني أن أضرب عنقه وأخذ ماله. (سنن أبي داؤد، أول كتاب الحدود / باب في الرجل يزني بحريمته ٣٩٠/٤ رقم: ٤٤٥٧ بيروت، ٦١٢/٢ النسخة الهندية)

(٦) عن عمران بن حصين رضي اللّٰه عنه في الرجل يقع علىٰ أم امرأته، قال: تحرم عليه امرأته. (المصنف لابن أبي شيبة ٩٨/٩ رقم: ١٦٤٨٧ بيروت)

(٧) عن أبي هانئ رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: من نظر إلىٰ فرج امرأة لم تحل له أمها ولا ابنتها. (المصنف لابن أبي شيبة ٩٩/٩ رقم: ١٦٤٩٠ بيروت)

(٨) عن شعبة رضي اللّٰه عنه قال: سألت الحكم وحمادًا عن رجل زنىٰ بأم امرأته قالا: أحب أن يفارقها. (المصنف لابن أبي شيبة ١٠٠/٩ رقم: ١٦٤٩٤ بيروت)

حرمتِ مصاہرت کے اَسباب وشرائط

سوال (۲/ ۶۳۸):- حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور اِس بارے میں ائمہ کرام کے درمیان اتفاق ہے یا اختلاف؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۲) حرمتِ مصاہرت (یعنی عورت سے رشتہ نکاح یا وطی یا دواعیٔ وطی کی بنیاد پر پیدا ہونے والی حرمت) کے اَسباب درج ذیل ہیں:

(۱) نکاحِ صحیح مطلقاً (مثلاً نکاح صحیح ہوتے ہی منکوحہ کی ماں اور نانی دادی کا حرام ہوجانا)

ونكاح البنات يحرم الأمهات. (الدر المختار ٨٤/٤ بيروت، ١٠٤/٤ زكريا)

(۲) منکوحہ سے وطی، اگرچہ نکاح فاسد ہی کیوں نہ ہو (مثلاً بیوی سے وطی کرتے ہی اُس کی بیٹی یا پوتی وغیرہ کا حرام ہوجانا)

لـمـا تـقرر أن وطء الأمهات يحرم البنات. (الـدر الـمـختار مع الشامي ١٠٤/٤ زكريا، ٨٤/٤ بيروت)

فالفاسد لا يحرم إلا بمس شهوة ونحوه. (شامي ١٠٤/٤ زكريا، ٨٤/٤ بيروت)

(۳) اپنی مملوکہ باندی سے جماع۔

سـواءٌ كان بنكاح أو ملك. (الـفتـاوىٰ الهندية ٢٧٤/١ قديم زكريا، ٣٣٩/١ جديد إتحاد ديوبند)

(۴) شبہ کی وطی (مثلاً اَجنبی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کرلی)

وتثبـت بـالـوطء حلالاً كان أو عن شبهة أو زنا. (الـفتـاوىٰ الهندية ٢٧٤/١ قديم زكريا، ٣٣٩/١ جديد إتحاد)

(۵) زنا (یعنی بلا کسی شبہ کے اَجنبی عورت سے جماع کرنا)

ولو من زنى. (الدر المختار مع الشامي ١٠١/٤ زكريا، ٨١/٤ بيروت)

لأن الـزنـا وطء مـكـلف فـي فرج مشتهاة ولو ماضيًا خالٍ عن الملك وشبهته. (رد المحتار ١٠٧/٤ زكريا، ٨٦/٤ بيروت)

والزنا يوجب حرمة المصاهرة. (مجمع الأنهر ٤٨٠/١ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

وتثبـت بالوطء حلالاً كان أو عن شبهة أو زنا. (الـفتاوىٰ الهندية ٢٧٤/١ قديم زكريا، ٣٣٩/١ جديد إتحاد ديوبند، الفقه الإسلامي وأدلته ١٣٩/٧)

(٦) کسی مرد کا عورت سے بوس وکنار کرنا یا عورت کا مرد کا شہوت سے بوسہ لینا۔

تثبت بالمس والتقبيل. (الفتاوىٰ الهندية ٢٧٤/١ قديم زكريا، ٣٣٩/١ جديد إتحاد ديوبند)

وفـي التـقبيـل والـمعانقة حرمت ما لم يظهر عدم الشهوة كما في حالة الخصومة. (مجمع الأنهر ٤٨١/١ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

إذا قبّـل أم امـرأته أو امرأ ة أجنبية نفتي بالحرمة ما لم يبيّن أنه قبل بغير شهوة. (الفتاوىٰ الولوالجية ٣٥٨/١)

(۷) بلا کسی حائل کے پستان یا پوشیدہ اعضاء کو چھونا۔

وعلیٰ هٰذا ینبغي أن یکون مس الفرج کذٰلک؛ بل أولیٰ؛ لأن تأثیر المس فوق تأثیر النظر. (شامي ۱۰۹/٤ زکریا، ۸۷/٤ بیروت، سکب الأنهر ٤۸۲/۱)

لو مس أو قبل، وقال: لم اشته صدق إلا إذا کان اللمس علی الفرج.

(البحر الرائق ۱۷۷/۳ زکریا، ۱۰۰/۳ کراچی)

(۸) شہوت کے ساتھ بدن کے کسی حصہ کو چھونا۔

وأصل ممسوسته بشهوة الخ. (الدر المختار مع الشامي ۱۰۷/٤ زکریا، ۸٦/٤ بیروت، مجمع الأنهر ٤۸۱/۱، البحر الرائق ۱۷۱/۳ زکریا، ۹۸/۳ کراچی)

وتثبت الحرمة بالتقبیل والمس والنظر إلی الفرج بشهوة. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۵۳/٤ رقم: ۵۵۰۱ زکریا)

(۹) شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کے پوشیدہ اَعضاء کو دیکھ لینا۔

لأن المس والنظر سببٌ داع إلی الوطء فیقام مقامه في موضع الاحتیاط. (شامي ۱۰۷/٤ زکریا، ۸٦/٤ بیروت، الفقه الإسلامي وأدلته ۱۳۹/۷)

وکما تثبت هٰذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبیل والنظر إلی الفرج بشهوة. (الفتاویٰ الهندیة ۲۷٤/۱ قدیم زکریا، ۳۳۹/۱ جدید إتحاد دیوبند، الفتاویٰ التاتارخانیة ۵۰/٤ رقم: ۵٤۹۳ زکریا)

شرائط

واضح ہو کہ حرمتِ مصاہرت کا ثبوت شرعاً اُسی وقت ہوگا؛ جب کہ درج ذیل شرائط پائی جائیں:

(۱) چھونے اور دیکھنے والے مرد وعورت اتنی عمر کے ہوں کہ اُن میں شہوت پائے جانے کا اِمکان ہو، پس چھوٹی بچی یا چھوٹے بچے کے چھونے اور دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

ويشترط أن تكون المرأة مشتهاة الخ، وكذا تشترط الشهوة في الذكر. (الفتاویٰ الهندية ١/٢٧٥ قديم زكريا، ١/٣٠ جديد إتحاد ديوبند، شامي ٤/١٠٤ زكريا)

ووطء الصغيرة التي لا تشتهي لا يوجب حرمة المصاهرة في قول أبي حنيفة ومحمدؒ. (فتاویٰ قاضي خان ١/٣٦٠)

(۲) لمس ونظر کے دوران انزال نہ ہوا ہو، اگر اِس دوران انزال ہوگیا تو حرمت کا ثبوت نہ ہوگا۔

هٰذا إذا لم ينزل فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة به يفتى. (شامي ٤/١٠٩ زكريا، ٤/٨٨ بيروت، الفتاویٰ الهندية ١/٢٧٥ قديم زكريا، ١/٣٤٠ جديد إتحاد ديوبند)

شرطه أن لا ينزل حتى لو أنزل عند المس أو النظر لم تثبت بهٖ حرمة المصاهرة. (الفتاویٰ الهندية ١/٢٧٥ قديم زكريا، ١/٣٤١ جديد إتحاد ديوبند)

والصحيح أنه لا يوجبها؛ لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطء. (البحر الرائق ٣/١٧٩ زكريا، ٣/١٠١ كراچی)

(۳) چھونا اس طرح ہو کہ بدن کی حرارت ایک دوسرے کو محسوس ہو؛ لہٰذا اگر ایسا موٹا کپڑا وغیرہ درمیان میں حائل رہا کہ حرارت محسوس نہ ہوئی تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

بحائل لا يمنع الحرارة ...... فلو كان مانعًا لا تثبت الحرمة. (شامي ٤/١٠٨ زكريا، ٤/٨٦ بيروت)

ثم المس إنما يوجب حرمة المصاهرة إذا لم يكن بينهما ثوب، فإن كان صفيقًا لا يجد الماس حرارة الممسوس لا تثبت حرمة المصاهرة. (الفتاویٰ الهندية ١/٢٧٥ قديم زكريا، ١/٣٤٠ جديد إتحاد ديوبند)

وأما إذا كان بحائل فإن وصلت حرارة البدن إلىٰ يده تثبت الحرمة وإلا فلا. (البحر الرائق ٣/١٧٧)

(۴) نظر کی صورت میں دیکھنے والے میں شہوت ہو اور لمس (چھونے) کی صورت میں کسی ایک جانب شہوت پائی جائے۔

وتكفى الشهوة من أحدهما هٰذا إنما يظهر في المس، أما في النظر فتعتبر الشهوة من الناظر سواء وجدت من الاٰخر أم لا. (شامي ١١٣/٤ زكريا، ٩١/٤ بيروت، وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٢/٤ رقم: ٥٤٩٧ زكريا)

تنبیہ:- جن صورتوں میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے، ان میں قصداً ہو یا بھول کر، خوشی سے ہو یا جبر سے ہو۔ الغرض بالارادہ ہو یا بلا ارادہ بہرصورت حرمت ثابت ہوجائے گی۔

ثم لا فرق في ثبوت الحرمة بالمس بين كونه عامدًا أو ناسيًا أو مكرهًا أو مخطئًا. (الفتاوىٰ الهندية ٢٧٤/١ قديم زكريا، شامي ١١٢/٤ زكريا، ٩٠/٤ بيروت، البحر الرائق ١٧٦/٣، مجمع الأنهر ٤٨١/١)

زنا کے ذریعہ حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

زنا کے ذریعہ حرمتِ مصاہرت کے ثبوت یا عدمِ ثبوت کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حضراتِ حنفیہ وحنابلہ اس بات کے قائل ہیں کہ زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا۔

اِس کے برخلاف حضراتِ مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک زنا سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اِس اعتبار سے اُن کے نزدیک زانی اور مزنی بہا یا اُن کے اُصول وفروع میں مناکحت ممنوع نہ ہوگی۔

ولم يفرق الحنفية والحنابلة بين حصول الزنا قبل الزواج أو بعده في ثبوت حرمة المصاهرة الخ. وذهب مالك في قوله الراجح، والشافعي إلىٰ أن الزنا لا تثبت بهٖ حرمة المصاهرة، فلا تحرم بالزنا عندهما أُصول المزني بها ولا فروعها علىٰ من زنا بها. (الموسوعة الفقهية ٢١٥/٣٦ الكويت)

حرمتِ مصاہرت کی علت

سوال (۳/ ۶۳۹):- حرمتِ مصاہرت کی شرائط کے بارے میں فقہائے احناف کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ یعنی اُن کے نزدیک حرمتِ مصاہرت کی وہ اصل علت جس کو جزئیات پر منطبق کیا گیا ہے، وہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۳) فقہاءِ اَحناف کے نزدیک حرمتِ مصاہرت کی اَصل علت جزئیت وبعضیت ہے، پس جس طرح مدتِ رضاعت میں کوئی عورت بچہ کو دودھ پلاتی ہے اور وہ دودھ بچہ کا جزو بن کر اُس کی نشو ونما کا ذریعہ بنتا ہے، اور اِس جزئیت کی بنیاد پر مرضعہ کے اُصول وفروع دودھ پینے والے بچہ پر حرام ہوجاتے ہیں۔ اِسی طرح جب کسی مرد وعورت میں جنسی اختلاط ہوتا ہے، تو استقرارِ حمل کی شکل میں جنین کے اندر دونوں کی جزئیت ثابت ہوجاتی ہے؛ البتہ یہ جزئیت بظاہر ہر حال میں ثابت کرنا دشوار ہے۔ بریں بنا جو ذریعہ جزئیت ہے یعنی جماع یا دواعیٔ جماع، اُن کو ہی اصل علت کے قائم مقام رکھ دیا گیا ہے، خواہ یہ جماع حلال طریقہ پر ہو یا حرام طریقہ پر۔ یہی فقہاء اَحناف کے نظریہ کا خلاصہ ہے۔ فقہی عبارات درج ذیل ہیں:

لنا قوله تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاءُ كُمْ﴾ والنكاح هو الوطئ حقيقةً؛ ولهٰذا حرم على الابن وما وطي أبوه بملك اليمين – إلىٰ قولهٖ – وقال عليه السلام: من نظر إلىٰ فرج امرأة لم تحل له أمها ولا ابنها. وقال عليه السلام: من مس امرأ ةً بشهوةٍ حرمت عليه أمها وابنها، وهو مذهب عمر وعمران بن الحصين وجابر بن عبد اللّٰه وأبي بن كعب وعائشة وابن مسعود وابن عباس وجمهور التابعين – إلىٰ قولهٖ – وتثبت به حرمة المصاهرة والوطئ إنما صار محرما من حيث أنه سبب للجزئية بواسطة ولد يضاف إلىٰ كل واحدٍ منهما كملاً

– إلىٰ قوله – والقياس أن تحرم الموطوئة لأنها جزئه بواسطة الولد لكن أبيحت للضرورة لأنها لو حرمت عليه لأدى إلىٰ فناء الأموال أو ترك الزواج – إلىٰ قولهٖ – والمس بشهوة كالجماع لما روينا ولأنه يفضي إلى الجماع فأقيم مقامه. (تبيين الحقائق ٤٦٩/٢-٤٧٢)

ومن زنى بامرأة حرمت عليها أمها وبنتها – إلىٰ قولهٖ – ولنا أن الوطئ سبب الجزئية بواسطة الولد حتى يضاف إلىٰ كل واحد منهما كملا فيصير أصولها وفروعها كأصوله وفروعهٖ، كذٰلک على العكس، والاستمتاع بالجزء حرام إلا في موضع الضرورة وهي الموطوئة. والوطئ محرم من حيث أنه سبب للولد – إلىٰ قولهٖ – ومن مسته امرأة بشهوةٍ حرمت عليه أمها وابنتها – إلىٰ قولهٖ – ولنا أن المس والنظر سبب داعٍ إلى الوطئ فيقام مقامه في موضع الاحتياط. (الهداية ٣٢٩/٢، ٣٠٩/٢ دار الكتاب)

تقريره الولد جزء من هو من مائه والاستمتاع بالجزء حرام. والجواب أن العلة هو الوطئ، السبب للولد وثبوت الحرمة بالمس ليس إلا لكونه سببًا لهٰذا الوطئ ...... وقولنا قول عمر وابن مسعود وابن عباس في الأصح وعمران بن الحصين وجابر وأبي وعائشة وجمهور التابعين، كالبصري والشعبي والنخعي والأوزاعي وطاؤس وعطاء ومجاهدٍ وسعيد بن المسيب وسليمان بن يسار والثوري وإسحٰق بن راهويه – رحمهم اللّٰه تعالىٰ – ...... وقد بينا فيه إلغاء وصف زائد علىٰ كونه وطأً، وظهر أن حديث الجزئية وإضافة الولد إلىٰ كل منهما كملا لا يحتاج إليه في تمام الدليل إلا أن الشيخ ذكره بيانا لحكمة العلة يعني أن الحكمة في ثبوت الحرمة بهٰذا الوطئ كونه سببًا للجزئية بواسطة الولد المضاف إلىٰ كل منهما كملا، وهو إن انفصل فلا بد من

اختلاط ماء، ولا يخفى أن الاختلاط لا يحتاج تحققه إلى الولد وإلا لم تثبت الحرمة بوطئ غير معلق، والواقع خلافه فتضمست جزؤه ...... ومن مسته امرأة بشهوة ...... ثم رأيت عن أبي يوسف أنه ذكر في الأمالي ما يفيد ذٰلك، قال امرأة قبلت ابن زوجها، وقالت: كانت عن شهوة إن كذبها الزوج لا يفرق بينهما، ولو صدقها وقعت الفرقة. (فتح القدير ۲۱۳/۳)

وعندنا كما تثبت بالنكاح بالزنا ودواعيه من القبلة واللمس والنظر إلى الفرج الداخل بشهوةٍ، وذٰلك لأن دواعئ الزنا مفضية إلى الزنا، والزنا مفض إلى الولد، والولد هو الأصل في استحقاق الحرمات أى يحرم على الولد أولا أب الواطي وابنه إذا كانت أنثىٰ وأم الموطوئة وبنتها بينهما إذا كان ذكرًا ثم تتعدى من الولد إلىٰ طرفيه فتحرم قبيلة المرأة على الزوج وقبيلة الزوج على المرأة؛ لأن الولد أنشأ جزئية واتحادًا بينهما. (نور الأنوار ٦٦)

حرمت مصاہرت کے مسئلہ میں غیر مذہب پر فتویٰ؟

سوال (۶۳۹/۴):- اگر کوئی واقعہ ایسا پیش آجائے کہ جس سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت فقہ حنفی کے اعتبار سے ہوجاتا ہے؛ لیکن زوجین کے درمیان علیحدگی کی صورت میں بچوں کے ضائع ہونے یا بیوی کے بہت زیادہ مصیبت میں پڑنے کا اندیشہ ہو، تو کیا مجبوراً اِس بارے میں مذہبِ غیر پر فتویٰ یا فیصلہ کیا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۴) اِس بارے میں حنفی مفتی مذہب غیر پر فتویٰ نہیں دے گا؛ البتہ مبتلی بہ شخص اپنی مجبوری دیکھتے ہوئے از خود شافعی مفتی سے فتویٰ حاصل کرلے، تو دیانۃً اسے عمل کرنے کی گنجائش ہوگی۔

ولا بأس بالتقليد عند الضرورة؛ لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه

ذٰلک الإمام، وفي الشامي بحثًا: لكن الظاهر أنه أراد بالضرورة ما فيه نوع مشقة. (شامي ٤٦/٢ زكريا، ٣٨٢/١ كراچى)

خسر کا بہو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا؟

سوال (۵/۶۴۰):- اگر سسر بہو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرے، تو اُس بہو کے اپنے شوہر پر حرام ہونے کی علت اور اُس کی شرائط کیا ہیں؟ اور کیا یہ علت منصوص ہے یا مجتہد فیہ ہے؟ اور اس بارے میں دیگر ائمہ کرام کا موقف کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۵) اگر خسر بہو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرے، تو حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ مزید اُس میں یہ شرط بھی شامل ہے کہ بہو کا شوہر اس بات کی تصدیق کرے، یا اُسے غالب گمان ہو کہ اُس کے والد نے واقعۃً شہوت کے ساتھ حسبِ شرائط اس کی بیوی سے لمس کیا ہے۔ پس اگر وہ اس بات سے انکار کردے اور خسر بھی اقراری نہ ہو، تو ایسی صورت میں حرمت مصاہرت کا ثبوت نہ ہوگا، اور اس مسئلہ میں بھی علت حرمت حنفیہ کے نزدیک جزئیت اور بعضیت ہے، جب کہ دیگر ائمہ (مالکیہ وشافعیہ) کے نزدیک علت حرمت صرف وطی حلال یا وطی بالشبہ ہے؛ لہٰذا ان حضرات کے نزدیک اس مسئلہ میں حرمت کا حکم نہ ہوگا؛ کیوں کہ جب وہ ائمہ زنا سے حرمت کے قائل نہیں، تو اُن کے نزدیک دواعی زنا بدرجہ اولیٰ وجہ حرمت نہ ہوں گے۔

وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها ويقع في أكبر رأيه صدقها، وعلىٰ هٰذا ينبغي أن يقال في مسه إياها لا تحرم علىٰ أبيه وابنه إلا ان يصدقها أو يغلب علىٰ ظنه صدقها. (البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ١٠٠/٣ كوئٹه، وكذا في الشامي، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ١٠٨/٤ زكريا، ٣٣/٣ كراچى)

قال: امرأة قبلت ابن زوجها، وقالت: كانت عن شهوة إن كذبها الزوج لا يفرق بينهما، ولو صدقها وقعت الفرقة. (فتح القدير ۲۱۳/۳ المكتبة الأشرفية ديوبند)

باپ بیٹی یا بھائی بہن کا آپس میں پیشانی چومنا؟

سوال (۶۴۱/۶):- بعض معاشرہ میں یہ دستور ہے کہ جب شادی شدہ لڑکی سسرال سے میکہ آتی ہے تو والد کی پیشانی چومتی ہے، اور والد بھی اُس کی پیشانی چومتا ہے، اور بعض دفعہ بیٹی باپ سے چمٹ جاتی ہے، اور باپ اُس سے معانقہ کرتا ہے، اور کبھی بھائی کے ساتھ بھی یہ صورت پیش آتی ہے، جب کہ اُس وقت بظاہر دونوں طرف سے شہوت کا احساس نہیں ہوتا، تو اِس عمل کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کا فتویٰ دیا جائے گا یا نہیں؟

سوال (۶۴۲/۷):- اگر کوئی باپ اپنی مشتہاۃ لڑکی کے چہرہ یا پیشانی پر بوسہ دے، اور یہ دعویٰ کرے کہ بوسہ دیتے وقت اُسے شہوت نہ تھی، تو اُس کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق (۶-۷):- موجودہ بے حیائی اور ہیجان انگیز ماحول میں باپ بیٹی اور بھائی بہن کا ایک دوسرے کی پیشانی چومنا یا لپٹنا جھپٹنا احتیاط کے خلاف ہے؛ لیکن اِس صورت میں حرمتِ مصاہرت کا حکم اُس وقت تک نہیں دیا جائے گا، جب تک کہ کسی ایک جانب شہوت کا واضح قرینہ یا اِقرار نہ پایا جائے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أم المؤمنين قالت: ما رأيت أحدأ أشبه سمتًا ودلا وهديا برسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قالت: وكانت إذا دخلت على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قام أليها فقبلها وأجلسها في مجلسه، وكان النبي صلى اللّٰه عليه

وسلم إذا دخل عليها قامت من مجلسها فقبلته وأجلسته في مجلسها الخ. (سنن الترمذي ۲/۲۲٦)

لو مس أو قبل، وقال: لم أشته صدق إلا إذا كان اللمس على الفرج.

(البحر الرائق ۳/۱۷۷ زكريا، ۳/۱۰۰ كراچی)

فقد ذكر الصدر الشهيد أن في القبلة يفتى بثبوت الحرمة ما لم يتبين أنه فعل بشهوةٍ ...... لأن الأصل في التقبيل الشهوة، بخلاف المس والنظر ...... ولو كانت مباشرة، وقال: لم يكن عن شهوة لم يصدق. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤/٥٥ رقم: ٥٥١١ زكريا)

سئل عمن قبّل امرأة ثم أراد أن يتزوج أمها؟ فقال: لا يجوز إن كان قبلها بشهوةٍ. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤/٥٢ رقم: ٥٤٩٨ زكريا)

بیوی سمجھ کر مشتہاۃ بیٹی کو ہاتھ لگانا؟

سوال (۶۴۳/۸):- اگر کوئی باپ بیوی سمجھ کر مشتہاۃ بیٹی کو ہاتھ لگادے، تو کیا اُس سے علی الاطلاق حرمت مصاہرت ثابت ہوکر بیوی اُس پر حرام ہوجائے گی؟ یا اِس میں کچھ تفصیل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۸) اگر باپ شہوت کے ساتھ بیوی سمجھ کر مشتہاۃ بیٹی کو بلا حائل ہاتھ لگادے، تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی؛ البتہ اگر ہاتھ لگاتے وقت شہوت نہ ہو یا موٹے کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگایا ہو، تو حرمت کا ثبوت نہ ہوگا۔ اور یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ شہوت تو بیوی پر واقع ہوئی ہے بیٹی پر نہیں، تو پھر حرمت کیوں ہے؟ جب کہ فقہاء نے غیر پر شہوت کو محرم قرار نہیں دیا ہے؛ کیوں کہ جس عورت پر ہاتھ پڑے گا اُسی کے لئے شہوت مانی جائے گی، گوکہ وہ اپنے خیال میں اسے اپنی بیوی کیوں نہ سمجھ رہا ہو، جیسا کہ درج

ذیل جزئیہ سے وضاحت ہوتی ہے۔

إذا قصد أن يقيم امرأة إلىٰ فراشه ليجامعها وهي نائمة معها ابنتها المشتهاة، فوصل يده إلى البنت فقرصها بإصبعه وظن أنها امرأته إن كان وصل يده إلى البنت وهو مشتهىً لها، حرمت عليه امرأته، وإن كان لا يحسها امرأة، وإن كان لا شهوة له في وقت ملامستها لا تحرم، وإن اختلفا فالقول قول الزوج. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٦/٤-٥٧ زكريا، ومثله في الفتاوىٰ الهندية / كتاب النكاح ٣٤٠/١ مكتبة الإتحاد ديوبند، ومثله في فتح القدير ٢١٣/٣ زكريا)

ماں کا جوان بیٹے کے رخسار کا بوسہ لینا؟

سوال (۶۴۴/۹):- اگر رخصت کرنے کے موقع پر ماں اپنے جوان بیٹے کے رخسار پر بوسہ لے، تو کیا اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی؟ اور ماں کا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۹) اگر ماں فرطِ محبت میں جوان بیٹے کا چہرہ چوم لے اور شہوت کا کوئی قرینہ نہ ہو، تو اُس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی، پھر بھی یہ عمل احتیاط کے خلاف ہے۔

سئل عمن قبّل امرأة ثم أراد أن يتزوج أمها؟ فقال: لا يجوز إن كان قبلها بشهوةٍ. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٢/٤ زكريا)

لو مس أو قبل، وقال: لم أشته صدق إلا إذا كان اللمس على الفرج.

(البحر الرائق ١٠٠/٣ كراچی)

فقد ذكر الصدر الشهيد أن في القبلة يفتى بثبوت الحرمة ما لم يتبين أنه قبل بغير شهوةٍ ...... لأن الأصل في التقبيل الشهوة، بخلاف المس والنظر

…… ولو كانت مباشرة، وقال: لم يكن عن شهوة لم يصدق. (الفتاویٰ التاتارخانية ٥٥/٤ رقم: ٥٥١١ زكريا)

پہلے سے شہوت موجود رہتے ہوئے محرم کو ہاتھ لگانا؟

سوال (۱۰/ ۶۴۵):- آج شہوت کو اُبھارنے والے وسائل بہت ہیں، اس پس منظر میں سوال یہ ہے کہ اگر کوئی جوان بیٹا موبائل میں فحش چیزیں دیکھ رہا تھا، اور شہوت اُبھری ہوئی تھی، اسی دوران وہ اپنی ماں (یا بیٹی یا بہن وغیرہ) کو بلا حائل ہاتھ لگا دے، تو کیا اُس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی؟ واضح رہے کہ فقہی کتابوں میں حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لئے ایک شرط یہ ذکر کی گئی ہے کہ: "**ويشترط وقوع الشهوة عليها لا علىٰ غيرها**" اِس کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱۰) مسئولہ صورت میں جب کہ پہلے سے شہوت اُبھری ہوئی ہو، اور اسی حالت میں ماں یا بیٹی وغیرہ پر بلا حائل ہاتھ پڑ جائے، تو حرمت کا ثبوت اس وقت ہوگا، جب کہ چھونے کے بعد شہوت میں اِضافہ ہوگیا ہو، اگر ایسا نہیں ہوا تو حرمت کا حکم نہ ہوگا، جیسا کہ درج ذیل جزئیات سے پتہ چلتا ہے:

والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدهما، وحدّهما فيهما تحرك آلته أو زيادته، وتحته في الشامية: أي زيادة التحرك إن كان موجودًا قبلهما. (شامي ١٠٨/٤ زكريا، ٣٣/٣ كراچی)

وحد الشهوة أن تنتشر آلته بالنظر إلى الفرج، وفي الظهيرية: أو اللمس، م: إذا لم يكن منتشرًا قبله، وإن كان منتشرًا فإن كان يزداد قوة وشدة بالنظر أو اللمس كان ذٰلک عن شهوة وإلا فلا. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / فصل أسباب التحريم ٥١/٤ رقم: ٥٤٩٤ زكريا)

ویڈیو وغیرہ کے ذریعہ پوشیدہ اَعضاء دیکھنا؟

سوال (۱۱/ ۶۴۶): - اگر کسی متعین عورت کی فحش ویڈیو اِس طرح بنالی جائے کہ اُس کے پوشیدہ اَعضاء بالکل واضح نظر آرہے ہوں، تو اِس ویڈیو کو دیکھنے سے مذکورہ عورت سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - (۱۱) فوٹو یا ویڈیو کے ذریعہ اَجنبی عورت کے پوشیدہ اَعضاء کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اگرچہ یہ عمل قطعاً جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ قاسمیہ ۲۴/ ۶۰۲ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

لا تحرم المنظور إلیٰ فرجها الداخل إذا راٰه من مراٰة أو ماء؛ لأن المرئي مثاله بالانعکاس. (شامي ٤/ ١١٠ زکریا، ٣/ ٣٤ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۲/ جنوری ۲۰۱۸ء

منظور شدہ تجویز: حرمتِ مصاہرت سے متعلق اہم پہلو

چودھواں فقہی اجتماع ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند

منعقدہ ۵-۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱-۲۳/ فروری ۲۰۱۸ء بروز بدھ جمعرات جمعہ

بمقام: جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات

اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے چودہویں فقہی اجتماع میں حرمتِ مصاہرت کے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل اُمور طے کئے گئے:

(۱) حرمتِ مصاہرت کے مسائل بہت ہی حساس اور نازک ہیں اور عام طور پر لوگ اُن

سے واقف نہیں ہیں؛ اِس لئے یہ اجتماع اہلِ علم سے درخواست کرتا ہے کہ ان مسائل کو عامۃ الناس کے درمیان بیان کر کے لوگوں کو اس کی حساسیت اور نزاکت سے واقف کراتے رہیں۔

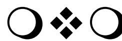
(۲) شرکائے اجتماع کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طرح حرمت مصاہرت نکاح اور جائز ہم بستری سے ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح زنا سے بھی حرمتِ مؤبدہ کا ثبوت ہو جاتا ہے۔

(۳) ''مس بالشہوۃ اور تقبیل'' سے حسبِ شرائط حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اور فقہائے احناف کا یہ مسئلہ مضبوط دلائل مبنی ہے۔

(۴) اِس کے باوجود اگر ''مس بالشہوۃ'' میں کوئی ایسا واقعہ پیش آ جائے جس میں حرمتِ مصاہرت کا فتویٰ دینے کی صورت میں غیر معمولی حرج ومشقت پیش آ رہی ہے، تو اُس وقت مفتی کے لئے اپنی صواب دید کے متعلق مذہبِ غیر پر عمل کرنے کا مشورہ دینے کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟ اِس بارے میں دونوں طرح کی رائیں آئیں لیکن کسی ایک رائے پر اتفاق نہیں ہوسکا۔

(۵) چہرے پر بوسہ دینے سے عموماً شہوت پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اِس لئے اس سے احتراز لازم ہے؛ البتہ اگر کسی عرف یا معاشرہ میں بعض خاص مواقع پر باپ بیٹی یا ماں بیٹے یا دیگر محارم کے درمیان چہرہ وغیرہ پر بوسہ لینے دینے کا رواج ہو تو اس سے حرمتِ مصاہرت کا حکم اُس وقت تک ثابت نہ ہوگا؛ جب تک کہ جانبین میں سے کسی جانب شہوت پیدا ہونے کا اقرار یا قرینہ نہ پایا جائے۔

نوٹ:- مولانا کلیم اللہ عمری مدنی صاحب (دارالسلام عمر آباد) چوں کہ مسلکاً حنفی نہیں ہیں، اِس لئے اُنہوں نے شق ۲-۳ سے اتفاق نہیں کیا۔



حقوقِ زوجین

شوہر اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ بیوی کا سلوک

سوال (۶۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک خاتون اپنے شوہر کو گالیاں دیتی ہے، بھاڑو، سور، گھر سے نکل جا میرے بھائی، گنڈے، بدمعاش، میں تجھے صحیح کرادوں گی، اِسی طرح اور بہت سارے نازیبا کلمات اَدا کرتی ہے، شوہر کو پریشان کرتی ہے۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ اسلام میں شوہر کا کیا مقام ہے؟ بیوی کو اپنے شوہر کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے؟ اور اپنے ساس سسر سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ اسی طرح اپنے شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شریعت میں شوہر کو بیوی پر ایک گونہ فوقیت دی گئی ہے اور بیوی پر اُس کی تعظیم اور جائز اُمور میں اُس کی اطاعت لازم ہے۔ اِسی طرح ساس، سسر اور شوہر کے دیگر اعزاء کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہئے؛ تاکہ معاشرتی حقوق اَدا ہوسکیں اور گھر کا ماحول پرامن اور پرسکون رہے۔ سوال میں بیوی کی طرف سے جن نازیبا کلمات اور شوہر کے ساتھ بدتمیزی کا ذکر ہے وہ شرعاً انتہائی قابل مذمت ہے، ایسی بیوی بلاشبہ گنہگار ہے، اُس پر لازم ہے کہ وہ سچی توبہ کرے اور اپنے برے عمل سے باز آئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ٣٤]

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لو كنت آمرًا أحدًا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. (سنن الترمذي، أبواب الرضاع / باب ما جاء في حق الزوج على المرأة رقم: ۱۱۵۹، مشكاة المصابيح / باب عزة النساء ۲۸۱/۲ رقم: ۳۲۵۵)

عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ثلاثة لا يقبل لهم صلاة ولا تصعد لهم حسنة الخ، والمرأة الساخط عليها زوجها الخ. (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح / باب عشرة النساء الخ ۲۸۳/۲ رقم: ۳۲۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۲/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بہو پر ساس سسر کی خدمت کرنا واجب ہے؟

سوال (۶۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا بیٹے کی بیوی پر ساس اور سسر کی خدمت کرنا شریعت کے اعتبار سے فرض ہے یا واجب یا مستحب؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بہو پر اپنے ساس سسر کی خدمت شرعاً واجب نہیں، اور نہ ہی اُس کو اس پر مجبور کیا جاسکتا ہے؛ تاہم عرفاً اور اخلاقاً اگر وہ خدمت بجالائے اور اُنہیں خوش رکھے تو اِزدواجی زندگی کے لئے بہتر اور موجبِ ثواب ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

ولا يجوز لها أخذ الأجرة على ذلك لوجوبه عليها ديانة ولو شريفة (الدر المختار) وفي الشامي: ولكنها لا تجبر عليه إن أبت. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة ۲۹۱/۵ زكريا)

ليس للزوج أن يستخدم امرأته الحرة. (المحيط البرهاني، كتاب النكاح / الفصل الثاني والعشرون في بيان ما للزوج أن يفعل الخ ۱۷۲/۳ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی کا اپنے شوہر کو اپنی والدہ کی خدمت کے لئے مجبور کرنا

سوال (۶۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جناب ڈاکٹر ذکاء اللہ بن قیصر محمود صاحب یاسین کا نکاح ۱۱/۶/۲۰۰۵ میں حفیرہ بنت مرحوم محمد علی بنگلور سے ہوا، جن سے الحمد للہ تین اولاد: لڑکا ۹/ سال، ۶/ سال، ۳/ سال کے ہوئے، اچھی ازدواجی زندگی گذر رہی تھی۔

۱۹/۳/۲۰۱۸ء کو سسر صاحب کا انتقال بنگلور میں ہوا، جب کہ ایک دن پہلے بچوں کے ساتھ بیوی کو لندن سے بنگلور بھیج دیا، تدفین وراج پیٹ میں شریک ہوئے، میری آمد ایک دن بعد میں ہوئی، بیوی کو لے کر ۲۳/۳/۲۰۱۸ء ہمارے والد کے گھر پر قیام کے لئے یاسین آئے، تو باپ کی فیملی سٹیفکیٹ بنانا ہے جس میں بیٹی کا بھی دستخط کی ضرورت ہے، فون پر اطلاع ملتے ہی منگل کے دن بیوی بچوں کو بنگلور چھوڑ آئے، میری بیوی اس کی ماں اور بھائی تینوں مل کر ایک سازش کے تحت مجھ سے جھوٹ بول کر پلاننگ رچائے ہوئے تھے، وہ یہ ہے کہ باپ کی وصیت بیٹے کو لکھنے کے لئے سارے ڈاکومنٹ تیار کر چکے ہیں، میری بیوی کو معلوم ہونے کے باوجود مجھے بتائی بھی نہیں اور جھوٹ بھی بولی، جب مجھے پتہ چلا تو میں نے سائن کرنے سے روکا، جو کام اشد ضروری ہے وہ کریں، دوسرے کام بعد میں کر سکتے ہیں، بھائی سے فون پر وعدہ کیا کہ سائن نہیں کرائیں گے۔

لیکن واپس آنے کے بعد معلوم ہوا کہ میری بیوی میری بات ٹھکرا کر ماں اور بھائی کے ساتھ مل کر وصیت رجسٹر کرنے میں سائن کر دیا ہے، جس کا مجھے بہت درد ہوا۔

اس سلسلے میں ساس کو جب فون پر پوچھا گیا، شوہر (داماد) کے روکنے پر بھی کیسے اپنی بیٹی سے سائن کروائے، تو ساس بھی بڑی لاپرواہی دکھائی اور جواب میں توہینی لہجہ اختیار کرتے ہوئے جو ہونا تھا وہی ہوا، کیا ہوتا ہے سو دیکھا جائے گا، اس کارروائی میں بیٹے کے سسر کی بھی رائے شامل ہیں جو نامحرم بھی ہیں، اس لئے ۱۵/دن چھٹی ابھی باقی تھی ہندوستان میں رہنے کے لئے ؛لیکن ان لوگوں کی دھوکا دہی دیکھ کر میں اپنی بیوی بچوں کو لے کر لندن واپس آ گیا، اتنی سی بات کو لے کر میری بیوی ہر دن مجھ سے جھگڑا کرتی ہے، دھمکی بھی دیتی ہے کہ چھوڑ کر علیحدہ رہنے کی، زندگی تلخ بنا دی ہے، میرا اس سلسلے میں سوال یہ ہے کہ:

(۱) کیا شوہر سے مشورہ کئے بغیر بیوی اپنی من مانی کر سکتی ہے؟ کیا کہیں بھی سائن کرنا، وعدہ لے کر روکنے کے باوجود بغیر اطلاع کے اپنی مرضی سمجھ کر سائن کرنا کہاں تک صحیح ہے؟

(۲) ۱۵/دن انڈیا میں رہنے نہ دے کر واپس اپنے ساتھ لے کر چلے جانا کیا جرم ہے؟ جس کو ظلم قرار دے رہی ہے؟ اور ہر دن جھگڑ رہی ہے۔

(۳) ماں کو اپنے پاس لندن میں رکھ کر ان کی نگہبان بننا چاہتی ہے، شوہر کو اس بات پر مجبور کر رہی ہے، جب کہ شوہر نہیں چاہتا اور بالکل بلانے کے خلاف ہے۔

(۴) کیا داماد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ساس کی پوری کفالت کرے جب کہ اس کے شوہر کا ۴/فلور کا فلیٹ بنگلور میں ہے، ۴۰/ہزار سے زائد کرایہ آتا ہے، پینشن آتی ہے، ۶/۱ ایکڑ کافی باغ موجود ہے، بیٹا بہو قطر میں برسر روزگار ہیں۔

(۵) صرف ماں کو لندن بلانے سے روکا جا رہا ہے وہ بھی اس لئے کہ ساس داماد کو غلط باتیں سنائی ہے اور احسان جتلائی ہے۔

اس سوال کو لے کر مجھے میری بیوی چھوڑ کر ماں کو ترجیح دیتے ہوئے علیحدگی تک اختیار کرنے کی ضد کر رہی ہے، جب کہ میرے ۳/بچے ہیں، شریعت کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل کیسے کیا جائے؟ بیٹی کی ذمہ داری، ماں کا کیا رول ہونا چاہئے، شوہر گھر کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے کیا کرے؟

(٦) جب میں ساس سے بات نہیں کررہا ہوں، تو بہو بھی اپنی ساس سے بات نہ کرنے کی دھمکی دے کر برابری کا معاملہ کرتی ہے، حالاں کہ وہ گھر کی بہو ہے، شریعت اس بات کی کہاں تک اجازت دیتی ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) مرحوم سسر صاحب کی جگہ پر اُن کے بیٹے کا نام لکھے جانے پر آپ کے اعتراض کرنے کی وجہ کیا تھی؟ وہ آپ کی بیوی کا ذاتی خاندانی معاملہ تھا، اس میں وہ آپ کی مرضی کی پابند نہیں، اس پر آپ کی ناراضگی بے جا ہے؛ تاہم اگر وہ آپ کو اعتماد میں لے کر دستخط کرتی تو بہتر ہوتا۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف يشاء من الملک.

(تفسير البيضاوي ۷/۱ مكتبه رشيديه دهلى)

أما العمل الذي لا ضرر له فيه فلا وجه لمنعها عنه خصوصًا في حال غيبته من بيته. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة، قبيل: مطلب في منع النساء من الحمام ٣٢٥/٥ زكريا)

(۲) آپ کا اپنے بیوی بچوں کو قبل از وقت لندن لے آنا کوئی جرم نہیں ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

ويسافر بها بعد أداء كله مؤجلا ومعجلا، إذا كان مامونا عليه وإلا فلا. وتحته في الرد المحتار: إذا أوفاها المعجل فالفتوىٰ على أنه يسافر بها. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب في السفر بالزوجة ٢٩٤/٤ زكريا)

(۳-۴) داماد پر ساس کی کفالت کی شرعاً ذمہ داری نہیں ہے، اِس لئے اُسے آپ کے اپنے گھر رکھنے پر بیوی مجبور نہیں کرسکتی؛ البتہ اگر آپ اپنی خوشی سے رکھیں تو وہ آپ کی طرف سے تبرع واحسان ہوگا۔

فالحاصل: أن النفقة لا تجب إلا على ذي رحم محرم هو أهل للإرث الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٣٢/٥ رقم: ٨٣٨٤ زكريا)

فمذهب الحنفية: أن النفقة تجب لكل ذي رحم محرم ...... ولا تجب لغير ذي رحم محرم ...... ولا لمحرم غير ذي رحم. (الموسوعة الفقهية ٨٥/١٤ الكويت)

(۵) بیوی کی طرف سے اپنی ماں کو لندن بلاکر شوہر کے گھر رکھنے کا اصرار کرنا شرعاً درست نہیں ہے اور اُس کی بات نہ ماننے کی وجہ سے شوہر پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا ہے اور اِس وجہ سے بیوی کا شوہر سے ناراض ہونا اور اُسے طعن وتشنیع کرنا قطعاً غلط ہے۔

عن عمرو بن الحارث بن المصطلق قال: كان يقال: أشد الناس عذابًا اثنان: امرأة عصت زوجها، وإمام قوم وهم له كارهون. (سنن الترمذي، أبواب الصلاة / باب ما جاء فيمن أم قومًا وهم له كارهون ٨٣/١ رقم: ٣٥٩)

لأنها كانت مامورة إلى طاعة زوجها في غير معصية. (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق ٣٦١/٦ تحت رقم: ٣٢٤٦ زكريا)

(٦) گھر کا ماحول درست رکھنے کے لئے فریقین پر نرم روی اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرنا لازم ہے، نہ شوہر اپنی ساس سے قطع تعلق کرے اور نہ ہی بیوی اپنی خوش دامن سے معاملات بگاڑے؛ بلکہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے خوش گوار زندگی گذارنے کی کوشش کریں اور بچوں کے روشن مستقبل کو سامنے رکھ کر اپنے معاملات کو درست رکھیں۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ [النحل: ١٢٥]

قال العلامة الآلوسي: أي بالمقالة المحكمة وهي الحجة القطعية المزيحة للشبه ...... وجادلهم ناظر معانديهم بالتي هي أحسن بالطريقة التي هي أحسن طرق المناظرة والمجادلة من الرفق واللين واختيار الوجه الأيسر.

(روح المعاني ٤٨٧/٧ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کا بیوی کو اس کے ماں باپ سے ملنے پر پابندی لگانا

سوال (٦٥٠):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شوہر اپنی بیوی کو ماں باپ سے ملنے نہیں دیتا حتی کہ ٹیلیفون پر بات کرانے میں بھی ٹال مٹول کرتا ہے تو شوہر کا بیوی کے ساتھ یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ اور اس بارے میں شریعت نے بیوی کے کیا کیا حقوق رکھے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- نکاح کی وجہ سے عورت کا والدین سے رشتہ ختم نہیں ہوجاتا؛ اس لئے شوہر کا اپنی بیوی کو اس کے والدین کی ملاقات سے روکنا شرعاً درست نہیں ہے۔ اسی طرح ٹیلیفون پر بات چیت کرنے میں ٹال مٹول کرنا سراسر زیادتی ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ عورت اگر چاہے تو ہر ہفتہ اپنے ماں باپ سے ملاقات کو جاسکتی ہے، شوہر کو اسے روکنے کا حق نہیں ہے، اسی طرح جب چاہے ان سے بات کرسکتی ہے؛ بشرطیکہ کوئی فتنہ کی بات نہ کرے۔

وليس للزوج أن يمنع والديها وولدها من غيره و أهلها من النظر إليها و كلامها في أي وقت اختاروا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثالث في نفقة المعتدة ٥٥٧/١ زكريا)

ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين فى كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها على ما اختاره في الإختيار ولو أبوها زمنًا مثلا فاحتاجها فعليها تعاهده ولو كافرًا وإن أبى الزوج (وفي الشامية) الصحيح أن المفتى به من أنها تخرج للوالدين في كل جمعة بإذنه وبدونه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب: في الكلام على المؤنسة ٣٢٣/٥-٣٣٤ زكريا، ٦٠٢/٣ كراچی)

وفي تقريرات الرافعي: الصحيح أنه لا يمنعها من الخروج إلى الوالدين ولا يمنعها من الدخول عليها في كل جمعة ...... وعليه الفتوىٰ.

(تقريرات رافعي ۲۰۲/۵ زكريا، ۲۰۲/۳ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۷/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

بدخلق معمر خاتون کے ساتھ شوہر کیا کرے

سوال (۶۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بوڑھی معمر عورت (۷۰/ستر سال کے درمیان) لاولد، جس کی خصلت دوطرفہ بولنے کی ہو یعنی (لگائی بجھائی والی) شوہر سے بدزبانی کرتی ہو، لڑائی جھگڑے کی بات کرتی ہو، بات بات پر شوہر کو ڈانٹتی ہو، شوہر پر تہمت لگاتی ہو، اپنے بھائی اور جیٹھ کی فیملی کے ساتھ مشترکہ ایک کچن کے ساتھ رہنا سہنا ہو۔

شوہر خاموش مزاج اور برداشت والا ہو، عورت نے اپنی بے ہودہ خصلتوں سے شوہر کا سونا اور جاگنا مشکل کر رکھا ہو، سکون غارت کر رکھا ہو، لوگوں کے درمیان شوہر کو ڈانٹ کر اُس کی عزت اُتارتی ہو اور اپنی عزت چاہتی ہو، کھانا پینا اور کمائی کے لئے نکلنا، گھر کے اندر رہنا سہنا شادیوں میں جانا، سفر پر جانا خواہ دوا علاج کے لئے ہو یا سیر وتفریح کے لئے وغیرہ وغیرہ۔ نیز ہر کام میں اپنی اِجازت چاہتی ہو، اپنے کو شوہر سے بڑا اور قابل سمجھتی ہو۔ تو ایسی صورت میں شوہر کو کیا کرنا چاہئے، اصلاح اور نباہ کا طریقہ کیا ہو؟ جواب سے سرفراز فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ بدخلق بیوی کو طویل مدت تک برداشت کرنے والا شوہر یقیناً قابل تعریف ہے، اُس کے لئے یہ مشورہ ہے کہ جیسے اب تک برداشت کیا

آئندہ بھی حتی الامکان نبھاؤ کی کوشش کرے، اور اچھے انداز میں اُس کو سمجھاتا رہے، اور اگر وہ پڑھی لکھی ہو تو اُسے اصلاحی کتابیں اور مضامین لاکر دیا کرے اور گھر میں دینی باتوں کا مذاکرہ کرے، تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اخلاق کو درست فرمادیں گے۔

عن معاذ بن جبل رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تؤذي إمرأة زوجها في الدنيا إلا قالت زوجته من الحور العين لا تؤذيه قاتلك اللّٰه؛ فإنما هو عندك دخيل يوشك أن يفارقك إلينا. (سنن الترمذي، أبواب الرضاع / باب منه ۲۲۲/۲ رقم: ۱۱۷٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي، وإذا مات صاحبكم فدعوه. (سنن الترمذي، أبواب المناقب / باب في فضل أزاج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ۲۲۸/۲ رقم: ۳۸۹۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

زوجین کے درمیان سخت نا اتفاقی کی صورت میں شرعی رہنمائی

سوال (۶۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ساجدہ بیگم اور محمد نعیم کی شادی تقریباً ۹ر سال قبل ہوئی تھی، جس سے ایک لڑکا ہے جس کی عمر تقریباً ۷ر سال ہے، شوہر محمد نعیم اپنی بیوی اور بیوی کے والدین سے کچھ شکایت ہونے کی وجہ سے بیوی سے لگاؤ نہیں رکھتا ہے جس کی وجہ سے بیوی ساجدہ بیگم اپنے والدین کے گھر آگئی اور گیارہ ماہ سے اپنے میکے میں رہ رہی ہے اور لڑکا اپنے والد اور دادی کے ساتھ رہ رہا ہے، کبھی کبھی اپنی والدہ سے ملنے آجاتا ہے اور ماں کے بلانے پر شوہر بیٹے کو نہیں بھیجتا، اپنی مرضی سے ماں کے پاس بھیجتا ہے، بیٹے کی وجہ سے ماں بہت غمزدہ رہتی ہے، اب ساجدہ بیگم اپنے شوہر اور بیٹے کے پاس جانے

کو ہر حالت میں تیار ہے اس لئے کچھ لوگوں نے صلح صفائی کی غرض سے شوہر سے بات چیت بھی کی اور ساجدہ بیگم اور اس کے والدین نے معافی بھی مانگی، مگر شوہر اس پر بضد ہے کہ بیوی کو نہ اپنے گھر بلاؤں گا نہ ہی طلاق دوں گا اور نہ ہی دوسری شادی کروں گا، اب ساجدہ بیگم کے والدین کو فکر ہے کہ ہماری بیٹی اپنے شوہر محمد نعیم کے نکاح میں رہتے ہوئے بغیر خرچہ کے اپنی پوری زندگی کس طرح بسر کرسکتی ہے؟ اس لئے اگر بیوی طلاق لینا چاہے تو اس کی کیا شکل ہے؟ نیز طلاق لینے کی صورت میں بیٹا جس کی عمر ۷ رسال ہے وہ ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس؟ اگر ماں کے پاس رہے گا تو کب تک رہے گا اور ماں اور بیٹے کا خرچہ والد کے ذمہ ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح گیارہ ماہ سے ساجدہ بیگم اپنے میکہ میں جو رہ رہی ہے اس کا خرچہ شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟ نیز ساجدہ کے طلاق لینے کی شکل میں شوہر کی طرف سے جو زیورات وغیرہ تحفہ اور ہدیہ کے طور پر دلہن کو دیئے گئے تھے نیز مہر کی حق دار بیوی ہوگی یا نہیں؟ شوہر کے نکاح میں رہنے پر شوہر بیوی کی رہائش وتمام ہی اخراجات پوری زندگی شوہر ادا کرتا رہے گا؟

اسی طرح یہ بات سننے میں آئی ہے کہ اگر شوہر ساڑھے چار ماہ اپنی بیوی سے ناراضگی کی حالت میں الگ رہتا ہے تو نکاح میں کمزوری آجاتی ہے کیا ایسا ہے؟ ہر جزء کا مفصل ومدلل جواب تحریر فرماکر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال جب کہ بیوی اور اس کے والدین اپنی غلطیوں پر نادم ہیں اور معافی مانگ رہے ہیں تو اس پر شوہر کی یہ ضد کہ نہ بیوی کو اپنے گھر بلاؤں گا اور نہ طلاق دوں گا یہ بڑی زیادتی کی بات ہے، شوہر اور بیوی دونوں کو چاہئے کہ گذشتہ تلخ باتوں کو بھلا کر آئندہ معاملات کو درست کریں اور ایک دوسرے کے حقوق کا پورا خیال رکھیں، تاکہ گھر کا سکون برقرار رہے اور بچہ کی تربیت اچھے انداز سے ہوسکے، تاہم اگر بالفرض نبھاؤ کی کوئی شکل نہ ہو اور تفریق ناگزیر ہو، تو بیوی مہر وغیرہ کی معافی کی شرط پر خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے اگر اس شرط پر طلاق ہوتی ہے تو مہر شوہر پر لازم نہ ہوگا اور شوہر نے جو زیورات وغیرہ دیئے

تھے اگر وہ بطور ملکیت تھے تو واپسی نہ ہوگی اور اگر بطور عاریت تھے تو شوہر انہیں واپس لے سکتا ہے اور گیارہ ماہ جو بیوی شوہر سے الگ رہی ہے اس کا خرچہ شوہر پر لازم نہیں ہے، البتہ عدت کا نان ونفقہ شوہر پر لازم ہے اور محض چار ماہ شوہر سے الگ رہنے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ نکاح برقرار رہتا ہے، اور لڑکا چوں کہ سات سال کا ہو چکا ہے اس لئے ماں کو حق پرورش حاصل نہیں ہے، باپ اسے اپنے پاس رکھ سکتا ہے؛ لیکن ماں کو اس سے ملنے سے نہیں روک سکتا ہے، ماں جب چاہے اس سے مل سکتی ہے اور بچہ کے مصارف کی ساری ذمہ داری باپ پر رہے گی۔

ولهٰذا قال تعالىٰ: ﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا﴾ أي عما تقدم منهم من الإساءة و الأذىٰ. (تفسير ابن كثير [سورة النور: ٢٢] ٥٢٥/٤ زكريا)

وقوله تعالىٰ: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ أي طيبوا أقوالكم لهن وحسنوا أفعالكم وهيئاتكم. (تفسير ابن كثير [سورة النساء:١٩] ٢١٧/٢ زكريا)

إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود اللّٰه فلا بأس بأن تفدي نفسها منه بمال يخلعها به. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الخلع ٤٠٤/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

إذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك، إذا بعث إليها على جهة التمليك ...... إن كان العرف ظاهرا بمثله في الجهاز كما في ديارنا فالقول قول الزوج. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / الفصل السادس عشر في جهاز البنت/ الباب السابع في المهر ٣٢٧/١ زكريا)

المعتمد البناء على العرف. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٣٠١/٤ زكريا)

إذا مضت مدة لم ينفق الزوج عليها وطالبته بذلك فلا شيء لها. (الهداية، كتاب النكاح / باب النفقة ٤٤٠/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثالث في نفقة المعتدة ٦٠٥/١ زكريا جديد)

والحاضنة أما أو غيرها أحق به أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتي. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الحضانة ٢٦٧/٥ زكريا)

نفقة الأولاد الصغار على الأب. (الهداية، كتاب الطلاق / باب النفقة ٤٤٤/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کو شوہر کے گھر بھیجنے کے لئے مکان نام کرنے کی شرط لگانا

سوال (۶۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں محمد رضوان اور میری بیوی میں بول چال ہوئی، اس سے پہلے بھی معمولی معمولی اختلاف ہوتا رہتا تھا، کبھی میں غلطی پر ہوتا اور کبھی بیوی غلطی پر ہوتی، اس مرتبہ ایسا ہوا کہ جب ہم میں اختلاف ہوا تو میں نے اپنے سسر کو فون کیا کہ اپنی لڑکی کو لے جاؤ اور میں نے ان کو گالی بک دی، وہ لوگ آئے اور لڑکی کو لے کر چلے گئے، بعد میں مجھے اپنی غلطی کا بے حد افسوس ہوا، میری طرف سے والد صاحب اور ایک عالم دین سسر صاحب کے پاس گئے، سمجھایا کہ لڑکی کو بھیج دیا جائے، آئندہ ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا، انہوں نے بھیجنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ میں کچھ لوگوں کو جمع کروں گا تب لڑکی کو بھیجوں گا؛ چنانچہ چند دن بعد لوگوں کو جمع کیا، میں نے سب لوگوں کے سامنے اپنی غلطی کی معافی مانگ لی، پھر سسر صاحب نے بھیجنے کی یہ شرط لگائی کہ لڑکی کے نام اپنے دونوں مکانوں میں سے آدھا آدھا حصہ رجسٹری کر دو ورنہ ہم نہیں بھیجیں گے، اپنی لڑکی کا فیصلہ کر لیں گے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا سسر صاحب کی یہ شرط لگانی شریعت کی روشنی میں جائز ہے یا ناجائز ہے؟ جب کہ لڑکی کے نان ونفقہ میں کوئی پریشانی نہیں ہے، الحمد گھر میں ہر طرح کی سہولیات موجود ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں شوہر محمد رضوان جبکہ اپنی غلطی

کی معافی مانگ رہا ہے تو مزید بات آگے نہ بڑھاتے ہوئے اُسے معاف کردینا چاہئے اور اس سے یہ وعدہ لے لینا چاہئے کہ آئندہ کوئی نامناسب عمل اس کی طرف سے نہ ہوگا اور سسر صاحب کی طرف سے لڑکی کو شوہر کے گھر واپس بھیجنے کے لئے دونوں مکانوں میں سے آدھے آدھے حصہ کی رجسٹری کی شرط لگانا زیادتی کی بات ہے، اس کا ماننا شوہر پر لازم نہیں ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ...... ومن اعتذر إلى أخيه المسلم من شيء بلغه عنه فلم يقبل عذره لم يرد علي الحوض. (المعجم الأوسط ٢٤١/٦ رقم: ٦٢٩٥ دار الحرمين القاهرة)

أخذ أهل المرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يسترده (الدر المختار) أي بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئًا، فللزوج أن يسترده لأنه رشوة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير ٣٠٧/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

بیوی کا شوہر سے کہنا ''یا تو داڑھی کٹوا، یا طلاق دے''

سوال (۶۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیوی شوہر سے کہتی ہے کہ ''یا تو داڑھی کٹوالو یا مجھے طلاق دیدو'' تو شوہر کو کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مردوں کے لئے ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور بیوی کے مطالبے پر داڑھی کٹانے کی ہرگز اجازت نہیں، شوہر کو چاہئے کہ وہ حسن تدبیر اور حکمت عملی سے بیوی کی دینی ذہن سازی کی کوشش کرے تاکہ وہ ایسے مطالبہ سے باز آجائے اور اس طرح کا مطالبہ کرنے والی بیوی کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة في معصية إنما الطاعة في المعروف، متفق عليه. (مشكاة المصابيح / كتاب الأمارة والقضاء ص: ۳۱۹، صحيح البخاري، كتاب أخبار الآحاد / باب ما جاء في إجازة خبر الواحد الخ رقم: ۲۷۵۷)

لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة. (الدر المختار على رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ۶۱۱/۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی شدہ عورت کا اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا

سوال (۶۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی شدہ عورت کا اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا کیسا ہے؟ آج کل واٹس ایپ پر ایک میسج گشت کر رہا ہے کہ عورتوں کو اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام نہیں لگانا چاہئے ورنہ انتساب الی غیر الاب لازم آئے گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شادی شدہ عورت کا اپنے آپ کو بیوی ہونے کی حیثیت سے اپنے شوہر کی طرف منسوب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور حدیث کی ممانعت اس صورت کے ساتھ خاص ہے؛ جب کہ آدمی اپنے حقیقی باپ کو چھوڑ کر دوسرے شخص کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرے اور یہاں کوئی ایسی بات نہیں پائی جا رہی ہے؛ بلکہ شوہر کی طرف نسبت محض تعارف کے لئے ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ایک روایت میں وارد ہے کہ دو عورتیں ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے پیغمبر علیہ السلام کے دروازہ پر حاضر ہوئیں جن میں سے ایک کا نام زینب تھا، خادم نے اندر خبر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ کون سی زینب ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ وہ زینب ہے جو عبد اللہ بن مسعود کی زوجہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کی

طرف زوجیت کی نسبت میں شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں اور سوال میں ''واٹس ایپ'' کے جس میسیج کا حوالہ ہے وہ بے دلیل ہے اور اس میں انتساب الی غیر الاب سے استدلال بے جوڑ ہے۔

عن زينب امرأة عبد الله بمثله سواء قالت: كنت في المسجد فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم فقال: تصدقن ولو من حليكن وكانت زينب تنفق على عبد الله وأيتام في حجرها فقالت لعبد الله سل رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيجزئ عني أن أنفق عليك وعلى أيتام في حجري من الصدقة فقال: سلي أنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فانطلقت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجدت امرأة من الأنصار على الباب حاجتها مثل حاجتي فمر علينا بلال فقلنا: سل النبي صلى الله عليه وسلم: أيجزئ عني أن أنفق على زوجي وأيتام لي في حجري؟ وقلنا لا تخبر بنا فدخل فسأله فقال من هما قال: زينب فقال أي الزيانب؟ قال امرأة عبد الله قال نعم لها أجران، أجر القرابة وأجر الصدقة. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر ١٩٨/١ رقم: ١٤٦٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیوی شوہر سے حق زوجیت کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

سوال (٦٥٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا زید کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی ہندہ سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اس کا حق زوجیت اَدا کرے؟ اور کیا ہندہ کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شوہر زید سے مطالبہ کرے کہ وہ اُس کا حق زوجیت ادا کرے اور اس کے ساتھ رہے؟ کیا وہ اپنے اس مطالبہ میں حق بجانب ہوگی؟

جو حضرات کاروبار یا دیگر وجوہات سے چار ماہ سال بھر غیر ممالک میں بیوی سے دور

رہتے ہیں، کیا شریعت بیوی سے اتنی دوری کی اجازت دیتی ہے؟ اس میں بیوی کے حقوق کی پامالی تو نہیں؟ اس دوران بیوی سے لغزش کا ذمہ دار کون ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نکاح کا اہم مقصد عفت و پاک دامنی اور شرم گاہ کی حفاظت ہے۔ بریں بنا زوجین میں سے ہر ایک کو حق زوجیت کے مطالبہ کا حق ہے۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے بیوی کی رضامندی کے بغیر چار مہینے سے زیادہ بیوی سے الگ رہنا یا پردیس میں رہنا درست نہیں ہے، اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ بیوی کے حقوق کی پامالی کرنے والا ہے؛ البتہ اگر بیوی بخوشی اجازت دے تو اس کی گنجائش ہوگی۔

قال عبد اللّٰہ کنا مع النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم شبابًا لا نجد شیئًا فقال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا معشر الشباب من استطاع الباءۃ فلیتزوج؛ فإنہ أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم؛ فإنہ لہ وجاء. (صحیح البخاري، کتاب النکاح / باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم ۷۵۸/۲ رقم: ۵۰۶۶)

واعلم أن ترک جماعہا مطلقًا لا یحل لہ، صرح أصحابنا بأن جماعہا أحیانًا واجب دیانۃ، ویجب أن لا یبلغ بہ مدۃ الإیلاء إلا برضاہا وطیب نفسہا بہ. (رد المحتار، کتاب النکاح / باب القسم ۳۷۹/۴ زکریا، فتح القدیر ۹۳/۴)

قولہ: ولا یبلغ مدۃ الإیلاء إلا برضاہا في الشامیۃ: ویؤید ذاک أن عمرؓ لما سمع في اللیل امرأۃ تقول:

فواللّٰہ لو لا اللّٰہ تخشی عواقبہ

لزحزح من ہذا السریر جوانبہ

فسأل عنہا؛ فإذا زوجہا في الجہاد، فسأل بنتہ حفصۃ کم تصبر المرأۃ عن الرجل؟ فقالت أربعۃ أشہر فأمر أمراء الأجناد أن لا یتخلف المتزوج عن

أهله أكثر منها. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب القسم ٣٨٠/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت اگر جماع پر قدرت نہ دے تو خلوت کا کیا حکم ہے؟

سوال (۶۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا نکاح ہوا؛ لیکن شبِ زفاف میں بوقتِ خلوت عورت نے اپنے آپ پر قابو نہیں دیا، مرد نے کوشش کی؛ لیکن عورت نے انکار کر دیا، تو ۱۵-۲۰/منٹ بعد شوہر کمرہ سے باہر چلا گیا، اَب پوچھنا یہ ہے کہ اِس خلوت کو صحیح سمجھا جائے گا یا فاسدہ؟ بصورتِ طلاق مہر لازم کریں گے یا نہیں؟ اور اگر مہر اَدا کر دی ہو تو واپس لی جا سکتی ہے یا نہیں؟

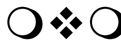
باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر کوئی شرعی یا طبعی مانع نہ پایا گیا ہو اور عورت نے خلوت میں بلا وجہ جماع پر قدرت نہ دی ہو، تو بھی یہ خلوتِ صحیحہ ہوگی؛ لہٰذا مقررہ مہر اور عدت دونوں لازم ہیں۔

والخلوة مبتدأ خبره، قوله: الآتي كالوطء بلا مانع حسي، هي كمرض لأحدهما يمنع الوطء وطبعي كوجود ثالث عاقل الخ ......، و شرعي الخ. (الدر المختار، كتاب النكاح / باب المهر ٢٤٩/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



رسوماتِ نکاح

شادی سے ایک دو دن پہلے اصلاحی بیان کرانا

سوال (۶۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کے موقع پر شادی سے ایک روز قبل ایک دینی پروگرام ہوتا ہے کسی عالم دین یا اہل علم کو بلاکر بیان کرایا جاتا ہے، اسی پروگرام کو لوگ دیہات میں میلاد سے تعبیر کرتے ہیں، اس پروگرام کی کیا حیثیت ہے اور کیا حکم ہے؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- شادی وغیرہ کے موقع پر دینی واصلاحی پروگرام منعقد کرنا اور معتبر علماء کے ذریعہ سنت اور سیرت کے موضوع پر بنایات کرانا فی نفسہٖ بہتر ہے؛ لیکن اس کو میلاد کا نام نہ دیا جائے؛ کیوں کہ مروجہ میلاد میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں، اس سے اشتباہ نہیں ہونا چاہئے۔

عن أبي وائل قال: كان عبد الله بن مسعود يذكر كل خميس. (المسند للإمام أحمد ۴۳۸/۷ رقم: ۴۴۳۹ مؤسسة الرسالة)

الاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليًا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم. (إمداد الفتاویٰ، کتاب العقائد والکلام / استفتاء بعض علماء مصر متعلق بعض مسائل اختلافیہ از: حضرات دیوبند ۱۲/۶ قدیم زکریا)

لأن القول والعمل لا تقبل ما لم توافق السنة. (إرشاد الطالبين: ۲۸ بحوالة: فتاویٰ قاسمیه ۲۰٤/۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۶/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

کیا صفر کے مہینے میں نکاح نہیں ہوسکتا؟

سوال (٦٥٩):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ماہِ صفر میں نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا کسی روایت میں ماہِ صفر میں نکاح کرنے کی ممانعت آئی ہے، براہِ کرم حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر مشکور ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- صفر کے مہینے میں نکاح کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، قرآن وحدیث میں کہیں بھی اس مہینہ یا کسی بھی مہینے میں نکاح کی ممانعت مذکور نہیں ہے؛ لہٰذا صفر کے مہینے کو منحوس سمجھ کر اس میں نکاح نہ کرنا محض جہالت ہے، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں، ایسی بدعقیدگی پر نکیر ضروری ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا عدو ولا هامة ولا صفر. (مشكاة المصابيح ص: ۳۹۱، صحيح مسلم ۲۳۰/۲ رقم: ۲۲۲۰)

وقيل في الصفر قول آخر وهو أن المراد به شهر صفر، وذلك أن العرب كانت تحرم صفر وتستحل المحرم كما تقدم في كتاب الحج، فجاء الإسلام برد ما كانوا يفعلونه من ذلك، فلذلك قال صلى الله عليه وسلم: لا صفر. (فتح الباري ۱۷۱/۱۰ دار المعرفة بيروت)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:

من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو ردٌ. (صحيح البخاري، كتاب الصلح / باب إذا اصطلحوا علىٰ صلح جور فالصلح مردود ۳۷۱/۱ رقم: ۲٦۹۷، صحيح مسلم، كتاب الأقضية / باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور ۷۷/۲ رقم: ۱۷۱۸، سنن أبي داؤد، كتاب السنة / باب في لزوم السنة ٦۳٥/۲ رقم: ٤٦۰٦)

قال القاري: من أحدث في الإسلام رأيًا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي ملفوظ أو مستنبطٌ فهو مردود عليه. (مرقاة المفاتيح ۲۱٥/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۵/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی والوں کے یہاں کھانے پر ایک حدیث سے استدلال

سوال (۲٦۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث: **عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: كانت فاطمة تذكر لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وفي الحديث: - بطوله - ثم دعا بلالًا فقال: يا بلال! إني زوجت ابنتي ابن عمي وأنا أحب أن يكون من سنة أمتي إطعام الطعام عند النكاح.** (المصنف لابن عبد الرزاق ٤۸۷/٥ رقم: ۹۷۸۳)

دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ کیا مذکورہ حدیث سے بارات کے کھانے کا ثبوت ہوتا ہے؟ اور اگر نہیں ہوتا تو پھر اِس حدیث کی وضاحت فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- سوال میں مذکور روایت حد درجہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے، اِس میں ایک راوی ''یحییٰ بن العلاء'' کذاب اور متروک ہے؛ لہٰذا اِس روایت سے لڑکی والوں کے یہاں دعوت کی سنت یا استحباب کا ثبوت نہیں ہوسکتا؛ البتہ اگر کوئی دباؤ اور مانع

شرعی نہ ہوتو جس طرح دیگر دعوتیں مباح ہیں، اِسی طرح یہ دعوت بھی محض مباح کے درجہ میں ہوگی، ولیمہ کی طرح اسے مسنون قرار نہیں دیا جائے گا۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ قاسمیہ ۱۵/۵۶۱-۵۶۵ ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۳/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح میں لڑکی والوں کے اصرار پر اُن کے یہاں کھانا کھانا

سوال (۶۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا نکاح میں دولہن کے یہاں کھانا درست ہے؟ اگر وہ لوگ اِصرار کرتے ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- لڑکی والوں کے یہاں کھانے کی دعوت مباح ہے؛ البتہ ولیمہ کی طرح مسنون نہیں ہے۔ (مستفاد: انوار نبوت: ۶۷۵)

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من دُعي إلی عرس أو نحوہ فلیجب. (صحیح مسلم، کتاب النکاح / باب المہر بإجابۃ الداعي إلی دعوۃ ۱/۴۶۲ رقم: ۱۴۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکرات والی شادی میں سنت کے مطابق کھانا کھانا

سوال (۶۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عالم صاحب نے اپنے بیان میں فرمایا کہ جہاں شادیوں میں کھڑے ہوکر کھانا کھایا جائے اور وہاں عورتیں بے پردہ پھر رہی ہوں، تو وہاں بیٹھ کر کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ دوسرے عالم صاحب نے اِرشاد فرمایا کہ جہاں اللہ کے نبی کی سنت ختم ہورہی ہو، وہاں جا کر سنت کو زندہ

کرو اور سنت زندہ عمل کرنے سے ہوگی، چاہے وہ بیاہ شادی ہو یا اور کوئی تقریب۔ دونوں عالموں نے یہ بات حدیث سے اپنے اپنے بیان میں بتائی، ہمیں اُنہوں نے حدیث کا صفحہ نمبر نہیں بتایا، اب ہم دونوں عالموں میں سے کس کی بات پر عمل کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس تقریب میں برملا منکرات انجام دئے جائیں اُس میں خاص طور پر علماء اور مقتداء حضرات کو کسی طرح بھی شرکت کرنا درست نہیں ہے؛ اِس لئے کہ ایسے حضرات اگر وہاں جاکر اگرچہ سنت کے مطابق بیٹھ کر بھی کھانا کھائیں گے، پھر بھی اُن کی شرکت کی وجہ سے غلط طریقوں کی تائید ہوگی۔ اِس پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے جن عالم صاحب نے ایسی تقریبات میں شرکت نہ کرنے کی بات کہی ہے، وہی درست ہے۔

وهذا إذا لم يكن مقتدىً به، فإن كان ولم يقدر على منعهم يخرج ولا يقعد لأن في ذلك شَينُ الدين وفتح باب المعصية على المسلمين. (الهداية / كتاب الكراهية ٤/٤٥٥ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۸/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈی جے باجے ناچ گانے کے ساتھ بارات لے جانا

سوال (۶۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس بارات میں باجا بھانگڑا، ڈی جے، ناچ گانا ہوتا ہوا جارہا ہو، اللہ کے پیارے نبی کی مخالفت اور شیطان کی ہمت افزائی مانی جائے گی یا نہیں؟ دونوں میں حرام سمجھنا کس کا مانا جائے گا روکنے والوں کا یا کرنے والوں کا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - جس بارات میں باجہ بھانگڑا وغیرہ پایا جائے اس

سے یقیناً اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت لازم آتی ہے اور ایسی باتوں سے خود بچنا اور حتی الامکان دوسروں کو بچانا اور اس پر نکیر کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور جو نکیر کرنے کے باوجود ان باتوں سے نہ بچے وہ نہ صرف یہ کہ نکیر کرنے والے کی مخالفت کر رہا ہے بلکہ شریعت محمدیہ اور اللہ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والا ہے، اس کو اپنے برے عمل سے باز آنا لازم ہے۔

قال رحمه الله: السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام لا يجوز القصد إليه والجلوس عليه وهو الغناء والمزامير سواء. (الفتاویٰ الهندية ۳۵۲/۵)

قال أبو سعيد الخدري رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان الخ رقم: ٤٩، سنن الترمذي، أبواب الفتن / باب ما جاء في تغيير المنكر باليد أو باللسان الخ رقم: ۲۱۷۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

پھولوں سے دولہے کی گاڑی کو سجانا

سوال (۶۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل شادی وغیرہ میں دولہا کی گاڑی کو پھولوں سے سجایا جاتا ہے جس میں ہزاروں روپئے خرچ ہوتے ہیں، ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - شادی میں نوشہ کی کار کو سجانا کوئی پسندیدہ عمل نہیں

ہے، اس لئے اس کی سجاوٹ سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ متحقق نہیں ہوتا، یہ صرف وقتی زینت ہے اور مال کا بے جا استعمال ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

عن المغيرة بن شعبة رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه حرم عليكم عقوق الأمهات – إلىٰ قولهٖ – وكثرة السوال وإضاعة المال. (صحيح البخاري ۱/ ۲۰۰ رقم: ۱٤٥٥ ف: ۱٤۷۷)

والتبذير إنفاق المال في غير حقه ولا تبذير في عمل الخير، وهذا قول الجمهور. (تفسير قرطبي [سورة الإسراء: ۲٦] ۱۰/ ۲٤۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

نکاح سے پہلے لڑکی کو جوڑا وغیرہ دینے کا حکم

سوال (٦٦٥):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ابوالہاشم میرا رشتہ کسی لڑکی سے طے ہوا ہے، ایک سال کے بعد نکاح اور رخصتی ہوگی اَب میرے گھر والے لڑکی کو جوڑا، انگوٹھی اور کچھ زیورات پہنانا چاہتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ لڑکے والے بخوشی یہ سامان لڑکی کو دینا چاہتے ہیں، جب کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ لڑکی ابھی اُس لڑکے کے لئے نامحرم ہے، تو یہ سامان دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- رشتہ کو پختہ کرنے کے لئے اور طرفین میں محبت وتعلق میں اِضافہ کی غرض سے لڑکے کے گھر والوں کی طرف سے مخطوطہ لڑکی کو یا لڑکی کے گھر والوں کی طرف سے خاطب لڑکے کو کوئی سامان دینا شرعاً منع نہیں ہے؛ لیکن اِس کو لازم اور ضروری نہ سمجھا جائے، اور نہ ہی ایک دوسرے سے مطالبہ کیا جائے۔ اور بعض حضرات کا یہ کہنا کہ

’’لڑکی نامحرم ہے اِس لئے اسے سامان دینا جائز نہیں‘‘ یہ بات بے محل ہے؛ اِس لئے کہ ہدیہ کے لین دین میں محرم ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۱۲/۶۲۳)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تهادوا تحابوا. (السنن الكبرى للبيهقي ٦/ ٢٨٠ رقم: ١١٩٤٦ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي المحيط: الرشوة على أنواع: نوع منها أن يهدي الرجل إلى رجل مالًا لابتغاء التودد والتحبب وهذا حلال من جانب المهدي والمهدى إليه قلت: وفي الباب قوله صلى اللّٰه عليه وسلم: تهادوا تحابوا. (تفسير مظهري / سورة المائدة، تحت قوله تعالىٰ: ﴿اكالون للسحت﴾ ٣/ ١٤٥ زكريا)

قلت: ومن ذلك ما يبعثه إليها قبل الزفاف في الأعياد والمواسم من نحو ثياب وحلي، وكذا ما يعطيها من ذلك ...... فإن كل ذلك تعورف في زماننا كونه هدية لا من المهر. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٤/ ٣٠٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۴/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شادی کے موقع پر بھات اور نیوتہ لینا دینا

سوال (۶۶۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے موقع پر ماموں یا نانی کے یہاں سے جو پیسہ یا سامان آتے ہیں، جس کو عرف میں بھات کہتے ہیں، اُس کا لینا کیسا ہے اور نیوتہ لینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- رسم کے طور پر ننیہال والوں سے شادی کے موقع پر ’’بھات‘‘ کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔ اِسی طرح اِس نیت سے نیوتہ دینا کہ بعد میں اس کا بدلہ ہمیں ملے گا یہ بھی درست نہیں؛ البتہ کوئی رشتہ دار خوش دلی سے بلا کسی دباؤ کے محض تعلق کی بنا

پر کوئی ہدیہ دے تو اِس میں حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ قاسمیہ ۲۲۰/۳)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث طويل: ...... لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه.

(مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ٢٧/٣ رقم: ٢٨٨٥ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥ دار الفكر بيروت قديم، شعب الإيمان للبيهقي / باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

وإن كان العرف خلاف ذلك بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة ولا ينظرون في ذلك إلى إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة في سائر أحكامه الخ.

(رد المحتار / كتاب الهبة ٥٠١/٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

لڑکی کی شادی میں نیوتہ میں زکوٰۃ کا پیسہ دینا

سوال (٦٦٧):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی لڑکی کی شادی میں نیوتہ میں زکوٰۃ کا پیسہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر دے سکتے ہیں تو اس کے عوض اسی شادی کا کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب دیں مہربانی ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - لڑکی کے نیوتہ میں زکوٰۃ کا پیسہ نہیں دینا چاہئے؛ کیوں کہ اگرچہ لڑکی والے غریب ہوں؛ لیکن بہت ممکن ہے کہ نیوتہ میں جمع شدہ رقم کی مقدار نصاب سے زیادہ ہوجائے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں ضرور شک وشبہ پیدا ہوجائے گا، البتہ نفس مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی غریب مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کے پیسہ سے امداد دی اور پھر اس

نے اپنی طرف سے کھانا وغیرہ کھلایا تو یہ کھانا دینے والے کے لئے جائز اور درست ہے۔

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابا، أي مال كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضًا للتجارة أو لغير التجارة فاضلا عن حاجته في جميع السنة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / الباب السادس في المصارف ۱۸۹/۱ زكريا قديم، كذا في الدر المختار مع رد ا لمحتار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۲۹۵/۳ زكريا)

مصرف الزكاة .... هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب المصارف ۲۸٤/۳ زكريا)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: أتى النبي صلى الله عليه وسلم بلحم فقيل: تصدق على بريرة قال: هو لها صدقة ولنا هدية. (صحيح البخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها / باب قبول الهدية ۳۵۰/۱ رقم: ۲۵۷۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۴/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے وقت کلمہ خوانی، سلام اور تین مرتبہ قبول کروانا

سوال (٦٦٨):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں (نصرت پور عرف بانڈی گاؤں شاہجہاں پور) کے ایک عالم نے اپنے صاحبزادے کا نکاح سنت کے مطابق پڑھانے اور بیان کروانے کے لئے ایک مشہور عالم کو مدعو کیا، واضح رہے کہ ہمارا پورا گاؤں اہل سنت والجماعت علماء دیوبند سے تعلق رکھتا ہے، نیز گاؤں میں تقریباً چالیس حفاظ، تین عالم اور ایک مفتی ہیں جو دارالعلوم کے فضلاء ہیں، سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق بھی رکھتے ہیں۔

اَب تفصیل طلب سوال یہ ہے کہ اس نکاح کی محفل میں سنت کے مطابق نکاح پڑھائے

جانے کا کئی مرتبہ اعلان کیا جاچکا تھا اور نکاح پڑھانے میں کئی عمل ایسے پائے گئے جن کے بارے میں سوال یہ ہے کہ سنت ہیں یا نہیں؟

(۱) لڑکی کے والد نے اپنی لڑکی کی اجازت سے نکاح پڑھانے کی اِجازت دی (جامع مسجد میں ۵۰۰/ آدمیوں کی موجودگی میں بعد نماز جمعہ) اُس کے باوجود مولانا صاحب نے دو گواہوں کے ساتھ لڑکی کے والد کو اجازت کے لئے بھیجا۔

(۲) مولانا صاحب نے کہا کہ تجدید ایمان کرلیجئے، کہیں کفر نہ ہوگیا ہو، اور ساتوں کلمے پڑھائے۔

(۳) تین مرتبہ نکاح قبول کروایا، نیز عربی کے مختلف الفاظ "**زوجت، رضیت، نکحت، قبلت**" کہلوائے۔

(۴) نکاح پڑھانے کے بعد مولانا نے لڑکے سے کھڑے ہوکر سلام کروایا۔

اَب سوال یہ ہے کہ نکاح پڑھانے کا یہ طریقہ سنت ہے یا نہیں؟ نیز اگر نکاح پڑھانے والا عالم ہو تو اُس کے لئے سنت طریقہ کچھ اور ہے یا جو سنت طریقہ سب کے لئے وہی ہے۔

حضرت والا سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحت سوال عالم صاحب مذکورہ کا نکاح کے وقت مذکورہ بالا اُمور کا التزام بے اصل ہے، خود ولی یا وکیل کا لڑکی سے اجازت لینا کافی ہے، اِس میں گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں۔ اِسی طرح مسلمان شخص سے عین نکاح کی مجلس میں کلمے پڑھوانا بھی ثابت نہیں ہے اور ایک مرتبہ قبول کرنا کافی ہے، خواہ کسی زبان میں ہو اور نکاح کے بعد لڑکے کی طرف سے سلام کرنے کو بھی ضروری نہ سمجھا جائے وہ خود کسی ملنے والے سے سلام کرلے تو حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۶۱۰-۶۱۱ ڈابھیل)

یصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضرہ الشھود. (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب

النكاح / الباب السادس في الوكالة بالنكاح ٢٩٥/١ زكريا)

وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار / كتاب النكاح ٦٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے بعد نوشہ کا مائک پر سلام کرنا

سوال (٦٦٩):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقے میں یہ عمومی رواج ہو چکا ہے کہ نکاح کی مجلس کے اختتام پر نوشہ مائک میں زور سے سبھی حضرات کو ''السلام علیکم'' کرتا ہے اور اگر کوئی نوشہ مجلس نکاح کے آخر میں سلام نہ کرے تو اسے کچھ نہ کچھ درجہ معیوب سمجھا جاتا ہے تو لہٰذا سوال یہ ہے کہ نکاح کی مجلس کے آخر میں نوشہ کا مجلس والوں کو سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی نہ کرے تو کیا وہ معیوب ہوگا، جو بھی حکم ہو وضاحت کے ساتھ مدلل جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مجلس کے اختتام پر نوشہ کا آس پاس کے لوگوں سے سلام کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن باقاعدہ مائک پر زور سے سلام کرنا اور اس کو اتنا ضروری قرار دینا کہ اگر اِس طرح سلام نہ کرے تو معیوب سمجھا جائے تو یہ التزام بے اصل اور قابل ترک ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا انتهى أحدكم إلى مجلس فليسلم فإن بدا له أن يجلس فليحسن، ثم إذا قام فليسلم فليست الأولىٰ بأحق من الآخرة. (سنن الترمذي، أبواب الإستيذان والآداب / باب ما جاء في التسليم عند القيام والقعود ١٠٠/٢ رقم: ٢٧٠٦)

من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة / باب الدعاء عند التشهد ٢٦/٣ تحت رقم: ٩٤٦ دار الكتب العلمية بيروت)

كل مباح يؤدى إلى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه. (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية / مسائل شتى من الحظر والإباحة ٣٣٣/٢ دار المعرفة بيروت)

فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها. (سباحة الفكر مع مجموعة الرسائل الست: ٧٢، فتح الباري ٦٠٩/٢ بيروت، مرقاة المفاتيح ١٤/٢ بحواله فتاوىٰ محموديه ٣٠١/١١ ميرٹھ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۴/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دولہے کا سلامی کے لئے سسرال جانا

سوال (٦٧٠):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے بعد سلامی کے لئے سسرال جانا صحیح یا نہیں؟ اِسی طرح بعد میں سلامی کا سامان لینا کیسا ہے؟ اس مسئلہ کا جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سلامی کی مروجہ رسم جس میں دولہا کو گھر میں نامحرم عورتوں کے درمیان بلاکر اُس سے ہنسی مذاق کرتے ہوئے طوفانِ بدتمیزی مچایا جاتا ہے، اِس کی شرعاً ہرگز اِجازت نہیں ہے، یہ سراسر بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے؛ البتہ رسم ومنکرات سے بچتے ہوئے اگر دولہا اپنی محارم عورتوں سے ملے، تو شرعاً اِس میں حرج نہیں۔ اِسی طرح اگر سسرال والوں کی طرف سے بلامطالبہ اظہارِ تعلق کے طور پر شوہر کو کوئی تحفہ دیا جائے تو اُس کو لینے

کی بھی شرعاً گنجائش ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۰]

عن عقبة ابن عامر رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إياكم والدخول على النساء. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب: لا يخلون رجل بامرأة ۷۸۷/۲ رقم: ۵۲۳۲)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم في حديث طويل: ...... ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۱۱۸/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ۲۷/۳ رقم: ۲۸۸۵ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/٤ رقم: ۵٤۹۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نکاح کے موقع پر مسجد کے لئے جبراً رقم لینا؟

سوال (۱۷٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاؤں میں وہاں کے عوام نے یہ طے کیا کہ کسی کے گھر شادی ہوگی تو اُسے (جس کے گھر شادی ہے) مسجد میں ۱۰/ ہزار روپئے دینے ہوں گے جب کہ اُس نے گاؤں میں دعوت بھی دی ہو، اور دعوت نہ دینے کی صورت میں مسجد میں ۲۰/ ہزار روپئے دینے ہوں گے، اس میں غریب ومال دار سب برابر ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآنِ کریم اور اَحادیث طیبہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- مسئولہ صورت میں شرط لگا کر گاؤں کی ہر شادی پر مسجد کے لئے متعینہ رقم جمع کرنے کا طریقہ شرعاً درست نہیں ہے، اِس جبریہ رسم کو ختم کرنے کی ضرورت ہے؛ تاہم اگر کوئی شخص جبر کے بغیر اپنی خوشی سے مسجد کا تعاون کرے تو اِس کی گنجائش ہوگی۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث طويل: ...... **ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه.** (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ٢٧/٣ رقم: ٢٨٨٥ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (رد المحتار، كتاب الحدود/ باب التعزير، مطلب في التعزير ١٠٦/٦ كراچی، شرح المجلة لسليم رست باز ٦٢ رقم المادة: ٩٧ كوئٹه، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحدود/ فصل في التعزير ١٦٧/٢ قديم زكريا، البحر الرائق/ كتاب الحدود، فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نکاح خوانی کے ۱۵۱/سو روپئے لے کر ۵۱/سو اِمام صاحب کو اور باقی مسجد میں دینا

سوال (٦٧٢):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تمام بستی والوں کے مشورے سے میرے گاؤں میں ایک کمیٹی بنی ہے، کمیٹی کے صدر کو اختیار دیا ہے کہ بستی میں جہاں بھی نکاح ہو، کمیٹی کے صدر ہی کی اجازت سے کوئی نکاح پڑھائے

گا اور کمیٹی والوں نے نکاح خوانی کی اُجرت اکیاون سو روپئے متعین کر رکھا ہے، کمیٹی والے جن سے نکاح پڑھواتے ہیں (خواہ وہ اِمام ہو یا کوئی عالم دین) انہیں صرف پانچ سو روپئے دیتے ہیں، اور باقی رقم کو وہ مسجد یا مدرسہ کے مدرسین پر خرچ کرتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا کمیٹی والوں کا یہ عمل شریعت کے رو سے صحیح ہے؟ اور کیا اس رقم کو مسجد یا مدرسہ کے مدرسین پر خرچ کرنا جائز ہے؟ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نکاح خوانی کی اُجرت کا حق نکاح پڑھانے والوں کو ہے اور فریقین میں آپسی رضامندی سے جو اُجرت کی مقدار طے ہو جائے، اس کا لین دین درست ہے، کمیٹی کی طرف سے جبراً کسی متعینہ مقدار کو وصول کرنا صحیح نہیں ہے، کمیٹی کو اگر چندہ کی ضرورت ہے تو وہ صرف ترغیب دے سکتی ہے، زبردستی نہیں کر سکتی۔ اسی طرح نکاح خواں پر بھی نکاح کے لئے کمیٹی سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛ لہٰذا مذکورہ ضابطہ کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في حديث طويل: ...... ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال إمرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، سنن الدار قطني / كتاب البيوع ٢٧/٣ رقم: ٢٨٨٥ مكتبة دار الإيمان سهارنفور، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۲/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر نکاح کے بعد ولیمہ نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال (۶۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر نکاح کے بعد ولیمہ نہیں کیا گیا تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نکاح حسبِ شرائط ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے اور اُس کی صحت ولیمہ پر موقوف نہیں ہے؛ تاہم نعمت نکاح کے شکرانے کے طور پر رخصتی کے بعد ولیمہ کرنا مسنون ہے اور اس میں لمبی چوڑی دعوت ضروری نہیں ہے؛ بلکہ حسبِ حیثیت جو بھی وقت پر میسر ہو وہ حاضرین کو پیش کردیا جائے، اس سے بھی ولیمہ کی سنت ادا ہوجاتی ہے؛ لہٰذا بلاوجہ اِس سنت سے اپنے کو محروم نہیں کرنا چاہئے۔

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: ...... فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: أولم ولو بشاة. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب الوليمة ولو بشاة ۷۷۷/۲ رقم: ۵۱۶۷)

عن أنس رضي اللّٰه عنه تزوج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم صفية، وجعل عتقها صداقها، وجعل الوليمة ثلاثة أيام، وبسط نطعا جاء ت به أم سليم، وألقى عليه أقطا وتمرًا، وأطعم الناس ثلاثة أيام. (المسند لأبي يعلى الموصلي ۴۴۶/۶ رقم: ۳۸۳۴ دار الثقافة العربية دمشق)

عن ابن شهاب قال: أخبرني أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه أنه كان ابن عشر سنين مقدم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم المدينة ...... وكان أول ما أنزل في مبتنى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بزينب بنت جحش أصبح النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بها عروسًا، فدعا القوم فأصابوا من الطعام ثم خرجوا، وبقي رهط منهم عند النبي صلى اللّٰه عليه وسلم الخ. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب الوليمة حق ۷۷۶/۲ رقم: ۴۹۷۲، ف: ۵۱۶۶)

ولا بأس بأن يدعو يومئذ من الغد وبعد الغد، ثم ينقطع العرس والوليمة، كذا في الظهرية. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ۳۴۳/۵ زكريا)

وحديث أنس في هذا الباب صريح في أنها أي الوليمة بعد الدخول، لقوله فيه: **أصبح عروسًا بزينب فدعا القوم.** (إعلاء السنن، كتاب النكاح / باب استحباب الوليمة وكون وقته بعد الدخول ١١/١١ إدارة القرآن كراچی)

يجوز أن يؤلم بعد النكاح أو بعد الرخصة أو بعد أن يبنى بها، والثالث: هو الأولىٰ. (بذل المجهود ٤٧١/١١ تحت رقم: ٣٧٤٣)

قيل: إنها تكون بعد الدخول. وقيل: عند العقد. وقيل: عندهما واستحب أصحاب مالك أن تكون سبعة أيام. والمختار أنه على قدر حال الزوج. (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب الوليمة، نكاح أم المؤمنين زينب ٢٥٠/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۵/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

نکاح کے بعد ولیمہ نہیں ہوسکا

سوال (۶۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نکاح کے بعد ولیمہ نہیں کیا گیا تو اُس کا کیا حکم ہے؟ صاحبِ استطاعت ہو یا نہ ہو، دونوں کا حکم واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- نکاح میں ولیمہ مسنون ہے، اور جو شخص جتنی استطاعت رکھے، اُسی اعتبار سے ولیمہ کرسکتا ہے، اِس کے لئے باقاعدہ قورمہ روٹی وغیرہ کی قیمتی دعوت ضروری نہیں ہے؛ بلکہ بروقت جس چیز کی سہولت میسر ہو، اُس کے ذریعہ بھی ولیمہ ہوسکتا ہے؛ لہٰذا نکاح کے بعد بطور شکرانہ وتحدیثِ نعمت اپنی وسعت کے اعتبار سے ولیمہ کا اہتمام کرنا

چاہئے؛ تاہم اگر کسی نے ولیمہ نہ کیا پھر بھی اُس کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بس ایک سنت کا ترک لازم آئے گا۔

ذُکر تزویج زینب بنت جحش عند أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ فقال: ما رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أولم علی أحدٍ من نسائہ ما أولم علیہا، أو لم بشاۃٍ. (سنن أبي داؤد، کتاب الأطعمۃ / باب في استحباب الولیمۃ عند النکاح رقم: ۳۷۴۳)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ أن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم أولم علی صفیۃ بسویقٍ وتمرٍ. (سنن أبي داؤد، کتاب الأطعمۃ / باب في استحباب الولیمۃ عند النکاح رقم: ۳۷۴۴) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا نکاح والے دن کی دعوت ولیمہ کی طرف سے کافی ہوگی؟

سوال (۶۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں دستور یہ ہے کہ نکاح کے بعد لڑکے کے گھر والے اسی دن دعوت کا اہتمام کرتے ہیں، جس میں لڑکی کے مہمانوں کو بھی شریک کرتے ہیں تو کیا اس دعوت سے ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی اور انہیں اگلے دن ولیمہ کرنے کی ضرورت نہ رہے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- عقد نکاح کے بعد لڑکے کی طرف سے جب بھی نکاح کی دعوت کی جائے تو ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی، چاہے اسی دن کریں یا اگلے دن؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ خلوتِ صحیحہ کے بعد ولیمہ کیا جائے۔

يجوز أن يؤلم بعد النكاح أو بعد الرخصة أو بعد أن يبنى بها، والثالث: هو الأولىٰ. (بذل المجهود ١١/٤٧١ تحت رقم: ٣٧٤٣)

قيل: إنها تكون بعد الدخول. وقيل: عند العقد. وقيل: عندهما واستحب أصحاب مالك أن تكون سبعة أيام. والمختار أنه على قدر حال الزوج. (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب الوليمة، نكاح أم المؤمنين زينب ٦/٢٥٠ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۶/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

ولیمہ کی دعوت میں صرف تین یا چار غریب گھرانے کو بلانا

سوال (٦٧٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری بستی میں کوئی دینی ادارہ نہیں ہے، جہاں مسلم بچے بچیاں دینی تعلیم سے واقف ہو سکیں؛ جب کہ گاؤں کی صورت حال یہ ہے کہ بچے تو کیا ذی شعور بچیاں بھی بے حجابانہ طریقہ سے کالجوں میں جاتی ہیں، تو کیا ایسی صورتِ حال میں جب کہ مسلمان خوش حال ہوں، گھروں کی تعمیر، لباس، شادی وغیرہ پر کافی پیسے بہا رہے ہوں، عصری تعلیم کے حصول کا یہ طریقہ مباح ہو سکتا ہے، جب کہ عصری نظام با پردہ آسانی سے ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ مسلمان غریب اور لاچار نہیں، تو اگر اس اجتماعی گناہ کے خاتمہ کی نیت سے ولیمہ مسنونہ کی دعوت تین چار غریب گھروں کو دے دیا جائے اور جو رواج ہے بستی کو دعوت دینے کا اسے روک دیا جائے اور اس کی جگہ ادارہ کا بھرپور مالی تعاون کیا جائے، اس کی تعمیر اور تعلیمی نظام میں، تو کیا یہ کوشش بہتر ہوگی اور کیا اس طریقہ پر ولیمہ مسنونہ کی سنت ادا ہو جائے گی، جب کہ وہ اجتماعی گناہ بے حد برائیوں کو اپنے لپیٹ میں لئے ہوئے ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ بستی میں دینی ادارہ کا قیام اور نظم وانتظام کے سبھی مسلمانوں کی شرعی ذمہ داری ہے، اِس لئے اہل بستی کو ترغیب دینی چاہئے کہ وہ شادی بیاہ وغیرہ تقریبات میں فضول خرچی اور اسراف وتبذیر سے اجتناب کریں اور امدادی رقوم سے دینی ادارہ کا تعاون کریں اور ولیمہ کی سنت معمولی دعوت سے بھی ادا ہو جاتی ہے، پوری بستی اور خاندان والوں کو مدعو کرنا لازم نہیں ہے، اس لئے تقریبات میں تخفیف کرنے کا ذہن بھی بنانا چاہئے؛ لیکن اس بارے میں زیادہ سختی اور جبراً تعاون لینا درست نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿**اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ، وَکَانَ الشَّیْطَانُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا**﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

وقال تعالیٰ: ﴿**وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ**﴾ [الأعراف: ۳۱]

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ألا لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفسه منه. (السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الغصب / باب من غصب لوحًا فأدخله في سفینة الخ ۱۶۶/۶ رقم: ۱۱۵۴۵، مشکاة المصابیح/ باب الغصب والعاریة: الفصل الثاني: ۲۵۵) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

ولیمہ میں عورتوں کی شرکت

سوال (۶۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتیں ولیمہ کی دعوت میں شرکت کرسکتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے دور میں کیا وہ دعوت ولیمہ میں شرکت کرتی تھیں؟ آج کل عورتیں زیب وزینت کے ساتھ بے پردہ غیر محرم

مردوں کے تعاون سے اِس طرح کی تقریبات میں کھانا کھاتی ہیں، اِس کی کہاں تک گنجائش ہے؟ جن وجوہات کی بنیاد پر عورتوں کا مساجد ومزارات میں جانا ممنوع ہے، اُن ہی وجوہات کی وجہ سے عورتوں کو ولیمہ کی دعوت میں شرکت سے روکا جاسکتا ہے یا نہیں؟

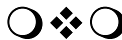
باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ولیمہ کی دعوت مسنون ہے اور اُس میں شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے پردے کے اہتمام کے ساتھ خواتین بھی شریک ہوسکتی ہیں، دورِ نبوت سے آج تک اُمت میں بلانکیر یہ سلسلہ جاری ہے؛ تاہم اِس موقع پر خواتین کو بے پردگی اور دیگر مروجہ رسومات ومنکرات سے روکنا چاہئے، اور جو خواتین شرعی حدود میں رہتے ہوئے شرکت کریں اُنہیں منع نہیں کیا جائے گا؛ کیوں کہ یہ ایک معاشرتی تقریب ہے، اس سے خواتین کو بالکل الگ نہیں کیا جاسکتا، اسے مساجد ومزارات پر قیاس نہیں کرنا چاہئے؛ کیوں کہ وہاں دیگر مفاسد کی وجہ سے ممانعت کی جاتی ہے۔

قال له – أي لعبد الرحمن بن عوف – النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: أولم ولو بشاة. (صحيح البخاري، كتاب البيوع / باب ما جاء في قول اللّٰه تعالىٰ: فاذا قضيت الصلاة ٧٧٤/٢ رقم: ٢٠٤٨)

ووليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة، وهي إذا بنى الرجل بامرأته ينبغي أن يدعوا الجيران والأقرباء والأصدقاء. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ٣٤٤/٥) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۵/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ



کتابُ الطلاق

وقوعِ طلاق کے مسائل

طلاق کا سب سے بہتر طریقہ

سوال (۶۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ واضح فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو ایسے پاکی کے زمانے میں ایک طلاق دی جائے جس میں اس سے ہمبستری نہ کی ہو، پھر عدت (تین ماہواری) گذرنے کے بعد وہ نکاح سے باہر ہوجائے گی۔ (کتاب المسائل ۵۸/۵)

فالأحسن أن یطلق الرجل امرأته تطلیقةً واحدةً في طهر لم یجامعها فیه ویترکها حتی تنقضي عدتها. (الهدایة، کتاب الطلاق / باب طلاق السنة ۳۷۳/۲ المکتبة النعیمیة دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاقِ حسن کی صورت

سوال (۶۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی (مہناز فاطمہ بنت محبوب عالم) کو طلاق دی ہر ماہ ایک طلاق دی، پاکی کی حالت میں تین مہینے میں میں نے مکمل تین طلاق دی، لفظ یہ تھے کہ ”میں نے تجھے طلاق دی“، قرآن وحدیث کی روشنی میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں جس طرح کی طلاق کا ذکر ہے وہ ’’طلاقِ حسن‘‘ کی صورت ہے، اور تین طلاق کے بعد اِزدواجی تعلق باقی نہیں رہا ہے، شریعت کا یہی حکم ہے۔

والحسن: هو طلاق السنة، وهو أن يطلق المدخول بها ثلاثًا في ثلاثة أطهار ...... **والأظهر أن يطلقها كما طهرت.** (الهداية، كتاب الطلاق / باب طلاق السنة ٢٧٤/٢ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلم معاشرہ میں کون سی طلاق کا زیادہ رواج ہے؟

سوال (۶۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آپ کے تجربہ کے پیش نظر کیا طلاقِ بائن کا رواج بھارت میں ہے؟ اور اگر ہے تو کس حد تک ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ہمارے علم کے مطابق مسلم معاشرہ میں یا تو طلاقِ رجعی دی جاتی ہے یا طلاقِ مغلظہ، صرف طلاقِ بائن کے واقعات شاذ ونادر ہی پیش آتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا طلاق کے لئے قصد واِرادہ ضروری ہے؟

سوال (۶۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بعض فقہی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص الحمد للہ کہنا چاہ رہا ہے اور زبان سے بیوی کو مخاطب کر کے غلطی سے "أنت طالق" نکل جائے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے تو سوال یہ ہے کہ جب وقوع طلاق کے لئے قصد وارادہ شرط ہے تو یہاں بلا ارادہ وقوعِ طلاق کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بیوی کو مخاطب بناتے ہوئے بغیر طلاق کا جملہ ادا کرنے سے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی؛ لیکن جب بیوی کو مخاطب بنا کر طلاق کا جملہ کہا جا رہا ہے تو اب یہ دعویٰ قضاء قبول نہیں کیا جائے گا کہ اس کا ارادہ طلاق دینے کا نہیں تھا؛ کیوں کہ نیت ایک امر باطنی ہے، اس کے اظہار کے لئے ظاہری الفاظ ہی کو نیت کا قائم مقام بنایا گیا ہے اور طلاق ان معاملات میں سے ہے جن میں مذاق کو بھی حقیقت پر محمول کیا جاتا ہے، بریں بنا بیوی کو مخاطب بنا کر اگرچہ غلطی سے طلاق دی گئی ہو پھر بھی اسے واقع قرار دیا جائے گا جیسا کہ فقہی جزئیات سے واضح ہے۔

صرحه ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتک وأنت طالق ...... ويقع بها واحدة رجعية وإن نوىٰ خلافها من البائن أو أكثر ...... أو لم ينو شيئا (الدر المختار) وتحته في الشامية: قوله أو لم ينو شيئا لما مر أن الصريح لايحتاج إلى النية ولكن لا بد في وقوعه قضاء و ديانة من قصد إضافة لفظ الطلاق إليها عالما بمعناه ولم يصرفه إلى ما يحتمله كما أفاد في الفتح. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان ٤٦١/٤ زكريا)

أو مخطئًا بأن أراد التكلم بغير الطلاق فجرىٰ على لسانه الطلاق (الدر المختار) بأن أراد أن يقول سبحان الله فجرى على لسانه أنت طالق تطلق لأنه صريح لايحتاج إلى النية. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / مطلب: في الحشيشة والأفيون والنبج ٤٤٨/٥ زكريا)

فلو طلق غافلا أو ساهيًا او مخطئا وقع (الأشباه والنظائر) وتحته في الحموي: قوله أو مخطئاً وقع، وفي شرح البخاري للعيني: إنما يصح طلاق المخطئ لأن القصد أمر باطن لايوقف عليه بل يتعلق بالسبب الظاهر الدال وهو أهلية القصد بالعقل والبلوغ. (الأشباه مع هامشه / القاعدة الأولیٰ: لا ثواب إلا بالنية ص: ۹۰-۹۱ رقم المسئلة: ۵۷ مكتبه الحرمين داكا)

حكم الصريح أنه يوجب ثبوت معناه بأي طريق كان من إخبار أو نعت أو نداء ومن حكمه أنه يستغني عن النية (أصول الشاشي) وتحته في هامش فصول الحواشي: قوله يقع الطلاق والعتق الخ، فإن قيل اللفظ قبل الإرادة لا يسمى حقيقة ولا مجازًا فينبغي أن لا يثبت حكمه في الصريح قبل الإرادة فلا يقع الطلاق فيما إذا أراد أن يقول: سبحان الله فجرى على لسانه أنت طالق قيل: الإرادة فانية هٰهنا حكما، فإن المتكلم لما تكلم بلفظ ظاهر مراده ظهورًا تامًا لا شبهة فيه أقام الشرع التكلم بمثل هذا اللفظ مقام الإرادة. (فصول الحواشي / فصل في الصريح والكناية ص: ۱۲۸ - ۱۲۹ مكتبة الحرم اردو بازار لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۶/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا طلاق کے لئے بیوی کا سامنے ہونا ضروری ہے؟

سوال (۶۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عثمان اور نسیم کی شادی ۲/اپریل ۲۰۱۶ء کو ہوئی، تقریباً پانچ سال ساتھ رہے، اس کے بعد لڑکی اپنے والد کے گھر آ گئی، اب لڑکی نے لڑکے کے پاس جانے سے انکار کردیا کہ وہ جنسی اعتبار سے کمزور ہے، اس لئے لڑکی والوں نے طلاق اور جہیز واپس کرنے کا مطالبہ کیا اور رشتہ داروں کے کہنے پر لڑکے والے بھی اس کے لئے تیار ہو گئے؛ اس لئے درج ذیل سوال کا جواب قرآن

وحدیث کی روشنی میں مطلوب ہیں:

لڑکا دور رہتا ہے اس لئے وہ طلاق کس طرح دے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: -جب نبھاؤ کی کوئی صورت نہ ہو تو لڑکی والوں کے مطالبہ پر لڑکے کے لئے طلاق دینے کی گنجائش ہے اور طلاق کے وقوع کے لئے میاں بیوی کا آمنے سامنے ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ شوہر کہیں بھی رہتے ہوئے طلاق دے سکتا ہے، مثلاً اگر شہر سے باہر ہے تو فون کے ذریعہ طلاق دیدے، یا طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور بہتر یہی ہے کہ جب بھی طلاق دے تو صرف ایک مرتبہ کہے، پھر عدت گذرنے کے بعد بیوی خود بخود نکاح سے باہر ہو جائے گی۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۱۵/۴۷۵)

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به. (الهداية / باب الخلع ٤١٣/٢ مكتبة بلال ديوبند)

وإذا كان الزوج غائبًا وأراد أن يطلقها للسنة واحدة فإنه يكتب إليها "إذا جاءك كتابي هذا ثم حضت و طهرت فأنت طالق. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل الأول في بيان أنواع الطلاق ٣٨٧/٤ رقم: ٦٤٩٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۳/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کو مخاطب کئے بغیر طلاق کے الفاظ کہنا

سوال (۶۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شاداب عالم کا نکاح ۵ رسال قبل نکہت پروین کے ساتھ ہوا تھا، ہم دونوں خوش وخرم رہ رہے تھے؛ لیکن کچھ وقت سے گھر کے کام کاج کے بارے میں آپس میں کہاسنی ہو جاتی تھی، وجہ یہ تھی کہ میری والدہ صاحبہ ہی زیادہ تر گھر کا کام کرتی ہیں اور بیوی اُن کا ہاتھ نہیں بٹاتی، تو ایک دن میں گھر پر پہنچا اور والدہ سے کہا کہ تم نکہت پروین سے کام کیوں نہیں لیتیں؟ تو والدہ نے کہا کہ تیرا

باپ بھی میرے بارے میں پنچایت بٹھانے کا سوچ رہا ہے اُس پر مجھے غصہ آیا اور میں بولا کہ تمہیں پتہ بھی ہے طلاق طلاق طلاق کا مطلب کیا ہے؟ اِس سے گھر تباہ و برباد ہوجاتا ہے، سب کی زندگی خراب ہوجاتی ہے، میرے یہ الفاظ سن کر بیوی یہ سمجھی کہ میں نے اُسے طلاق دے دی ہے، تو میں نے اُس سے کہا کہ میں تجھ سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا اپنا کام کر؛ تجھ سے کوئی بات نہیں ہو رہی ہے؛ لیکن وہ میری بات پر مطمئن نہیں ہوئی اور اپنے میکے چلی گئی، تو اِس مسئلہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال جب کہ شوہر شاداب عالم نے بیوی کو مخاطب بنا کر یا اُس کی طرف نسبت کر کے طلاق کے الفاظ نہیں کہے ہیں؛ بلکہ والدہ صاحبہ سے گفتگو کرتے ہوئے اُنہیں طلاق کے اثرات سے آگاہ کیا ہے۔ بریں بنا مذکورہ الفاظ سے شاداب عالم کی بیوی نکہت پروین پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی ہے، اور اُن دونوں میں رشتہ نکاح حسبِ سابق برقرار ہے، پس بیوی کو چاہئے کہ وہ شوہر کے پاس آکر حقوق زوجیت اَدا کرے۔

لو كرر مسائل الطلاق بحضرتها الخ لا يقع أصلا ما لم يقصد زوجته.

(رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤٦١/٤ زكريا، الأشباه والنظائر ٩١/١ جديد زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۷؍۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی کا نام بدل کر طلاق دی تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

سوال (۶۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۱۵؍فروری ۲۰۲۱ء کو میری سسرال والوں نے مجھے اور میرے پاپا کو ایک جگہ بلا کر زبردستی

طلاق کے بول بلوانے پر مجبور کیا، تو میں نے جان بچانے کی وجہ سے اور بیوی کا نام بدل کر طلاق کے الفاظ جو بولے ہیں وہ یہ ہیں کہ ’’میں غوثیہ کو اُس کے ماں باپ کے کہنے سے اور میرے گھر میں دخل اندازی کرنے کی وجہ سے طلاق دیتا ہوں، میں غوثیہ کو اُس کے بہن بہنوئی کے کہنے سے اور میرے گھر میں اُن کی دخل اندازی سے طلاق دیتا ہوں، میں غوثیہ کو اُس کے گھر والوں کی زبردستی کا دباؤ بنانے سے غوثیہ کو طلاق دیتا ہوں‘‘۔

طلاق کے بول سننے والوں نے یہ سمجھا کہ طلاق ہوگئی؛ لیکن میں نے طلاق سے بچنے کے لئے بیوی کا نام نہ لے کر دوسرا نام غوثیہ لے کر طلاق دی، بیوی کا نام فوزیہ ہے۔ اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟ جب کہ میں نے اپنی بیوی فوزیہ کو طلاق نہیں دی، اُن لوگوں کے زبردستی کرنے پر نام بدل کر جان بچا کر آ گیا تھا، شرعی حکم تحریر فرماویں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال اگر واقعۃً شوہر نے بیوی فوزیہ کے بجائے ’’غوثیہ‘‘ نام لے کر طلاق کے الفاظ کہے ہیں، تو اِس کی وجہ سے بیوی فوزیہ پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور دونوں میں رشتۂ زوجیت حسبِ سابق برقرار ہے۔

ویؤیده ما في البحر: ولو قال: امرأة طالق أو قال: طلقت امرأة ثلاثًا وقال: لم أعن امرأتي يصدق. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤٥٨/٤ زكريا)

وفي المحيط: الأصل أنه متى وجدت النسبة وغير اسمها بغيره لا يقع؛ لأن التعريف لا يحصل بالتسمية متى بدل اسمها؛ لأن بذلك الاسم تكون امرأة أجنبية. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق / كتاب الطلاق ٢٥٤/٣ كراچی، ٢٧٣/٣ دار الكتاب الإسلامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲؍۷؍۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

دو لوگوں کے سامنے زوجین کا ایجاب وقبول اور جماع سے پہلے طلاق

سوال (۶۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی ایک پرائیویٹ اسکول میں سروس کرتی ہے، اسکول کے مالک نے اُس پر دباؤ بنا کر اُس سے نکاح کرلیا تھا، نکاح کے وقت لڑکی اور لڑکے کے علاوہ اُس کا ایک دوست اور قاضی صاحب موجود تھے، قاضی صاحب نے نکاح کا خطبہ بھی نہیں پڑھا تھا؛ لیکن لڑکی نے نکاح قبول کیا تھا، نکاح کے بعد لڑکی لڑکا ہمبستر بھی نہیں ہوئے تھے، اب دباؤ بنا کر طلاق لے لی گئی ہے، حضرت سے درخواست ہے کہ یہ واضح فرمائیں کیا نکاح ہوگیا تھا اور اب طلاق کے بعد عدت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں چوں کہ عاقدین (لڑکا لڑکی) مجلس عقد میں خود موجود تھے، اِس لئے قاضی صاحب کا اور لڑکے کے دوست کو گواہ مان کر یہ نکاح درست ہو چکا تھا؛ لیکن حسبِ تحریر سوال رخصتی سے قبل طلاق کی نوبت آگئی ہے؛ اِس لئے اب یہ رشتہ باقی نہیں رہا اور لڑکی پر عدت بھی نہیں ہے۔

المستفاد: ولو زوجه بنته العاقلة بمحضر شاهد واحدٍ جاز إن كانت ابنته حاضر ة؛ لأنها تجعل عاقدة وإلا لا، الأصل أن الآمر متى حضر جعل مباشرًا. (الدر المختار، كتاب النكاح / مطلب في عطف الخاص على العام ٩٥/٤ زكريا)

أربع من النساء لا عدة عليهن المطلقة قبل الدخول. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب الثالث عشر في العدة ٥٣٦/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۴/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی کے سامنے بنیت مشورہ کہا ”میں اسے طلاق دے رہا ہوں“

سوال (۶۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں کسی سے کہا کہ ''میں اسے طلاق دے رہا ہوں''، اور اس سے نیت سامنے والے شخص سے مشورہ طلب کرنا تھا، تو کیا اس طرح سے طلاق واقع ہوجائے گی؟ شرعی حکم واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال اگر مذکورہ شخص نے بیوی کے بارے میں یہ جملہ کہا کہ ''میں اسے طلاق دے رہا ہوں'' اس سے فی الحال طلاق مراد نہیں لی ہے؛ بلکہ بطور مشورہ صرف اِرادۂ طلاق کا اظہار کیا ہے، تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ولو قال أطلقک إن نوی به الطلاق یقع وإلا فلا. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الطلاق / فصل فیما یرجع إلی صریح الطلاق ۴۰۱/۴ زکریا، فتاویٰ قاضي خان علی الهندیة / کتاب الطلاق ۳۹۸/۱ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''میں تجھے طلاق دے دیتا'' کہنے کا حکم

سوال (۶۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں محمد اسحٰق نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ یہ کہا کہ ''میں تجھے طلاق دے دیتا'' کیا اس سے بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے یا نباہ کی کوئی صورت ہو تو شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تحقیق سے معلوم ہوا کہ ''میں تجھے طلاق دے دیتا'' یہ جملہ مختلف علاقوں میں الگ الگ مفہوم سے استعمال ہوتا ہے، بعض علاقوں میں اس کا استعمال حال کے صیغے کے طور پر ہوتا ہے گویا کہ وہ بیوی سے کہہ رہا ہے کہ میں تجھے طلاق دے رہا ہوں جب کہ بعض علاقوں میں اسے صیغۂ استقبال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، یعنی یہ جملہ ''طلاق دیدوں گا'' کے معنی میں ہے؛ لہٰذا سائل اپنے علاقے کے عرف پر عمل کرے، اگر حال

کے معنی کا عرف ہوتو مسئولہ صورت میں دوطلاق واقع ہوجائیں گی اور اگر استقبال کے معنی کا عرف ہوتو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر عرف کی تعیین نہ ہوسکے تو شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر حال کی نیت ہوتو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔

العادة محكمة. (الأشباه والنظائر ٢٦٨ زكريا)

اعلم أن اعتبار العادة والعرف رجع إليه مسائل كثيرة حتى جعلوا ذلك أصلا،فقالوا: تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة. (رسم المفتي ص: ٩٥)

وعلي الحرام فيقع بلا نية للعرف. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤٦٤/٤ زكريا)

والحاصل أنه لما تعورف به الطلاق صار معناه تحريم الزوجة. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٥٣١/٤ زكريا)

قال الرافعي: قوله والحاصل أنه لما تعورف به الطلاق الخ، فعلى ذلك يكون التعارف إنما هو في وقوع الطلاق بدون تعرض لصفته فتبقى صفته على ما كانت عليه قبل التعارف وهي البينونة. (تقريرات الرافعي / باب الكنايات: ٢١٨ زكريا)

صريحه ما لم يستعمل إلا فيه ولو بالفارسية وما لا يستعمل فيها إلا في الطلاق فهو صريح يقع بلا نية، وما استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره فحكمه حكم كنايات العربية في جميع الأحكام. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤٥٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باہر نکالو میں طلاق دوں گا

سوال (۶۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لیاقت علی کا اپنی بیوی شمع سے جھگڑا ہوا، اس نے بہت سے مرد اور عورتوں کے سامنے اپنی

بیوی کے بارے میں کہا: باہر نکالو میں طلاق دوں گا، مسئلہ دریافت کرنے کے لئے قریب میں مفتی صاحب کے پاس گئے، انہوں نے گواہ طلب کئے، چار گواہ ایسے تھے جنہوں نے اس بات کی تصدیق کی، شوہر نے قسم بھی کھائی کہ میں نے ایسا ہی کہا تھا، مفتی صاحب نے لڑکی سے بات کی، اس نے قسم کھا کر بتایا کہ میں نے یہ کہتے ہوئے سنا، تین مرتبہ میں طلاق دے رہا ہوں، دونوں حلف اٹھانے کو تیار ہیں، دریافت طلب یہ ہے کہ طلاق تسلیم کی جائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - برتقدیر صحت سوال مسئولہ صورت میں چوں کہ عورت کی طرف سے تین طلاق کے دعویٰ پر گواہ موجود نہیں ہیں اور شوہر قسم کھا کر اس دعویٰ کا منکر ہے، اور کہہ رہا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی تھی؛ بلکہ ’’طلاق دوں گا‘‘ کے الفاظ کہے تھے، اور بروقت موجود گواہوں کے بیان سے بھی شوہر کے بات کی تصدیق ہوتی ہے؛ لہٰذا اس صورت میں کسی طلاق کے وقوع کا حکم نہیں ہوگا، اور میاں بیوی میں ازدواجی رشتہ برقرار رہے گا۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: البينة على المدعي واليمين على من أنكر. (سنن الترمذي ۲۴۹/۱ رقم: ۱۳۵۶)

ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا أو غيره كنكاح وطلاق ...... رجلان أو رجل وامرأتان. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الشهادة ۱۷۸/۸ زكريا)

لو قال بالعربية: أطلق، لا يكون طلاقًا. (الفتاویٰ الهندية ۳۸۴/۱ زكريا)

بخلاف قوله: ’’كنم‘‘ لأنه استقبال فلم يكن تحقيقا بالتشكيك. (الفتاویٰ الهندية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق / الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية ۳۸۴/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فون پر سعودیہ سے گھر آ کر طلاق دینے کی دھمکی دینا

سوال (۶۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر محمد فہیم اور بیوی نازمین جہاں دونوں کی فون پر گفتگو ہوئی نازمین کہتی ہے کہ شوہر نے مجھے کئی مرتبہ یہ کہا ہے کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں یا سعودی عرب سے آ کر دوں گا (صحیح سمجھ میں نہیں آیا) اس کے بعد کان سے ایرفون نکل گئی، لڑکا کہتا ہے کہ میں نے فون پر یہ کہا تھا کہ میں طلاق آ کر دوں گا اور وہ اس پر قسم بھی کھا رہا ہے تو کیا طلاق واقع ہوگئی، گذارش ہے کہ صحیح رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسب تحریر سوال جب کہ بیوی نازمین جہاں کو خود اس بات کا یقین نہیں ہے کہ شوہر محمد فہیم نے فون پر گفتگو میں وقوع طلاق کے الفاظ کہے ہیں یا نہیں کہے ہیں؟ اور شوہر محمد فہیم قسم کھا کر یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے فوری طلاق نہیں دی تھی، بلکہ آئندہ زمانہ میں طلاق دینے کی دھمکی دی تھی، بریں بنا مسئولہ صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور محمد فہیم اور نازمین جہاں میں زوجیت کا رشتہ برقرار ہے۔

وإن اختلفا في وجود الشرط فالقول له إلا إذا برهنت. (الفتاویٰ الهندية، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما / الباب الرابع في الطلاق بالشرط ٤٢٢/١ زكريا قديم)

لو قال بالعربية أطلق لا يكون طلاقا. (الفتاویٰ الهندية ٣٨٤/١ زكريا)

بخلاف قوله: "كنم" لأنه استقبال فلم يكن تحقيقا بالتشكيك.

(الفتاویٰ الهندية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق / الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية ٣٨٤/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

طلاق کی دھمکی دینے کے بعد طلاق دے دی

سوال (۶۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے فون پر بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق دے دوں گا، پھر جب لوگوں کو اس دھمکی کا علم ہوا، تو اُس سے پوچھا کہ ''کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی''؟ اُس نے کہا ''ہاں دے دی''، جب کہ پہلے اُس نے صرف دھمکی دی تھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- صورت مسئولہ میں قضاءً ایک طلاق کے وقوع کا حکم ہوگا، عدت کے اندر شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے۔

لو أقر بالطلاق كاذبًا أو هازلًا وقع قضاء لا ديانة. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الطلاق ٤٤٠/٤ زكريا)

ولو أقر بالطلاق وهو كاذب وقع في القضاء ...... إذا قال أردت به الخبر عن الماضي كذبًا، وإن لم يرد به الخبر عن الماضي أو أراد به الكذب أو الهزل وقع قضاء وديانة. (البحر الرائق / كتاب الطلاق ٤٢٨/٣ زكريا، ٢٤٦/٣ كراچی، بزازية علىٰ هامش الفتاوىٰ الهندية / كتاب الطلاق ١٧٨/٤ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر نے کہا: میں تجھے چھوڑ دوں گا، رکھوں گا نہیں

سوال (۶۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عادل نے اپنی بیوی سے کہا میں تجھے چھوڑ دوں گا، رکھوں گا نہیں، چار آدمیوں کے سامنے ۴؍ بار کہا ''میں اسے بالکل بھی نہیں رکھوں گا''، تجھے میری مرضی نہیں ہے رکھنے کی، میں

نے تیری طلاق کے کاغذ تیار کررکھے ہیں، تجھے طلاق تو دینی ہی دینی ہے اب نہیں تو پھر، یہ ذہن سے نکال دے کہ میں تجھے رکھوں گا، میرے نکاح میں ہے ہی نہیں، میرا نکاح اِس سے ہوا ہی نہیں، میں تجھے طلاق دوں گا، یہ بہت مرتبہ کہا، تو مجھ سے طلاق لے لے، میں تجھے عدت کرادوں گا، حضرت مفتی صاحب کیا محمد عادل کی مذکورہ باتوں سے اُس کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اور کتنی پڑی، یہ سب باتیں ۷/ ماہ پہلے کی ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر محمد عادل نے بیوی سے یہ جملہ ''میرے نکاح میں ہے ہی نہیں'' بنیت طلاق بولا ہے تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوئی ہے اور اگر طلاق کی نیت نہ تھی تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور اس کے علاوہ جو کلمات سوال میں مذکور ہیں وہ سب دھمکی پر محمول ہیں، ان سے مطلقاً کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

لست لي بامرأة أو قالت له لست لي بزوج، فقال: صدقت طلاق إن نواه (الدر المختار) ولو قال: لا نكاح بيننا يقع الطلاق، والأصل أن نفي النكاح أصلا لا يكون طلاقًا؛ بل يكون جحودًا، ونفي النكاح في الحال يكون طلاقًا إذا نوى. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح، قبيل باب طلاق غير المدخول بها ۵۰۷/۴ زكريا)

ولو قال لها لا نكاح بيني وبينك الخ، يقع الطلاق إذا نوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ۳۷۵/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو سال تک بغیر طلاق کے بیوی سے دور رہنا

سوال (۶۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میاں بیوی سوا دو سال سے باہم گفتگو تک نہیں ہوئی ہے، قطع تعلق ہے، زوجین میں ہمبستری سے بھی دور ہیں، شوہر نان ونفقہ دیگر اخراجات پورا کرتے ہیں، آپس میں رنجش ہے، تو کیا بیوی شوہر کے نکاح میں ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں شوہر کے بیوی سے دو تین سال تک الگ رہنے کی وجہ سے بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، وقوعِ طلاق کے لئے الفاظِ طلاق کا استعمال کرنا یا پھر شرعی تفریق لازم ہے۔

الطلاق لغة: رفع القيد ...... وشرعًا رفع قيد النكاح في الحال بالبائن أو المآل بالرجعي بلفظ مخصوص وهو ما اشتمل على الطلاق. (الدر المختار / أول كتاب الطلاق ٤٢٣/٤ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / أول كتاب الطلاق ٣٤٨/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جبر واکراہ کی بنیاد پر زبانی طلاق دلوانا

سوال (۶۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی پسند سے چھپ کر ایک لڑکی سے نکاح کر لیا، جس کو تقریباً تین مہینہ ساتھ رہتے ہوئے گذرے تھے، اِسی دوران اُس کو لڑکے کے گھر والوں نے پکڑ لیا اور مارا پیٹا اور اُس کو طلاق کے لئے مجبور کر رہے ہیں اور اُس کو کہتے رہے کہ تم اس کو طلاق دو، اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس لڑکی کو طلاق دے؛ لیکن اس نے جان بچانے کے لئے کہہ دیا اور انہوں نے کہلوایا کہ ایسے کہہ کہ میں نے اور میرے خدا نے طلاق دی اور چار مرتبہ کہلوایا، تو لوگوں نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگے کہ طلاق ہوگئی، اب یہ لڑکی عدت کر لے اور کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے پھر عدت کر لے تب ساتھ لڑکے سے نکاح کر سکتی ہے، لہٰذا اب آپ کے لئے حرام ہوگئی، لڑکی کہتی ہے کہ میں اب دوسرا نکاح نہیں کروں گی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر جبر واکراہ کی بنیاد پر زبانی طلاق دلوائی جائے تو وہ بھی شرعاً نافذ ہوجاتی ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں تینوں طلاق واقع ہوگئیں اور حلالۂ شرعیہ کے بغیر اس لڑکی کا مذکورہ لڑکے سے نکاح درست نہیں ہے۔

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبدا أو مکرها فإن طلاقه صحیح. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الطلاق / مطلب: في الإکراه علی التوکیل بالطلاق ٤٣٨/٤)

وحکي أیضًا وقوع الطلاق المکره عن النخعي وابن المسیب والثوري وعمر بن عبد العزیز وأبي حنیفة وأصحابه. (بذل المجهود، کتاب الطلاق / باب في الطلاق علی غلط ١٧٩/٨ تحت رقم: ٢١٩٤ دار البشائر الإسلامیة)

وإن کان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتین في الأمة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحًا صحیحًا ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به ٤٧٣/١ زکریا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ اور بھائیوں کا زبردستی طلاق لینے کا حکم

سوال (۶۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں محمد دانش بن محمد یوسف انصاری میں نے سیما ناز بنت شفاء الرحمٰن کے ساتھ نکاح کیا تھا؛ لیکن ہمارے گھر والے اس کو قبول نہیں کر رہے تھے؛ اس لئے وہ طلاق دلانے پر بضد تھے، لیکن میں اس کو طلاق دینا نہیں چاہتا تھا، جس کی وجہ سے میرے اوپر کافی دباؤ آیا، میرے والدین اور بھائی کہہ رہے تھے کہ اگر تو طلاق نہیں دے گا تو ہم لوگ گھر چھوڑ کر چلے جائیں گے، زہر کھالیں گے، مرجائیں گے، اور میری امی کو اٹیک جیسا بھی آگیا تھا اور ابو بھی کافی بیمار ہوگئے

تھے، میں نے معلومات کی کہ کسی طرح یہ معاملہ بھی حل ہو جائے اور میری بیوی بھی میرے نکاح میں باقی رہے تو جب زبانی طلاق دینے کے لئے انہوں نے مجبور کیا تو میں نے اس کو ایک ہی سانس میں کہا: طلاق طلاق طلاق ان شاء اللہ، اور طلاق دینے کی میری کوئی نیت نہیں تھی، اور ان شاء اللہ متصلاً کہا تھا، طلاق دلوانے کے لئے میرے گھر والوں نے میری بیوی کے پاس میرے ساتھ میرے چچا صوفی محمد ابراہیم اور میرے چچا کے لڑکے انصاری شاہ نواز محمد یونس کو بھیجا گیا تھا، میرے چچا کا تو انتقال ہو گیا اور انصاری شاہ نواز موجود ہے وہ اس کا گواہ ہے، اس کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں تھا، اس کے بعد گھر والے لکھ کر طلاق مانگنے لگے، میں طلاق نامہ بنوانے اور اس پر دستخط کرنے سے آخر تک انکار کرتا رہا، اور میں کہتا رہا جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب اس کی کیا ضرورت ہے؛ لیکن میرے ابو اور میرے بھائی اپنی مرضی سے طلاق نامہ بنوا کر لائے اور مجھ کو گھر میں بٹھایا اور میں انتہائی دباؤ اور ڈپریشن میں تھا، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، وہ دباؤ ابھی بھی باقی تھا، طلاق نامہ پر زبردستی دستخط کرنے کے لئے سب چلانے لگے، میرے سامنے دستخط کرنے کے سوا چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں تھی، نہیں کرتا تو کچھ بھی ہو سکتا تھا، بڑے بھائی بہت غصے میں تھے، امی اور ابو بار بار یہ دھمکیاں دے رہے تھے کہ ہم زہر کھالیں گے میں بہت ڈرا سہما ہوا تھا، میں نے نہ طلاق نامہ پڑھا، نہ ہی وہ مجھے پڑھ کر سنایا، مجبوراً میں نے اس پر دستخط کر دیے، یہاں بھی میرے وہی چچا اور چچا کے لڑکے یونس تھے اور میرے ابو اور بھائی تھے، چچا کا تو انتقال ہو گیا، چچا کے لڑکے کی دستخط بطور گواہ سوال نامے کے آخر میں موجود ہے، اور میرے ابو اور بھائی تو طلاق ہی لے رہے تھے، وہ تو فریق تھے وہ کہاں سے دستخط کریں گے، اس کے علاوہ اس مجلس میں اور کوئی نہیں تھا، میں اسی دن سے سیما کے ساتھ شوہر اور بیوی کی حیثیت سے تعلق بنائے ہوئے ہوں، میرے گھر والوں نے اسی طلاق نامہ پر جس پر زبردستی میرے دستخط لئے گئے تھے، ایک مدرسے سے فتویٰ لیا ان کو حقیقت حال معلوم نہیں تھی، اس لئے بظاہر سوال کے مطابق انہوں نے تین طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا، میرے ابو نے دوسری جگہ وہ فتویٰ دکھا کر میری

شادی کی کہ اس نے پہلی والی کو طلاق دے دی ہے، میری دوسری بیوی میرے ساتھ ہے اور پہلی بیوی سیما کو بھی میں گھر والوں سے خفیہ طور پر رکھے ہوئے ہوں، لیکن اب میں اتنے دنوں کے بعد چاہتا ہوں کہ سب کو بتا دوں؛ لیکن مسئلہ میرے طلاق دینے، دستخط کرنے اور اس پر لئے ہوئے فتویٰ کا آئے گا، اس لئے میں نے حقیقت حال کو واضح کر کے فتویٰ لینا مناسب سمجھا؛ تاکہ کوئی غلط فہمی کسی کو نہ پیدا ہو، طلاق میرے گھر والوں نے لی تھی، لڑکی والے بالکل اس نکاح پر راضی تھے۔

اب آپ سے سوال یہ ہے کہ میرا اس طرح پہلی بیوی سیما کو رکھنا درست ہے یا نہیں؟

اور طلاق واقع ہوئی تھی یا نہیں؟ طلاق نامہ اور اس پر دیا ہوا فتویٰ اس کے ساتھ لگا دیا ہوں اور جو کچھ میں نے لکھا اس میں کچھ جھوٹ نہیں ہے اور میں اس پر حلف بھی اٹھا سکتا ہوں، زبانی اور تحریری تفصیلات مذکورہ گواہ نمبر (۱) انصاری محمد شاہنواز۔ گواہ نمبر (۲) چچا کا انتقال ہو گیا۔ سیما کو میں نے متصلاً اِن شاءاللہ کے ساتھ طلاق دی تھی وہ اس کی گواہ ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق:- برتقدیر صحت سوال مسئولہ صورت میں زبان سے تین طلاق کے الفاظ کے ساتھ متصلاً ''ان شاءاللہ'' کہنے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، اور تحریری طلاق نامہ میں دو خامیاں ہیں: (۱) طلاق نامہ نہ تو خود شوہر نے لکھوایا نہ اسے پڑھا اور نہ اس کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا۔

(۲) دوسری خامی یہ ہے کہ ماں باپ اور بھائی کی طرف سے اس طلاق نامہ پر بے پڑھے دستخط کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس پر بے جا دباؤ کے ساتھ دستخط کرائے گئے اور اپنی مرضی سے بخوشی دستخط کرنا ثابت نہیں ہے؛ لہٰذا اس تحریری طلاق نامہ سے بھی طلاق کے وقوع کا حکم نہ ہوگا اور آپ کا سیما ناز کے ساتھ ازدواجی تعلق برقرار ہے۔

إذا قال لامرأته: أنت طالق إن شاء الله تعالىٰ متصلا لم يقع الطلاق.

(الهداية، كتاب الطلاق / فصل في الاستثناء ۳۸۹/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند، الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع في الطلاق بالشرط / الفصل الرابع في الاستثناء ۴۵۴/۱ زكريا قديم)

رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فكتب "فلانة بنت فلان امرأته طالق" ولم يعبّر بلسانه، لا تطلق. (الفتاویٰ التاتارخانية ٥٣٢/٤ رقم: ٦٨٤٣ زكريا)

مستفاد: حتى لقد اعتمد بعض الشافعية: أن من الإكراه ما لو قال الوالد لولده ...... طلق زوجتك و إلا قتلت نفسي. (الموسوعة الفقهية / لفظ: إكراه ١٠٠/٦ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بخار کی شدت میں طلاق دینا

سوال (۶۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو چیچک اور بخار کی شدت کی وجہ سے طلاق کے الفاظ کہہ دئے ہیں؛ مگر اس شخص کو ہوش میں آنے کے بعد معلوم نہیں کہ طلاق کے الفاظ کہے ہیں یا نہیں؛ لیکن اس وقت اس شخص کی بیوی وہاں جو موجود تھیں، بیوی نے کہا تو نے طلاق دی ہے، طلاق کے الفاظ تین مرتبہ کہے ہیں تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت واقعۃً اگر مذکورہ شخص بخار کی شدت کی وجہ سے ایسا مدہوش تھا کہ اُسے یاد نہیں ہے کہ اس نے مدہوشی میں کیا کہہ دیا، تو اُس کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی؛ البتہ اگر اسے خود طلاق دینا یاد ہو تو یقیناً طلاق واقع ہوجائے گی اور اِس بارے میں غلط بیانی سے اصل حکم پر کوئی فرق نہ پڑے گا۔

لا يقع طلاق المولیٰ ...... والمبرسم من البرسام بالكسر علة كالجنون.

(الدر المختار، كتاب الطلاق / مطلب: في الحشيشة والأفيون والنبج ٤٥١/٤ زكريا)

لا يقع طلاق الصبي (الهداية) **قال ابن الهمام: والمبرسم والمغمىٰ عليه والمدهوش كذلك.** (فتح القدير، كتاب الطلاق / باب طلاق السنة ٤٨٧/٣ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۶/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے ناجائز تعلقات کی بنا پر بیوی کا مطالبہ طلاق

سوال (٦٩٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی کی شادی دسمبر میں ہوئی تھی، اُس کے بعد سے ہی میری لڑکی کے ساتھ زیادتیاں شروع ہوگئیں، ہم لوگوں نے سمجھا بجھا کر بیٹی کو کئی بار سسرال بھیج دیا، بعد میں لڑکی نے بتایا کہ میرے شوہر کا کسی نامعلوم لڑکی سے ناجائز تعلق چل رہا ہے، میرا شوہر فون پر بات کرتا ہے، اُس کی ریکارڈنگ بھی لڑکی نے کرلی تھی اور لڑکے کے گھر والوں نے اِس بات کو تسلیم بھی کیا ہے کہ ہاں لڑکا بات کرتا ہے اور اب ہم سمجھا دیں گے، آئندہ یہ غلطی نہیں کرے گا؛ لہٰذا اب ہماری بیٹی جانے کو انکار کررہی ہے اور ہم لوگ بھی بھیجنے کو رضامند نہیں؛ اِس لئے دریافت یہ کرنا ہے کہ مہر لینے کا حق ہے یا نہیں؟ اور مہر دینا شوہر پر لازم ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر بلا کسی شرط کے طلاق ہوتی ہے تو بیوی مہر کی حق دار ہوگی اور اگر بیوی کی طرف سے طلاق کے مطالبہ پر شوہر یہ شرط لگادے کہ میں مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دوں گا اور بیوی اُسے قبول کرلے تو ایسی صورت میں بیوی مہر کی حق دار نہ ہوگی؛ تاہم اگر شوہر کی طرف سے زیادتی پائی جائے تو اسے مہر کی معافی کی شرط نہیں لگانی چاہئے۔

وكره له تحريمًا أخذ شيء ويلحق به الإبراء عما لها عليه إن نشز، وإن

نشـزت لا، ولو منه نشوز أيضًا الخ. (الـدر الـمـختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ٥/٤‍٩-٩٥ زكريا)

وإن كـان النشوز من قبلها فله أن يأخذ منها بالخلع مقدار ما ساق إليها مـن الـصـداق لـقـولـه تـعـالىٰ: ﴿فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِي مَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق / باب الخلع ٦/١٥١ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جنسی اعتبار سے کمزور شوہر سے طلاق لینا

سوال (۶۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ ہوا اور رخصتی ایک سال کے بعد کرنے کا اِرادہ کیا گیا، دونوں میں فون پر گفتگو ہورہی تھی، ایک دن شوہر نے اپنی ذاتی دقت بتلائی، اُس نے بتایا کہ میں اِس لائق نہیں ہوں کہ آپ کی جنسی ضرورت پوری کرسکوں، مجھے دقت ہے (یعنی آلہ تناسل میں) تو اِس بات کو لڑکی نے اپنے گھر میں بتلا دیا، اَب گھر والے رشتہ توڑنے کی بات کر رہے ہیں، یعنی لڑکی کے گھر والے طلاق لینا چاہتے ہیں تو کیا لے سکتے ہیں یا نہیں؟ لڑکی کے گھر والے گناہ کے مرتکب تو نہ ہوں گے، جب کہ پہلے سے لڑکے والوں نے کوئی بیماری نہیں بتلائی تھی، اس صورت میں نکاح ختم کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال اگر واقعۃً شوہر جنسی اعتبار سے کمزور ہے تو اُس سے طلاق کے مطالبہ میں کوئی حرج نہیں ہے، اُس کی وجہ سے لڑکی والوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

وإذا وجـدت الـمـرأة زوجهـا عـنيـنًـا فـلها الخيار إن شاء ت أقامت معه

کذلک، وإن شاء ت خاصمته عند القاضي وطلبت الفرقة. (المحيط البرهاني، كتاب النكاح / الفصل الثالث والعشرون في العنين الخ ٢٣٨/٤ المجلس العلمي بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایمبیسی میں دکھانے کے لئے فرضی طلاق نامہ بنوانا

سوال (۶۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ہندوستانی شخص کناڈا میں ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے؛ تاکہ کناڈا کی شہریت حاصل کر سکے، اس کی ایک بیوی ہندوستان میں موجود ہے اور کناڈا کے قانون کے اعتبار سے جب تک پہلی بیوی سے جدائی نہ ہو دوسرا نکاح رجسٹرڈ نہیں ہوتا، اب اس کو وکیل نے یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی موجودہ بیوی کے لئے ایک طلاق نامہ تیار کرے اور اس طلاق نامے کو کاغذات کے ساتھ ہمرشتہ کر کے کناڈا کی ایمبیسی میں داخل کرے؛ حالاں کہ حقیقت میں وہ بیوی کو طلاق دینا نہیں چاہتا، اسے ساتھ رکھنا چاہتا ہے؛ لیکن قانونی ضرورت کی وجہ سے اسے فرضی طلاق نامہ بنانا پڑے گا، تو سوال یہ ہے کہ اس فرضی طلاق نامہ سے اس کی بیوی پر شرعاً طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں فرضی طلاق نامے سے قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

لو أراد به الخبر عن الماضي كذبًا لا يقع ديانةً، وإن أشهد قبل ذلك لا يقع قضاءً أيضًا. (رد المحتار / كتاب الطلاق ٤٤٣/٤ زكريا)

اِس جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جعلی طلاق نامہ تیار کراتے وقت دو گواہ بنالئے جائیں، تو اُس سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی نہ قضاءً اور نہ ہی دیانۃً۔ اِس سے متعلق ایک فتویٰ دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر بھی موجود ہے۔ (سوال نمبر ۶۹۷۷۸)

لیکن اگر طلاق نامہ میں صرف ایک طلاق کا ذکر ہے تو یہ طلاق رجعی ہوگی اور وہ طلاق نامہ لکھنے کے بعد عدت کے اندر اندر قولاً یا فعلاً رجوع کر کے اس کو بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے، اِس طرح اُس کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور بیوی بھی نکاح میں رہے گی۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث جدهن جد وهزلهن جد، النكاح والطلاق والرجعة. (سنن الترمذي، كتاب الطلاق واللعان / باب ما جاء في الجد والهزل في الطلاق ۲۲۵/۱ رقم: ۱۱۸٤)

ثم الكتابة على ثلاثة أوجه: مستبين مرسوم أي معنون وهو يجري مجرى النطق في الحاضر والغائب على ما قالوا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الخنثىٰ / مسائل شتى ٤٤٢/٦ زكريا)

ولو أقر بالطلاق كاذبًا أو هازلًا وقع قضاءً ا لا ديانةً. (رد المحتار، كتاب الطلاق / مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق ٤٤٠/٤ زكريا)

والرجعة بالقول أن يقول: رجعتك أو راجعتك أو رددتك أو أمسكتك ...... وأما الرجعة بالفعل فعندنا يصح. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل الثاني والعشرون في مسائل الرجعة ۱۳۸/٥ زكريا)

وقوله عزوجل: ﴿فَاِمۡسَاكٌ بِمَعۡرُوۡفٍ﴾ سمي الرجعة إمساكا والإمساك حقيقةً يكون بالفعل. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل في بيان حكم الطلاق ۲۸۷/۳ المكتبة النعيمة ديوبند)

الرجعة: هي استدامة الملك القائم في العدة. (تنوير الأبصار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الرجعة ۲۳/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا مدتِ دراز تک زوجین کے الگ رہنے سے نکاح ختم ہوجاتا ہے؟

سوال (۶۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجھ میں اور میری زوجہ نجمہ میں عرصۂ دراز سے بہت سے اختلافات رہے، اور ہر طرح کا تعلق منقطع رہا، اَب ۷/سال بعد تعلقات بحال ہورہے ہیں۔ اَب اُس کا کہنا ہے کہ اتنی لمبی مدت گذر جانے کے بعد اور میاں بیوی کے جدا رہنے سے نکاح ختم ہوجاتا ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ کیا اِس طرح رہنا درست ہے؟ ہر طرح کا تعلق ہم بستری وغیرہ سب جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی فرماکر جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- میاں بیوی کے لمبی مدت تک الگ رہنے سے نکاح ختم نہیں ہوتا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں آپ اپنی منکوحہ بیوی سے ہر طرح کا تعلق قائم کرسکتے ہیں۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۱۴/۴۷۰)

لأن الامتناع عن قربانها في أكثر المدة بلا مانع وبمثله لا يثبت حكم الطلاق فيه. (البناية شرح الهداية / باب الإيلاء ٥/٤٩٤ المكتبة النعيمية ديوبند)

هو رفع قيد النكاح في الحال أو المآل بلفظ مخصوص. (تنوير الأبصار ٤/٤٢٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ایسا نہ ہو کہ ''میں طلاق ولاق دے دوں'' کہنے کا حکم

سوال (۷۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی کو آپسی تکرار کے دوران اپنی امی کو مخاطب ہوکر کہا کہ ''امی اسے باہر

لے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں طلاق ولاق نہ دے دوں“۔

میری ماں کا بھی یہی بیان ہے اور میری بیوی کہتی ہے کہ تین دفعہ طلاق، طلاق، طلاق کہا ہے، اس وقت کمرہ میں ٹی وی کی آواز بلند تھی۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ طلاق ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال چوں کہ شوہر کے حلفیہ بیان کے مطابق وقوع طلاق کے الفاظ نہیں پائے گئے؛ اس لئے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور بیوی کے بیان پر کوئی گواہ نہیں ہے اور ٹی وی کی بلند آواز کی وجہ سے شوہر کی پوری بات سننے میں اشتباہ کا امکان بھی ہے، اس لئے اس کا بیان معتبر نہ ہوگا، بریں بنا دونوں ساتھ رہ سکتے ہیں۔

في شرح الطحاوي: الأصل أن الطلاق إنما یقع لوجود لفظ الإیقاع من مخاطب في ملکه. (الفتاویٰ التاتارخانیة / کتاب الطلاق ۳۹۲/۴ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بدچلن بیوی کو طلاق دینے کا حکم

سوال (۱۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید شادی شدہ ہے مگر اُس کی اِزدواجی زندگی بہت بدتر ہوگئی ہے؛ کیوں کہ اُس کی شریک حیات بدچلن ہوگئی ہے، اور زید کے پاس اُس کے بہت سارے ثبوت ہیں، مثلاً وہ اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں غیر مردوں کو اپنے گھر بلاتی ہے، اور اُن کے ساتھ بہت سارا وقت گذارتی ہے، یا غیر مردوں کے ساتھ گھومتی ہے، مگر جب زید اِن ساری باتوں کے بارے میں اُس سے سوال کرتا ہے، تو وہ کہتی ہے کہ اُن لوگوں سے میرے تعلقات ناجائز ہیں مگر تم اس معاملہ میں خاموش

رہو، اگر اِس معاملہ میں زیادہ بولے تو تم کو اِس کی سزا بھگتنی پڑے گی، اور اگر تم کو زیادہ غیرت آتی ہے تو تم مجھ کو چھوڑ دو، مگر چھوڑنے پر تم کو سزا کرادوں گی، اِس معاملہ میں پنچایت بھی ہو چکی ہے، مگر لڑکی کا بھائی باپ اور ماں وغیرہ سب یہ کہتے ہیں کہ ہماری لڑکی کو رنگے ہاتھوں پکڑ لو تو ہم یقین کرلیں گے، اور آپ فوراً طلاق دے دو، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اور ایک بات یہ ہے کہ اِن ساری باتوں کا اپنے شوہر سے اقرار کرتی ہے، مگر پنچایت میں انکار کردیتی ہے، زید اِن ساری صورتوں میں اپنی اِزدواجی زندگی کو لے کر بہت پریشان ہے، اور وہ مجبور ہے کہ ایسی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلے۔ آیا اِس صورتِ حال میں جب کہ زید اپنی طرف سے اپنی بیوی کو منانے سمجھانے کے سارے طریقے استعمال کرچکا ہے، تو زید کا یہ عمل شرعی صورت میں درست ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ زید اَب بھی اِس شش و پنج میں ہے کہ کہیں میں شرعاً غلط تو نہیں کر رہا ہوں۔ آپ سے عرض ہے کہ آپ قرآن وحدیث اور اَقوالِ ائمہ سے میری رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال مذکورہ عورت کو طلاق دینے میں زید گنہگار نہ ہوگا، اور جب طلاق دینے کا اِرادہ ہو تو ماہواری سے پاک ہونے کے بعد جماع سے قبل صرف ایک طلاق دے، تین طلاق نہ دے۔

وإيقاعه مباح عند العامة لاطلاق الآيات، وقيل: الأصح حظره أي منعه إلا لحاجة كريبة (الدر المختار) قوله: كريبة: هي الظن والشك أي ظن الفاحشة. (رد المحتار، كتاب الطلاق ٤٢٧/٤ زكريا)

طلقه رجعيةً فقط في طهر لا وطء فيه وتركها حتى تمضي عدتها أحسن بالنسبة إلى البعض الآخر. (الدر المختار / كتاب الطلاق ٤٣٢/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ایسا دماغی مریض جسے طلاق دینا اچھی طرح یاد ہو

سوال (۲۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی رخسانہ پروین نے دوروٹیاں صبح میں بنائیں جسے میں شام میں ٹکڑے کرکے کبوتروں کو کھلاتا تھا، ۱۳؍فروری ۲۰۱۸ء بروز منگل کو میں جب روٹیوں کے ٹکڑے کررہا تھا تو وہ ہاتھ میں چپک رہی تھیں، تو میں نے بیوی سے کہا کہ آج تم نے کیسی روٹی بنائی ہے کہ یہ ہاتھ میں چپک رہی ہے، یہ سن کر بیوی نے کہا کہ روٹی تو میں نے برابر ڈالی ہے اور مجھ سے زبان لڑانے لگی، اس پر میں اسے گالیاں دینے لگا، پھر میرا بیٹا مجھے گالی دینے لگا اور مجھے مارنے کے لئے میرے قریب آیا، تو میں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے، یہ دیکھ میرا غصہ بڑھ گیا، پھر میں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دے دی اور دونوں کو گھر سے نکال دیا، میں دماغی مریض ہوں، بیس سال سے میرا علاج چل رہا ہے، جس دن میں نے اپنی بیوی کو طلاق کہا، اُس سے تین دن قبل میری دوائیاں ختم ہوچکی تھیں اور میرا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تھا۔ واضح رہے کہ یہ میری پہلی بار کی طلاق ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تفصیلی سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو طلاق اور اُس سے پہلے پیش آمدہ واقعات سب یاد ہیں، اِس سے صاف پتہ چلا کہ آپ کی دماغی بیماری اِس درجہ تک پہنچی ہوئی نہیں ہے کہ آپ کے اقوال وافعال کو شریعت میں غیر معتبر مانا جائے۔ بریں بنا آپ کی دی ہوئی تینوں طلاقیں بیوی پر واقع ہوچکی ہیں، اَب حلالۂ شرعیہ کے بغیر اس سے اِزدواجی تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔

وکذلک المعتوہ لا یقع طلاقها أیضًا وهذا إذا کان في حالة العته، أما في حالة الإفاقة فالصحیح أنه واقع، کذا في الجوهرة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / فصل فیمن یقع طلاقه ۱/۳۵۳)

العاقل من يستقيم كلامه وأفعاله إلا نادرًا، والمجنون ضده وأيضًا فإن بعض المجانين يعرف ما يقول ويريده ويذكر ما يشهد الجاهل به بأنه عاقل.

(رد المحتار، كتاب الطلاق / مطلب: في طلاق المدهوش ٤٥٣/٤ زكريا)

الثالث: من توسط بين المرتبتين بحيث لم يصر كالمجنون، فهذا محل النظر. (رد المحتار، كتاب الطلاق / مطلب: في طلاق المدهوش ٤٥٢/٤ زكريا)

لو قال لزوجته: أنت طالق، طالق، طالق طلقت ثلاثًا. (الأشباه والنظائر ٢١٩/١ قديم زكريا، ٣٧٦/١ جديد زكريا)

إن كان الطلاق ثلاثا في الحرة ...... لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة ٤٧٣/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تجھے تراق، طراق، تراک کہنے کا حکم

سوال (۲۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا کہنا ہے کہ میں نے قصداً بیوی کو دھمکانے کی نیت سے یہ کہا کہ تجھے ”تراق/ طراق/تراک“ طلاق دینا مقصود نہیں تھا تو شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- حضرات فقہاء نے جن الفاظ مصحفہ کا ذکر فرمایا ہے ان میں ”تراق، طراق اور تراک کے الفاظ شامل نہیں ہیں؛ لہٰذا مذکورہ الفاظ سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ یہ سب الفاظ مہمل اور لغو قرار پائیں گے۔

ويقع بها أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح ويدخل نحو طلاغ،

وتلاغ، وطلاک وتلاک (الدر المختار) وينبغي أن يقال إن فاء الكلمة إما طاء أو تاء واللام إما قاف أو عين أو غين أو كاف أو لام واثنان في خمسة بعشرة تسعًا منها مصحفة وهي ما عدا الطاء مع القاف. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح، مطلب: من الصريح الألفاظ المصحفة ٤٥٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۳/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

''طلاق دے دوں گا طلاق طلاق کہے جا رہی ہو'' کہنے کا حکم

سوال (۷۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر مصباح العارفین کا حلفیہ بیان یہ ہے کہ میں نے بیوی شبانہ اعظمی کی طرف سے طلاق دینے کے مطالبہ پر صرف یہ الفاظ کہے ''طلاق دے دوں گا طلاق طلاق کہے جا رہی ہو، پہلے مجھ سے الگ رہ کر دیکھو، دو تین ماہ بس ہر وقت یہ ہے طلاق طلاق''۔

اور بیوی شبانہ اعظمی کا بیان ہے کہ جھگڑے کے دوران میں دوسری منزل پر چلی گئی تھی، وہاں میں نے کئی مرتبہ طلاق طلاق سنا اور اُس کے آگے پیچھے کیا کہا وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اور لڑکا ابو الفضل کا بیان یہ ہے کہ میں جھگڑے کے وقت باتھ روم میں نہا رہا تھا اور میں نے بھی طلاق طلاق کے الفاظ سنے، آگے پیچھے کیا کہا وہ مجھے معلوم نہیں۔

مذکورہ بیانات کی روشنی میں سوال یہ ہے کہ شبانہ اعظمی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں ذکر کردہ شوہر کا بیان اگر واقعہ کے مطابق ہے تو مذکورہ الفاظ سے اُس کی بیوی شبانہ اعظمی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی؛ کیوں کہ ''طلاق دے دوں گا'' دھمکی کا جملہ ہے اور آگے جو الفاظ کہے گئے ہیں، وہ انشاء طلاق کے الفاظ

نہیں ہیں، بلکہ بیوی کے مطالبۂ طلاق کے الفاظ کو دہرایا گیا ہے، لہٰذا ان الفاظ سے طلاق کے وقوع کا حکم نہ ہوگا اور بیوی شبانہ اعظمی اور بیٹے ابوالفضل کے بیانات بھی اس کے خلاف نہیں ہیں؛ کیوں کہ اُن کے بقول اُنہوں نے صرف الفاظِ طلاق سنے ہیں اور آگے پیچھے کے جملے انہوں نے نہیں سنے؛ لہٰذا حکم کا سارا مدار شوہر کے بیان پر ہے، اگر وہ اپنے بیان میں سچا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی اور اگر خلافِ واقعہ بیان دے رہا ہے، تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا، بیوی پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔

وأنا أطلق نفسي لم يقع؛ لأنه وعد. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب تفويض الطلاق ٤/ ٥٥٩ زكريا)

ولو قال: أطلقك لم يقع. (الدر المنتقى، كتاب الطلاق / باب إيقاع الطلاق ٣٨٧/١ قديم، ٩٦/١ مخطوطه)

بخلاف كنم؛ لأنه استقبال فلم يكن تحقيقًا بالتشكيك ...... وفي المحيط: لو قال بالعربية: أطلق لا يكون طلاقًا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / فصل في المتعة ١/ ٣٨٤ زكريا قديم)

ولو كتبت امرأتي طالق، أو أنت طالق، وقالت له: اقرأ علي، فقرأ عليها لم يقع عليها لعدم قصده باللفظ. (الأشباه والنظائر ص: ٩١ مكتبه الحرمين داكا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۴/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



طلاقِ صریح: رجعی اور بائن

’’چھوٹی میں تجھے طلاق دے رہا ہوں‘‘ دو مرتبہ کہنا

سوال (۷۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے لڑائی جھگڑے کے دوران اپنی بیوی سے کہا: ’’چھوٹی میں تجھے طلاق دے رہا ہوں‘‘ دو دفعہ کہا تھا تو کیا طلاق ہوگئی، میں اپنی بیوی کو ساتھ رکھنا چاہتا ہوں، شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں آپ کی بیوی پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی ہیں، عدت کے اندر بلا نکاح رجعت کی گنجائش ہے؛ لیکن آئندہ اگر ایک مرتبہ بھی طلاق دے دی، تو رشتہ بالکل ختم ہوجائے گا۔

إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلک أو لم ترض. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة ۱/۴۷۰ زكريا قديم، ۱/۵۳۳ جديد، الهداية، كتاب الطلاق / باب الرجعة ۲/۴۰۵ مكتبة بلال ديوبند ۲/۳۹۴ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۸/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق قبل الدخول دینے کے بعد دوبارہ ایک طلاق دینا

سوال (۷۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں نے اپنی بیوی کوایک طلاق اِن الفاظ سے دی کہ ''افروز میں نے تمہیں طلاق دی'' پر اِرادہ صرف ایک طلاق کا تھا، طلاق کے فوراً بعد وہ اپنے میکے چلی گئی، ایک ہفتہ کے بعد اُن کا فون آیا، اور کہنے لگی کہ میں تمہارے پاس واپس آنا چاہتی ہوں، اب میں بھی اُس کو اپنے پاس بلانا چاہتا ہوں، تو ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ واضح فرمادیں۔

نوٹ:- شوہر نے ایک طلاق قبل الدخول دے کر اِس سے پہلے از سر نو نکاح بھی کیا تھا، جیسا کہ ملحقہ فتویٰ ۱۱۱ر سے واضح ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں آپ کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، عدت کے اندر اندر رجعت کرنے کی گنجائش ہے، اور چوں کہ اِس سے پہلے بھی آپ ایک طلاق دے چکے ہیں، کل ملاکر دو طلاق واقع ہوگئی ہیں۔ اَب آپ صرف ایک طلاق کے مالک رہ گئے ہیں؛ لہٰذا حتی الامکان نبھاؤ کی کوشش کریں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۹]

اتفق الفقهاء على أن الزوج إذا طلق زوجته مرةً واحدةً رجعيةً أو بائنةً ثم عاد إليها بعقد أو رجعةٍ ثم طلقها مرةً أخرى رجعيًا أو بائنًا ثم عاد إليها بعقد أو رجعةٍ، ثم طلقها للمرة الثالثة كان ثلاثًا وبانت منه بينونة كبرى. (الموسوعة الفقهية ۳۰/۲۹ الكويت)

اتفق الفقهاء على أن المطلقة الرجعية إذا راجعها زوجها والبائن بينونة صغرى إذا عقد عليها زوجها عقدًا جديدًا قبل أن تتزوج بزوج أخر تعود إليه بما بقي له من الطلقات الثلاث واحدة أو اثنتين. (الفقه الإسلامي وأدلته، انحلال الزواج وآثاره / الرجعة وزواج التحليل ٤٥٦/٧ دار الفكر بيروت)

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الرجعة ٣٩٤/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۵/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

غصہ میں کہا ''میں نے اُنہیں چھوڑ دیا''

سوال (۷۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اقصر خان بن جناب مرحوم گوہر خان، گذارش یہ ہے کہ غوثیہ دختر محمد صابر کے ساتھ میرا نکاح ہوا تھا، ہمارے گھر والوں کے بیچ تناؤ تھا، جس کی وجہ سے ہمارے رشتہ پر بہت اثر پڑے، اور میں نے غوثیہ کو اُن کے میکے بھیج دیا اُن کی والدہ نے مجھ کو بات کرنے کے لئے بلایا اور انہیں باتوں کے درمیان میں نے جوش میں آکر اُن کی والدہ اور بھابھی کے سامنے صرف یہ کہا تھا کہ میں نے اُنہیں چھوڑ دیا، اِن لفظوں کو غوثیہ نے اپنے کانوں سے نہیں سنا، اُس وقت وہ گھر میں موجود نہیں تھی کہ اِس طرح ہماری طلاق ہوئی، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا کوئی حل یا گنجائش باقی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - ناراضگی کے درمیان بیوی کے بارے میں یہ کہنا ''میں نے انہیں چھوڑ دیا'' اِس سے آپ کی بیوی کو ایک طلاق رجعی واقع ہوچکی ہے، اَب عدت (تین ماہواری) کے اندر اندر تجدید نکاح کے بغیر رجعت کی گنجائش ہے اور اگر عدت گذر چکی ہو تو تجدید نکاح کرکے اس کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے اور طلاق کے لئے بیوی کا الفاظِ طلاق سننا ضروری نہیں بلکہ نسبت کافی ہے۔

فإذا قال: ''رہا کردم'' أي: سرحتک يقع به الرجعي مع أن أصله كناية

أيضًا وما ذلک إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق، وقد مرّ أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٥٣٠/٤ زكريا)

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الرجعة ٣٩٤/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

إذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ٤٧٣/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۷/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی سے کہا ”میں نے اِس کو چھوڑ دیا، اِنہیں اِن کے گھر پہنچا دو“

سوال (۷۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی کولڑائی کی وجہ سے بھائی محمد یامین کے سامنے کہا کہ ”میں نے اِس کو چھوڑ دیا اِنہیں اِن کے گھر پہنچا دو“۔ اور یہ بات تین دفعہ کہی، پھر دو دفعہ باہر آکر یہی الفاظ کہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اِن الفاظ کے کہنے کے بعد ہم اپنی بیوی کو ساتھ رکھ سکتے ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- آپ کا اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہنا کہ ”میں نے اِس کو چھوڑ دیا، اِنہیں اِن کے گھر پہنچا دو“ اِس سے ایک طلاقِ رجعی تو یقیناً واقع ہوچکی ہے، اَب آپ نے اُس کے بعد یہ الفاظ گھر کے اندر اور گھر سے باہر اگر کئی دفعہ کہے ہیں، اس میں آپ کی نیت کا اعتبار ہے، اگر آپ کی نیت اسی پہلی طلاق کی خبر دینا تھی، الگ سے کوئی طلاق دینا مقصود نہ تھا تو مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوئی۔ اور اگر نئی طلاق دینے کا ارادہ تھا یا بلا کسی نیت کے یہ الفاظ دہرائے تو پھر تین طلاق واقع ہوگئی ہیں، اور آپ کا ازدواجی تعلق باقی نہیں رہا ہے۔

فإذا قال: رها كردم، أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضًا. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٤/٥٣٠ زكريا)

كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التأكيد دُيِّن. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب طلاق غير المدخول بها ٤/٥٢١ زكريا، ٣/٢٩٣ كراچی)

المستفاد: ولو قال لامرأته: أنت طالق، فقال له رجل: ما قلتَ؟ فقال: طلقتها، أو قال: قلت هي طالق، فهي واحدةٌ في القضاء؛ لأن كلامه انصرف إلى الإخبار بقرينة الاستخبار. (بدائع الصنائع، الطلاق / فصل في النية في أحد نوعي الطلاق وهو الكناية ٣/١٠٢ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۷/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

’’میں نے اسے چھوڑ دی‘‘ کہنے کے بعد دوسروں کے سامنے طلاق دینے کا اقرار کرنا

سوال (۷۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ میں تجھے چھوڑ دوں گا، پھر میں نے اپنی بہنوئی سے فون پر یہ کہا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا، انہوں نے کہا کیا کہا: میں نے کہا طلاق دے دی، پھر فون پر میں نے اپنے ساڑھو سے کہا: میں نے اسے چھوڑ دیا، میں نے اسے طلاق دے دی، پھر میرے خالو نے مجھ سے پوچھا: تو نے کیا کہا اپنے بہنوئی سے؟ تو میں نے کہا جو کہا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کتنی بار کہا، میں نے کہا کئی بار کہا، پھر انہوں نے سوال کیا تو نے اپنے ساڑھو سے کیا کہا: میں نے جواب دیا، میں نے اسے چھوڑ دی، ساہن پور والوں سے کہہ دو اپنا سامان اٹھالائیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ کون سی طلاق ہوئی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جب آپ نے پہلی مرتبہ اپنے بہنوئی سے یہ کہا کہ ''میں نے اسے چھوڑ دی'' تو اس کی وجہ سے آپ کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، اب اس کے بعد آپ نے ساڑھو اور خالو سے جو یہ اقرار کیا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق دے دی، اگر اس سے پہلی ہی طلاق دینے کی خبر مقصود ہے تو مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر نئی طلاق دینا مقصود ہے تو جتنی مرتبہ طلاق کے الفاظ کہے ہیں اتنی ہی مرتبہ طلاق واقع ہوجائے گی۔

فإذا قال: ''رہا کردم'' أي سرحتک، یقع به الرجعي مع أن أصله کنایة أیضا وما ذٰلک إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق. (رد المحتار، کتاب الطلاق / باب الکنایات ۴/۵۳۰)

ولو قال لامرأته أنت طالق، فقال له رجل: ما قلت؟ فقال: طلقتها أو قال: قلت هي طالق فهي واحدة في القضاء؛ لأن کلامه انصرف إلی الإخبار بقرینة الاستخبار الخ. (بدائع الصنائع/ فصل في النیة في أحد نوعي الطلاق وهو الکنایة ۳/۱۰۲ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۷/۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر کا یہ کہنا کہ میں نے تمہیں طلاق دے رکھی ہے

سوال (۷۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں محمد ہاشم گھاسیڑہ نوح میوات (ہریانہ) کی لڑکی عزیزہ صالحہ کی شادی تقریباً ۵؍سال پہلے سلمان ساکن الور راجستھان کے ساتھ ہوئی تھی، شروع ہی سے رشتے میں نااتفاقی اور ناچاقی رہی، اس دوران دو بچے بھی پیدا ہوئے، نبھاؤ کی کوئی شکل نہ ہونے کی وجہ سے فی الحال

میری لڑکی اپنے میکے آئی ہوئی ہے، شوہر بدچلن ہے، دوسری جگہ شادی کرنا چاہتا ہے، میری لڑکی سے مکمل طور پر قطع تعلق کر رکھا ہے، لڑکی بھی اب اُس کے پاس جانا نہیں چاہتی ہے، میں نے اپنی لڑکی سے کہا کہ بغیر طلاق کے تم وہاں سے علیحدہ نہیں ہوسکتی ہو، اس کے بعد لڑکی نے شوہر کی درج ذیل باتیں مجھے سنائیں:

(۱) میری ساس اور نند مجھے رانڈ (بے شوہر والی) کہتی رہتی تھی، تو میں نے اپنے شوہر سے ایک بار پوچھا کہ تمہاری ماں بہنیں مجھے رانڈ کیوں کہتی ہیں؟ تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے تم کو طلاق دے رکھی ہے، میں نے تعجب سے پوچھا کیا واقعی ایسا ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔

(۲) شوہر نے کئی بار بات چیت کے دوران مجھ سے یہ بھی کہا کہ جب تمہارا یہاں کچھ نہیں ہے تو تم کیوں یہاں پڑی ہو؟ یہاں سے چلی کیوں نہیں جاتی؟

(۳) شوہر بار بار یہ کہتا رہتا ہے کہ میری طرف سے تم فری ہو، تم دوسرا شوہر کرسکتی ہو؟

(۴) اگر ان کے حکم کے بغیر تکریماً میں ان کا کوئی کام کر دیتی ہوں تو کہتے ہیں کہ تم سے کس نے کہا؟ تم میری کیا لگتی ہو؟

واضح رہے کہ شوہر مذکورہ باتوں کا مقر ہے؛ لیکن کہتا ہے کہ ایسی باتوں سے کچھ نہیں ہوتا، نیز نمبر ایک پر تحریر شدہ واقعہ کے بعد لڑکی سے شوہر کا اِزدواجی رشتہ (مجامعت یا بوس وکنار) قائم نہیں ہوا ہے، یہ ساری باتیں میری لڑکی نے حلفیہ بیان کی ہیں۔

آپ واضح فرمائیں کہ مذکورہ باتیں سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی اور کتنی؟ آپ کا بڑا احسان ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - اگر واقعۃً شوہر طلاق کا مقر ہے؛ جیسا کہ سوال کی دفعہ نمبر ایک میں تحریر ہے اور اِس اِقرار کے بعد سے میاں بیوی میں کسی طرح کی قربت یا دورانِ عدت رجعت کی کوئی بات سامنے نہیں آئی ہے، تو اس واقعہ کے بعد عدت یعنی تین ماہواری

گذرنے پر شوہر سے اِزدواجی رشتہ ختم ہوچکا ہے؛ البتہ اگر شوہر طلاق کا منکر ہو تو محض بیوی کے حلفیہ بیان سے کسی طلاق کے وقوع کا حکم نہ ہوگا۔

أن من أقر بطلاق سابق یکون ذلک إیقاعًا منه في الحال. (المبسوط للسرخسي، کتاب الطلاق / باب ما لا یقع فیه الطلاق علی المرأة ۱۳۳/۶ دار المعرفة بیروت)

فإن طلقها ولم یراجعها؛ بل ترکها حتی انقضت عدتها بانت، وهذا عندنا. (بدائع الصنائع، کتاب الطلاق / فصل في بیان حکم الطلاق ۲۸۳/۳ زکریا)

إذا انقضت العدة فقد بطل حق المراجعة. (المحیط البرهاني ۱۸۳/۵ المجلس العلمي بیروت)

إن الذي یملک الطلاق إنما هو الزوج. (الفقه الإسلامي وأدلته، القسم السادس: الأحوال الشخصیة / طلاق المکره ۳۵۵/۷ دار الفکر بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی سے کہا ''جاؤ تم آزاد ہو''

سوال (۱۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی میکے میں تھی، میں نے اُن کو سمجھایا کہ تم میری اجازت کے بغیر بازار وغیرہ مت جانا وہ میری اجازت کے بغیر بازار گئی، اور مجھے فون کرکے بتایا کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر بازار گئی تھی، تو میں نے اُن سے گھر آنے کے لئے کہا تو وہ بولی میں ابھی نہیں آرہی ہوں کچھ دن بعد آجاؤں گی، تو میں نے ناراض ہوکر بیوی سے کہا ''جاؤ تم آزاد ہو میری طرف سے تم کچھ بھی کرو''۔ اور میرا مقصد یہ تھا کہ تجھے چھوٹ ہے کہ تم اپنی مرضی سے کچھ بھی کرو، نہ تو مجھے یہ معلوم ہے کہ لفظ آزاد سے طلاق ہوجاتی ہے اور نہ ہی میری نیت طلاق دینے کی تھی، میں نے جو آزاد کا لفظ بولا ہے مجھے صحیح یاد نہیں کہ دو بار کہا ہے یا تین بار کہا ہے، بیوی کہتی ہے کہ یہ لفظ دو بار

بولے، اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ کے مطابق مدلل جواب سے نوازیں۔

نوٹ:- سلمان کا کہنا یہ ہے کہ میں نے عالموں سے معلوم کیا تو اُنہوں نے مجھے بتایا کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، یہ کنایہ لفظ ہے، دو دن پہلے بیوی کی بھابھی نے مجھ سے بیوی کو لے جانے کے لئے کہا تو میں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ آزاد سے طلاق نہیں ہوتی، میں نے کہہ دیا جاؤ لے جاؤ میری طرف سے آزاد ہے، کبھی بھی لے جاسکتی ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- عام حالات میں اگر بیوی سے آزاد کرنے کا لفظ بولا جائے تو اس سے ہمارے عرف میں بلانیت طلاق واقع ہوجاتی ہے؛ لیکن مذکورہ بالا سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی بیوی سے یا بیوی کی بھابھی سے جو جوابی جملے بولے ہیں، جن میں آزاد کا لفظ موجود ہے، وہ ایک خاص پس منظر میں بولے گئے ہیں؛ لہٰذا بر تقدیر صحت سوال ایسی صورت میں مسئلہ کا مدار آپ کی نیت پر ہوگا، یعنی طلاق کی نیت سے جتنی مرتبہ یہ الفاظ بولے ہیں، اتنی ہی طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور اگر طلاق کی نیت نہیں ہے، تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

فإذا قال: رها كردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضًا، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٥٣٠/٤ زكريا)

وأما الضرب الثاني: وهو الكنايات، لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال. (الهداية، كتاب الطلاق / فصل في الطلاق قبل الدخول ٣٧٣/٢ أشرفية ديوبند)

وكنايته: ما احتمله وغيره، لا يقع بها إلا بالنية أو دلالة الحال. (ملتقى الأبحر / كتاب الطلاق ٣٥/١ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۵ھ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

’’تجھے طلاق‘‘ کہنے کے بعد بیوی کے پوچھنے پر یہی جملہ دوہرایا

سوال (۷۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص اپنی بیوی سے فون پر بات کررہا تھا بات کرتے کرتے گرما گرمی ہوگئی، بالآخر اس نے کہا کہ تجھے طلاق، بیوی نے یہ جملہ اچھی طرح نہیں سنا تھا، اِس لئے اُس نے پلٹ کر کہا کیا؟ تو شوہر نے دوبارہ تجھے طلاق کا جملہ دہرایا۔ اَب شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نے جو دوسری مرتبہ کہا ہے، اس سے نئی طلاق کا ارادہ نہ تھا؛ بلکہ پہلی ہی بات کی خبر دینا مقصود تھا، جب کہ بیوی کہتی ہے کہ میں نے پہلی مرتبہ اچھی طرح سے بات نہیں سنی تھی، اِس لئے دوبارہ سننے کے لئے سوال کیا تھا۔ اَب قابل تحقیق امر یہ ہے کہ بیوی پر کتنی طلاق واقع ہوں گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی؛ اِس لئے کہ حسبِ تحریرِ سوال دوسری مرتبہ لفظ طلاق دہرانے سے شوہر کا نئی طلاق دینے کا اِرادہ نہ تھا؛ لہٰذا شوہر کو عدت کے اندر اندر رجعت کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

ولو قال لإمرأته: أنت طالق فقال له رجل: ما قلت؟ فقال: طلقتها أو قال قلت: هي طالق فهي واحدة في القضاء؛ لأن كلامه انصرف إلى الإخبار بقرينة الإستخبار. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل في النية في أحد نوع الطلاق وهو الكناية ۱۰۲/۳ دار الكتب العلمية بيروت، ۱۶۳/۳ المكتبة النعيمية ديوبند)

وإذا قال: أنت طالق ثم قيل له ماذا قلت؟ فقال: قد طلقتها، أو قلت هي طالق فهي طالق واحدة؛ لأنه جواب. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب طلاق غير المدخول بها ۵۲۱/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۲۶

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

''میں نے تجھے ایک بار طلاق دے دی'' کہنے کا حکم

سوال (۷۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا اور اہلیہ کا جھگڑا دو سال پہلے ہو گیا تھا، اور میری اہلیہ بیٹے کو اپنے ساتھ لے کر اپنے بھائی کے ساتھ اپنے میکے چلے گئی تھی، اس کے بعد ''ناری ادھیان کیندر یہ'' میں ملاپ کرایا وہاں پر پھر جھگڑا ہوا، اور لڑکے نے وکیل کے کہنے پر لڑکی کو کہا کہ ''میں نے تجھے ایک بار طلاق دے دی''، لڑکی نے کہا کہ ''تم نے مجھے ابھی کوئی طلاق نہیں دی، تم مجھے تین بار طلاق دو'' لڑکے نے کہا کہ ''مان لو، ایک طلاق ہوگئی''، اب لوگوں نے ہمارا سمجھوتہ کرا دیا ہے، تو کیا اب میں اپنی بیوی اور بچے کو لا سکتا ہوں؟ اِس کے بارے میں وضاحت فرما دیجئے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں عورت پر ایک طلاق واقع ہوئی ہے، اگر عدت گذر گئی ہو تو نیا نکاح کر کے اِزدواجی تعلق قائم کیا جا سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها الخ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة ٤٧٠/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۴/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غصہ میں دو طلاق رجعی دینا

سوال (۷۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں دو طلاق دی، آیا دو طلاق ہی واقع ہوں گی یا کم وبیش؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال اگر صرف دوطلاقیں دی ہیں تو عدت میں رجعت کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر آئندہ ایک طلاق بھی دے دی تو حرمتِ مغلظہ ہوجائے گی۔

وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها الخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة ٤٧٠/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۲/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دومرتبہ کہا ''میں نے تجھے فارقتی دیدی اُس کے بعد تو چلی جا''

سوال (۷۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا ''جا تو چلی جا یہاں سے، جا تو چلی جا یہاں سے'' پھر کہا ''میں نے تجھے فارقتی دے دی، میں نے تجھے فارقتی دے دی'' پھر کہا: ''دومرتبہ جا نو میرے گھر سے چلی جا مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں ہے''، تو اِس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہو گی تو کتنی اور کون سی طلاق واقع ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں دومرتبہ ''میں نے تجھے فارقتی دی'' کہنے سے دوطلاق رجعی واقع ہوئی ہیں، اور بقیہ الفاظ بظاہر ڈانٹ ڈپٹ یا خبر پر محمول ہیں، بہرحال عدت کے اندر رجعت کی گنجائش ہے؛ لیکن آئندہ اگر ایک طلاق بھی دے دی تو بیوی بالکل حرام ہوجائے گی۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱۰۹/۵)

ولو قال: ''رہا کردمتِ'' مضافًا إلى المرأة فهو صريح يوجب الرجعة ولا

يصدق أنه لم ينو به الطلاق. (الفتاوىٰ التاترخانية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ٤٦٥/٤ رقم: ٦٦٨١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا قرآن وحدیث میں طلاق بائن کا ثبوت ملتا ہے؟

سوال (۷۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا طلاق بائن کے سلسلے میں قرآنِ مجید اور حدیث شریف میں ثبوت اور دلائل کا ذکر ملتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- طلاقِ بائن مغلظہ (جس میں حلالہ کے بغیر تجدید زوجیت کی کوئی شکل نہیں ہے) کے متعلق قرآنِ کریم کی صریح آیت موجود ہے، جو درج ذیل ہیں:

﴿**فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ**﴾ [البقرة، جزء آيت: ۲۳۰]

اِس کے برخلاف طلاقِ بائن غیر مغلظہ کے بارے میں جو متعدد صورتیں ہیں، اُن میں سے غیر مدخولہ کی طلاق کے بارے میں بھی ایک صریح آیت میں وضاحت ہے، وہ آیت یہ ہے:

﴿**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا**﴾ [الأحزاب: ٤٩]

اس میں چوں کہ غیر مدخولہ سے عدت کی نفی کی گئی ہے، اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر مدخولہ بیوی مطلقہ ہوتے ہی بائنہ ہوجاتی ہے اور اِس سے بلا تجدید نکاح زوجیت کا رشتہ قائم نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ عدت ہی باقی نہ رہی۔ اِس کے علاوہ جن صورتوں میں طلاقِ بائنہ کے وقوع کا حکم دیا گیا ہے، اُس میں زیادہ تر مدار طلاق دینے والے کے الفاظ اور قرائن پر ہے، جو اِس بات کی دلیل بنتے ہیں کہ وہ اُس بیوی سے بالکلیہ نکاح ختم کردینا چاہتا ہے، مثلاً: صراحۃً

طلاقِ بائن کا لفظ بولنا، یا طلاق کے ساتھ تاکید کا لفظ بولنا، برأت وحرمت کا لفظ بولنا یا کنائی الفاظ بول کر طلاق مراد لینا وغیرہ، تو گویا اِس طرح کی صورتوں میں طلاقِ بائن کی دلیل الفاظِ طلاق کو بنایا گیا ہے، اِس کی تائید میں وہ روایات پیش کی جاسکتی ہیں، جس میں "البتة" یا "خلع" یا "تفویض" کی شکل میں طلاقِ بائن کی بات کہی گئی ہے، اِس کی چند روایات وآثار صحابہ وتابعین درج ذیل ہیں:

(۱) عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم جعل الخلع تطليقةً بائنةً. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الخلع والطلاق / باب الخلع هل هو فسخ أو طلاق ۵۱۸/۷ دار الكتب العلمية بيروت، سنن الدار قطني / كتاب الطلاق والخلع والإيلاء وغيره ۸۳/۵ رقم: ۴۰۲۵ مؤسسة الرسالة)

(۲) عن يحي بن سعيد أن عثمان بن عفان جعل الخلع تطليقةً بائنةً. (المصنف لابن أبي شيبة ۱۱۸/۴ رقم: ۱۸۴۴۸ مكتبة الرشد رياض)

(۳) عن أم بكرة أنها اختلعت من زوجها فارتفعا إلى عثمان في ذلك فقال: هي طلقة بائنة. (موطأ مالك / ما جاء في الخلع ۲۰۵ بلال ديوبند)

(۴) عن حميد بن هلال عن عمر رضي الله عنه في قول الرجل لامرأته أنت طالق البتة إنها واحد بائن. (المصنف لابن أبي شيبة ۹۲/۴ رقم: ۱۸۱۳۸ مكتبة الرشد رياض)

(۵) عن علي رضي الله عنه قال: إذا مضت أربعة أشهر فهي تطليقة بائنة. (المصنف لابن أبي شيبة ۱۲۷/۴ رقم: ۱۸۵۴۸ مكتبة الرشد رياض)

(۶) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: إذا آلى فمضت أربعة أشهر، فقد بانت منه بتطليقةٍ. (المصنف لابن أبي شيبة ۱۲۷/۴ رقم: ۱۸۵۴۴ مكتبة الرشد رياض)

(۷) عن عمر وابن عباس رضي الله عنهما قالا: إذا آلى فلم يفئ حتى تمضي الأربعة الأشهر فهي تطليقة بائنة. (المصنف لابن أبي شيبة ۱۲۷/۴ رقم: ۱۸۵۴۵ مكتبة الرشد رياض)

(۸) عن علي رضي الله عنه قال: إذا خير الرجل امرأته فاختارت زوجها فهي تطليقة ...... وإن اختارت نفسها فتطليقة بائنة، وفي رواية: فواحدة بائنة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٥٦٧/٧ رقم: ١٥٠٢٩-١٥٠٣١ دار الكتب العلمية بيروت)

(۹) عن عبد اللّٰه إذا قال: استفلحي بأمرك أو أمرك لك أو وهبها لأهلها فقبلوها فهي واحدة بائنة. (إعلاء السنن ١٨٨/١١ رقم: ٣٢٧٣ إدارة القرآن كراچی)

(۱۰) عن ابن عباس وعن سالم عن ابن الحنفية قالا: إذا مضت أربعة أشهر فهي تطليقة بائنة. (المصنف لابن أبي شيبة ٦١/١٠ رقم: ١٨٨٧٠ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۱۱) عن يحي عن أبي سلمة قال: الخلع تطليقة بائنة. (المصنف لابن أبي شيبة ٣٨/١٠ رقم: ١٨٧٤٨ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۱۲) عن شريح قال: كل خلع تطليقة بائنة. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٠/١٠ رقم: ١٨٧٥٦ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۱۳) عن إبراهيم: الخلع تطليقة بائنة والإيلاء والمباراة كذلک.
(المصنف لابن أبي شيبة ٣٩/١٠ رقم: ١٨٧٥١ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۱٤) عن إبراهيم قال: إذا مضت أربعة أشهر فهي تطليقة بائنة.
(المصنف لابن أبي شيبة ٦١/١٠ رقم: ١٨٨٧١ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۱۵) عن مسروق قال: إذا مضت أربعة أشهر في الإيلاء، كانت تطليقة بائنة، فأخبرت شريحًا بقول مسروق فقال به. (المصنف لابن أبي شيبة ٦١/١٠ رقم: ١٨٨٧٢ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۱٦) عن الحسن وابن سيرين قالا: إذا مضت أربعة أشهر فهي تطليقة بائنة. (المصنف لابن أبي شيبة ٦١/١٠ رقم: ١٨٨٧٣ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۱۷) **عن إبراهيم قال: إذا قال الرجل لامرأته: هي عليه حرام ينوي الطلاق، فأدنى ما يكون تطليقة بائنة.** (المصنف لابن أبي شيبة ٩٦/٤ رقم: ١٨١٨٥ مكتبة الرشد رياض)

(۱۸) **عن عطاء قال: الخلع تطليقة بائنة.** (المصنف لابن أبي شيبة ٤٠/١٠ رقم: ١٨٧٥٧ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۱۹) **عن عمرو بن ميمون قال: في قراء ة أبيّ: الخلع تطليقة بائنة.** (المصنف لابن أبي شيبة ٤٠/١٠ رقم: ١٨٧٦٠ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۲۰) **عن الشعبي قال: كل خلع أخذ عليه فداء فهو طلاق، وهو تطليقة بائنة.** (المصنف لابن أبي شيبة ٤٠/١٠ رقم: ١٨٧٥٥ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۲۱) **عن هشام قال: كان أبي يجعل الخلع تطليقة بائنة.** (المصنف لابن أبي شيبة ٣٧/١٠ رقم: ١٨٧٤٦ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن)

(۲۲) **عن عامر وعطاء عن سعيد بن جبير قالا: الخلع تطليقة بائنة.** (المصنف لابن أبي شيبة ٣٩/١٠ رقم: ١٨٧٥٠ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مطلقہ رجعیہ آئسہ سے تین مہینے بعد رجوع کر کے دوسری تیسری طلاق دی

سوال (۷۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر سرتاج حسین نے مجھے ۲۶/فروری ۲۰۲۱ء کو ایک صریح طلاق دی تھی، پھر ۱۵-۲۰/دن بعد رجوع کرلیا تھا، اُس کے بعد ۱۹/مارچ ۲۰۲۱ء کو ایک اور طلاق یہ کہہ کر دی کہ میں تم کو پہلی طلاق دے رہا ہوں؛ جیسا کہ ہم رشتہ تحریر میں بھی لکھا ہے، یاد رہے کہ میں مطلقہ آئسہ ہوں، بہت پہلے ہی سے حیض آنا بند ہوگیا۔

میرے شوہر نے دوسری طلاق سے بھی تین ماہ ۷/دن بعد رجوع کرلیا، کیا یہ رجوع معتبر ہے یا نہیں؟

اَب یکم جولائی ۲۰۲۱ء کو پھر ایک طلاق یہ کہہ کر دی کہ آخری طلاق دے رہا ہوں۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ تیسری طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں حکم تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تفصیلی سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری طلاق کے بعد مطلقہ آئسہ سے شوہر نے جو رجوع کیا ہے وہ اُس کی عدت (تین ماہ) کے بعد کیا ہے؛ لہٰذا یہ رجوع درست اور معتبر نہیں ہوا اور بیوی دوسری طلاق کی عدت گذارنے کے بعد بائنہ ہوکر شوہر کے نکاح سے نکل گئی، اب اُس کے بعد شوہر نے اسے جو تیسری اور آخری طلاق دی وہ شرعاً معتبر نہ ہوگی؛ کیوں کہ اِس وقت اُس کے نکاح میں نہیں رہی تھی، بریں بنا اگر تجدید نکاح کر کے میاں بیوی ساتھ رہنا چاہیں تو اس کی گنجائش باقی ہے۔

ومحله المنكوحة. (الدر المختار، كتاب الطلاق / مطلب طلاق الدور ٤٣١/٤ زكريا)

وأما شرطه على الخصوص فشيئان، أحدهما: قيام القيد في المرأة نكاحًا أو عدة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب الأول في تفسيره وركنه ٣٤٨/١ زكريا)

ولو كانت المطلقة صغيرة أو آئسة وهي حرة فعدتها ثلاثة أشهر. (خانية على الهندية، كتاب الطلاق / باب العدة ٥٤٩/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کئی بیوی والے شوہر کا کہنا کہ عائشہ کے علاوہ سب کو چھوڑ دیا

سوال (۷۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گل حسن آسٹریلیا میں جاب کرتے ہیں اور یوپی کے رہنے والے ہیں، انہوں نے ایک

نکاح آسٹریلیا میں کیا جس کا نام عائشہ ہے، جو لا ولد ہے، اس کے بعد یکے بعد دیگرے دو نکاح ہندوستان میں کیئے اور پھر دونوں کو طلاق دے کر آزاد بھی کر دیا، پھر چند سالوں کے بعد ایک اور نکاح اپنے آبائی وطن پرتاپ گڈھ میں کیا، مگر چند دنوں میں اس کو بھی ڈانٹ کر میکے بھیج دیا اور خود بمبئی چلے آئے جوان کا وطن اقامت ہے، ان کے آنے کے بعد گھر والے بہو کو دوبارہ لائے، مگر معلوم ہونے کے بعد پھر غصہ ہو کر گھر سے نکال دیا اور وہ اپنے میکے چلی گئی، بعد ازاں اپنے خاندان میں نکاح کا پیغام دیا جوان کے حالات سے پوری طرح واقف ہیں تو مطلوبہ رشتہ والوں کی طرف سے احتیاطاً بایں الفاظ مجموعی طلاق لے لی گئی: کہئے عائشہ کے علاوہ (جو منکوحۂ اول ہے) سبھی کو چھوڑ دیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں سب کو چھوڑا اور چھوڑ ہی دیا ہوں، پھر کہا گیا کہ کہئے عائشہ کے علاوہ سب کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا ہے تو انہوں نے کہا کہ عائشہ کے علاوہ سب کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا اور مزید ایک طلاق کا میسج بھی کر دیا جو شاید بیوی تک نہیں پہنچا بقول شوہر کے؛ مگر اب گل حسن اس چوتھی بیوی کو لانا چاہتے ہیں تو کہاں تک گنجائش ہو سکتی ہے؟ طلاق کے الفاظ کہلانے والے راقم الحروف ہیں، احقر کے نزدیک چند جملے قابل غور ہیں:

(۱) عائشہ کے علاوہ سب کو چھوڑ دیا۔

(۲) عائشہ کے علاوہ سب کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔

(۳) چھوڑ ہی دیا ہوں۔

(۴) ایک طلاق کا میسج کرنا

(۵) دو مرتبہ گھر سے ڈانٹ کر میکے بھیج دینا۔

محقق و مدلل جواب سے مطمئن فرمائیں۔ جزاکم اللہ

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ واقعہ میں حسب تحریر سوال دوسری اور تیسری منکوحہ کو تو پہلے ہی طلاق ہو چکی ہے اور چوتھی بیوی کو محض ڈانٹ کر گھر سے بھگا دینے سے بلا نیت کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی تھی؛ لیکن جیسا کہ شوہر گل حسن سے طلاق لینے کی غرض سے یہ

الفاظ کہلوائے گئے کہ ''عائشہ کے علاوہ سب کو چھوڑ دیا'' اور ''عائشہ کے علاوہ سب کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا'' اور پھر اس طلاق کی خبر دینے کے لئے چوتھی بیوی کو میسیج بھی کر دیا تو اگر شوہر کی مراد ایک ہی طلاق دینا تھا متعدد بار جو الفاظ کہے وہ اسی ایک طلاق کے اقرار کے لئے تھے اور ہمیشہ کے لئے چھوڑنے سے طلاق کے معنی میں شدت پیدا کرنا مقصود تھا، تو ایسی صورت میں چوتھی بیوی پر صرف ایک طلاق بائن واقع ہوئی ہے، اب اگر اس سے رشتۂ زوجیت قائم کرنا چاہتا ہے تو نیا نکاح کر کے رکھ سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

وإذ وصف الطلاق بضرب من الزيادة والشدة كان بائنا مثل أن يقول أنت طالق بائن أو البتة. (الهداية، كتاب الطلاق / فصل في تشبيه الطلاق ووصفه ٣٨٦/٢ مكتبة بلال ديوبند)

فنحو اخرجي واذهبي وقومي (الدر المختار) والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضا والغضب والمذاكرة. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٥٣٣/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۴/۱۴۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

''میں نے اس کو طلاق دے دی، وہاں جا کر کہہ دینا'' دو بار کہا

سوال (۷۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد فیضان نے اپنی بیوی معظّمہ خاتون بنت عبد الوصی ساکنہ ہلدوانی کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی خالہ کے لڑکے سے یہ کہا کہ ''میں نے اس کو طلاق دے دی، وہاں جا کر کہہ دینا'' یہ جملہ دو دفعہ کہا تھا تو کتنی طلاق ہوئی اور اب شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال مسئولہ صورت میں معظّمہ خاتون پر دو طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، عدت (تین ماہواری) کے اندر اندر شوہر کو رجعت کرنے کا حق

حاصل ہے اور عدت گذرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جائے گی اور تجدید نکاح کے بغیر اس شوہر سے ازدواجی تعلق قائم نہ ہو سکے گا۔

ولو قال لها أنت طالق طالق أو أنت طالق أنت طالق، أو قال قد طلقتک قد طلقتک أو قال أنت طالق وقد طلقتک وقع ثنتان. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب الثاني في إيقاع الطلاق ۱/۳۵۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کنکری بھر کر بیوی کے منہ پر پھینک کر کہنا "لو یہ ہے تمہاری طلاق"

سوال (۷۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے غصہ میں آکر کنکری بھر کر اپنی بیوی کے منہ پر ماردیا اور کہا "یہ لو یہ ہے تمہاری طلاق" تو اَب یہ معلوم کرنا ہے کہ بیوی پر کتنی طلاق واقع ہوں گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - ایک مرتبہ مٹھی بھر کر کنکریاں مارنے کے بعد "یہ لو یہ ہے تمہاری طلاق" کہنے کی بنا پر بیوی پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی ہے، رجعت کی گنجائش ہے۔

مستفاد: وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق ولم يذكر لفظًا صريحًا ولا كنايةً لا يقع عليه، كما أفتى به الخير الرملي وغيره. (رد المحتار / كتاب الطلاق ۴/۴۳۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۴/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وقفہ وقفہ سے دو طلاق دے کر رجوع کرنا

سوال (۷۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرا نام شہلا نعیم ہے اور میرے شوہر کا نام انور ہے میرے شوہر انور نے یکم جون ۲۰۱۳ء کو فون کر کے غصہ سے مجھ سے کہا کہ تم اپنے والد کی پسند سے کسی سنی جماعت کے لڑکے سے شادی کرلو اور جو میں بول رہا ہوں اسے ایسے ہی لفظ بلفظ اپنے والد کو بتا دینا اس کے بعد شوہر نے ایک ہفتہ میں رجوع کرلیا (لیکن شوہر کا بیان یہ ہے کہ اس نے مذکورہ الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی، اس کا تفصیلی بیان سوال نامے کے ساتھ الگ سے موجود ہے۔

دوسری بات گھر پر ہم دونوں اکیلے تھے ہم دونوں میں جھگڑا ہوا، تب انور نے مجھ سے کہا کہ ''جاؤ اپنے گھر چلی جاؤ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' یہ واقعہ ۱۶ / ستمبر ۲۰۱۴ء میں پیش آیا، پھر میرے شوہر نے تین گھنٹہ کے بعد رجوع کرلیا۔

پھر تیسری بات ۲۹ / فروری ۲۰۱۶ء کو ہمارا جھگڑا ہوا اور انور نے مجھ سے کہا کہ میں پورے ہوش وحواس میں اور خدا کو حاضر وناظر جان کر تم کو طلاق دیتا ہوں اور دو گواہ بھی بنالئے پھر دوسرے ماہ کی ۳۱ / تاریخ یعنی ۳۱ / مارچ کو رجوع کیا۔

برائے مہربانی مجھے بتایئے کہ کیا میرا اپنے شوہر کے ساتھ رہنا جائز ہے یا نہیں؟

(شوہر کا بیان)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: میری سسرال مسلک بریلوی سے ہے، میری شادی کے بعد اکثر میرے سسر مجھ سے کہتے رہتے تھے کہ میں اپنی بیٹی دیوبندیوں میں دے کر پھنس گیا، کبھی کہتے ڈنٹھلوں میں دے کر پچھتا تا ہوں، ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ دیوبندیوں سے بہتر ہے کہ اپنی بیٹی کسی کافر کو دے دیتا، میں اپنے سسر کو کوئی جواب نہیں دیا اس وقت میری بیوی اپنے میکہ میں تھیں، میں نے ان سے فون کر کے کہا کہ تم اپنے والد کی پسند سے کسی سنی جماعت کے لڑکے سے شادی کرلو، تمہارے والد اِس طرح کہہ رہے تھے، تم اپنے والد سے میرے الفاظ کہہ دینا، میرا ہرگز ہرگز ارادہ طلاق دینا نہیں تھا بلکہ بیوی کے والد سے غصہ ظاہر کرنا تھا، یہی سبب تھا کہ اُس کے چار پانچ دن کے بعد بیوی میرے گھر واپس آ گئی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ہم رشتہ شوہر کے بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس نے ایک جون ۲۰۱۳ء کو بیوی سے جو یہ کہا تھا کہ تم اپنے والد کی پسند سے کسی سنی جماعت کے لڑکے سے شادی کرلو، اس سے طلاق دینا مراد نہیں تھا؛ بلکہ ناگواری کا اظہار مقصد تھا۔ بریں بنا اس لفظ سے کوئی طلاق واقع نہ ہوئی؛ البتہ بعد میں جو دوطلاق وقفہ وقفہ سے صریح الفاظ سے دی ہیں، اُن سے دوطلاق رجعی واقع ہوچکی ہیں، عدت کے اندر اندر رجوع کرنا درست ہے؛ لیکن آئندہ اگر ایک طلاق بھی دے دی تو پھر رشتہ زوجیت بالکل ختم ہوجائے گا اور حلالۂ شرعیہ کے بغیر تجدید نکاح کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

ولو قال اذهبي فتزوجي وقال لم أنو الطلاق لايقع شيء لأن معناه إن أمكنك .... ويؤيده ما في الذخيرة: اذهبي فتزوجي لايقع إلا بالنية وإن نوى فهي واحدة بائنة. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب تفويض الطلاق زكريا ٥٥١/٤)

فصار أنت طالق، أنت طالق فيقع رجعيتان إذا كانت مدخولا بها.

(مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب إيقاع الطلاق ٣٨٨/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ٤٧٣/١ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۴/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

غیر خاندان کی لڑکی سے نکاح کرنے پر خلوت سے پہلے طلاق دینا

سوال (۷۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک سیفی برادری کے لڑکے نے پٹھان خاندان کی لڑکی سے بغیر والدین کی اجازت سے

نکاح کرلیا اب لڑکے والے اس نکاح کو ختم کرانا چاہ رہے ہیں تو کیا شکل ہوگی؟ اور ابھی نکاح کے بعد خلوت کی نوبت بھی نہیں آئی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ظاہر الروایہ کے اعتبار سے یہ نکاح شرعاً منعقد ہو چکا ہے، اَب اگر لڑکے والے اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتے ہیں، تو اس کی صورت یہ ہے کہ لڑکا نصف مہر ادا کر کے اسے ایک طلاق دے دے؛ کیوں کہ حسبِ تحریر سوال ابھی رخصتی اور خلوت کی نوبت نہیں آئی ہے، اِس لئے ایک ہی طلاق سے وہ لڑکی نکاح سے باہر ہو جائے گی اور اِس صورت میں اُس پر عدت بھی لازم نہیں ہوگی۔

نفذ نكاح حرةٍ مكلفةٍ بلا ولي وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف في ظاهر الرواية. (تبيين الحقائق، كتاب النكاح / باب الأولياء والأكفاء ٤٩٣/٢ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الباب الرابع في الأولياء ٢٨٧/١ زكريا)

ويجب نصفه بطلاق قبل وطء أو خلوة (در مختار) أي نصف المهر المذكور. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٢٣٥/٤ زكريا، ١٠٤/٣ كراچی)

أربع من النساء لا عدة عليهن المطلقة قبل الدخول. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب الثالث عشر في العدة ٥٢٦/١ زكريا)

إن كان الفساد بعجزه عن الوطء حقيقة لا يجب عليها العدة، وكذا لو طلقها قبل الخلوة. (خانية على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / باب العدة ٥٤٩/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کا مطالبۂ طلاق پر لفظ ''دے دی'' کہنا

سوال (۲۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور اس کی بیوی خالدہ میں بحث ومباحثہ ہوا، خالدہ نے زید سے کہا کہ میرا تمہارے

ساتھ کام کیسے چلے گا، اس پر زید نے کہا کہ تو پھر تو اپنے باپ سے کہہ کر طلاق دلوا، تو خالدہ نے کہا کہ تم ہو مالک، تم دے دو، زید خاموش ہوکر اپنے کام میں مشغول ہوگیا، خالدہ ادھر ادھر کی باتیں بولتی رہی، زید نے کہا کہ جاؤ جاکر سو جاؤ، پریشان نہ کرو؛ لیکن وہ مانی نہیں اور بولتی رہی تو پھر زید نے کہا کہ تم بغیر دئے مانو گی نہیں، خالدہ نے کہا دیدو پھر، تو زید نے کہا: ''دے دی'' اور زید کہتا ہے کہ میں نے دے دی سے طلاق مراد نہیں لی اور نہ ہی میں نے دے دی کہتے وقت طلاق کی نیت کی اسی لئے میں نے دے دی لفظ بولا (اور کیا دے دی یہ کچھ ظاہر نہیں کیا) اور دے دی کا لفظ خالدہ کو ڈرانے کے لئے بولا تھا، تاکہ وہ ڈر کر خاموش ہو جائے اور لڑائی نہ کرے، کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں جب کہ بیوی خالدہ کے مطالبۂ طلاق پر شوہر زید نے ''دے دی'' کا لفظ کہا ہے تو خالدہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوچکی ہے اور بعد میں شوہر کا یہ کہنا کہ میں نے ''دے دی'' سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ کیوں کہ ظاہراً مطالبۂ طلاق کے جواب میں ''دے دی'' کا لفظ کہنا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ اس سے طلاق ہی مراد ہے، اس لئے کہ شریعت کا اصول ہے کہ جواب دینے میں سوال کا مضمون خود بخود ملحوظ رہتا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں بلاشبہ ایک طلاق رجعی واقع ہو چکی ہے، اب عدت کے اندر اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے۔

السؤال معاد في الجواب. (قواعد الفقه ص: ٨٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الرجعة ٢/٤٠٥ مكتبه بلال ديوبند، ٢/٣٩٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”جب میں نے تجھ کو طلاق دے دی تو پھر میرے پاس نوں کیوں کرتی“ کہنے کا حکم

سوال (۷۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی اپنی بیوی سے کسی بات پر کچھ تکرار ہو رہی تھی، اسی درمیان زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”جب میں نے تجھ کو طلاق دی دی تو پھر میرے پاس نوں کیوں کرتی“ یہ لفظ ایک ہی مجلس میں دو بار کہہ دیا۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ اس جملہ سے کتنی طلاق واقع ہوگی، جبکہ زید نے اس جملہ کو کہنے سے پہلے کبھی بھی کوئی طلاق نہیں دی تھی، شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

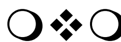
باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں شوہر کا اپنی بیوی سے دومرتبہ یہ کہنا کہ ”جب میں نے تجھ کو طلاق دے دی تو پھر میرے پاس نوں کیوں کرتی ہو“ اگر ایک ہی طلاق کے اقرار کرنے کے طور پر ہے، تو اس کی بیوی پر صرف ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی اور اگر ہر جملے سے الگ طلاق مراد لی ہے تو دو طلاق واقع ہو جائیں گی، اور بہر صورت عدت یعنی تین ماہواری کے اندر اندر شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

ولو قال لامرأته: أنت طالق فقال له رجل ما قلت؟ فقال: طلقتها، أو قال: قلت هي طالق فهي واحدة في القضاء؛ لأن كلامه انصرف إلى الإخبار بقرينة الاستخبار. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل في النية في أحد نوعي الطلاق وهو الكناية ۱۵۳/۳ زكريا)

ولو طلقها ثم قال لها: ”طلاق دادہ است“ لا تقع أخرىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الأول في الطلاق الصريح ۳۵۶/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



کنائی اور تحریری طلاق

میاں بیوی کے رشتہ اِزدواج کو بالکلیہ ختم کردینے والے اسباب

سوال (۷۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) شریعت میں تین طلاق اور اُس سے ملتی جلتی میاں بیوی میں علیحدگی کی کیا شکلیں ہیں؟ جن کے استعمال کے نتیجہ میں میاں بیوی کے درمیان ایسی علیحدگی ہوجاتی ہے جو قابل رجعت نہیں ہے، اور جس کے نتیجے میں فوراً علیحدگی ہوجاتی ہے؟

(۲) کیا مبارات اور خلع کے ذریعہ بھی فوراً طلاق ہوجاتی ہے جس میں رجعت نہیں ہوسکتی؟

(۳) طلاقِ بائن کیا ہے؟ کیا اِس کے دینے سے میاں بیوی میں فوری علیحدگی ہوجاتی ہے؟ اور کیا اِس میں بھی رجعت کی گنجائش نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱-۲-۳) شریعت میں بنیادی طور پر وقوع کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **طلاقِ رجعی:-** جس میں عدت کے اندر بلا تحدید تجدید نکاح رجعت کا اختیار باقی رہتا ہے، مثلاً صریح الفاظ سے بلاعوض ایک یا دو طلاق دینا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ، فَاِمۡسَاکٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌ بِاِحۡسَانٍ﴾ [البقرۃ، جزء آیت: ۲۲۹]

فالصریح قولہ: أنت طالق ومطلقۃ، وطلقتک، فھذا یقع بہ الطلاق الرجعي. (الھدایۃ، کتاب الطلاق / باب إیقاع الطلاق ۳۷۸/۲ المکتبۃ النعیمیۃ دیوبند)

(۲) طلاق بائن:- پھر طلاق بائن کی دو شکلیں ہیں:

الف:- بینونۃ صغریٰ (جس میں اگر چہ رجعت کا حق باقی نہیں رہتا؛ لیکن عدت کے اندر یا عدت کے بعد تجدید نکاح کی گنجائش رہتی ہے، مثلاً غیر مدخولہ بیوی کو صریح الفاظ سے ایک طلاق دینا، یا مدخولہ کو صریح الفاظ سے طلاق کے ساتھ کوئی شدت کی صفت لگا کر طلاق دینا، یا الفاظِ کنایہ سے طلاق دینا یا مال کے عوض طلاق دینا وغیرہ) اس طرح کی سب شکلوں میں تین طلاق سے کم ہونے کی صورت میں بلا حلالہ تجدید نکاح کی گنجائش ہوتی ہے اور مبارأت وخلع کا بھی یہی حکم ہے، جب کہ اس میں تین طلاق کی بات نہ ہو۔

وأما الصريح البائن: فبخلافه وهو أن يكون بحروف الإبانة، أو بحروف الطلاق لكن قبل الدخول حقيقة ...... فصريح الطلاق قبل الدخول حقيقة يكون بائنًا، وكذلك إذا كان مقرونًا بعوض وهو الخلع ببدل، والطلاق على مال ...... والطلاق على مال معاوضة المال بالنفس، وقد ملك الزوج أحد العوضين بنفس القبول، وهو مالها، فتملك هي العوض الآخر وهو نفسها ...... ولا تملك إلا بالبائن، فكان الواقع بائنًا. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل في بيان صفة بألفاظ الطلاق في النوعين ۱۷٤/۳ زكريا)

وإذا وصف الطلاق بضرب من الزيادة والشدة كان بائنًا، مثل أن يقول: أنت طالق بائن أو البتة، وكذا إذا قال: أنت طالق أفحش الطلاق وغير ذلك. (الهداية، كتاب الطلاق / باب إيقاع الطلاق ۳۸۷/۲)

عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم جعل الخلع تطليقةً بائنةً. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الخلع والطلاق / باب الخلع هل هو فسخ أو طلاق ۵۱۸/۷ دار الكتب العلمية بيروت، سنن الدار قطني / كتاب الطلاق والخلع والإيلاء وغيره ۸۳/۵ رقم: ٤۰۲۵ مؤسسة الرسالة)

وحکمہ أن الواقع بہ أي بالخلع ولو بلفظ البیع والمباراۃ طلاق بائن.

(رد المحتار، کتاب الطلاق / باب الخلع ۹۱/۵ زکریا)

ب:- بینونۃ کبریٰ: یعنی تین طلاق بیک وقت یا الگ الگ اوقات میں دینا، جس کے بعد حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا جاسکتا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۰]

وطلاق البدعۃ أن یطلقها ثلاثا بکلمۃ واحدۃٍ أو ثلاثۃ في طهرٍ واحدٍ، فإذا فعل ذلک وقع الطلاق وکان عاصیًا. (الهدایة، کتاب الطلاق / باب طلاق السنة ۳۷۴/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۶/۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر نے کہا: ''تم آج سے میری بیوی نہیں ہو''

سوال (۷۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر نے بیوی سے کہا ''تم آج سے میری بیوی نہیں ہو''، جواباً بیوی نے کہا ''سوچ سمجھ کر کہو''، شوہر نے کہا ''ہاں ختم کردیا تو ختم''، کیا اس سے طلاق واقع ہوگی اور کون سی طلاق واقع ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - ''تم آج سے میری بیوی نہیں ہو'' یہ کنائی جملہ ہے، جو اگر طلاق کی نیت سے بولا جائے تو اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، اور مسئولہ صورت میں بیوی کے سوال کرنے پر جب شوہر نے یہ کہا کہ ''ہاں ختم کردیا تو ختم'' اِس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے طلاق کی غرض سے مذکورہ جملہ کہا تھا، اِس لئے ایک طلاقِ بائن کے وقوع کا حکم ہوگا، اب اگر چاہیں تو تجدید نکاح کے بعد زوجین ساتھ رہ سکتے ہیں۔

لست لي بامرأة الخ، طلاق إن نواه. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٥٠٧/٤ زكريا)

ولو قال: فسخت النكاح ونوىٰ الطلاق يقع. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ٣٧٥/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۲/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کو حرامی بتانے پر جواب دیا: کبھی خیال میں نہ لانا کہ تم میری بیوی ہو یا رہو گی

سوال (۷۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کو اُس کی بیوی نے غصہ میں کہا ''اِس وقت ہمارے گھر کو چھوڑ دو حرامی کہیں کے'' تو جواب میں اُس نے کہا ''میں عبداللہ بن سلیم ہوں اور چھوڑ کے جا رہا ہوں، فی الحال میں اپنی ماں سے پوچھوں گا کہ میں حرامی ہوں یا حلالی اور بھول جاؤ کبھی خیال میں نہ لانا کہ تم میری بیوی ہو یا رہو گی'' یہ کہہ کر عبداللہ چلا گیا، تو اِس صورت میں کتنی طلاق واقع ہوں گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بیوی کے اس قول: ''اس وقت ہمارے گھر کو چھوڑ دو'' کے جواب میں شوہر عبداللہ بن سلیم کا یہ کہنا کہ ''چھوڑ کے جا رہا ہوں'' اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی؛ کیوں کہ اس میں بیوی کو چھوڑنے کی بات نہیں ہے؛ بلکہ صرف گھر کے چھوڑنے کی بات ہے؛ البتہ بعد میں جو اس نے یہ جملہ کہا ہے کہ ''کبھی خیال میں نہ لانا کہ تم میری بیوی ہو، یا رہو گی'' اس جملے میں حکم کا مدار عبداللہ بن سلیم کی نیت پر ہوگا، اگر اس نے طلاق کی نیت سے یہ جملہ کہا ہے، تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی، اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی، محض دھمکی دینا مقصود تھا، تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

ولو قال لامرأته: لست لي بامرأة ...... فإن قال: أردت به الكذب، يصدق في الرضا والغضب جميعًا، ولا يقع الطلاق، وإن قال: نويت الطلاق يقع الطلاق في قول أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح / الفصل الخامس في الكنايات ۳۷۵/۱ زكريا)

وفي العتابية: إذ قال لامرأته: لست بامرأة لي، لايقع، وإن نوى يقع عند أبي حنيفة – رحمه اللّٰه تعالىٰ– وبه نأخذ. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ٤٦٧/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''جا تجھ سے میرا کوئی واسطہ نہیں'' کہنا

سوال (۴۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: ''جا تجھ سے میرا کوئی واسطہ نہیں'' تو اس سے کوئی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ''جا تجھ سے میرا کوئی واسطہ نہیں'' یہ الفاظ کنایہ میں سے ہیں جس کا حکم یہ ہے کہ اگر طلاق کی نیت سے یہ لفظ کہا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی، محض دھمکانا مقصد تھا تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

ولو قال لها لا نكاح بيني و بينك أو قال لم يبق بيني و بينك نكاح يقع الطلاق إذا نوىٰ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ۳۷٦/۱، ٤٤۳/۱ زكريا)

لا يقع الطلاق بشيء من الكنايات إلا بالنية ...... وكذا لو قال لا حاجة

لي فيک. (خانية علی هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / فصل في الكنايات والمدلولات ٤٦٨/١ - ٤٦٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۶/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوطلاقِ رجعی کے بعد کہا ''میرا تجھ سے تعلق ختم ہے''

سوال (۷۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شوہر اپنی بیوی کو دوطلاق رجعی دے چکا ہے، اُس کے بعد پھر جھگڑا ہوا تو اُس نے بیوی سے کہا: ''میں تیری صورت نہیں دیکھنا چاہتا اور تیرے ساتھ رہنا مجھے پسند نہیں ہے، میرا تجھ سے تعلق ختم ہے''۔ اَب مسئلہ یہ ہے کہ شوہر کہتا ہے کہ میں نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی، جب کہ بیوی کہہ رہی ہے کہ سیاق وسباق اور لہجہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ شوہر نے طلاق کی نیت ہی سے مذکورہ الفاظ اَدا کئے ہیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ بیوی کی بات مانی جائے گی یا شوہر کی؟ اور تیسری طلاق کے وقوع کا حکم ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں سابقہ دوطلاق رجعی واقع ہوچکی ہیں اور اُن سے رجعت بھی ہوچکی ہے، اُس کے بعد ''میں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا'' اور تیرے ساتھ رہنا مجھے پسند نہیں ہے'' ان الفاظ سے تو مطلقاً کوئی طلاق واقع نہ ہوئی، اور ''میرا تجھ سے تعلق ختم ہے'' اس میں اصل مدار شوہر کی نیت پر ہے، اگر اس نے طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہیں تو تیسری طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی: جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور اِس بارے میں بیوی کے گمان اور خیال کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

إذا قال: لا أريدک أو لا أحبک أو لا أشتهيک أو لا رغبة فيک فإنه

لا یقع، وإن نوی في قول أبي حنیفة رحمه اللّٰه، کذا في البحر الرائق. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / الفصل الخامس في الکنایات ۳۷۵/۱ زکریا، رد المحتار، کتاب الطلاق / باب الکنایات ۵۲۶/٤ زکریا)

ولو قال لها: لا نکاح بیني وبینک أو قال: لم یبق بیني وبینک نکاح یقع الطلاق إذا نوی. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / الفصل الخامس في الکنایات ۳۷۵/۱ زکریا)

الکنایات لا تطلق بها إلا بالنیة أو دلالة الحال فنحو اخرجي واذهبي وقومي. (رد المحتار، کتاب الطلاق / باب الکنایات ۵۲۸/٤-۵۲۹ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی سے کہا ''میں نے فیصلہ سنادیا میرا تم سے کوئی تعلق نہیں''

سوال (۷۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی کو موبائل سے میسج کیا کہ ''میں اپنا فیصلہ سنا دیا، اَب میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ تمہارا مجھ سے، اِس لئے اب مجھ سے کنٹیکٹ نہ کریں، اَب اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا ناممکن ہے، میں نے تمہارے ابو کو اپنا فیصلہ سنا دیا، میں ہمیشہ کے لئے دور جا چکا ہو''۔

نوٹ:- زید مذکور نے اپنے خسر کو بھی اسی طرح کا ایک میسج کیا تھا، جس میں کنائی الفاظ استعمال کئے تھے، زید نے بیوی کے میسج میں اسی میسج کا حوالہ دیا ہے، اس کے بعد زید کے خسر نے زید کو فون کیا، بھائی کیا بات ہے؟ تو زید نے اپنے خسر سے فون پر غیر مناسب گفتگو کی، زید کے خسر نے کہا کہ بھائی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے وہ تو تمہاری بیوی ہے، اس پر زید نے کہا نہیں نہیں، زید کے خسر نے کہا یہ سب کنائی الفاظ ہیں، آپ کہنا کیا چاہتے ہو؟ صاف کہو تو زید نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو اِس کا مطلب بتا دیا ہے، اور تمہارے سامنے بھی صاف صاف الفاظ کہہ دوں گا، پھر زید بہت غصہ میں انداز ے سے زیادہ آگے بڑھ گیا، اور غصہ کی

حالت میں زور زور سے یہ کہا کہ آپ اُن کو ہمارے گھر سے لے جاؤ، اس کو پہنچانے کی ذمہ داری اب ہماری نہیں رہی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زید کا بیوی کو میسج میں یہ لکھنا کہ ”میرا تم سے کوئی تعلق نہیں الخ“ اصل میں کنائی الفاظ میں سے ہے، جس میں شوہر کی نیت پر مدار ہوتا ہے، یعنی اگر وہ طلاق کے اِرادہ سے کہے تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں؛ لیکن مسئولہ صورت میں زید کی بعد میں جو اپنے خسر سے گفتگو مذکور ہے اُس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مذکورہ الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے، اِس لئے ایک طلاق بائن کے وقوع کا حکم دیا جائے گا، اب اگر زید اس بیوی کو دوبارہ رکھنا چاہتا ہے تو اَز سرِ نو نکاح کرنا ہوگا، حلالہ کی ضرورت نہیں۔

وأما الضرب الثاني وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال؛ لأنها غير موضوعة للطلاق؛ بل تحتمله وغيره فلا بد من التعيين أو دلالته ...... وبقية الكنايات إذا نوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة. (الهداية، كتاب الطلاق / فصل في الطلاق قبل الدخول ۳۸۹/۲ المكتبة النعيمية ديوبند)

ولو قال لها: لا نكاح بيني وبينک أو قال لم يبق بيني وبينک نكاح يقع الطلاق إذا نوى. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ۳۷۵/۱ زكريا)

إذا قال لامرأته ”لستِ بامرأة لي“ لا يقع، وإن نوى يقع عند أبي حنيفة وبه نأخذ. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس الكنايات ٤٦٧/٤ زكريا) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی سے ’’دونوں لوگ اپنی مرضی سے الگ رہیں گے‘‘ کہنے کا حکم

سوال (۷۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی نے یہ لکھوا کر دستخط کر دئے کہ ’’دونوں (میاں بیوی) نے ترک تعلقات لے لیا، اور دونوں لوگ اپنی مرضی سے الگ رہیں گے‘‘ کیا اِن الفاظ سے طلاق واقع ہوجائے گی؟ مذکورہ الفاظ کے ذریعہ باقاعدہ زوجیت سے علیحدگی ہی مقصود تھی، سرکاری قانون سے بچنے کے لئے اِس طرح کے الفاظ استعمال کئے ہیں، شوہر نے بیوی کی بھابھی کو بھی فون پر بتایا کہ میں نے شہناز کو طلاق دے دی ہے، تو کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں، شرعی حکم تحریر فرما کر ممنون فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال جب کہ شوہر نے مذکورہ الفاظ ’’دونوں لوگ اپنی مرضی سے الگ رہیں گے‘‘ سے طلاق ہی کی نیت کی ہے؛ جیسا کہ اُس کے صاف طور پر بعد میں فون پر طلاق کا اقرار کرنے سے پتہ چلتا ہے تو ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوچکی ہے، اب تجدید نکاح کے بغیر اُن میں اِزدواجی تعلق قائم نہیں ہوسکتا اور وہ مطلقہ عورت عدت کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔

ویقع بقوله: أنت طالق بائن. (الدر المختار، کتاب الطلاق / باب الصریح، مطلب في قول الإمام: إیماني کإیمان جبریل ۴/۴۹۸ زکریا)

ولو قال لها: لا نكاح بيني وبينك أو قال لم يبق بيني وبينك نكاح يقع الطلاق إذا نوى. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ۱/۳۷۵ زكريا)

وفي البزازية: طلبت منه الطلاق فقال: لم يبق بيني وبينك عمل لم تطلق إلا أن ينوي به النكاح وينوي به إيقاع الطلاق فحينئذ يقع. (البحر الرائق، كتاب الطلاق / باب الكنايات في الطلاق ۳/۵۲۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

رجعت کے بعد کہنا: میں تم سے سارے رشتے ختم کر رہا ہوں

سوال (۷۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں سارا خان بنت لطافت حسین خاں کی شادی ۸؍اگست ۲۰۱۴ء میں محمد ذیشان ساکن علی گڈھ سے ہوئی تھی، شادی کے ایک سال بعد سے ہی محمد ذیشان نے میری کوئی پروا نہیں کی، اور میری طرف سے بالکل لاپرواہ ہوگئے اور جب بیٹی پیدا ہوئی تب بھی کوئی خوشی کا اظہار نہیں کیا، مجھے اور میری بیٹی کو اپنے گھر والوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا تھا، اور اپنے دوستوں میں رہنے لگے تھے، دیر سے گھر آنے لگے تھے، اور جب میں محمد ذیشان کے گھر والوں کی بدسلوکیوں کا تذکرہ اُن سے کرتی تھی، وہ مجھے ہی برا بنا دیتے تھے اور کوئی موقع ایسا نہیں جانے دیتے تھے کہ مجھے اور میرے گھر والوں کو ذلیل نہ کریں، پھر اُنہوں نے اپنی بہن کے ذریعہ مجھے بدنام کرنے کی بھی کوشش کی، بات کافی بڑھ گئی اور اُن کے گھر والوں نے میرے گھر والوں کو فون کر کے کہا اپنی پاگل بیٹی کو لے جاؤ، اور محمد ذیشان نے مجھے گھر سے بھی نکال دیا، اور یہ بھی کیا کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں، تو میں اپنے ماموں کے گھر چلی گئی، جو علی گڈھ میں ہی رہتے تھے، پھر ذیشان اپنے والدین کے کہنے پر معافی مانگ کر ۲؍دن بعد مجھے اور میری بیٹی کو اپنے گھر لے آئے؛ لیکن اُن کے رویے میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اَب دوسری مرتبہ جب میں جدہ (سعودی عرب) گئی تھی، یہ مجھے دمام (سعودی عرب) چھوڑنے جانے والے تھے، جہاں میری والدہ اس وقت تھیں، میری والدہ نے کہا، ابھی دمام مت آؤ، میں مصروف ہوں، تم لوگوں کی خاطر نہیں کرسکوں گی، اس پر ناراض ہوگئے اور کہنے لگے وہ ہم سے ملنا ہی نہیں چاہتی اور پھر محمد ذیشان نے کہا میں تمہیں طلاق دیتا ہوں اور کہا تم اپنی بیٹی کو اکیلے ہی دمام لے جانا، میرے گھر والوں نے بہت کوشش کی کہ معاملہ سدھر جائے مگر ذیشان نے کوئی سدھار پیدا نہیں کیا، پھر میں ہندوستان ایک ماہ بعد آ کر ان کے ساتھ میں ہی رہی، مگر وہ کچھ کام نہیں کرتے تھے، بس ماں باپ کے پیسوں پر ہی گذر ہو رہی تھی، اب جب میں نوکری کے لئے کہتی تو ناراض بھی

ہو جاتے، اگر نوکری کی بھی تو بس ایک دو مہینے اور پھر کوئی بہانہ بنا کر نوکری چھوڑ دیتے تھے، جب میں گھر میں راشن لانے کے لئے کہتی تو ٹال مٹول کر دیتے اور جب میں نے کہا کہ میں راشن لے آؤں تو اس پر بہت جھگڑا کیا، یہاں تک کہ مارا پیٹی کی نوبت آگئی اور انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا اور کہا میں تم سے سارے رشتے ختم کرتا ہوں، آج اس قصے کو تین سال کا عرصہ ہوگیا، ذیشان نے نہ تو میری کوئی خبر لی اور نہ کوئی میرا اور میری بیٹی کا خرچہ وغیرہ دیا، ہاں بس مجھے فون پر جلی کٹی سناتے رہتے تھے، پھر میں نے فون پر بات کرنا بھی بند کر دیا، اب آپ بتائیں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال دو مرتبہ طلاق صریح دینے کے بعد رجعت ہو چکی ہے اور تیسری مرتبہ اگر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہیں کہ ''میں تم سے سارے رشتے ختم کر رہا ہوں'' تو اِس جملہ سے تیسری طلاق واقع ہوگئی ہے، اَب میاں بیوی کے درمیان زوجیت کا رشتہ باقی نہیں رہا۔

لم يبق بيني وبينه نكاح يقع الطلاق إذا نوىٰ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ۱/۳۷۵ دار إحياء التراث العربي بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۳/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہینے بھر کے لئے تو میری ماں کے برابر ہے

سوال (۷۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی نے ہمیشہ کے لئے یا مطلق الفاظ کے ذریعہ ظہار نہیں کیا جیسا کہ عموماً ہوتا ہے؛ بلکہ اپنی بیوی سے یوں کہا کہ ''مہینے بھر کے لئے تو میرے لئے میری ماں کے برابر ہے'' تو معلوم یہ کرنا ہے کہ ظہار ہمیشہ کے لئے ہوگا یا مدتِ متعینہ تک؟ نیز اگر مدت متعینہ تک ظہار ہوگا تو مدت کے گذرنے پر مذکورہ شوہر اگر صحبت کرلے تو اُس پر کفارہ ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ظہار جس طرح مطلق ہوتا ہے، اِسی طرح موقت بھی ہوتا ہے، پس اگر ظہار مؤقت کیا تو متعینہ مدت کے اندر اگر جماع کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا اور مدت گذر جانے کے بعد اگر جماع کرے گا تو کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۳۲۱-۳۲۸/۵)

ولو قيده بوقت سقط بمضيه (الدر المختار) فلو أراد قربانها داخل الوقت لا يجوز بلا كفارة. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الظهار ۱۳۰/۵ زكريا)

ويصح أن يكون مؤقتًا بمدة معينةٍ مثل أن يقول الرجل لزوجته: أنت علي كظهر أمي شهرًا، فإذا قال لها ذلك كان مظاهرًا منها في تلك المدة فإذا عزم على قربانها فيها وجبت عليه الكفارة فإذا مضى الوقت زال الظهار وحلت المرأة بلا كفارة وهذا عند الحنفية والحنابلة والشافعية في الأظهر. (الموسوعة الفقهية، ظهار / التوقت والتابية في الظهار ۱۹۱/۲۹ الكويت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''تو میرے لئے خنزیر کے برابر ہے'' کہنے سے طلاق ہوگی یا ظہار

سوال (۴۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''تو میرے لئے خنزیر کے برابر ہے''، اگر اس جملے سے اُس کی نیت طلاق کی ہے تو طلاق پڑ جائے گی؛ لیکن اگر ظہار کی نیت کرتا ہے (میں تجھے طلاق نہیں دینا چاہتا؛ بلکہ میں اپنے لئے صحبت کو حرام کرنا چاہتا ہوں) تو ظہار نہیں ہوگا، دونوں میں فرق کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ مسئلہ میں بیوی کو خنزیر کے برابر قرار دینے

کی صورت میں طلاق کی نیت تو معتبر ہوگی؛ لیکن ظہار کی نیت معتبر نہ ہوگی، اور وجہ یہ ہے کہ اِس جملہ پر ظہار کی شرعی تعریف منطبق نہیں ہوتی؛ کیوں کہ ظہار کا تحقق اُس وقت ہوتا ہے جب کہ بیوی کو اپنی محرماتِ ابدیہ عورتوں کے کل یا بعض اعضائے محرمہ سے تشبیہ دی جائے؛ لہٰذا ایسی عورتوں کے علاوہ حرام چیزوں سے تشبیہ دی جائے گی تو ظہار کا ثبوت نہ ہوگا۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۵/۳۲۷)

وقالوا فيمن قال لإمرأته: أنت علي كالدم أو الميتة أو لحم الخنزير أو كالخمر أنه يسأل عن نيته ...... وإن نوىٰ التحريم فهو إيلاء لأنه شبهها بما هو محرم. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل في شرائط ركن الإيلاء ٣/٢٦٨ المكتبة النعيمية)

وإن شبه الرجل زوجته بشيء محرم من غير النساء فقال الحنفية: لا يكون ظهارًا كان يقول لها أنت علي كالخمر أو الخنزير أو الميتة فإنه لايكون ظهارًا ولكن يرجع فيه إلى نيته وقصده فإن قال قصدت الطلاق كان طلاقًا بائنًا. (الموسوعة الفقهية، ظهار / الشرط الثالث ٢٩/١٩٥ الكويت)

اعلم أن الظهار شرعًا عبارة عن تشبيه المنكوحة بالحرمة على سبيل التابيد اتفاقًا بنسب أو رضاعٍ أو صهريةٍ. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل الرابع والعشرون، مسائل المحلل وغيره ٥/١٦٦ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۳/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تحریری طلاق

سوال (۷۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد عظیم نے اپنی بیوی سعدیہ ترنم کو ایک تحریر لکھ کر طلاق دی جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ ''مسماۃ سعدیہ ترنم ......کو ازدواجی زندگی کو ہمیشہ کے طلاق دے کر آزاد کر دیا ہوں'' آگے لکھا ہے کہ ''اور میں یہ ہوش وحواس خود ہی سے میرے سے نباہ نہ کرنے کی صورت میں ازدواجی زندگی سے علاحدہ کر رہا ہوں''

دریافت یہ کرنا ہے کہ اس تحریر سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟ آپ سے درخواست ہے کہ صحیح صورتِ حال واضح فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں سعدیہ ترنم پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے، اب وہ عدت کے بعد کسی بھی شخص سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر شوہر محمد عظیم اس کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو اسے بھی عدت کے اندر یا عدت کے بعد اَز سرِ نو نکاح کرنا پڑے گا، تاہم حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

إذا وصف الطلاق بصفة تدل على البينونة كان بائنًا. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤/٥٠١ زكريا)

فإذا قال ''رہا کردم'' أي سرحتک يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا وما ذلک إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٤/٥٣٠ زكريا)

عن سماک قال سمعت عكرمة يقول: الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسريح بإحسان، قال إذا طلق الرجل امرأته واحدةً فإن شاء نكحها وإذا طلقها ثنتين فإن شاء نكحها، فإذا طلقها ثلاثا فلا تحل له حتى تنكح زوجًا غيره. (المصنف لابن أبي شيبة ١٠/١٩٧ رقم: ١٩٥٦٤ المجلس العلمي)

وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها ...... ومنع الغير في العدة لاشتباه النسب. (الهداية، كتاب الطلاق / فصل فيما تحل به المطلقة ٢/٣٩٩ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۲/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کتابت مرسومہ کے ذریعہ بیوی کوتین طلاق دینا

سوال (۷۳۶):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میاں بیوی کے درمیان کسی گھریلو مسئلہ میں بات چیت ہورہی تھی، جو بڑھ گئی اور دونوں غصہ میں آگئے، بیوی نے ایک کاغذ پر یہ لکھا کہ میں انصار (شوہر سے) طلاق چاہتی ہوں، طلاق، طلاق، طلاق، بیوی نے یہ کاغذ شوہر کو دے دیا، شوہر نے اس کاغذ کو پڑھ کر بلا بولے اور بغیر کچھ کہے اسی کاغذ پر لکھ دیا، میں اپنی مرضی سے ریحانہ (بیوی) کو دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق، کیا بیوی پر طلاق ہوگئی اور اگر ہوئی تو کتنی طلاق واقع ہوئی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بیوی کی طرف سے تحریراً طلاق کے مطالبہ پر زبان سے بولے بغیر شوہر کا بخوشی یہ لکھنا کہ ''میں اپنی مرضی سے ریحانہ کو دیتا ہوں طلاق، طلاق، طلاق'' کتابت مرسومہ کے قبیل سے ہے جس میں بہرحال طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ بیوی سامنے موجود ہو یا نہ ہو، بریں بنا مذکورہ بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور ان کے درمیان ازدواجی رشتہ باقی نہیں رہا۔

ثم الکتابة علی ثلاثة أوجه مستبین مرسوم أي معنون وهو یجري مجری النطق في الحاضر والغائب علی ما قالوا الخ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الخنثیٰ / مسائل شتی ٦/٤٤٢ زکریا)

الکتابة من الصحیح والأخرس علی ثلاثة أوجه علی وجه الرسالة مصدرا معنونا وثبت ذلک بإقراره أو بالبینة فکالخطابات وإن قال لم أنو به الطلاق لم یصدق قضاء و دیانة وفي المنتقیٰ أنه یدین. (بزازیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / نوع آخر في التوکیل وکنایته ٤/١٨٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۰/۴/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جیل سے بچنے کے لئے طلاق کے کاغذ پر دستخط کردئے

سوال (۷۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا چل رہا تھا، جس کی وجہ سے اس کو جیل ہوچکی تھی، اور وہ ضمانت پر چھوٹ کر آیا تھا، اور کورٹ میں مقدمہ بھی ہوگیا تھا، اگر یہ مقدمہ آگے چلتا تو دوبارہ جیل جانا پڑتا؛ اس لئے بیوی کے گھر والوں کے دباؤ پر شوہر نے طلاق نامے پر دستخط کردیے، جس میں تین طلاق کا ذکر تھا، زبان سے کچھ نہیں کہا، کچھ عرصہ کے بعد شوہر نے ایک مولانا صاحب سے مسئلہ پوچھا، انہوں نے بتایا کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی؛ چنانچہ چار مہینے کے بعد انہوں نے دوبارہ نکاح کرلیا اور وہ دونوں پھر سے میاں بیوی بن کر رہنے لگے، اس درمیان دو بچے بھی پیدا ہو گئے، اب شوہر جماعت میں جس میں ایک مولانا صاحب بھی تھے، ان کے سامنے جب اس واقعہ کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ طلاق تو ہوچکی ہے، اب وہ شخص بہت پریشان ہے کیا کرے؟ اس دوران جو بچے پیدا ہوچکے ہیں اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال اگر واقعتاً جیل جانے سے بچنے کے لئے مذکورہ شخص نے لڑکی والوں کے دباؤ پر دستخط کئے ہیں اور زبان سے الفاظِ طلاق ادا نہیں کئے تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی؛ لہٰذا بعد میں ان کا میاں بیوی بن کر رہنا درست اور جائز ہے اور بچے بھی ثابت النسب ہیں اور چار مہینے بعد نکاح پڑھایا گیا اس کی بھی ضرورت نہ تھی؛ کیوں کہ یہاں رشتہ برقرار تھا۔

رجل أکرہ بالضرب والحبس علی أن یکتب طلاق امرأتہ فلانۃ بنت فلان ابن فلان، فکتب امرأتہ فلانۃ بن فلان بن فلان طالق، لاتطلق امرأتہ؛ لأن الکتابۃ أقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھھنا. (فتاویٰ قاضي خان علی ھامش الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الطلاق / فصل في الطلاق بالکتابۃ ۴۷۲/۱ زکریا، ۲۸۷/۱ مکتبۃ

الاتحاد دیوبند، الفتاویٰ التاتارخانية ٥٣٢/٤ رقم: ٦٨٤٣ زكريا، رد المحتار، كتاب الطلاق / مطلب: في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق ٤٤٠/٤ زكريا)

وفي فتاوىٰ أهل سمرقند: إذا أكره الرجل بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فكتب ”فلانة طالق“ لا تطلق. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب ٥٣٢/٤ رقم: ٦٨٤٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۳/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

بیوی نے طلاق کی تحریر لکھ کر شوہر سے دستخط کرا لئے

سوال (۴۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شمع پروین کا نکاح ہوا وہ اپنی سسرال گئی، پہلی ہی رات میں اُس نے اپنے شوہر سے کہا کہ ”میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں اِس لئے جدائی چاہتی ہوں“ اب لڑکی نے تحریر لکھ کر اپنے دستخط کئے اور شوہر سے مع دو گواہوں کے دستخط لئے؛ لیکن اب شوہر کا کہنا ہے کہ میں نے زبان سے طلاق نہیں دی ہے اور نہ ہی ہماری نیت تھی صرف دستخط کر دئے تھے؛ تاکہ لڑکی اپنی حرکت سے باز آجائے صرف ڈرانا مقصود تھا، تو کیا اِس صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگئی تو کون سی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: - یہ صورت بظاہر خلع کی ہے، یعنی بیوی نے طلاق کا مطالبہ کیا ہے اور شوہر نے دستخط کر کے اُس پر رضا مندی ظاہر کی ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں بیوی شمع پروین پر ایک طلاق بائن واقع ہوچکی ہے، اور وہ عدت (یعنی تین ماہ واری) گذرنے کے بعد کسی بھی شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ اَب اگر مذکورہ شوہر اسے رکھنا چاہتا ہے تو تجدید نکاح کر کے اُسے رکھ سکتا ہے، اس کے بغیر اُس سے تعلق حلال نہ ہوگا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم جعل

الخلع تطليقة بائنة. (السنن الكبرى للبيهقي ٥١٨/٧ رقم: ١٤٨٦٥ بيروت)

التكلم بالطلاق ليس بشرط فيقع الطلاق بالكتابة المستبينة ...... لان الكتابة المستبينة تقوم مقام اللفظ. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل شرائط ركن الطلاق ١٦٠/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۱۲/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

طلاق نامہ پڑھ کر بخوشی اُس پر دستخط کرنا

سوال (۷۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی اپنی اہلیہ کے ساتھ نا اتفاقی ہونے کی وجہ سے یہاں تک نوبت آئی کہ پنچایت کے درمیان زید نے ایک طلاق نامہ پر دستخط کئے، جس میں لکھا تھا کہ ''میں نے گواہوں کے روبرو شریعت کے مطابق لفظ طلاق دے کر اپنی بیوی کو زوجیت سے آزاد کر دیا'' اور لڑکی نے بھی اِس کو منظور کر کے طلاق نامہ پر دستخط کر دئے اور دونوں میں جدائیگی ہوگئی، پھر تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد بعض حضرات کے سمجھوتہ کرانے پر لڑکی دوبارہ لڑکے کے گھر بلا نکاح آگئی، تقریباً ۱۵؍دن ایک ساتھ رہے، پھر اختلاف شروع ہوگیا اور پھر پنچایت ہوئی، دوسرا طلاق نامہ تیار کیا گیا، جس میں لکھا تھا کہ ''میں نے گواہوں کے روبرو شریعت کے مطابق طلاق دے کر اپنی بیوی کو زوجیت سے آزاد کر دیا''، اور دونوں نے اس پر دستخط کر دئے، پھر زید کے والد صاحب نے ایک طلاق نامہ تیار کرایا جس میں لکھا تھا کہ ''فریق دوم نے روبرو گواہان لفظ طلاق، طلاق، طلاق کہہ کر فریق اول کو طلاق دے دی'' اس پرچہ پر بھی زید نے پڑھ کر اپنی مرضی سے دستخط کر دئے۔ اَب دریافت امر یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال پہلے اور دوسرے طلاق نامے پر

دستخط کرنے سے دو طلاقیں واقع ہوگئی تھیں، پھر تیسرے طلاق نامہ پر بخوشی دستخط کرنے سے زید کی بیوی پر تیسری طلاق بھی واقع ہوگئی، اب ان دونوں کے درمیان ازدواجی رشتہ باقی نہیں رہا ہے۔

ثم الكتابة على ثلاثة أوجه: مستبين مرسوم أي معنون وهو يجري مجرى النطق في الحاضر والغائب. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الخنثى / مسائل شتى ٤٤٢/٦ زكريا)

وأما حكمه: فزوال الملك عن المحل مع انتقاص العدد في البائن وزوال الملك عند انقضاء العدة في الرجعي وزوال حل العقد متى تم ثلاثا.
(الفتاویٰ التاتارخانية / أول كتاب الطلاق ٣٧٧/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈرا دھمکا کر طلاق نامہ پر دستخط کروانا

سوال (۷۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پر طلاق دینے کا دباؤ ڈالا گیا تو انہوں نے سب کے سامنے یہ کہا کہ میں طلاق تو نہیں دے رہا ہوں لیکن تم لوگوں کے ڈرانے دھمکانے اور مختلف قسموں کی تکلیفوں کی بنیاء پر اس کاغذ پر دستخط کر رہا ہوں، اور اس نے طلاق نامہ پر دستخط کر دئے، اور زبان سے یہی کہتا رہا کہ میں طلاق نہیں دے رہا ہوں تو اِس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال اگر مار پیٹ اور جیل بھیجنے کی واقعی دھمکی کی بناء پر مذکورہ شخص نے طلاق نامہ پر دستخط کئے ہیں اور زبان سے طلاق نہیں دی تو اُس کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، اُن دونوں میں اِزدواجی رشتہ برقرار رہے۔

رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فكتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته؛ لأن

الـكتـابة أقيـمـت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة ههنا. (خـانية على هامش الهندية، كتاب الطلاق / فصل في الطلاق بالكتابة ٤٧٢/١ زكريا)

رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فكتب "فلانة بـنـت فـلان امـرأتـه طـالق"، وفي الحاوي: ولم يعبر بلسانه، لا تطلق. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس إيقاع الطلاق بالكتابة ٥٣٢/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۱۳ھ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

وکیل کو ایک طلاق لکھنے کا حکم دیا؛ لیکن اُس نے تین طلاق لکھ کر فریقین کے دستخط کرا لئے

سوال (۷۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور اُس کی بیوی میں گھریلو اختلاف ہوا جس کی بنا پر بیوی نے زید سے طلاق کا مطالبہ کیا، اور زید کے منع کرنے کے باوجود بیوی طلاق لینے سے باز نہ آئی اور طلاق لینے پر اَڑی رہی، زید نے مجبور ہوکر وکیل سے طلاق نامہ تیار کرنے کو کہا اور بتایا کہ ایک طلاق ہی لکھنا؛ لیکن وکیل نے اس طرح لکھا کہ تین ماہ کے وقفہ میں ہر ماہ میں ایک ایک طلاق دی ہے، اور بغیر پڑھے زید اور زید کی بیوی نے دستخط کردئے، بعد اَزاں منکوحہ نے کاغذ کا مطالبہ کیا، تو زید نے یہ کہا کہ میں نے تم کو نہ منہ سے طلاق دی ہے اور نہ لکھت میں دوں گا۔ بہرحال دس دن بعد منکوحہ جب اپنے میکے سے زید کے گھر آگئی تب لوگوں نے کہا کہ علماء سے رابطہ کرلو، تو پھر ہم نے رابطہ کیا تو وہ وکیل کی غلطی واضح ہوئی، جس کی بناء پر مفتیان کرام نے ہماری دلیل کو خارج کرکے کہا کہ طلاق ہوگئی؛ لیکن میں خدا کو حاضر وناظر جان کر یہ بات نقل کرتا ہوں کہ ہم نے صرف ایک ہی طلاق لکھنے کے لئے کہا تھا، اور بغیر پڑھے دستخط کردیا۔ مزید وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ ۴/ رمضان کو اختلاف ہونے کی وجہ سے زید نے ایک طلاق دی تھی، صلح ہونے پر گیارہ دن

بعد رجعت کر لی اور یہ سوچا تھا کہ اگر بات نہیں بنی تو تین حیض کے بعد تین طلاق واقع ہو جائے گی؛ لیکن بات سلجھ گئی اور دس دن بعد پھر سے رجعت ہوگئی، اب اس صورت میں جب کہ بغیر پڑھے دستخط کئے تھے، تو کیا طلاق مغلظہ واقع ہوگئی یا رجعت کی کوئی صورت ہے؟

نوٹ:- میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں نے بغیر پڑھے اور بغیر سنے طلاق نامہ پر دستخط کئے تھے، نوٹری کرنے والوں نے بھی پڑھ کر نہیں سنایا تھا۔ مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال اگر واقعۃً زید نے وکیل کو صرف ایک طلاق لکھنے کا حکم دیا تھا اور وکیل نے اپنی طرف سے تین طلاق کا مضمون لکھ دیا جس پر زید نے پڑھے اور سنے بغیر دستخط کر دئے، اس سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، اُس کے بعد ہر مہینے الگ کوئی طلاق واقع نہ ہوگی، اور پہلی طلاق کے بعد چوں کہ زید رجعت کر چکا ہے؛ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو وہ بیوی بدستور اُس کے نکاح میں برقرار ہے۔

وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقرّ أنه كتابه. (رد المحتار / كتاب الطلاق ٤/٤٥٦ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل السادس في الطلاق بالكتابة ١/٣٧٩)

وفي الولوالجية: رجل وكل وكيلاً ان يطلق امرأته فطلق الوكيل ثلاثًا فإن نوى الزوج ثلاثًا صح، وإن لم ينو لا يصح عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه.

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق / فصل تفويض الطلاق ٤/٤٩٧ رقم: ٦٧٥٦ زكريا)

ولو قال للكاتب الكتب طلاق امرأتي كان إقرارًا بالطلاق، وإن لم يكتب. (رد المحتار / كتاب الطلاق ٤/٤٥٦ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ



تین طلاق کے مسائل

الفاظِ طلاق کے تکرار میں ظاہر پر فتویٰ دیا جائے گا یا شوہر کی نیت پر؟

سوال (۷۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تین طلاق کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: ایک یہ کہ تین کے عدد کی صراحت کے ساتھ طلاق دی جائے، اِس سلسلے میں جمہور کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی۔ دوسری صورت یہ کہ لفظ طلاق یا جملہ طلاق کی تکرار ہو، اس صورت میں اگر مرد اقرار کرتا ہے کہ وہ تین طلاق ہی دینا چاہتا تھا، تب تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی؛ لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ میرا مقصد ایک ہی طلاق دینا ہے، دوسری اور تیسری بار میں نے تاکیداً کہا ہے، یا میں نے سمجھا تھا کہ تین بار کہنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے؛ مگر میرا اِرادہ تین طلاق دینے کا نہیں تھا، تو اس صورت میں بعض فقہاء کے یہاں مطلقاً اُس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور احناف کے یہاں قولِ دیانت اور قولِ قضا کا فرق کیا گیا ہے، فی الحال بعض اہل افتاء قولِ دیانت پر فتویٰ دیتے ہیں اور بعض قولِ قضا پر، اِس مسئلہ میں کونسا نقطۂ نظر زیادہ درست ہے؟

(۲) اس سلسلے میں فقہاء کا ایک قول **"المرأة كالقاضي"** بھی پیش کیا جاتا ہے، نصوص شرعیہ میں اس کی کیا بنیاد ہے؟ کیا یہ صاحبِ مذہب اور ان کے اصحاب کا قول ہے؟ یا متقدمین کا؟ یا متأخرین کا؟ اور اس ضابطۂ فقہیہ کا منشاء کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) اگر کوئی شخص قسم کھا کر یہ کہے کہ میں نے تاکیداً الفاظِ طلاق کا تکرار کیا ہے اور میری مراد صرف ایک طلاق دینے کی تھی، تو مفتی اس بات کو

دیانۃً قبول کرتے ہوئے ایک طلاق کے وقوع کا فتویٰ دے گا؛ لیکن اگر یہ معاملہ قاضی شرع یا محکمہ شرعیہ میں پہنچ گیا تو پھر ظاہر الفاظ کو دیکھتے ہوئے تین طلاق کے وقوع کا فیصلہ کیا جائے گا؛ کیوں کہ قاضی ظاہر پر فیصلہ کا پابند ہے۔

كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التاكيد دين: أي وقع الكل قضاءً ا. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب طلاق غير المدخول بها ٤/٥٢١ زكريا)

المفتي يفتي بالديانة والقاضي يقضي بالظاهر. (الدر المختار، كتاب القضاء / قبيل: مطلب في الاجتهاد وشروطه ٥/٣٦٥ كراچی)

مسألة: المفتي يفتي بالديانة: يعني: أنه يحكم على حسب إظهار المكلف، سواء كان موافقًا للظاهر أو مخالفًا، ويختار ما هو الأحوط في حقه تنزهًا وتورّعًا، ويفوض أمره إلى اللّٰه تعالىٰ، فإن كان صادقًا في إظهاره يجازي على حسب إظهاره، وإن كان كاذبًا لا ينفعه حكم المفتي. وعندي عفا اللّٰه عني إذا علم المفتي حقيقة الأمر لا ينبغي له أن يكتب للسائل لئلا يكون معينًا على الباطل، وإن كتب لا يكتب على ما يعلمه؛ بل على ما في السؤال، إلا أن يقول: إن كان كذا محكمه كذا، وأما القاضي فيجب عليه الحكم بظاهر حال المكلف ويلزم بما ثبت عنده بالإقرار والشهادة. (قواعد الفقه ص: ٥٧٩ كراچی)

القاضي مأمور باتباع الظاهر. (المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق / باب ما لا يقع فيه الطلاق على المرأة ٦/٩٩ دار المعرفة بيروت)

(۲) ''**المرأة كالقاضي**'' کا ضابطہ اصحابِ مذہب سے منقول نہیں؛ بلکہ متأخرین شارحین مذہب کے کلام سے ماخوذ ہے۔ اور اس ضابطہ کا منشاء یہ ہے کہ جس طریقہ پر قاضی بینہ کی روشنی میں قضاءً وقوع طلاق کا فیصلہ کرتا ہے، اسی طرح وہ عورت جس نے اپنے کانوں سے طلاق کے الفاظ سنے ہوں یا معتبر ذرائع سے اس کو طلاق کی خبر پہنچی ہو، اس کے لئے دیانۃً لازم

ہے کہ اپنے اوپر شوہر کو قابو نہ دے اور جیسے بھی ممکن ہو خلع وغیرہ کے ذریعہ اس سے چھٹکارا حاصل کرلے، اگر کوشش کے باوجود وہ اِس میں کامیاب نہ ہو تو شوہر کے ساتھ مجبوراً رہنے کی وجہ سے وہ گنہگار نہ ہوگی اور سارا وبال شوہر پر ہوگا؛ کیوں کہ بینہ نہ ہونے کی وجہ سے اگر چہ قضاءً طلاق کا حکم قاضی نے نہیں دیا؛ لیکن جب کہ درحقیقت طلاق دے دی گئی ہے تو عورت اپنے حق میں فیما بینہ وبین اللہ فیصلہ کی مجاز ہوگی، یہی ''**المرأة كالقاضي**'' کا مفہوم ہے۔

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه هكذا اقتصر الشارحون، وذكر في البزازية وذكر الأوزجندي أنها ترفع الأمر إلى القاضي، فإن لم يكن لها بينة يحلفه فإن حلف فالإثم عليه. (البحر الرائق، كتاب الطلاق / باب الطلاق، قوله: وتقع واحدة رجعية وإن نوى الأكثر ۳/۴۴۸ زكريا، ۳/۲۵۷ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۱/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صریح لفظوں سے تین طلاق دینا

سوال (۷۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی فرحین کو تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق کہہ دیا ہے، اَب اگر اُسے ساتھ رکھنا چاہیں تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ تین بچے بھی ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: - بیک وقت تین طلاق دینا اگرچہ شرعاً اور قانوناً ناپسندیدہ عمل ہے؛ لیکن تین طلاق کے بعد بیوی حلال نہیں رہتی؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں دونوں کا الگ رہنا ضروری ہے؛ البتہ اگر وہ مطلقہ بیوی عدت کے بعد اپنی مرضی سے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور پھر ہمبستری کے بعد اُس سے تفریق واقع ہو جائے تو اُس کی عدت گذرنے کے بعد آپ سے نیا نکاح ہوسکتا ہے۔

فإن طلقها الثالثة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره الخ. (تفسير قرطبي [البقرة: ٢٢٩] ١٢٨/٣ دار الكتب المصرية القاهرة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رخصتی سے پہلے گواہوں کے سامنے تین بار کہا: ''میں تم کو طلاق دیتا ہوں''

سوال (۷۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ریاض احمد سے اس کے سسر یوسف نے ایک خلع نامہ تیار کرا کے اُس پر دستخط کرا لئے، جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ''خلع روبرو گواہان دینے کو رضی ہوگیا اور فریق دوم نے یہ جملہ تین بار گواہوں کی موجودگی میں بول کر کہا فاطمہ یوسف میں تم کو طلاق دیتا ہوں، جس کو فریق اول نے سنا اور منظور کرلیا، اِس طرح فریق دوم نے فریق اول کو اپنی زوجیت سے ہمیشہ ہمیش کے لئے الوداع کردیا''، اَب اس میں شوہر کی طرف سے وضاحت یہ ہے کہ ابھی نکاح ہوا تھا، رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی، شوہر نے زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں کیا؛ جب کہ خلع نامہ میں تحریر ہے کہ تین بار یہ جملہ بول کر کہا ''فاطمہ یوسف میں تم کو طلاق دیتا ہوں'' صرف سن کر دستخط کیا ہے؛ تو ایک طلاق ہوگی یا تین؟ شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - برتقدیر صحت سوال اگر رخصتی سے قبل طلاق کی نوبت آئی ہے تو مذکورہ طلاق نامہ پر دستخط کرنے کی بنا پر ریاض احمد کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے؛ اِس لئے کہ رخصتی سے پہلے طلاق کی صورت میں اگر متعدد مرتبہ الفاظ طلاق کہے جائیں پھر بھی ایک ہی طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے اور اس میں عدت بھی لازم نہیں ہے، آپسی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کی گنجائش ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ولو قال بغير الموطوءة أنت طالق واحدة وواحدة بالعطف الخ، يقع واحدة بائنة ولا تلحقها الثانية لعدم العدة. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب الطلاق غير المدخول بها ٤/ ٥١٤-٥١٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۴/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مختلف اَوقات میں اُردو اور انگریزی کے صریح الفاظ سے طلاق دینا

سوال (۷۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) تقریباً دو سال پہلے میں اور میرے شوہر کسی وجہ سے لڑ رہے تھے، شوہر نے مجھ پر ناراض ہوکر کہا: طلاق، مجھے یاد نہیں ہے کہ میرے شوہر نے لفظ طلاق سے پہلے یا بعد میں کیا کہا، یا شوہر نے صرف لفظ طلاق کہا؟ یا کسی اور لفظ کے ساتھ جوڑا، مجھے نہیں پتہ، شوہر کہتا ہے کہ میں نے بغیر کسی قید کے صرف طلاق کہا، میں ایک بات جانتی ہوں کہ شوہر نے ماضی کے کلام کے ساتھ نہیں جوڑا، اُس کے بعد ہم نے ایک ماہ کے اندر ہم بستری کی، شوہر نے مجھے بتایا کہ اُس کا اردہ طلاق دینے کا نہیں تھا۔

(۲) تقریباً دو سال پہلے میں اور میرے شوہر کسی بات سے لڑ رہے تھے اور شوہر نے دو بار طلاق طلاق کہا، مجھے یاد نہیں ہے کہ شوہر نے طلاق طلاق سے پہلے یا بعد میں کچھ کہا یا صرف طلاق طلاق کہا، یا کسی اور لفظ کے ساتھ جوڑا، شوہر کہتا ہے کہ بغیر کسی قید کے لفظ طلاق دو مرتبہ کہا، میں ایک بات جانتی ہوں کہ شوہر نے (ماضی یا حال) کے کلام میں لفظ طلاق نہیں جوڑا، لڑنے کے دوران میرے شوہر نے کہا ’’پکار ڈال ٹابن‘‘ (پکار ڈالوں گا) اور میں نے جواب دیا ’’پکار ڈالو‘‘ اب ہم دونوں کو یاد نہیں ہے، کیا اس نے میرے لفظ ’’پکار ڈالو‘‘ کے جواب میں فوراً ’’طلاق طلاق‘‘ کہا یا نہیں، اس کے بعد ہم نے ایک ماہ کے اندر ہمبستری کی، شوہر نے مجھے بتایا کہ اس کا اِرادہ طلاق دینا نہیں تھا۔

(۳) تقریباً دو سال پہلے کسی وجہ سے لڑائی کے دوران شوہر نے کہا ''طلاق طلاق دے دوں گا طلاق''، ہم دونوں کو یہ ٹھیک سے یاد ہے، اُس کے بعد ہم نے ایک ماہ کے اندر ہمبستری کی، شوہر نے مجھے بتایا کہ اُس کا اِرادہ طلاق دینا نہیں تھا۔

(۴) چوتھی بار تقریباً دو سال پہلے ہم دونوں کسی وجہ سے بحث کر رہے تھے، میں اپنے شوہر سے ناراض تھی، شوہر نے مجھ سے اپنا کچھ کام کرنے کو کہا، میں نے انکار کر دیا، تو شوہر نے مجھے ڈرانے کے لئے ''پکار دوں طلاق'' کہا، جواب میں میں نے کہا ''اس طرح کے الفاظ استعمال نہ کریں، پھر شوہر نے انگریزی میں تین بار ''ڈیوارس، ڈیوارس، ڈیوارس'' کہا، پھر میں پریشان ہوئی اور کہا کتنی بار آپ کو بتائیں کہ ایسے تمام الفاظ استعمال نہ کریں، جواب میں شوہر نے کہا ''TTT'' اس وقت شوہر کے بولنے کے انداز سے میں نے محسوس کیا کہ شوہر نے مجھ کو پریشان کرنے کے لئے ایسے تمام الفاظ کہے، شوہر کو علم نہ ہونے کی وجہ سے میرے شوہر نے سوچا تھا کہ صرف طلاق کا عربی لفظ ہی استعمال کرنے سے طلاق واقع ہوتی ہے، اُس کے بعد ہم نے ایک ماہ کے اندر ہمبستری کی، شوہر نے مجھے بتایا کہ اس کا ارادہ طلاق دینا نہیں تھا۔

(۵) ۲۰۲۱/۶/۱۱ء کو ہم کسی وجہ سے جھگڑا کر رہے تھے، شوہر نے کہا کہ ''میں تمہیں چھوڑ دوں گا'' میں نے کہا ''چھوڑ دو'' اس پر شوہر نے جواب دیا ''چھوڑ دیا جاؤ'' اس کے بعد ہم نے ایک ماہ کے اندر ہمبستری کی، شوہر نے مجھے بتایا کہ اس کا ارادہ طلاق دینا نہیں تھا۔

ہم نے تین سال پہلے شادی کی تھی، اِن تین سالوں میں ہم نے ایک ماہ سے زیادہ عرصے تک جنسی تعلقات میں تاخیر نہیں کی ہے، میرا شوہر مجھ سے بہت پیار کرتا ہے، میں بھی اس سے محبت کرتی ہوں، یہ سب کچھ شوہر کی کم علمی کی وجہ سے ہوا، اور اسے اس سے بہت افسوس ہے، مفتی صاحب ہمیں کیا کرنا چاہئے، ہم ایک ساتھ رہنا چاہتے ہیں؛ کیوں کہ ہم ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور ہمارا ایک چھوٹا بچہ ہے۔

نوٹ:- یہ سوال نامہ فریقین کی رضامندی سے تحریر ہوا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحت سوال جب کہ شوہر نے مختلف اَوقات میں لڑائی کے دوران تین مرتبہ طلاق کے الفاظ استعمال کئے اور ایک مرتبہ یہ بھی کہا کہ ''چھوڑ دیا جاؤ'' اِس لئے بلاشبہ آپ پر تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اور اب آپ دونوں کا ایک ساتھ رہنا جائز نہیں ہے، فوراً تفریق لازم ہے؛ البتہ درمیان میں شوہر نے جو ''طلاق دے دوں گا'' کہہ کر دھمکی دی تھی، اس سے مزید طلاق واقع نہیں ہوئی تھی، اِسی طرح تین مرتبہ (TTT) کہنے سے بھی کوئی طلاق نہیں پڑی تھی، اُس کے بعد اُس نے انگریزی لفظ ''ڈائیورس'' تین مرتبہ بولا، تو اگر یہ لفظ آپ کے پڑھے لکھے معاشرے میں صرف طلاق کے لئے ہی بولا جاتا ہو تو وہ طلاق صریح کے حکم میں ہوگا؛ بہرحال اِن الفاظ کے علاوہ چوں کہ صریح الفاظ سے طلاق دینا پایا گیا ہے، اِس لئے اب ساتھ رہنے کی گنجائش نہیں ہے؛ تاہم عدت گذرنے کے بعد آپ کسی دوسرے مرد سے نکاح کریں اور پھر اس سے جسمانی تعلق قائم ہو، پھر وہ طلاق دیدے تو اس کی عدت گذرنے کے بعد ہی پہلے شوہر سے نکاح حلال ہوگا، اس کے بغیر اس شوہر سے ازدواجی تعلق قائم ہونے کی شرعاً کوئی شکل نہیں ہے۔

ولا تحل الحرة بعد الثلاث إلا بعد وطئ زوج آخر بنكاح صحيح ومضي عدته. (مجمع الأنهر، كتاب النكاح / باب الرجعة ٤٣٨/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

والأصل الذي عليه الفتویٰ في زماننا هذا في الطلاق بالفارسية أنه إذا كان فيها لفظ لايستعمل إلا في الطلاق فذلك اللفظ صريح يقع به الطلاق من غير نية إذا أضيف إلى المرأة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل السابع ٣٧٩/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

شوہر نے کہا کہ ’’تم میرے والد سے کہو کہ وہ مجھے طلاق طلاق طلاق بول رہے ہیں‘‘

سوال (۷۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر نے بیوی سے کہا کہ میرے والد کو یہ میسج کردو کہ وہ مجھے چھوڑ رہے ہیں، بیوی اَولاً اُس کی بات سمجھی نہیں، تو پھر شوہر یہ بولا کہ تم یہ کہہ دو کہ وہ مجھے طلاق طلاق طلاق بول رہے ہیں، جب کہ شوہر کا اِرادہ طلاق دینا نہ تھا؛ بلکہ صرف والد کو ڈرانا مقصد تھا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں دلالۃً بیوی کی طرف طلاق کی نسبت موجود ہے؛ لہٰذا مذکورہ صریح الفاظ سے تینوں طلاقیں شرعاً واقع ہوچکی ہیں، اور جب الفاظ صریح پائے جائیں تو کوئی اور نیت شرعاً معتبر نہیں ہوتی۔

وطلاق اللاعب والهازل به واقع. (الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق / فصل فيمن يقع طلاقع الخ ۳۵۳/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱۱/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

’’میں نے آزادی دیدی دیدی دیدی‘‘ کہنے سے طلاق

سوال (۷۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران کہا ’’میں نے آزادی دے دی، دے دی، دے دی‘‘ تو اِس سے کتنی طلاق واقع ہوئی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بیوی سے لڑائی جھگڑے یا طلاق کے مذاکرہ کے

دوران آزادی کا لفظ استعمال کرنا، ہمارے عرف میں طلاق کے لئے مستعمل ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں تین طلاق واقع ہوگئی ہیں؛ البتہ اگر شوہر قسم کھا کر یہ کہے کہ میں نے بعد میں جو ’’دے دی‘‘ کے الفاظ بولے ہیں، اُس سے تاکید مقصود تھی، مزید طلاق دینا مراد نہ تھا، تو ایسی صورت میں صرف ایک طلاقِ رجعی کے وقوع کا حکم ہوگا۔

ولو قال: ’’رہا کردمتِ‘‘ مضافًا إلى المرأة فهو صريح يوجب الرجعة ولا يصدق أنه لم ينو به الطلاق، خصوصًا عند مذاكرة الطلاق. (الفتاویٰ التاترخانية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ٤٦٥/٤ رقم: ٦٦٨١ زكريا)

رجل قال لامرأته أنت طالق أنت طالق أنت طالق فقال عنيت بالأولٰى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها صدق ديانة وفي القضاء طلقت ثلاثا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب الثاني في إيقاع الطلاق ٣٥٥/١-٣٥٦ قديم مكتبه ساجديه كوئٹه)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بدچلن بیوی کو تین بار کہا میں تمہیں آزاد کرتا ہوں

سوال (۷۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی بیوی نے کسی غیر مرد سے فون پر تعلقات بنائے اور اسے کافی مقدار میں رقم اور سونے کے بندے دیئے جس کا پتہ شوہر کو لگ گیا، اسی بات کا فیصلہ ناری نکیتن کیندر میں ہوا، جس کے بعد وہ شوہر اپنی بیوی کو باعزت گھر واپس لے آیا۔

اس بات کو کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ اس شخص کی بیوی نے اپنے محلّہ ہی کے ایک دوسرے مرد سے تعلقات بنائے اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی ہوئی، اس واقعہ کا پتہ شوہر کو لگ گیا اور اس کی بیوی نے بھی یہ باتیں تسلیم کرلیں، تو شوہر نے اپنی بیوی سے اس طرح کے الفاظ کہے کہ

’’میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر تمہیں آزاد کرتا ہوں‘‘ اور لڑکی کا کہنا ہے کہ اس نے یہ الفاظ نہیں سنے، حالانکہ اس لڑکی کے ماموں اور والدہ اس بات کی گواہ ہیں، پھر شوہر نے یہی الفاظ بیوی سے فون پر دو مرتبہ دوہرائے، پھر بھی لڑکی کا یہی کہنا ہے کہ میں نے یہ الفاظ نہیں سنے، جب کہ کال بھی نہیں کٹی تھی، اور شوہر نے اپنے رشتہ داروں اور اہل محلّہ سے بھی کہہ دیا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے، اس واقعہ کو تقریباً پانچ ماہ گزر چکے ہیں، تبھی سے وہ لڑکی اپنی والدہ کے گھر پر ہے، میں اقرار کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ پہلی دفعہ آزاد کرتا ہوں کہا، پھر تین دن کے بعد فون پر دوسری مرتبہ آزاد کرتا ہوں کہا اور دسیوں دفعہ فلاں سے بات کی۔

اب سوال یہ ہے کہ لڑکی والے اس بات کا اصرار کر رہے ہیں کہ لڑکی کو شوہر اپنے گھر لے کر جائے، اس صورت حال میں شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں بیوی کو تین مرتبہ ’’تمہیں آزاد کرتا ہوں‘‘ کہنے سے تین طلاق واقع ہوگئی ہیں، بیوی کے نہ سننے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، شوہر کا اقرار کافی ہے؛ لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ تین طلاق دینا ہمارے ملک میں قانوناً جرم ہے، اس سے ہر مسلمان کو احتراز کرنا چاہئے۔

کرر لفظ الطلاق وقع الکل. (الدر المختار، کتاب الطلاق / باب طلاق غیر المدخول بها ٥٢١/٤ زکریا)

فإذا قال: ’’رہا کردم‘‘ **أي سرحتک یقع به الرجعي؛ لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق.** (رد المحتار، کتاب الطلاق / باب الکنایات ٥٣٠/٤ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۵/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

پہلی طلاق کے تین مہینے بعد دوسری، پھر ایک ہفتہ بعد تیسری دے دی

سوال (۷۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں محمد عمران نے اپنی بیوی فرح خاتوں کو تین مہینہ پہلے ایک طلاق دی تھا، پھر ساتھ ہی رہنے لگے، اس کے بعد پھر ایک ہفتہ پہلے ایک طلاق دے دی تھی، اب پھر دو دن پہلے ایک طلاق دے دی ہے۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ میں نے جو طلاقیں دی ہیں، اس سے کون سی طلاق واقع ہوئی اگر اب دوبارہ بیوی کو ساتھ رکھنا چاہیں تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- آپ نے چوں کہ اپنی بیوی فرح خاتون کو وقفہ وقفہ سے تین طلاقیں دی ہیں؛ اس لئے اس پر تینوں طلاقیں واقع ہوچکی ہیں، اب وہ آپ کے نکاح سے بالکل باہر ہوگئی ہے اور حلالۂ شرعیہ کے بغیر آپ کا اس سے دوبارہ ازدواجی تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔

وأما الطلقات الثلاث فحكمها الأصلي هو زوال الملك و زوال حل المحلية أيضا حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عز و جل "فان طلقها فلا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره". (بدائع الصنائع / فصل في حكم الطلاق البائن ۱۷۸/۳ دار الكتب العلمية بيروت، ٤٠٤/٤ زكريا)

وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحًا صحيحًا فيدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (الفتاوىٰ الهندية / فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ٤٧٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۶/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی کی رضامندی سے تین طہر میں تین طلاقیں دینا

سوال (۷۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکر اور ہندہ نے چند سال قبل اِز دواجی زندگی میں منسلک ہوئے تھے اور زندگی خوش گوار گذر رہی تھی کہ اُس کے بعد بکر نے اپنی بیوی کو اُس کی رضامندی سے پہلے طہر میں ایک طلاق اور دوسرے میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے دی۔

اب کیا ہندہ اپنے شوہر سے نکاح کرنے کے لئے دوسرے نکاح کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے کہ سائل کے مسئلہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال جب کہ بیوی کو الگ الگ طہر میں تین طلاقیں دی جاچکی ہیں، تو اب دوبارہ اُس شوہر سے ازدواجی تعلق قائم کرنے کے لئے عدت کے بعد دوسرے شخص سے نکاح، پھر ہم بستری کے بعد طلاق یا تفریق اور اُس کی عدت گذرنا ضروری ہے، اِس کے بغیر پہلے شوہر نے نکاح حلال نہ ہوگا۔ اور واضح رہے کہ تین طلاق ملکی قانون کے اعتبار سے قابل سزا جرم ہے؛ اِس لئے بہتر یہی ہے کہ ضرورت کے وقت صرف ایک طلاق دینے پر اکتفاء کیا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۰]

وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ۱/۴۷۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۲/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شراب کے نشہ میں تین طلاق

سوال (۱۵۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا اپنے بھائیوں سے کسی گھریلو بات کو لے کر جھگڑا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے میں دماغی طور پر پریشان ہو گیا تھا، اسی پریشانی کے چلتے میں نے کسی کے ساتھ مل کر شراب پی لی اور اپنے ہوش وحواس کھودئے، میری بیوی سے کسی طرح کا جھگڑا نہیں تھا اور نہ کبھی ہوا؛ لیکن میری بیوی کا کہنا ہے کہ سلیم احمد بن عبد الحمید نے شراب کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں، اس سے پہلے میں نے کبھی طلاق نہیں دی اور شادی کو دو سال ہو چکے ہیں، طلاق کا یہ واقعہ ۲۴ جون ۲۰۱۹ء کا ہے، طلاق کے بعد میری بیوی اپنے گھر چلی گئی، اور ماں کے گھر رہ رہی ہے، مجھے اپنے کئے ہوئے پر شرمندگی ہے، اور میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور اپنی بیوی کو گھر لانا چاہتا ہوں، علماء کرام سے ادباً گذارش ہے اس مسئلہ کا حل تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال اگر واقعۃً آپ کی بیوی نے آپ کے نشہ میں ہونے کی حالت میں تین طلاق کے الفاظ سنے تو بیوی کے لئے آپ کے ساتھ رہنا حلال نہیں، اور چوں کہ آپ خود اپنے اقرار کے بموجب شراب پینے کی وجہ سے اپنے ہوش وحواس میں نہ تھے، اِس لئے بعد میں آپ کی طرف سے طلاق کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں اور جمہور علماء اور ائمہ اَربعہ (اِمام اَبوحنیفہؒ، اِمام مالکؒ، اِمام شافعیؒ اور اِمام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاق تین ہی شمار ہوتی ہیں، اور جو لوگ اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں اُن کے دلائل کا مدلل جواب حضرات علماء وفقہاء نے اپنی کتابوں میں دیا ہے، جس سے اہل علم واقف ہیں بریں بنا مذکورہ صورت میں آپ کا اپنی بیوی سے تفریق کرنا لازم ہے، پھر عدت گذرنے کے بعد وہ کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے؛ لیکن آپ سے دوسرا نکاح حلالہ شرعیہ کے بغیر درست نہ ہوگا۔

عن عائشة رضي الله عنها أن رجلا طلق امرأته ثلاثًا فتزجت زوجًا، فطلقها قبل أن يمسها، فسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ فقال: لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول. (سنن النسائي، كتاب الطلاق / باب إحلال المطلقة ثلاثًا والنكاح الذي يحلها به ٨٤/٢ رقم: ٣٤١٢، صحيح مسلم، كتاب النكاح / باب لا تحل المطلقة ثلاثًا لمطلقها حتى تنكح زوجًا غره ٤٦٣/١ رقم: ١٤٣٣)

وأما السكران إذا طلق امرأته فإن كان سكره بسبب محظور بأن شرب الخمر أو النبيذ طوعًا حتى سكر وزال عقله فطلاقه واقع عند عامة العلماء وعامة الصحابة. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل شرائط ركن الطلاق ١٥٨/٣ زكريا)

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه ...... بل تفدي نفسها بمال أو تهرب الخ. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤٦٣/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

پہلی طلاق کی عدت گذر جانے کے بعد دوسری اور تیسری طلاق کا نوٹس

سوال (۷۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نوٹس دہندہ کمل حسن ولد شاہد حسین مرحوم عمر ۳۶ر سال C/o مسماۃ محشر جہاں زوجۂ عثمان علی محلّہ گجراتیان عیدگاہ روڈ جس پورا ودھم سنگھ نگر اور آپ نوٹسی شہناز فاطمہ مؤرخہ ۱۹ر جنوری ۲۰۲۱ء تک ایک دوسرے کے نکاح میں تھے، مؤرخہ ۱۸ر جنوری ۲۰۲۱ء کو بھیجے اپنے طلاق کے نوٹس کے ذریعہ مجھ کو نوٹس دہندہ نے آپ نوٹسی کو لکھت میں پہلی طلاق دے دی ہے، ایک نوٹس آپ کو مؤرخہ ۲۵ر جنوری ۲۰۲۱ء کو مل چکا ہے اور اس کی فوٹو آپ کے والد و بھائی کے واٹس ایپ

پر ۱۹/۱/۲۰۲۱ء کو ہی فارورڈ کی گئی ہے، اسلامی شریعت کے مطابق شوہر اپنی بیوی کو لکھت میں طلاق دے سکتا ہے، اور ایسا طلاق مسلم پرسنل لاء کے تحت مانیہ ہے، اس لحاظ سے مؤرخہ ۱۹/ جنوری ۲۰۲۱ء سے آپ نوٹسی مجھ نوٹس دہندہ کی طلاق شدہ ہیں، مجھ نوٹس دہندہ نے آپ نوٹسی کو بذریعہ ایک نوٹس تاکید کر دی تھی کہ اگر نوٹس ملنے کے بعد آپ نے سدھرنے کے بجائے پھر سے میرے ساتھ کوئی گالی گلوچ، مار پٹائی یا جھوٹی اور بیجا مقدمہ بازی کی یا اپنی ناجائز مانگیں جاری رکھیں، تو اس حالت میں مجھ نوٹس دہندہ کی طرف سے دوسری طلاق بھی آپ نوٹسی پر واجب ہوجائے گی۔ اس نصیحت اور تاکید کے باوجود آپ نے مجھ نوٹس دہندہ و خاندان کے خلاف پولیس میں شکایت کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپ سدھرنے والی نہیں ہیں، اِس کے علاوہ آپ اپنی ماں خوشنودی، والد شریف احمد، بھائی دانش اور ایک دیگر نامعلوم کے ساتھ مجھ نوٹس دہندہ کی ماں کے گھر میں جبراً گھس آئے اور کسی سازش کی پیش بندی کے تحت آپ نوٹسی و آپ کی ماں نے مؤرخہ ۲۲/ مارچ ۲۰۲۱ء کو مجھ نوٹس دہندہ کی سگی بھابھی و ماں پر جان لیوا حملہ کیا۔ جس کی ریکارڈنگ بھی سی سی ٹی وی پر موجود ہے، اس کے متعلق ایک نامزد رپورٹ کی بھی کوتوالی جس پور میں جانچ چل رہی ہے، مجھ نوٹس دہندہ نے پہلے طلاق کے نوٹس میں دوسری طلاق کی جو حالات لکھے تھے، اسے آپ نوٹسی نے خود اپنے بے جا فعلوں سے اپنے اوپر واقع کرلیا، اس لحاظ سے آپ نوٹسی شہناز پر مجھ نوٹس دہندہ کی طرف سے دوسری طلاق اسی دن واقع ہوگئی، جس دن آپ نے مجھ نوٹس دہندہ کے خلاف جھوٹی رپورٹ درج کرائی اور میری ماں و بھابھی کے ساتھ گھر کے کمرے میں گھس کر مار پٹائی اور جان لیوا حملہ کیا؛ لہٰذا آپ نوٹسی پر دوسری طلاق بھی واقع ہونے کا اعلان بذریعہ نوٹس ہٰذا آج بتاریخ ۵/اپریل ۲۰۲۱ء لکھت میں وتحریر کرا کے اور دستخط کر کے کی جارہی ہے، نوٹس ہٰذا کو وصول کرنے کے بعد اگر آپ نے پھر سے کوئی بیجا وجھوٹی کارروائی قانونی رپورٹ کر کے مجھ نوٹس دہندہ یا گھر والوں کو پریشان کیا، یا پھر سے میرے ماں باپ کے گھر میں گھسی اور میرے گھر پریوار میں کسی کے ساتھ کسی طرح کی گالی گلوچ، مار پٹائی یا کوئی اور بدتمیزی یا

بدکرداری کی تو اس حالت میں آپ نوٹسی پر مجھ نوٹس دہندہ کی طرف سے تیسری اور آخری طلاق بھی واقع ہوجائے گی۔ یہ نوٹس ۱۵؍جنوری ۲۰۲۱ء کے نوٹس کا جزء ہے۔

نوٹس دہندہ
کمال حسن ولد شاہد حسین مرحوم

مذکورہ نوٹس میں شوہر نے ۱۸؍جنوری ۲۰۲۱ء کو اپنی بیوی کو پہلی طلاق دی ہے، پھر تین ماہ گذر گئے اور عدت پوری ہوگئی، بیوی کو تین ماہواری بھی ہوگئی اور شوہر نے رجعت بھی نہیں کی ہے، پھر دوسری مرتبہ ایک طلاق ۲۲؍مارچ ۲۰۲۱ء کو دیا، پھر ۵؍اپریل ۲۰۲۱ء کو تحریری نوٹس بھیجا، جس میں لکھا ''اگر آپ نے بیجا اور جھوٹی کارروائی کی یا گھر والوں کو پریشان کیا وغیرہ، تو مجھ نوٹس دہندہ کی طرف سے تیسری اور آخری طلاق بھی واقع ہوجائے گی''۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا بیوی اپنے شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال مذکورہ نوٹس کی وجہ سے ایک طلاق تو نوٹس ملتے ہی واقع ہوگئی تھی، اَب اگر عدت یعنی تین ماہواری کے اندر اندر بیوی کی طرف سے شوہر کے خلاف کوئی کارروائی پائی گئی ہو تو نوٹس میں درج شرط کے مطابق دوسری طلاق بھی واقع ہوگئی۔ اُس کے بعد جو طلاق کے نوٹس دوسری اور تیسری مرتبہ شوہر کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، اُن میں یہ دیکھا جائے گا کہ وہ نوٹس عدت کے اندر مطلقہ کو ملے ہیں یا عدت گذر جانے کے بعد ملے ہیں۔ اگر عدت کے اندر ملے ہوں تو تیسری طلاق بھی واقع سمجھی جائے گی اور اگر عدت کے بعد ملے ہوں تو اُن سے مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوگی، اِس کی تحقیق کرلی جائے۔

وأما حکمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة في الرجعي. (الفتاویٰ الهندیة / أول کتاب الطلاق ۳٤۸/۱ زکریا)

شرط صحة الطلاق قیام العقد في المرأة نکاحا کان أو عدة. (المحیط البرهاني، کتاب الطلاق / الفصل الثاني في بیان شرط صحة الطلاق الخ ۲۰۵/۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تیز بخار اور دوا کی گرمی کے نشہ میں ایک سانس میں تین طلاق دینا

سوال (۷۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر نے مجھے ایک سانس میں تین بار طلاق دے دی ہے، مگر وہ اپنے ہوش میں نہیں تھے، انہیں بہت تیز بخار تھا اور پیٹ میں دوائی کی گرمی تھی؛ کیوں کہ انہیں تین بیماری ہیں، اور تینوں خطرناک ہیں، پہلی بیماری ایڈس، دوسری ٹی بی اور تیسری شوگر ہے، ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ ٹھیک ہونے کی کوئی اُمید نہیں ہے، دو سال پہلے سے ہی ہمارے آپس میں تعلق (ہمبستری) نہیں ہوئی، ایڈس کی وجہ سے، اور ڈاکٹر کا بھی یہی کہنا ہے کہ تم ان کے پاس نہیں جاسکتی ہو؛ اِس لئے میں نے سب کچھ چھوڑ کر اُن کی خدمت کر رہی ہوں، میرے چھوٹے پانچ بچے ہیں، مگر انہوں نے جب مجھے طلاق دی اور یہ طلاق دیتے ہی چارپائی پر گر گئے، جب ان کے بار بار ٹی بی کی وجہ سے زخم ہوجاتے ہیں تو میں ہی اس پر مرہم لگاتی پٹی کرتی، اب طلاق کے بعد اُن کی دیکھ بھال کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے، نہ ہی خود پانی لے کر پیتے ہیں اور نہ ہی ٹھیک سے چل پاتے ہیں، میں ساری بات کو بھلا کر اللہ کی رضاء کے لئے اُن کی خدمت کر رہی تھی اور سب کہہ رہے ہیں کہ حلالہ کرنا پڑے گا، میں عدت کر رہی ہوں، مگر عدت کے بعد دوسرا نکاح کرنا پڑے گا، پھر وہ طلاق دے گا، پھر عدت کرنی پڑے گی، اللہ نہ کرے، انہیں کچھ ہوجائے تو میں عدت کے بعد اُن سے نکاح کر پاؤں گی یا نہیں، جس طریقے سے وہ بیمار ہیں، کیا عدت کے بعد بغیر حلالہ کے میں اپنے شوہر سے ہی نکاح کرسکتی ہوں؛ کیوں کہ زندگی بھر اب ہمارے بیچ کچھ نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ ڈاکٹر نے صاف منع کیا ہے، بیماری کی وجہ سے میرے گھر بچے نہیں، گھر اور باہر کا سارا کام بھی میں ہی کرتی تھی، ڈاکٹر کے یہاں بھی میں ہی لے کر جاتی تھی تو کیا کوئی گنجائش ہے کہ بغیر حلالہ کے میرے شوہر سے نکاح ہوسکے، میرے بچے کی خاطر۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں تین طلاق واقع ہوچکی ہیں،

اب آپ دونوں کے درمیان اِزدواجی تعلق شرعاً حرام ہے، اب دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کرنے کے لئے قرآن کریم کے حکم کے مطابق حلالہ شرعیہ ضروری ہے اور جب تک یہ صورت ممکن نہ ہوتو انتہائی مجبوری کے تحت آپ اس گھر میں شوہر سے پردہ کے ساتھ رہ کر بچوں کی پرورش کرسکتی ہیں۔

ولهما أن يسكنا بعد الثلاث في بيت واحد إذا لم يلتقيا التقاء الأزواج ولم يكن فيه خوف فتنة. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب العدة ٥/٢٢٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''تجھے طلاق بائن ہے'' تین مرتبہ کہنے کا حکم

سوال (۷۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی سے کہا: تجھے طلاق بائن ہے، تجھے طلاق بائن ہے، تجھے طلاق بائن ہے، تو کتنی طلاق واقع ہوں گی؟ ایک یا تین؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور فقہاء کا جو اصول ہے کہ ''**البائن لا يلحق البائن**'' اس کا مطلب یہ ہے کہ الفاظِ کنایہ سے دی گئی طلاقِ بائن وہ بائن کے ساتھ نہیں ملتی، لیکن صریح الفاظ سے دی جانے والی طلاقیں صریح اور بائن دونوں طلاقِ بائن کے ساتھ ملحق ہوجاتی ہیں جیسا کہ درج ذیل جزئیات سے واضح ہے۔

سئل علي ابن أحمد عن رجل قال لامرأته: أنت طالق بائن، أنت طالق بائن، أنت طالق بائن؟ فقال: تقع الثلاث إن كانت مدخولة، وواحدة إن كانت غير مدخولة. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / ومما يتصل بهذا الفصل إيقاع الطلاق على المباينة والمطلقة بصريح الطلاق ٤/٥٢٤ رقم: ٦٨٢٦ زكريا)

لو قال للمبانة: أنت طالق بائن يقع أخرىٰ. (درر الحكام شرح غرر الأحكام، كتاب الطلاق / باب التفويض ۳۷۱/۱ دار إحياء الكتب العربية)

قوله: "لا يلحق البائن البائن": المراد بالبائن الذي لا يلحق: هو ما كان بلفظ الكناية؛ لأنه هو الذي ليس ظاهرا في إنشاء الطلاق. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ۵۴۲/۴ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مرتبہ لفظ طلاق لکھنے کے بعد دو مرتبہ کہا: "میں تجھے ابھی دیتا ہوں"

سوال (۷۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے غصہ میں اپنی بیوی کو ایک بار لفظ طلاق کے ذریعہ طلاق دی پھر دو مرتبہ یہ الفاظ کہے "میں تجھے ابھی دیتا ہوں" "میں تجھے ابھی دیتا ہوں" تو کتنی طلاق واقع ہوں گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں ایک طلاق تو یقیناً واقع ہوگئی اور بعد میں اُس نے جو دو مرتبہ "ابھی دیتا ہوں" کے الفاظ کہے ہیں، اگر اس سے آئندہ کے لئے دھمکی دینا مراد ہے یا گذشتہ دی ہوئی ایک طلاق کی خبر دینا مقصود ہے، تو مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوگی؛ لیکن اگر اس نے "دیتا ہوں" سے صیغہ حال اور نئی طلاق مراد لی ہے تو اِس سے مزید دو طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

الطلاق على ضربين: صريح وكناية فالصريح، قوله: أنت طالق ومطلقة وطلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق ولا تستعمل في غيره فكان صريحًا. (الهداية، كتاب الطلاق / باب إيقاع الطلاق ۳۵۹/۲ المكتبة التهانوية ديوبند)

بخلاف قوله طلقي نفسك، فقالت: أنا طالق أو أنا أطلق نفسي لم يقع؛ لأنه وعد. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب تفويض الطلاق ٤/ ٥٥٩ زكريا)

وفي المحيط: لو قال بالعربية أطلق، لا يكون طلاقًا إلا إذا غلب استعماله في الحال فيكون طلاقًا. (خلاصة الفتاویٰ ٢/ ٨١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کہا: میں نے تجھے ایک طلاق دے دی، دوسری دوسرے مہینہ میں اور تیسری تیسرے مہینہ میں دوں گا

سوال (۷۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر اگر غصہ میں ایک طلاق دے دی تو کیا طلاق ہوجائے گی؟ شوہر نے ایسا بولا ہے کہ ’’میں نے تجھے ایک طلاق دے دی دوسری دوسرے مہینہ دے دوں گا تیسری تیسرے مہینہ‘‘، اور یہ بھی بولا ہے کہ ’’تیرا سارا سامان تیرے گھر بھیج دوں گا، اور تیرے گھر سے کوئی چھوڑنے آیا تو گھر میں گھسنے نہیں دوں گا‘‘ اور شوہر نشہ کرتا ہے، شوہر اَب مُکر رہا ہے کہ میں نے کوئی طلاق نہیں دی اور اَب شوہر کے گھر جانے کی لڑکی کی مرضی بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں کتنی طلاق مانی جائے گی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - جب تک طلاق پر گواہ موجود نہ ہوں یا شوہر اقرار نہ کرے اُس وقت تک مسئولہ صورت میں کسی طلاق کے وقوع کا حکم نہ ہوگا، اور اگر شوہر ایک طلاق کا اِقرار کرے اور ساتھ میں یہ کہے کہ ’’میں دوسری دوسرے مہینے میں اور تیسری تیسرے مہینے میں دے دوں گا‘‘ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، تو اِس سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ دوسری تیسری اُس وقت تک واقع نہ ہوں گی جب تک وہ باقاعدہ طلاق نہ دے، اب اگر ایک

طلاق دینے کے بعد عدت تین ماہواری کے اندر اندر شوہر نے رجوع کرلیا ہوتو نکاح برقرار رہے گا اور اگر اِس درمیان رجوع نہ کیا ہوتو بیوی سے رشتہ نکاح ختم ہوجائے گا اور اَز سرنو نکاح کے بغیر ازدواجی تعلق حلال نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۸۲/۹، فتاویٰ محمودیہ ۲۴۷/۱۲ ڈابھیل)

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: البینة علی المدعي والیمین علی من أنکر. (سنن الترمذي / أبواب الأحكام ۲٤۹/۱ رقم: ۱۳٤۱)

ونصابها لغیرها من الحقوق سواء کان الحق مالًا أو غیره کنکاح وطلاق – إلی قوله – رجلان ورجل وامرأتان. (الدر المختار مع رد المحتار / کتاب الشهادات ۱۷۸/۸ زکریا)

بخلاف قوله: ’’کنم‘‘ لأنه استقبال فلم یکن تحقیقًا بالتشکیک. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسیة ۳۸٤/۱ زکریا)

وإذا طلق امرأته طلاقًا رجعیًا ثم راجعها ...... وإذا نقضت العدة فقد بطل حق المراجعة. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الطلاق / مسائل الرجعة ۱٤۳/۵ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۳/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

طلاق کی دھمکی کو طلاق سمجھ کر تین طلاق دینے کا اقرار کرنا

سوال (۷۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ نے بحالت غصہ اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے طلاق دیدوں گا، بیوی بھی اس بات کی شہادت دے رہی ہے، بندہ نے یہ سمجھ کر کہ ایک طلاق ہوچکی ہے، اپنے والد کو خبر دی کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر والد صاحب کو اس کی خبر دینے کو یہ سمجھا کہ اب دو طلاق ہوچکی

ہیں، اس کے بعد بڑے بھائی کو فون پر خبر دینے کے وقت یہ سمجھا کہ اب خبر دینے پر تیسری طلاق ہو جائے گی تو میں نے اُن سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں، تو آپ حضرات بتلائیں کہ اس میں گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''طلاق دے دوں گا'' کے الفاظ سے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی تھی؛ لیکن بعد میں جب آپ نے واضح اور صریح الفاظ سے تین طلاق دینے کا اقرار واعتراف کیا، تو آپ کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہو چکی ہیں؛ کیوں کہ طلاق کا اقرار اگرچہ واقعہ کے مطابق نہ ہو پھر بھی قضاءً معتبر اور نافذ ہوتا ہے۔

بخلاف قوله ''کنم'' لأنه استقبال فلم يكن تحقيقًا بالتشكيك. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية ١/٣٨٤ زكريا قديم)

ولو أقر بالطلاق كاذبًا أو هاذلًا وقع قضاءً لا ديانةً. (رد المحتار، كتاب الطلاق / مطلب: في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق ٤/٤٤٠ زكريا)

ولو أقر بطلاق زوجته ظانا الوقوع بإفتاء المفتي فتبين عدمه لم يقع كما في القنية (الأشباه) وفي حاشية الحموي: لم يقع أي ديانة أما قضاء فيقع كما في القنية لإقراره به. (حاشية الحموي على الأشباه، الفن الأول في القواعد الكلية / القاعدة السابع عشر: لا عبرة بالظن البين خطأه ص: ٤٠٠ زكريا)

وتحته في حاشية أمير على: يعني أن رجلا تكلم بكلمة فأفتاه بوقوع الطلاق ثم إن هذا الرجل أقر عند بعض الناس بطلاق زوجته بناء على ما أفتاه المفتي ثم استفتى غيره فأفتوا بعدم الوقوع فنازعته المرأة مثلا بأنك قد أقررت فقال: إنما أقررت بناء على الإفتاء ولم أرد الإيقاع ابتداء فإنه لا يقع ديانة غير أن القاضي لايصدقه بدون النية. (أمير على على الأشباه والنظائر ص: ٢٣٤ مكتبة دار العلوم ديوبند)

اور فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۶۱۶/۱۲ کے ایک فتوے سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر طلاق کو طلاق سمجھنے سے طلاق کا وقوع نہ ہوگا؛ لیکن حاشیہ الاشباہ والنظائر کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا ہے کہ یہ عدم وقوع کا حکم دیانۃ ہے، قضاءً وقوع کا حکم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۳/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

ایک طلاق دینے پر تین طلاق کا جھوٹا کیس کرنا

سوال (۷۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی (زینب) کو طلاق احسن (ایک طلاق) دی، پھر رکا رہا اور حتی المقدور کوششیں کرتا رہا کہ کسی طرح نباہ ہوجائے، اِس کے لئے قریبی رشتہ داروں کو بیچ میں ڈالا گیا اور بار بار کوشش کی گئی؛ لیکن بہرحال ہر ممکن کوشش کے بعد بھی زینب کی والدہ، والد اور بھائیوں نے سبیل نہ بننے دی اور عدت کے ایام گذر گئے (بار بار توجہ دلانے کے بعد بھی زینب نے عدت نہیں گذاری)

اور ایک ہی طلاق کے ذریعہ بائنہ (جدا) ہوئی ہے جو کہ فریقین کے پاس لکھت میں موجود ہے اور فریقین جانتے ہیں کہ ایک ہی طلاق ہوئی ہے؛ لیکن تین طلاق کے خلاف جو قانون بنایا گیا اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے چند دنوں پہلے زینب کے بھائیوں نے اخبار میں یہ شائع کروادیا، زید نے زینب کے میکے آکر زینب کو تین طلاق دی ہے اور جھوٹا پولیس کیس بھی کردیا (واضح رہے کہ کہ زینب اپنے میکے میں دوسال سے ہے، اس بیچ زید اور زینب کی کوئی ملاقات نہیں ہوئی اور طلاق تقریباً ۲/سال پہلے ہوچکی ہے)

افسوس کے ساتھ عرض کیا جارہا ہے کہ اس ناجائز بل (تین طلاق) کا غلط استعمال کرکے شریعت کا مقابلہ کرنے والے جو بھائی ہیں، ان میں سے ایک امام بھی ہیں، جواب تک اس بات پر مصر ہیں اور وہ اپنے متعلقین سے یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ لڑکے اور اس کے گھر والوں کو سلاخوں

کے پیچھے بھیج کر ہی سبق سکھایا جائے گا، چاہے اس کے لئے ہمیں جو کچھ کرنا پڑے اور انہیں امام صاحب کو اس طرح کی حرکت کرنے کے بعد اب تک کسی کا کوئی افسوس نہیں ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طرح قرآن کریم کے واضح حکم کے خلاف عمل کرنے والے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی؟ برائے کرم جلد از جلد واضح حکم بیان فرمائیں، علاقہ میں ایک بڑا طبقہ ان کی اس حرکت سے ناراض ہے۔

نوٹ:- زید اور زینب صرف ایک فرضی نام دئے گئے ہیں، اصل نام قصداً واضح نہیں کئے گئے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال مسئولہ صورت میں زید کی بیوی زینب پر صرف ایک طلاق واقع ہوئی ہے، اور جو لوگ بھی بالقصد خلاف واقعہ تین طلاق کی بات مشہور کررہے ہیں وہ غلطی پر ہیں، انہیں اپنے غلط فعل سے باز آنا چاہئے اور جن امام صاحب کے بارے میں سوال کیا گیا ہے ان کا بیان سامنے آئے بغیر ان کی امامت کے متعلق کوئی حکم لگانا دشوار ہے۔

فالأحسن أن يطلق الرجل امرأته تطليقةً واحدةً في طهر لم يجامعها فيه ويتركها حتى تنقضي عدتها. (الهداية، كتاب الطلاق / باب طلاق السنة ٣٥٤/٣ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: عليكم بالصدق ...... وإياكم والكذب فإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدى إلى النار. (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب / باب قبيح الكذب وحسن الصدق وفضله رقم: ٢٦٠٧، مشكاة المصابيح ٤١٢/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۴/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

’’میں نے تجھے طلاق دے دی‘‘ ایک بار کہنے کے بعد بیوی کے کئی رشتہ داروں کو خبر دی

سوال (۷۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والدین میں کسی بات پر بحث ہو رہی تھی، اِسی دوران میری والدہ نے والد صاحب سے کہا کہ ’’میرا معاملہ صاف کردو‘‘، جس کے بعد والد صاحب نے کہا کہ ’’میں نے تجھے طلاق دے دی‘‘، اُس کے بعد والد صاحب نے اپنی چار پانچ بہنوں کو فون پر بتایا کہ میں نے اسے طلاق دے دی، اُس کے بعد میرے ماموں کو فون کر کے بتایا کہ ’’میں نے تمہاری بہن کو آزاد کردیا اِس کو لے جاؤ‘‘، اَب میرے والد کہہ رہے ہیں کہ میں نے تو ڈرانے کے لئے کہا تھا کہ غصہ ختم ہو جائے گا اور یہ اپنے گھر رہ کر آجائے گی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں طلاق ہو جائے گی، اگر ہوگی تو کتنی؟ نیز آگے وہ دونوں ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں میں اگر پہلی مرتبہ بیوی کو ’’میں نے تجھ کو طلاق دے دی‘‘ کہنے کے بعد فون پر اپنی بہنوں کو الگ الگ طلاق کی خبر دی، اسی طرح بچوں کے ماموں کو فون کر کے کہا کہ ’’میں نے تمہاری بہن کو آزاد کردیا، اس کو لے جاؤ‘‘ ان سب جملوں سے مزید طلاق کا اِرادہ نہیں کیا ہے؛ بلکہ پہلی طلاق کی خبر دینا مقصود ہے، جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے۔

ولو قال لامرأته: أنت طالق، فقال له رجل: ما قلت؟ فقال: طلقتها، أو قال: قلت: هي طالق، فهي واحدة في القضاء؛ لأن كلامه ينصرف إلى الإخبار

بقرينة الاستخبار. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل في النية في أحد نوعي الطلاق وهو الكناية ۱۰۲/۳ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر ایک طلاق کا اقرار کرے اور بیوی تین طلاق کا

سوال (۷۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نازیہ صدیقی دولت باغ معراج والی گلی مرادآباد ہوں، میرے شوہر مجاہد حسین نے تین بار کہا ہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، میں وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑی ہو رہی تھی، میرے شوہر نے جائے نماز کھینچ لی اور نماز نہیں پڑھنے دی اور دھکہ دے کر گھر سے باہر نکالنا چاہا، میں نے تین بار صاف سنا اس نے کہا میں نے تجھے طلاق دی، جبکہ میرے پاس اس بات کا کوئی گواہ نہیں ہے، دوسری طرف اب میرا شوہر لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ میں نے غصہ میں ایک بار کہا ہے کہ میں نے طلاق دی، برائے مہربانی بتائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور دو بار پہلے بھی یہ جملہ کہہ چکا ہے، اس کا بھی کوئی گواہ نہیں ہے، ہاں اگر کوئی کہے کہ یہ آدمی کتنا جھوٹا ہے تو اس کے جتنے گواہ کہیں پیش کر سکتی ہوں، یہ آدمی سٹہ کھیلتا ہے جس کی وجہ سے گھر کے اخراجات پورے نہیں کر پاتا تو دین کی روشنی میں ایسے آدمی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے کیا ان حالات میں عدت کرنا بھی لازم ہوگا؟

شوہر کا بیان: - میں مجاہد حسین نے نازیہ صدیقی کو کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی ایک بار، نازیہ صدیقی کہہ رہی ہے کہ اُنہوں نے مجھے تین بار طلاق دی ہے؛ لیکن مجاہد کا کہنا ہے کہ میں نے ایک بار کہا ہے، اس سلسلے میں فتویٰ کیا ہے؟ طلاق ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں چوں کہ بیوی نازیہ صدیقی

کے پاس اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے شرعی گواہ موجود نہیں ہیں، اس لئے قسم کے ساتھ مجاہد حسین کی بات قبول ہوگی اور صرف ایک طلاق رجعی کے وقوع کا حکم ہوگا اور عدت کے اندر اندر رجعت کی گنجائش ہوگی؛ تاہم اگر نازیہ کو اپنی بات کی سچائی پر کامل یقین ہو تو اسے چاہئے کہ وہ خلع وغیرہ کے ذریعہ مذکورہ شوہر سے تفریق کی حتی الامکان کوشش کرے اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو اس پر رجعت کے بعد مذکورہ شوہر کے ساتھ رہنے میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔

المرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لايحل لها تمكينه والفتوىٰ على أنه ليس لها قتله ولا تقتل نفسها بل تفدى نفسها بمال أو تهرب فإن حلف ولا بينة لها فالإثم عليه. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤/٤٦٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۵/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر دو طلاق کا اقرار کرے اور بیوی پانچ طلاق کا

سوال (۱۷۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں شہاب انور اگست ۲۰۱۴ء کو فالج کا مریض ہوگیا تھا، زبان سے صحیح طرح سے الفاظ بھی ادا نہیں ہوئے اور یادداشت دماغ بھی متأثر ہے، آج سے تقریباً ایک سال پہلے میں نے اپنی بیوی شگفتہ زیدی بنت فرید الحسن زیدی کو لڑائی اور تکرار کی وجہ سے دو مرتبہ طلاق طلاق کا لفظ ادا کیا تھا، پھر میرے بھائی شباب انور نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہو، تو میں نے کہا کہ دیدوں گا، اسے چپ کرادو، پھر ہم دونوں ایک ساتھ ایک ہی گھر میں رہتے رہے؛ لیکن ہمبستری نہیں ہوئی، جب کبھی میں نے کہا تو بیوی نے منع کردیا؛ لیکن عدت کے اندر اندر بوس وکنار ہوا ہے، اب میری بیوی کا بیان یہ ہے کہ مذکورہ دو طلاق کے علاوہ کئی مرتبہ میرے شوہر نے پانچ مرتبہ طلاق دے دیا ہے اور بیوی حلفیہ کہہ رہی ہے؛ لیکن میں نے کوئی طلاق نہیں دی تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ شرعاً کتنی طلاق ہوئی؟ بیوی کی بات کا اعتبار ہوگا؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں آپ نے جس وقت بیوی کو دوطلاق دی تو اس وقت ''دے دوں گا'' کا لفظ نہیں کہا تھا بلکہ یہ لفظ پوچھنے پر بعد میں کہا گیا ہے؛ اس لئے بیوی پر دوطلاق تو بہر حال واقع ہوچکی ہیں، پھر حسبِ تحریر سوال جب کہ دورانِ عدت دواعی جماع پائے گئے تو رجعت متحقق ہوگئی اور بعد میں آپ نے کوئی طلاق بھی نہیں دی، اس لئے آپ کے دعویٰ کے اعتبار سے قضاءً آپ کا ازدواجی رشتہ برقرار ہے؛ لیکن چوں کہ آپ کی بیوی حلفیہ بیان کررہی ہے کہ آپ نے اسے مزید پانچ مرتبہ طلاق دی ہے، اس لئے اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کو اپنے قریب نہ آنے دے اور جس طرح ممکن ہو وہ آپ سے جدائی وتفریق حاصل کرلے۔

وكما تثبت الرجعة بالقول تثبت بالفعل وهو الوطء واللمس عن شهوة وكذا التقبيل عن شهوة على الفم بالإجماع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة ١/٤٦٩ زكريا)

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه والفتوىٰ على أنه ليس لها قتله ولا تقتل نفسها؛ بل تفدي نفسها بمال أو تهرب. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤/٤٦٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۹/۵/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی دوطلاق اور محلّہ والے تین طلاق کا اقرار کریں

سوال (۷۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اب دونوں میاں بیوی کا دعویٰ ہے کہ صرف دوطلاق دی گئی جبکہ محلّہ کے دیگر حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ زید نے تین طلاقیں دی ہیں تو کس کی بات مانی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر محلّہ کے دو معتبر اور ثقہ حضرات قاضی یا شرعی عدالت کے سامنے از خود تین طلاق کی گواہی دے دیں اور قاضی کو ان گواہوں کی سچائی پر اطمینان ہو جائے تو قاضی تین طلاق کے وقوع کا فیصلہ کردے گا اور اگر اہل محلّہ گواہی نہ دیں تو مسئولہ صورت میں صرف دو طلاق کے وقوع کا حکم لگایا جائے گا۔

تقبل الشهادة حسبة بلا دعوىٰ في طلاق المرأة وعتق الأمة والوقف وهلال رمضان وغيره. (الأشباه والنظائر، الفن الثاني: فن الفوائد / كتاب القضاء والشهادات والدعاوي ص: ۲۰۱ دار الكتب العلمية بيروت، رد المحتار / أول كتاب الشهادات ۱۷۵/۸ زكريا، ٤٦٣/٥ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین طلاق دے کر انکار کرنا

سوال (۷۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ زوجہ گلشانہ پروین کا نکاح کچھ سال قبل ہمراہ محمد آصف کیا گیا تھا، اس وقت ان کے پاس دو بچے ہیں، آپسی رنجش کے سبب شوہر مذکور نے ایک ہی وقت میں تین طلاق دے کر اپنی زوجہ کو چھوڑ دیا۔

بعد طلاق شوہر اس طلاق سے انکار کرتا ہے اور بیوی (صرف) اس طلاق کی اقراری ہے، کچھ دن بعد شوہر نے اپنی بیوی کو کہا کہ بیشک میں نے طلاق دی ہے؛ لیکن مجمع عام میں، میں پھر طلاق دیئے جانے سے انکار کروں گا، الغرض اب دونوں فریق علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں اور ان دونوں کے دو بچوں میں سے ایک بچہ شوہر کے پاس اور دوسرا بچہ بیوی کے پاس رہتا ہے۔

اَب سوال مسئولہ یہ ہے کہ ان کو طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر طلاق پڑی تو کونسی؟ رجعی یا مغلظہ؟ مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر بیوی نے یقینی طور پر تین طلاق کے الفاظ اپنے کان سے سنے ہیں، تو اُس کے لئے مذکورہ شوہر کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے، اُسے چاہئے کہ وہ شوہر سے خلع وغیرہ کے ذریعہ علیحدگی اختیار کرلے اور شوہر پر لازم ہے کہ اگر اس نے واقعی طلاق دی ہے تو بعد میں انکار نہ کرے؛ کیوں کہ تین طلاق دے کر انکار کرنے سے بیوی اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه الخ، ولا تقتل نفسها بل تفدي نفسها بمال أو تهرب. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤٦٣/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۳/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تین طلاق دے کر شوہر منکر ہوگیا اور بیوی کے پاس کوئی گواہ نہیں

سوال (۷۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالدہ کی شادی زید سے آج سے تقریباً ۵؍ سال قبل ہوئی تھی، جہیز کی کمی کی بنا پر لڑکے (شوہر خالدہ) نے اپنی زوجہ (خالدہ) کو ۲۰؍ دن کے بعد ۳؍ طلاق دے دی، بوقت طلاق خالدہ کی ساس موجود تھی اور اس نے خالدہ سے کہا کہ اب تم اپنے شوہر سے الگ رہنا، کچھ دن گذرنے کے بعد لڑکی خالدہ اپنے باپ کے گھر آ گئی، چند ایام گذرنے کے بعد خالدہ کے اہل خانہ نے پنچایت قائم کی، جس میں خالدہ کا شوہر اور اس کی ماں (خالدہ کی ساس) طلاق کی منکر ہوگئی، پنچایت کے بعد سے آج تک کم وبیش ۵؍ سال کا عرصۂ دراز گذر چکا ہے، خالدہ کا شوہر اور اس کی ساس ابھی تک منکر طلاق ہیں، اور لڑکی کے گھر والے (اہل خانہ خالدہ) اپنی بچی کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں، تو کیا نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال شوہر طلاق کا منکر ہے اور بیوی کے پاس طلاق پر شرعی گواہ موجود نہیں ہے؛ اِس لئے صورتِ مسئولہ میں طلاق کے وقوع کا تو حکم نہ ہوگا؛ لیکن اگر بیوی کو ساس کی طرف سے پہلے طلاق کی خبر دینے کا یقین ہو تو اسے چاہئے کہ وہ خلع یا طلاق لے کر شوہر سے علیحدگی حاصل کرلے، جب تک اس شوہر سے طلاق یا تفریق نہ ہو گی اُس وقت تک اُس کا کسی دوسرے شخص سے نکاح درست نہ ہوگا۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال في خطبته: البيّنة على المدعي واليمين على المدعى عليه. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في أن البينة على المدعي الخ ٢٤٩/١ رقم: ١٣٤١، الهداية / باب القسامة ١٨٧/٣ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالًا أو غيره كنكاح وطلاق – إلى قولہٖ – رجلان أو رجل وامرأتان. (الدر المختار مع رد المحتار / كتاب الشهادات ١٧٨/٨ زكريا)

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه، والفتوىٰ على أنه ليس لها قتله ولا تقتل نفسها؛ بل تفدي نفسها بمال أو تهرب. وفي البزازية عن الأوزجندي أنها ترفع الأمر للقاضي فإن حلف ولا بينة لها فالإثم عليه ...... أي: إذا لم تقدر على الفداء أو الهرب ولا على منعه منها. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب الريح ٤٦٣/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۱/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

دو طلاق دے کر تیسری طلاق کے بارے میں ''دے دوں گا'' کہنے کا اقرار کرنا

سوال (۷۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ایک سال قبل اپنی بیوی کو دوطلاقیں دے چکا تھا، پھر چند روز قبل شوہر نے اپنی بیوی سے فون پر بات کرتے ہوئے یہ کہا کہ اپنا منہ بند کرلو (کسی بات پر) ورنہ میں طلاق دے دوں گا، ایک طلاق دوطلاق، بیوی نے اِن کلمات کو بہت اچھی طرح سے سنا ہے، پھر اُس کے بعد شوہر نے فون کاٹ دیا، پھر دوبارہ فون پر میاں بیوی کی اُسی وقت بات ہوئی تو شوہر نے بیوی سے کہا تم اپنے گھر کیوں نہیں چلی گئی؟ پھر لڑکی نے اپنے میکے والوں کو مذکورہ بالا صورتِ حال کی اطلاع دی، اُنہوں نے آکر شوہر سے پوچھا کہ تم نے کیا کہا؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے صرف یہ کہا تھا، طلاق دے دوں گا، لڑکا اپنی اس بات پر حلف اٹھانے کے لئے تیار ہے، آیا شوہر کو قسم کھلا کر اُس کی بات کا اعتبار کریں یا بیوی کی بات کا اعتبار کریں؟ اگر شوہر کی بات کا اعتبار کرلیں تو ایسی صورت میں بیوی کے لئے کیا حکم ہوگا؟ مدلل بحوالہ جواب ارسال فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مذکورہ صورت میں اگر شوہر قسم کھا کر یہ کہے کہ ''میں نے بیوی کو تیسری طلاق نہیں دی تھی؛ بلکہ صرف طلاق دے دوں گا کہا تھا''، تو بیوی پر طلاق کا حکم نہ ہوگا؛ تاہم اگر بیوی کو تیسری طلاق سننے کا کامل یقین ہے، تو اسے چاہئے کہ برضا ورغبت شوہر کو ہرگز قدرت نہ دے؛ بلکہ اس سے خلع وغیرہ لے کر جدائی حاصل کرلے، اور اگر جدائی کی کوئی شکل نہ نکلے اور مجبوراً شوہر کے ساتھ رہنا پڑے، تو اُمید ہے کہ بیوی پر کوئی وبال اور گناہ نہ ہوگا۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن النبي صلى الله

علیہ وسلم قال في خطبته: البيّنة على المدعي واليمين على المدعى عليه.

(سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في أن البينة على المدعي الخ ٢٤٩/١ رقم: ١٣٤١، الهداية / باب القسامة ١٨٧/٣ المكتبة الأشرفية ديوبند)

بخلاف قوله: سأطلق "طلاق كنم" لأنه استقبال فلم يكن تحقيقًا بالتشكيك. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية ٣٨٤/١ زكريا)

ولو قال: أطلقك لم يقع. (سكب الأنهر ١٤/٢ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه، والفتوىٰ على أنه ليس لها قتله ولا تقتل نفسها؛ بل تفدي نفسها بمال أو تهرب. وفي البزازية عن الأوزجندي أنها ترفع الأمر للقاضي فإن حلف ولا بينة لها فالإثم عليه ...... أي: إذا لم تقدر على الفداء أو الهرب ولا على منعه منها. (رد المحتار، كتاب الصلاة / باب الريح ٤٦٣/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۳/۱۲

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

ہونے والی منکوحہ کے بارے میں کہا ''اگر اُس نے فلاں کام سے منع کیا تو اُس کو ایک دو تین اور خلاص''

سوال (۷۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی آئندہ ہونے والی بیوی کے بارے میں نکاح سے پہلے یہ کہا کہ ''اگر اُس نے فلاں کام سے منع کیا تو اس کو ایک دو تین اور خلاص''۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر نکاح کے بعد وہ مذکورہ کام سے منع کرے تو اس پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں قسم منعقد نہیں ہوئی؛ اِس لئے کہ قسم کھاتے وقت مذکورہ عورت محل طلاق نہ تھی؛ لہٰذا اگر نکاح کے بعد وہ عورت مذکورہ کام سے منع کرے پھر بھی کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

إنما يصح التعليق حال كونه في الملك أي القدرة على التصرف في الزوجية بوصف الاختصاص، وذلك عند وجود النكاح أو العدة مع حلّ العقد. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب تعليق الطلاق ٤١٧/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

فلو قال الرجل لامرأة أجنبية: إن كلمت فلانًا فأنت طالق فكلمته، لم يقع الطلاق، وكذا لو تزوجها ثم كلمت فلانًا لا تطلق؛ لأنها وقت التعليق لم تكن محلا لإيقاع الطلاق. (الفقه الإسلامي وأدلته، الطلاق / انحلال الزواج وآثاره ٤٢٦/٧ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر تجھے تیسرا بچہ ہوا تو تجھے تین طلاق

سوال (۷۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے دو بچے ہیں، اُس نے بیوی سے کہا کہ ”اگر تجھے تیسرا بچہ ہوا تو تجھے تین طلاق“، اب اُس کی بیوی چار مہینے کے حمل سے ہے، تو اس تعلیق کو ختم کرنے کے لئے ابھی اسے طلاق بائن دے کر وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح کرسکتا ہے یا اس تعلیق کو ختم کرنے کا کوئی اور طریقہ بھی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں تین طلاق کی تعلیق سے بچنے

کی یہی شکل ہے کہ بچہ کی پیدائش سے قبل بیوی کو ایک طلاق بائن دے کر اُسے اپنے نکاح سے الگ کرلیا جائے، پھر جب بچہ کی پیدائش ہوگی تو اِس طلاق بائن کی عدت ختم ہوجائے گی اور بچہ کی پیدائش پر جو تین طلاق کی شرط لگائی گئی تھی تو محل طلاق نہ پائے جانے کی وجہ سے مزید کسی طلاق کا وقوع نہ ہوگا؛ لہٰذا وضع حمل کے بعد تجدید نکاح کی گنجائش ہے۔

قال في الدر المختار بحثًا: لأن الطلاق المقارن لانقضاء العدة لا يقع.

(الدر المختار، كتاب الطلاق / باب التعليق ٦١٨/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۲/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر تمہیں میری بیوی بری لگ رہی ہے تو طلاق طلاق طلاق

سوال (۷۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنے بھائی اور والدہ سے لڑائی جھگڑے کے دوران اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہا تھا ’’کہ اگر میری بیوی تمہیں بری لگ رہی ہے اور زیادہ بدتمیز ہے تو طلاق طلاق طلاق‘‘ تین سے زیادہ مرتبہ کہا، میری بیوی گھر پر موجود نہیں تھی، وہ اپنے میکے میں تھی، شوہر بیوی میں کبھی کوئی جھگڑا ابھی نہیں ہوا تھا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ کتنی طلاق ہوئی اور بیوی کو ساتھ رکھنے کی کیا صورت ہے؟ ایک لڑکی بھی تقریباً ایک ماہ کی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - شوہر کی طرف سے طلاق، طلاق، طلاق کے الفاظ کہنے سے پہلے بیوی کا تذکرہ کیا گیا ہے؛ لہٰذا سیاق وسباق اور قرینہ سے تینوں طلاق کی نسبت بیوی کی طرف درست ہے، بیوی پر تینوں طلاق واقع ہوچکی ہیں، اب حلالۂ شرعیہ کے بغیر ان دونوں میں اِزدواجی تعلق قائم نہیں ہوسکتا اور واضح ہو کہ بیک وقت تین طلاق دینا شرعاً ناپسندیدہ ہے اور ملک کے قانون کے اعتبار سے بھی ممنوع ہے۔

ولا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه لما في البحر لو قال: طالق فقيل له من عنيت؟ فقال: امرأتي طلقت امرأته. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الصريح ٤٥٨/٤ زكريا)

فإن طلقها الثالثة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره الخ. (تفسير قرطبي [البقرة: ۲۲۹] ۱۲۸/۳ دار الكتب المصرية القاهرة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی سے کہنا کہ راشد میرے دروازے پر آیا تو تجھے تین طلاق

سوال (۷۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی شاکرہ سے کہا کہ اگر راشد میرے دروازے پر آیا تو تجھے تین طلاق، پھر راشد زید کے دروازے پر آ گیا تو اب طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ زید کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہے اور بیوی کی عمر پچپن سال ہے، اگر طلاق واقع ہوگئی تو آپ ساتھ رہنے کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں شرط پائے جانے کی وجہ سے شاکرہ پر تین طلاقیں واقع ہوچکی ہیں؛ لہٰذا زید وشاکرہ میں میاں بیوی کا تعلق باقی نہیں رہا، اب اگر شاکرہ اسی گھر میں اپنے بچوں کے ساتھ رہتی ہے تو اس کے لئے زید سے پردہ کرنا اور الگ تھلگ رہنا لازم ہوگا؛ کیوں کہ زید اس کے لئے اجنبی بن گیا ہے۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول: لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق وهذا بالاتفاق. (الهداية / باب الأيمان في الطلاق ۳۸٥/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند، الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع في الطلاق بالشرط / الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما ٤٢٠/١ زكريا قديم، ٤٨٨/١ زكريا جديد)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقًا؛ لكن إن وجد في الملك طلقت وإلا لا. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب التعليق ٤/ ٦٠٩ زكريا، ٣/ ٣٥٥ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

اگر تو میکے جائے گی تو تین طلاق، پھر باپ بیٹی کو زبردستی لے گیا

سوال (۷۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ ’’اگر تو اپنے میکے جائے گی تو تجھے تین طلاق‘‘، پھر بیوی کا باپ اپنی بیٹی کو جبراً اپنے گھر لے کر چلا گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ بیوی پر طلاق پڑے گی یا نہیں؟ نیز اگر طلاق پڑے گی تو کتنی؟ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ باپ اپنی بیٹی کو کس طرح جبراً اپنے گھر لے گیا ہے؟ اگر ہاتھ پکڑ کر اِس طرح زبردستی گھر لے گیا کہ بیٹی کو انکار کرنے کی قدرت نہ رہی تو طلاق واقع نہ ہوگی؛ اس لئے کہ اپنے اختیار سے جانے کی شرط نہیں پائی گئی۔ اور اگر اِس کے برخلاف صورت یہ پیش آئی کہ باپ نے زبانی اصرار کیا اور اُس کے اصرار پر بیٹی اپنے اختیار سے چل کر باپ کے گھر یعنی میکے چلی گئی، تو اب شرط پائی جانے کی وجہ سے بلاشبہ تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی اور زوجین کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ باقی نہیں رہے گا۔

والحاصل أنه إذا حلف لايدخل هذه الدار أو دار فلان فإنه يحنث بالوقوف على سطحها ...... بشرط أن يكون مختارًا لما في الظهيرية: ولو جاء إلى بابها وهو يشتد في المشي أي يعدو فانعثر أو انزلق فوقع في الدار اختلفوا

فيه، والصحيح أنه لا يحنث إن كان لا يستطيع الامتناع ...... وإن أدخله إنسان مكرها فخرج منها ثم دخل بعد ذلک مختارًا اختلفوا فيه، والفتویٰ علی أنه يحنث. (البحر الرائق، کتاب الأيمان / باب اليمين في الدخول والخروج ٤/٥٠٨-٥٠٩ زکريا)

رجل حلف لا يضع قدمه في دار فلان فدخلها راكبًا أو ماشيًا أو منتعلاً يحنث، ولو أدخل مكرها لا يحنث ...... أو راكبًا أو محمولًا بأمره حنث الخانية: وهو الصحيح. (الفتاویٰ التاتارخانية، کتاب الأيمان / الفصل الثاني عشر في الحلف علی الأفحال: نوع آخر في الدخول ٦/١٦٨) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر تو اپنے چچا کے گھر والوں سے ملی تو تجھے تین طلاق کہنے کے بعد چچا کی بیٹی سے ملنے کا حکم

سوال (۱۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چار سال پہلے میرے ابا اور امی میں جھگڑا ہوا تھا، غصہ کی حالت میں ابا نے امی کو یہ کہہ دیا کہ ’’اگر تو اپنے چچا احسن اختر اور اُس کے گھر والے، اپنی امی، اپنی بہن گلبہار، اپنے بھائی صالح اور عالم سے ملی، ان سے بات کی تو تجھے تین طلاق ہیں‘‘۔ میرے ابا کے خالہ زاد بھائی غازی صلاح الدین کی بیوی نورین میری امی کی چچازاد بہن ہے۔ (نورین احسن اختر کی لڑکی ہے)

(۱) مسئلہ دریافت یہ کرنا ہے کہ میرے ابا نے ’’احسن اختر اور اُس کے گھر والے‘‘ ان الفاظ کے ذریعہ تعلیق کی ہے، تو نورین جو کہ احسن اختر کی لڑکی ہے، یہ احسن اختر کے گھر والوں میں سمجھی جائے گی یا اپنے شوہر غازی صلاح الدین کے؟

(۲) کیا امی کے نورین سے ملنے سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

(۳) اور یہ تعلیق کیسے ختم ہوگی، شرعی طریقہ ہو تو ضرور تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- عرف وشریعت کے اعتبار سے نکاح اور رخصتی کے بعد لڑکی شوہر کے گھر والوں میں شمار کی جاتی ہے، باپ کے گھر والوں میں اسے شمار نہیں کیا جاتا۔ بریں بنا مسئولہ صورت میں آپ کی والدہ کے اپنی چچازاد بہن نورین سے بات کرنے سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی؛ کیوں کہ وہ اب اپنے شوہر صلاح الدین کے گھر والوں میں شمار ہے نہ کہ اپنے باپ احسن اختر کے گھر والوں میں، اور مسئولہ واقعہ میں تین طلاق کی متعلق سے بچنے کا حیلہ یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے کر چھوڑ دیا جائے پھر عدت گذرنے کے بعد وہ ان سب لوگوں سے بات کرلے جن سے بات کرنے پر شوہر نے تین طلاق کو معلق کیا تھا، بعدازاں تجدید نکاح کرلیا جائے، تو اب اگر وہ بات کرے گی تو مزید طلاق واقع نہ ہوگی۔

وأهل زوجته وقالا: كل من في عياله ونفقته غير مماليكه، وقولهما استحسان شرح تكملة. قال ابن الكمال: وهو مؤيد بالنص قال تعالى: ﴿فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ﴾ (رد المحتار، كتاب الوصايا / باب الوصية للأقارب وغيرهم ۳۸٦/۱۰ زكريا)

فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب التعليق ٦۰۹/٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۳/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

جب تک تو اپنی غلطی نہیں مانتی تو میرے نکاح سے باہر ہے کہنے کا حکم

سوال (۲۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شوہر نے اپنی بیوی سے کہا ''جب تک تو اپنی غلطی نہیں مانتی تو میرے نکاح سے باہر

ہے اور جب غلطی مان لے گی تو میں تیرا اور تو میری، تو عورت نے اپنی غلطی کا اقرار اس وقت نہیں کیا بلکہ اگلے دن جا کر غلطی مان لی۔

آپ رہنمائی فرمائیں کہ اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوگی تو کون سی ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- یہ معاملہ دراصل یمین معلق کا ہے؛ گویا کہ شوہر نے یہ قسم کھائی ہے کہ جب تک بیوی اپنی غلطی نہیں مانے گی تو وہ اس سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کرے گا پس جب بیوی نے اگلے دن غلطی مان لی تو شوہر کی قسم پوری ہوگئی اور کوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوئی اور کفارہ بھی لازم نہیں ہے؛ کیوں کہ قسم نہیں ٹوٹی۔

المستفاد: كلمة ما زال ومادام وما كان غاية تنتهي اليمين بها فلو حلف لا يفعل كذا ما دام ببخارىٰ فخرج منها ثم رجع ففعل لا يحنث لانتهاء اليمين الخ. (الدر المختار، كتاب الأيمان / باب اليمين في الأكل والشرب واللبس والكلام ۶۰۱/۵ زكريا)

لو عقد يمينه على ترك وطئ المنكوحة أقل من أربعة الأشهر لا يكون الإيلاء؛ بل يكون يميناً. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۸۴/۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تین طلاق کی تعلیق سے بچنے کے لئے طلاقِ بائن دی پھر عدت میں فلاں سے عورت نے بات کرلی

سوال (۷۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”اگر تو نے فلاں شخص سے بات کی تو تجھے تین طلاق“۔ اَب تین طلاق سے بچنے کے لئے اُس نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی، جس کی وہ عدت

گذار رہی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ: (۱) اگر وہ دورانِ عدت فلاں شخص سے بات کرلے تو مزید طلاقیں واقع ہوں گی یا نہیں؟

(۲) اگر عدت گذر جانے کے بعد مذکورہ شخص سے بات کرے تو اَب کیا حکم ہوگا؟

(۳) اگر عدت گذرنے کے بعد پہلے شوہر نے اُس سے دوبارہ نکاح کرلیا اور اَب عورت نے مذکورہ شخص سے بات کی تو اِس صورت میں طلاق کا کیا حکم ہوگا؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- **الف:** مسئولہ صورت میں اگر وہ مطلقہ بائنہ عورت دورانِ عدت فلاں شخص سے بات کرے گی تو شرط پائی جانے کی وجہ سے مزید طلاقیں واقع ہوکر مغلظہ ہوجائے گی۔

فإن وجد الشرط فيه أي في الملك بأن كان النكاح قائمًا أو كان في العدة انحلت اليمين ووقع الطلاق. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب تعليق الطلاق ٦٢/٢ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

ب:- اگر عدت گذر جانے کے بعد اس عورت نے فلاں شخص سے بات کی، تو اب مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوگی؛ کیوں کہ اَب وہ طلاق کا محل باقی نہیں رہی۔

وإن لم يوجد الشرط في الملك بأن وجد في غيره انحلت اليمين لوجود الشرط حقيقة، ولا يقع شيء لعدم المحلية. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب تعليق الطلاق ٦٢/٢ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، الهداية ٣٩٩/٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

ج:- اگر عدت کے بعد فلاں شخص سے بات کرنے سے پہلے ہی سابقہ شوہر سے تجدید نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد فلاں شخص سے بات کی تو چوں کہ سابقہ تعلیق باقی ہے، اِس لئے شرط پائی جانے کی وجہ سے مزید طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور عورت مغلظہ قرار پائے گی؛ البتہ اگر

عدت کے بعد نکاح سے پہلے فلاں سے بات کر لی تھی، بعد اَزاں نکاح کی تجدید کی تو اَب فلاں سے بات کرنے کی وجہ سے مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوگی؛ کیوں کہ شرط کا تحقق اِس حالت میں ہوا جب کہ وہ محل طلاق نہ تھی۔

ثم بعد ذلک لا یخلوا إما أن یوجد الشرط في الملک کما إذا تزوجها ثانیًا، ثم وجد الشرط أو في غیره کما إذا وجد قبل التزوج، فإن کان الأول وقع الطلاق وانحلت الیمین. (عنایة شرح الهدایة مع فتح القدیر، کتاب الطلاق / ألفاظ الشرط ٤/ ١١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۷/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کا تین طلاق کے بعد بھی شوہر کے گھر پر رہنے کا اصرار کرنا

سوال (۷۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی کو الگ الگ مہینوں میں تین طلاق دے دی، بعدہ زید کی بیوی اپنے بھائی کے گھر چلی گئی اور وہاں عدت گذاری؛ لیکن اس کے بعد زید کی بیوی واپس لوٹ کر زید کے گھر آ گئی اور کہتی ہے کہ میں ان تینوں بچوں کو لے کر کہاں جاؤں، میکے والے بھی رکھنے کو تیار نہیں ہیں، اب وہ کہتی ہے کہ میں ان بچوں کو اسی گھر میں رہ کر پالوں گی اور زید سے کہتی ہے کہ آپ اس گھر سے الگ کہیں بھی رہیں، جبکہ زید کا کہنا ہے کہ تین طلاق اور عدت گذر جانے کے بعد تمہارا اس گھر میں رہنا جائز نہیں ہے، میں اپنا گھر نہیں چھوڑ سکتا، تم اپنے میکے جاؤ، میں تمہارے مہر اور جو تمہارا مطالبہ مجھ سے ہے وہ میں دوں گا، نیز بچوں کا ہر مہینہ کا خرچ بھی دوں گا۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ دونوں میں کس کا قول صحیح اور کس کا غلط ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

نوٹ:- بڑے بیٹے سفیان کی عمر: ۱۰/ سال، دوسرے بیٹے ابوذر کی عمر: آٹھ سال اور تیسرے بیٹے ابوطلحہ کی عمر: ساڑھے تین سال ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں آپ کی بات اصولاً درست ہے اور عدت گذرنے کے بعد مطلقہ بیوی کا آپ کے گھر رہنے پر اصرار کرنا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ شریعت میں عدت پوری ہونے کے بعد عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری شوہر پر نہیں رہتی، البتہ چھوٹے بچوں کا خرچ بہر حال باپ کے ذمہ رہے گا۔

فإن أقام الزوج البينة على إقرارها بانقضاء العدة سقطت نفقتها. (الفتاویٰ الهندية، الباب السابع عشر في النفقات / الفصل الثالث في نفقة المعتدة ۵۵۸/۱ زکریا، ۴۴۱/۱ کوئٹہ)

نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد. (الهداية، كتاب الطلاق / باب النفقة، فصل في نفقة الأولاد الصغار ۴۴۴/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند، رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب: الصغير والمكتسب نفقته في كسبه لا على أبيه ۳۳۶/۵ زكريا ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۱۲/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حلالہ کیلئے شوہر ثانی سے ہمبستری کرنا ائمہ اربعہ کا مذہب ہے

سوال (۵۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی شریک حیات کو اُس کے بدچلنی کی وجہ سے اولاً دو طلاق دی؛ تاکہ وہ باز آجائے؛ لیکن ہفتہ دس دن کے اندر پھر دوبارہ دونوں میں جھگڑا ہوا، پھر بیوی کی زبان درازی کے سبب تیسری طلاق بھی دے دی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ حلالہ میں زوجِ ثانی سے ہمبستری ضروری ہے؛ جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے، اب چوں کہ خاوند اور بیوی دونوں اپنے فعل پر نادم وشرمندہ ہیں اور بیوی کا کہنا ہے کہ ہم کسی بھی صورت میں حلالہ نہیں کریں گے، اور اگر ہوگا تو شوہر ثانی سے ہمبستری نہیں کرسکتی، تو کیا ایسی صورتِ حال میں عدم ہمبستری کے ساتھ حلالہ درست ہوگا یا نہیں؟

نیز ایسے نازک حالت میں جب کہ حکومت بھی شکنجہ کسے ہوئے ہے، کیا ائمہ اَربعہ میں سے کسی کے یہاں شوہر ثانی سے ہمبستری کے بغیر صرف نکاح پر اکتفاء کیا جاسکتا ہے، جب کہ میں حنفی المسلک ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ائمہ اَربعہ اور جمہور علماء اُمت کے نزدیک تین طلاق کے بعد زوجِ اول کے لئے بیوی اُسی وقت حلال ہوسکتی ہے جب کہ بعد زوجِ ثانی سے نکاح ہو اور وہ اُس سے ہمبستری کرے، پھر طلاق یا تفریق کی نوبت آئے، اگر زوجِ ثانی ہمبستری نہ کرے گا تو وہ عورت زوجِ اول کے لئے حلال نہ ہوگی۔ ایک حدیث مشہور سے اس شرط کا واضح ثبوت ملتا ہے، جسے نظر انداز نہیں کیا سکتا؛ لہٰذا صورت مسئولہ میں زوجِ ثانی سے ہمبستری کے بغیر زوجِ اول سے نکاح کی کوئی صورت نہیں ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لعلک تریدین أن ترجعي إلی رفاعة؟ لا، حتی یذوق عسیلتک وتذوقي عسیلته. (صحیح البخاري، کتاب اللباس / باب الإزار المهدّب رقم: ۵۷۹۲)

ولا تحل بعد الطلقات الثلاث لقوله: فإن طلقها فلا تحل له الخ إلا بعد وطئ زوج آخر بنکاح صحیح ومضي عدته. (مجمع الأنهر / کتاب الطلاق ۸۸/۲ مکتبه فقیه الأمة دیوبند)

قال ابن المنذر: أجمع العلماء علی اشتراط الجماع لتحل للأول. (فتح الباري، کتاب الطلاق / باب إذا طلقها ثلاثًا ثم تزوجت بعد العدة الخ ۵۸۳/۹ تحت رقم: ۵۳۱۷ دار الکتب العلمیة بیروت) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۶/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

حلالہ والے نکاح میں بغیر ہمبستری کے طلاق ہوگئی

سوال (۶۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد یامین نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر عدت کے بعد محمد عثمان سے نکاح کر دیا گیا، محمد عثمان نے بغیر ہمبستری کے تین طلاق دے دی، پھر عدت گذرنے کے بعد پہلے شوہر محمد یامین سے نکاح ہوگیا، محمد یامین سے ایک بچہ بھی ہوگیا، اب معلوم ہوا کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا، تو اب کیا کرنا چاہئے؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں اور بچہ کس کا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حسبِ تحریر سوال حلالہ والے نکاح میں چوں کہ ہمبستری نہیں پائی گئی ہے؛ اس لئے شوہر اول محمد یامین کا دوسرا نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا، دونوں میں فوری طور پر جدائی لازم ہے، اب اگر وہ ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو عدت کے بعد کسی اور شخص سے نکاح ہو، پھر وہ اس کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرے، بعدازاں اس سے طلاق یا تفریق کی نوبت آئے تو اس کی عدت گذرنے کے بعد ہی پہلے شوہر محمد یامین سے نکاح درست ہوسکتا ہے اور اس درمیان جو بچہ پیدا ہوا ہے تو اگر محمد یامین نے دوسرا نکاح حلال سمجھ کر کیا تھا تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوجائے گا۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن رجلا طلق امرأته ثلاثًا فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول. (صحيح البخاري، كتاب الطلاق / باب من اجاز طلاق الثلاث ۷۹۱/۲ رقم: ۵۲۶۱)

لا تحل مطلقة الثلاث للزوج الأول بمجرد خلوة الثاني بل لا بد من وطئه. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ۲۵۷/۴ زكريا)

وإذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة أخرىٰ لتجدد السبب (الدر المختار) قوله: بشبهة، وذلك كالموطوئة للزوج في العدة بعد

الثلاث بنكاح وكذا بدونه إذا قال ظننت أنها تحل لي. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب العدة، مطلب: في وطء المعتدة بشبهة ۲۰۰/۵ زكريا)

ولو طلقها ثلاثا ثم تزوجها قبل أن تنكح زوجا غيره، فجاءت منه بولد ولا يعلمان بفساد النكاح، فالنسب ثابت، وإن كانا يعلمان بفساد النكاح يثبت النسب أيضا عند أبي حنيفة. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل ثبوت النسب ۲۶۲/۵ رقم: ۷۷۹۸ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۴/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حلالہ میں دخول سے پہلے طلاق ہوجائے تو کیا شوہر اول نکاح کرسکتا ہے؟

سوال (۷۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دی تھی، پھر حلالہ کے لئے ہندہ کا نکاح بکر سے ہوا، پھر بکر کے طلاق دینے کے بعد ہندہ کا نکاح دوبارہ زید سے ہوگیا، اَب جب کہ ہندہ کا نکاح ہونے کے تقریباً ۸/سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور تین بچے بھی ہوگئے ہیں، اَب پتہ چلا کہ حلالہ کے لئے جس مرد سے ہندہ کا نکاح کیا تھا، اس نے قبل الدخول طلاق دے دی تھی، ہندہ اور بکر دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہی نہیں تھا کہ حلالہ کے لئے دخول شرط ہے یا نہیں؟

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں ہندہ کا دوبارہ زید کے ساتھ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور ان دونوں کا آپس میں میاں بیوی بن کر رہنا درست اور جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - دوسرے شوہر کی ہم بستری کے بغیر زید کا اپنی پہلی مطلقۂ ثلاثہ بیوی ہندہ سے نکاح وازدواجی تعلق حلال نہ تھا؛ لہٰذا اِس بات کا علم ہوتے ہی ہندہ سے

تفریق لازم ہے اور وہ حلالہ شرعیہ کے بغیر اُس کے لئے کبھی حلال نہیں ہوسکتی؛ تاہم لاعلمی کی وجہ سے مذکورہ تعلق کی بنا پر اِس درمیان جو بچے پیدا ہوئے ہیں اُن کا نسب زید سے ثابت ہوگا؛ اِس لئے کہ وطی بالشبہ کی وجہ سے بھی نسب ثابت ہوجاتا ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن رجلا طلق امرأته ثلاثًا فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أتحل للأول؟ قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول. (صحيح البخاري، كتاب الطلاق / باب من أجاز طلاق الثلاث ۷۹۱/۲ رقم: ۵۲۶۱)

لا تحل مطلقة الثلاث للزوج الأول بمجرد خلوة الثاني بل لا بد من وطئه لحديث العسيلة. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ۲۵۷/٤ زكريا)

لأن النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد وبالوطئ عن شبهة. (الهداية، كتاب الطلاق / آخر باب ثبوت النسب ٤۳۲/۲)

وفي الموسوعة الفقهية: ويتفقون كذلك على وجوب العدة وثبوت النسب في النكاح المجمع على فساده بالوطء كنكاح المعتدة و زوجة الغير والمحارم إذا كانت هناك شبهة تسقط الحد بأن كان لا يعلم بالحرمة.

(الموسوعة الفقهية / العدة والنسب ۱۲۳/۸ الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۵/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح کرنے والے سے قطع تعلق کرنا

سوال (۷۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس وقت معاشرے میں اس طرح کی بات دیکھنے میں آرہی ہے کہ کچھ لوگ ایک ہی مجلس میں بیوی کو طلاقِ مغلظہ دے دیتے ہیں اور پھر اس کو طلاق مان کر عدت بھی کرواتے ہیں،

مگر بعد عدت خاموشی کے ساتھ بغیر قاعدۂ شرعی اس عورت سے دوبارہ نکاح کر لیتے ہیں، کچھ لوگ غیر مقلدین کا سہارا لیتے ہیں اور ان سے نکاح پڑھوا لیتے ہیں تو کیا یہ نکاح اس سابق شوہر سے باوجود اس کے کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں ہیں، نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ اور اگر تین طلاق کے بعد بغیر قاعدۂ شرعی کے یہ عورت سابق شوہر کے نکاح میں نہیں آسکتی تو کیا ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا، ان کی دعوت کرنا، ان کو اپنے یہاں دعوت پر بلانا، ان کو سلام کرنا، شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جب کہ اس بارے میں ان کو سمجھایا بھی گیا، پھر بھی وہ اپنی روش پر قائم رہیں اور کیا علماء کے لئے اس بات سے لوگوں کو آگاہ کرنا، مسئلہ سے واقف کرانا ضروری ہے؟ یا خاموشی اختیار کر لینا چاہئے؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآنِ کریم اور اَحادیثِ شریفہ کی روشنی میں جواب سے نواز کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- تین طلاق اگرچہ سرکاری قانون کے اعتبار سے قابل سزا جرم ہے؛ لیکن شریعت میں چاروں اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ تین طلاق کے بعد میاں بیوی میں ازدواجی رشتہ باقی نہیں رہتا، اور ان دونوں کا ساتھ رہنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے، اس لئے اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ عوام میں بیان کرنا چاہئے اور جو لوگ برملا اس حکم کی خلاف ورزی کریں ان سے میل جول رکھنا مناسب نہیں ہے؛ تاکہ انہیں اس گناہ پر تنبیہ ہو اور دوسرے لوگوں کو روکا جاسکے۔

وذهب جمهور العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحٰق وأبو ثور وأبو عبيده وأخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثا وقعن ولكنه يأثم. (عمدة القاري، كتاب الطلاق / باب من أجاز طلاق الثلاث ١٤/٢٣٦ زكريا)

قوله باب ما يجوز من الهجران لمن عصى أراد بهذه الترجمة بيان

الهجران الجائز؛ لأن عموم النهي مخصوص بمن لم يكن لهجره سبب مشروع فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية، فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها. (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الأدب / باب ما يجوز من الهجران لمن عصى ٥٧٢/١ دار البيان العربي مصر، ٤٩٧/١٠ دار المعرفة بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۵/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

کیا ہر حلالہ کرنے والے پر لعنت ہے؟

سوال (۷۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر تقریباً دو سال قبل اپنی بیوی کو تین طلاق دے چکا ہے، میرا ایک ڈیڑھ سال کا بچہ ہے اس بیوی کے حلال ہونے کی احقر کے لئے کیا صورت ہے؟ حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلال کیا جائے، دونوں پر لعنت ہوتی ہے، یہ بات کس صورت میں ہے اور حلالہ کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- جس عورت کو آپ نے تین طلاقیں دے دی ہیں وہ آپ کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ عدت گذرنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے، پھر وہ دوسرا شخص اس سے ہمبستر ہونے کے بعد طلاق نہ دے اور اس کی عدت نہ گذرے، اس میں یہ واضح رہنا چاہئے کہ اگر پہلے ہی باقاعدہ طلاق دینے کی شرط کے ساتھ نکاح کیا جائے گا تو یہ عمل قابل لعنت ہوگا؛ لیکن اگر بلا کسی شرط کے نکاح ہوا اور پھر اتفاقاً طلاق یا تفریق کی نوبت آ گئی تو اب یہ عمل موجب لعنت نہ کہلائے گا۔

عن علي رضي الله عنه قال: إن رسول الله عليه وسلم لعن المحلل والمحلل له. (سنن الترمذي، أبواب النكاح / باب ما جاء في المحل والمحلل له ٢١٣/١ رقم: ١١١٩)

وكره التزوج للثاني تحريمًا لحديث ”لعن المحلل والمحلل له“ بشرط التحليل كتزوجتك على أن أحللك. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الرجعة، مطلب: حيلة إسقاط عدة المحلل ٥/٤٧ زكريا)

إن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة ...... لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ١/٤٧٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱/۷/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی نے شوہر کے تین طلاق دینے کی تصدیق کی، شوہر نے اُسے قبول کرلیا

سوال (۷۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شوہر اور بیوی کے مابین طلاق سے متعلق فون پر یوں گفتگو ہوئی، خلاصہ یہ ہے کہ شوہر نے کہا کہ: تین طلاق میں نے کب کب کہا“ جواب میں بیوی نے کہا کہ ”آپ نے رمضان کے بعد یہ الفاظ کہے: میں نے تجھے چھوڑ دیا، تو میرے نکاح میں نہیں ہے، میں تین بار طلاق بول رہا ہوں“ پھر شوہر نے کہا کہ ”اگر تم کو کنفرم ہے، تو ٹھیک ہے پھر“ پھر شوہر نے کہا ”ہاں ٹھیک ہے پھر“ پھر شوہر نے کہا کہ تمہارے کانوں سے تم نے سنا؟ بیوی نے کہا: ہاں میں نے اپنے کانوں سے سنا، پھر شوہر نے کہا: ٹھیک ہے پھر، رہنا بھی بیکار ہے۔

فون پر اس مذکورہ بالا گفتگو کے بعد شوہر طلاق دینے کا منکر ہے، جب کہ بیوی حسب سابق تین طلاق کی مدعیہ ہے؛ لیکن اس کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، ایسی صورت میں شرعاً طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر بیوی کو تین طلاق کا یقین ہو تو اب بیوی کے لئے اس شوہر کے ساتھ رہنا اور اپنے اوپر قدرتِ وطی دینا کیسا ہے؟ نیز شوہر کے ان الفاظ ”اگر تم کو کنفرم ہے تو ٹھیک ہے پھر“

اور ''ٹھیک ہے پھر رہنا بیکار ہے'' کو اقرارِ طلاق یا طلاق کے درجے میں شمار کیا جائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال میں شوہر کی طرف مدعیہ نے جو الفاظ منسوب کئے ہیں کہ ''میں نے تجھے چھوڑ دیا، تو میرے نکاح میں نہیں ہے، میں تین بار طلاق بول رہا ہوں'' اگر واقعۃً شوہر نے یہ الفاظ کہے ہوں یا فون پر ان الفاظ کی تصدیق کی ہو تو بلاشبہ اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوچکی ہیں؛ لیکن اگر شوہر مذکورہ بالا الفاظ کہنے یا ان کا اقرار کرنے کا منکر ہو اور بیوی کے پاس اپنے دعویٰ پر کوئی گواہ موجود نہ ہو جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، تو محض مدعیہ کے دعویٰ کی بنیاد پر مسئولہ صورت میں طلاق کے وقوع کا حکم نہیں دیا جائے گا، البتہ مدعیہ کو اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہونے کا یقین ہو تو اسے چاہئے کہ حتی الامکان وہ شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے اور خلع وغیرہ کے ذریعہ اس سے تفریق حاصل کرلے تاہم اگر کوشش کے باوجود تفریق کی کوئی صورت نہ نکلے اور مدعیہ اس شخص کے ساتھ رہنے پر مجبور ہو تو شرعاً وہ گنہگار نہیں ہوگی اور جو بھی وبال ہوگا وہ شوہر پر ہوگا۔

کرر لفظ الطلاق وقع الکل. (رد المحتار، کتاب الطلاق / باب طلاق غیر المدخول بها ٤/٥٢١ زکریا)

ولو أقر بالطلاق کاذبًا أو هازلًا وقع قضاء. (رد المحتار / کتاب الطلاق ٤/٤٤٠ زکریا)

وما سویٰ ذلک من الحقوق یقبل فیها شهادة رجلین أو رجل و امرأتین سواء کان الحق مالا أو غیر مال مثل النکاح و الطلاق. (الهدایة ٣/١٥٤ المکتبة الأشرفیة دیوبند)

المرأة کالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لایحل لها تمکینه. (رد المحتار، کتاب الطلاق / باب الصریح ٤/٤٦٣ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۳/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین طلاق کے جھوٹے اقرارنامہ پر دستخط کردینا

سوال (۷۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر وبیوی میں کسی وجہ سے تنازع ہوا اور بیوی اپنے میکہ چلی گئی اور کئی مرتبہ شوہر کے بلانے کے باوجود نہ آئی اور شوہر پر فرضی دعوی کردیا جس میں کچھ ایسے الفاظ استعمال کئے جیسے مجھ سے جہیز کی مانگ کی اور مجھ کو جان سے مارنے کی کوشش کی وغیرہ، اس دعویٰ کی جوابی کارروائی میں الزام سے بچنے کے لئے شوہر کے وکیل نے یہ لکھوایا کہ اس دعویٰ میں سچائی نہیں ہے اور یہ دعویٰ جھوٹا ہے، اس لئے کہ جس تاریخ کا یہ واقعہ بتایا ہے اس تاریخ سے پہلے شوہر اپنی بیوی کو طلاق شرعی دے چکا ہے، جبکہ اس طرح کا کوئی بھی واقعہ پیش نہ آیا نہ تو شوہر کے گھر والوں نے جہیز کی مانگ کی اور نہ شوہر نے طلاق دی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ کسی بھی طرح کی جوابی کارروائی میں مدعی یا مدعیٰ علیہ کے دستخط ضروری ہیں اور شوہر نے دستخط کئے ہیں، آیا اس صورت میں طلاق شرعی واقع ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں شوہر نے اگر بخوشی اس کاغذ پر دستخط کئے ہیں جس میں سابقہ زمانے میں طلاق کا جھوٹا اقرار کیا گیا ہے تو اس پر دستخط کرنے کے وقت سے ہی دیانۃً وقوع طلاق کا حکم لگایا جائے گا اور ہمرشتہ تحریر میں چوں کہ تین بار طلاق لکھی ہے؛ اس لئے اب حلالۂ شرعیہ کے بغیر دوبارہ اس عورت سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا جاسکتا۔

ولو أقر بالطلاق كاذبًا أو هازلًا وقع قضاءً لا ديانةً. (رد المحتار، كتاب الطلاق / مطلب: في المسائل التي تصح مع الإكراه ٤٤٠/٤ زكريا)

وإن قال لها طلقتک أمس وهو كاذب كانت طالقًا في القضاء. (كتاب المبسوط، كتاب الطلاق / باب ما لا يقع فيه الطلاق على المرأة ١٤٠/٦ دار المعرفة بيروت)

وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (الفتاویٰ

الهندية، كتاب الطلاق / فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ۱/ ۵۳۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/ ۴/ ۱۴۳۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر نے کئی بار کہا: ”دے دی میں نے تجھے طلاق، کر دیا تجھے آزاد“

سوال (۷۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زوجین میں گھریلو مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی، شوہر نے کہا کہ ایسا مت کرو، اگر تو نے بحث کی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا، تو بیوی نے کہا تو مجھے چھوڑ دے تو شوہر نے کہا: ”دے دی میں نے تجھے طلاق، کر دیا تجھے آزاد“ اور یہ لفظ شوہر نے ایک سے زائد مرتبہ دہرایا، اور شوہر اب تک اس سے نہیں ملا ہے، تو اِس صورت میں کیا فتویٰ ہے، اُس کے دو بھائی وہاں موجود تھے، ایک کہتا ہے کہ یہ جملہ ۴/ مرتبہ کہا، دوسرا کہتا ہے کہ ۵/ مرتبہ کہا ہے، شرعی حکم واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ”دے دی میں نے تجھے طلاق“ اِس جملہ سے ایک طلاق تو یقیناً واقع ہوگئی، اب آگے شوہر نے مزید الفاظ کہے ہیں، اُن میں شوہر سے تحقیق کی جائے گی، یعنی اگر اُس نے اِن الفاظ سے پہلے دی ہوئی ایک طلاق کی خبر دی ہے تو مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوگی، اور اگر طلاق کی نیت سے یا کسی نیت کے بغیر یہ الفاظ کہے ہیں تو تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی۔

المستفاد: لو قال لزوجته: أنت طالق طالق طالق طلقت ثلاثًا، فإن قال أردت به التاكيد صدق ديانةً. (الأشباه والنظائر، الفن الأول / القواعد الكلية تنبيه: التأسيس خير من التاكيد ص: ۱۲۶ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/ ۳/ ۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



طلاقِ معلق

ساس کے گھر آنے پر بیوی کی طلاق کو معلق کرنا

سوال (۷۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے موبائل پر اپنے پڑوسن کی ایک خاتون سے اپنی ساس سے یہ کہلوایا کہ ''تم میری ساس سے کہہ دینا کہ اگر وہ میرے گھر آئے گی تو میری بیوی کو ایک دو تین طلاق''۔ تو معلوم یہ کرنا ہے کہ اِس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں؟ اِسی طرح ساس میرے گھر آسکتی ہے یا نہیں؟ اگر آئے گی تو طلاق تو نہیں پڑے گی؟ اور اگر ساس تو میرے گھر نہ آئے مگر میری بیوی اپنے میکہ یا اور کسی جگہ اپنی والدہ سے ملنے جائے تو کیا حکم ہے؟ طلاق تو نہیں پڑے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر ساس آپ کے گھر آجائے تو آپ کی بیوی پر حسبِ تحریر تین طلاق واقع ہوجائیں گی، اور جب تک ساس آپ کے گھر میں نہ آئے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور بیوی خواہ میکے جاکر ساس سے ملے یا کسی اور جگہ اُن سے ملاقات ہو، اِس سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

إذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الأيمان في الطلاق ۳۹۸/۲ مكتبه بلال ديوبند، ۳۵۸/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وأما باعتبار صفتها بالإضافة إلى فلان فإنه يحنث إذا دخل دارًا مضافةً

إلی فلان. (البحر الرائق، کتاب الأیمان / باب الیمین في الدخول والخروج ٥٠٩/٤ زکریا، ٣٠٤/٤ کوئٹہ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۴/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کے زندہ رہنے تک بیوی کی طلاق کو گاؤں جانے پر معلق کرنا

سوال (۷۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شاہد آزاد نے بحالت غصہ اپنی بیوی سے یوں کہا کہ ''جب تک میری ماں زندہ ہے اس وقت تک تو ان کے یہاں یعنی گاؤں آسی جائے گی تو تجھے تینوں طلاق پڑ جائے گی''، اب اگر شوہر ماں کی زندگی میں اپنی بیوی کو اپنی ماں کے یہاں لے جانا چاہتا ہے تو شوہر کیا طریقہ اختیار کرے کہ جس سے طلاق واقع نہ ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - صورت مسئولہ میں جب شاہد آزاد نے بیوی کی طلاق کو ماں کی زندگی تک گاؤں جانے پر معلق کردیا ہے، تو بیوی جب اُن کے گاؤں جائے گی تو اُس کو تین طلاقِ مغلظہ واقع ہوجائیں گی؛ البتہ علماء نے اِس سے بچنے کے لئے ایک حیلہ بتایا ہے کہ شوہر بیوی کو ایک طلاق بائن دے دے، اُس کے بعد بیوی عدت گذارے اور عدت کے بعد ماں کے گاؤں چلی جائے تو بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی؛ اِس لئے کہ اَب محل طلاق باقی نہیں رہی، اُس کے بعد پھر بغیر حلالہ کے دونوں کے درمیان عقد نکاح ہوجائے، پھر میاں بیوی کی طرح وہ زندگی گذار سکتے ہیں اور پھر بیوی کی ماں کے یہاں آنے جانے سے دوبارہ طلاق واقع نہ ہوگی اور مغلظہ ہونے سے بچ جائے گی۔

فحیلۃ من علق الثلاث بدخول الدار أن یطلقها واحدۃً ثم بعد العدۃ تدخلها فتنحل الیمین فینکحها. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق / باب التعلیق، مطلب: اختلاف الزوجین في وجود الشرط ٦٠٩/٤ زکریا)

إن قال لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق ثلاثًا، فأراد أن يدخلها من غير أن يقع الثلاث، فحيلته أن يطلقها واحدةً ثم يدخل بعد انقضاء العدة، ثم يتزوجها، فإن دخلها بعد ذلك لا يقع شيء لانحلال اليمين. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب التعليق ۲/ ٦٢ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۸/۱۱/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو طلاق دے کر تیسری کو تنہا گھر سے نکلنے پر معلق کیا پھر دونوں ساتھ نکلے

سوال (۷۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی کو تقریباً ۸؍سال پہلے دو طلاق دی تھی، پھر ابھی چند روز قبل زید نے بیوی سے کہا کہ اَب تم تنہا گھر سے باہر نہیں جاؤ گی، اگر باہر جانا ہے تو کسی کو ساتھ لے کر جانا ہے، اگر تنہا گئی تو تیسرا لفظ طلاق مانا جائے گا، جب کہ بیوی کا کہنا ہے کہ میں نے بہت شدید درد کی وجہ سے ساتھ چلنے کے لئے کہا، اَولاً تو میرے شوہر تیار نہیں ہوئے، میرے بہت اصرار کرنے پر بولے کہ ٹھیک ہے میں چلتا ہوں، گھر کے اندر سے ہم دونوں حکیم صاحب کی دوکان کے لئے ساتھ ساتھ نکلے، پھر میں آگے چلتی رہی، میرے شوہر کسی کام سے گھر کے باہر ہی سے واپس ہوگئے اور گھر سے حکیم کی دوکان کا راستہ صرف تین منٹ کا ہے، اُس کے فوراً بعد میرے شوہر حکیم صاحب کی دوکان پر پہنچ گئے، جب تک میں دوائی لے چکی تھی وہاں سے ہم دونوں ساتھ ساتھ گھر واپس آئے، تو مذکورہ صورت میں شرعی حکم کیا ہوگا؟ کیا بیوی پر تیسری طلاق ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - حسبِ تحریر سوال جب کہ دونوں میاں بیوی گھر سے ایک ساتھ نکلے تو تیسری طلاق کے وقوع کی شرط متحقق نہیں ہوئی۔ بریں بنا تیسری

طلاق واقع نہیں ہوئی؛ لہٰذا اُن دونوں میں اِزدواجی رشتہ برقرار ہے۔

المستفاد: وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الثالث في تعليق الطلاق ۱/۴۲۰ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر اِجازت گھر سے نکلنے یا بہنوئی سے ملنے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال (۷۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی زیب النساء کی آزاد خیالی سے تنگ آکر کہہ دیا کہ اگر بغیر اجازت یا بغیر اطلاع کے گھر سے گئی یا اپنے بہنوئی نظام سے ملی یا اُس کے ساتھ تجھے دیکھا تو تجھے طلاق ہے؛ لیکن وہ نہیں مانی گھر سے بھی بغیر اطلاع کے چلی گئی، اور اُس کے بہنوئی نظام کے ساتھ بھی اسے دیکھا گیا، زیب النساء کو طرفین کے رشتہ داروں اور پنچایت کے لوگوں نے کافی سمجھانے کی کوشش کی، مگر کوشش کارگر نہ ہوسکی، اَب اس کا رویہ اور طور طریقہ بہت ہی خراب ہو چکا ہے، اور اُس وقت سے آج تک وہ نہ تو میرے پاس آئی اور نہ ہی میرا اُس سے تعلق ہوا۔ دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں آپ نے جن شرائط پر اپنی بیوی کی طلاق کو معلق کیا تھا؛ چوں کہ وہ سب شرطیں پائی گئی ہیں، اِس لئے بیوی پر ایک طلاق واقع ہوچکی ہے، اَب اگر اِس بات کے بعد سے عدت یعنی تین ماہواری کا عرصہ گذر چکا ہے، تو اُس سے آپ کا زوجیت کا رشتہ باقی نہ رہا۔

إذا قال لامرأته: إن أكل كذا أو شرب كذا أو كلّم فلانا فامرأته طالق ما لم تجتمع هذه الأمور لم يقع الطلاق إلا أن ينوي شيئًا آخر. (المحيط البرهاني، كتاب الطلاق / الفصل السابع عشر: الأيمان بالطلاق ۵/۱۴۵ مكتبة الرشد رياض)

وفي الحجة: ولو قال إذا أكلت أو شربت فأنت طالق لا تطلق إلا بوجودهما. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الأيمان بالطلاق ٥/٦٩ زكريا)

إن قدم الجزاء فأي شيء من هذه الأشياء وجد يقع الطلاق ويرتفع اليمين، وإن أخر الجزاء لا يقع الطلاق ما لم يوجد الأمور كلها. (المحيط البرهاني، كتاب الطلاق / الفصل السابع عشر: الأيمان بالطلاق ٥/١٤٦ مكتبة الرشد رياض) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اپنی بیوی کی طلاق کو دوسرے کے نکاح پر معلق کرنا

سوال (۷۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر زید نے رشیدہ سے نکاح کیا تو تم کو تین طلاق، اَب زید کا رشیدہ سے نکاح ہونا طے ہوگیا ہے، تو اُس شخص کی بیوی کی تین طلاق سے بچنے کی کیا صورت ہے؟ کیا اگر زید اور رشیدہ کا نکاح فضولی کرادے اور یہ دونوں اجازت بالفعل دیں، تو کیا تین طلاق سے بچا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں اگر زید اور رشیدہ کا نکاح بذریعہ فضولی کرایا جائے اور زید بالفعل نکاح کی اِجازت دے تو شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے مذکورہ شخص کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ نیز مذکورہ معاملے میں تین طلاق سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بیوی کو ایک طلاقِ بائن دے کر چھوڑ دیا جائے اور عدت گذرنے کے بعد زید اور رشیدہ کا نکاح ہو، پھر بیوی سے اَز سرِنو نکاح کرلیا جائے؛ لیکن اِس صورت میں شوہر آئندہ صرف دو طلاق دینے کا مالک رہے گا، اِس لئے پہلی ذکر کردہ صورت زیادہ مناسب ہے۔

حلف لا يتزوج فزوجه فضولي فأجاز بالقول حنث وبالفعل لا يحنث (تنوير الأبصار) وفي رد المحتار: قوله وبالفعل كبعث المهر أو بعضه. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان / باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذلك ٦٧٢/٥ زكريا)

فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة، ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب التعليق ٦٠٩/٤ زكريا)

والحيلة فيه عقد الفضولي ...... وكيفية عقد الفضولي أن يزوجه فضولي فأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لا بالقول فلا تطلق. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب تعليق الطلاق ٤١٩/١ دار إحياء التراث العربي بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیٹی کے نکاح پر طلاق کو معلق کرنا

سوال (۷۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی بیوی کو دو طلاق دے کر رجوع کر چکا ہے؛ لیکن اب یہ مسئلہ پیش آیا کہ اس کی بیوی نے جب اس سے اپنی بیٹی کی شادی کے متعلق گفتگو کی تو زید کو غصہ آ گیا اور اُس نے کہا کہ جس دن اس بیٹی کا نکاح ہوگا اُسی دن تجھے بھی طلاق ہوجائے گی۔ تو سوال یہ ہے کہ بیٹی کے نکاح ہوتے ہی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو پھر دوبارہ اِزدواجی تعلق قائم کرنے کی کیا صورت ہے؟ کیا کوئی ایسا حیلہ ممکن ہے کہ اُس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں بیٹی کا نکاح ہوتے ہی زید کی بیوی پر تیسری طلاق واقع ہوجائے گی اور چوں کہ پہلے ہی دو طلاق دی جا چکی ہیں، اس شرط پائے جانے کے بعد تیسری طلاق سے بچنے کا کوئی حیلہ ہمارے علم میں نہیں ہے۔

إذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط. (الهداية / كتاب الطلاق / باب الأيمان في الطلاق ۲/۳۹۸)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقًا. (تنوير الأبصار، كتاب الطلاق / باب التعليق ۶۰۹/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۲۷
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اپنے یا اپنے والدین کے سسرال جانے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال (۷۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنے اور اپنے والدین کے بارے میں کہا کہ ”میں یا آپ لوگوں میں سے کوئی میری سسرال گیا تو میری بیوی کو تین طلاق ہیں“، اب وہ اپنی بات پر نادم ہے، اب وہ سسرال جانا چاہتا ہے تو طلاق سے بچنے کی صورت کیا ہوسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر زید یا اُس کے والدین اُس کی سسرال چلے جائیں گے تو بیوی پر شرط کے مطابق ۳؍ طلاق واقع ہوجائیں گی اور ۳؍ طلاق سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اَولاً زید اپنی بیوی کو ایک طلاقِ بائن دے کر نکاح سے الگ کردے اور پھر عدت گذرنے کے بعد زید اور اُس کے والدین سسرال جائیں، بعد اَزاں اُس بیوی سے تجدید نکاح کرکے اِزدواجی تعلق قائم کرلیا جائے اور ایسی صورت میں زید کو آئندہ صرف دو طلاق دینے کا اختیار رہے گا۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقًا ...... فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدةً ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها

(تنوير الأبصار مع الدر) قوله: مطلقًا أي سواء وجد الشرط في الملك أولا.

(رد المحتار، كتاب الطلاق / باب التعليق ٦٠٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۲/۸/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گھر والوں کے آنے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال (۷۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی ناظمہ سے کہا کہ اگر وہ (حقیقی بھائی) میری اجازت کے بغیر یا کوئی اور تیرے گھر کا یہاں آ گیا تو تجھے ایک طلاق ہے اور تم نے اُن کے موبائل سے بات کی تو تمہیں ایک طلاق ہے۔

اُس کے بعد دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید دہلی میں ایک کرایہ کے مکان میں بچوں کے ساتھ رہتا ہے، وہیں اس کا کاروبار بھی ہے، تاہم اس کا آبائی اور ذاتی مکان دہلی سے تقریباً دوسو کلومیٹر کی مسافت پر ''گجرولہ'' میں واقع ہے۔

الف: - اَب شوہر کے کہنے میں گھر سے کون سا گھر مراد ہوگا، صرف دہلی والا گھر یا پھر گجرولہ کا گھر بھی اس میں شامل ہوگا۔

ب: - کیا اجازت کی صورت میں کسی میکے والے کے آنے میں کوئی طلاق ہوگی یا نہیں؟

ج: - اگر شوہر نے اجازت دے دی اور پھر بیوی کے گھر سے کوئی شوہر کے گھر آیا تو کیا اس آنے والے کو ہر مرتبہ جب جب وہ داخل ہو تو اجازت لینی ہوگی، مثلاً شوہر کے گھر پہنچا اور پھر نماز یا کسی کام سے شوہر کے گھر سے نکلا تو جب پھر داخل ہو تو کیا اجازت لینی ہوگی، اگر یوں بار بار دخول اور خروجِ دار ہوا تو کیا ہر بار میں طلاق ہو جائے گی؟

د: - کیا اس تعلیقِ طلاق کو ختم کرنے کی یہ صورت ہو سکتی کہ شوہر کہہ دے کہ اب سب کو تیرے گھر سے آنے کی اجازت ہے اور ان کے نمبر سے کال کی اجازت ہے یا پھر کوئی اور بھی صورت ہے۔

ہ:- مزید یہ کہ ایک بار ایک بھائی گیا اجازت کے ساتھ پھر اس کو دوبارہ جانا تھا تو پھر اس نے اجازت طلب کی، شوہر سے، تو اس وقت میاں بیوی میں کچھ ان بن تھی تو جب بیوی نے سوال کیا کہ میرا بھائی آرہا ہے تو شوہر نے جواب میں بس ''اچھا'' کہا ہے۔

برائے مہربانی مفصل جواب عنایت فرماکر ممنون ومشکور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں دہلی والا گھر مراد ہوگا؛ اِس لئے کہ شوہر وہیں سکونت پذیر ہے اور وہیں رہتے ہوئے اُس نے یہ جملہ کہا ہے کہ ''تیرے گھر کا کوئی یہاں آیا تو تجھے ایک طلاق ہے'' تو اِس جملہ میں ''یہاں کے لفظ سے وہی گھر مراد ہوگا جہاں رہتے ہوئے یہ جملہ کہا گیا ہے اور وہ دہلی والا گھر ہے، پس گجرولہ والے گھر میں کسی کے آنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

حلف لا يدخل دار فلان يراد به نسبة السكنى إليه. (الدر المختار، كتاب الأيمان / باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى والإتيان والركوب ۵۵۲/۵ زكريا، ۷۶۰/۳ كراچی)

ب:- کیوں کہ طلاق کو بلا اجازت آنے پر معلق کیا گیا ہے اِس لئے اگر اِجازت کے بعد کوئی میکے والا آئے گا تو شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

مستفاد: وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول: لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق وهذا بالاتفاق. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الأيمان في الطلاق ۳۹۸/۲)

ج:- اگر بیوی کے میکے کا کوئی شخص شوہر کی اجازت سے ایک مرتبہ آئے گا تو وہ جتنے دن مقیم رہے گا، دلالۃً اُس کے لئے اجازت سمجھی جائے گی اور اس دوران نماز وغیرہ کے لئے گھر سے باہر آنے جانے پر الگ سے اجازت لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

مستفاد: ولو قال لها: أذنت لك عشرة أيام كان لها أن تخرج في العشرة ما شاء ت. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السابع عشر ۶۲/۵ زكريا)

د:- مسئولہ صورت میں اگر شوہر یہ کہہ دے کہ اب میری طرف سے سب گھر والوں کو آنے کی اِجازت ہے اور موبائل سے فون کرنے کی بھی اجازت ہے تو جب تک یہ اجازت برقرار رہے گی، کسی کے آنے جانے یا موبائل سے بات کرنے میں کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

مستفاد: ولو قال لها أذنت لک أبدا أو الدهر أو كلما شئت فهو إذن لها في كل مرة. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السابع عشر في الأيمان بالطلاق ٦٢/٥ زكريا)

ہ:- صورتِ مسئولہ میں بیوی کے بھائی کے آنے کی اجازت لینے کے جواب میں شوہر نے جو لفظ ''اچھا'' کہا ہے یہ بظاہر اِجازت پر ہی محمول ہے؛ کیوں کہ اگر اُسے منع کرنا ہوتا تو صاف طور پر منع کرسکتا تھا جو اُس نے نہیں کیا؛ لہٰذا بھائی کے گھر میں آنے سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

مستفاد: إذا قال لامرأته إن خرجت من هذه الدار إلا بإذني فأنت طالق الخ، ولو قال لها في غضبه اخرجي ولا نية له كان على الإذن الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية، الفصل السابع عشر في الأيمان بالطلاق ٦٢/٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۲/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین مہینے کے اندر رقم اَدا نہ کرنے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال (۷۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک طلاق نامہ اِس طرح لکھا گیا کہ دونوں فریق کی رضا مندی سے یہ طلاق نامہ لکھا جارہا ہے، جس میں لڑکی والوں کی طرف سے ۲۵ ہزار روپئے نقد اور ایک لاکھ روپئے ۳ مہینے کے اندر اندر اَدا کیے جائیں گے، اور اخیر میں یہ شرط لکھی گئی کہ اگر ۳ مہینے میں یہ رقم نہیں ملتی تو یہ طلاق نامہ کالعدم سمجھا جائے گا، اب ۳ مہینے کی مدت سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے اور ابھی رقم کی اَدائیگی نہیں ہوئی ہے تو طلاق پڑے گی یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ کی روشنی میں مسئلہ کا حل فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مجلس میں طلاق نامہ لکھا گیا، اسی مجلس میں یہ بات بھی طے ہوئی کہ اگر مابقیہ ایک لاکھ کی رقم ۳؍مہینے کے اندر اَدا نہ کی گئی تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی؛ اِس سے ثابت ہوا کہ یہ طلاق فی الحال واقع نہیں کی گئی؛ بلکہ وقت کے اندر اندر ایک لاکھ کی اَدائیگی کی شرط پر معلق کی گئی، پس جب حسبِ تحریر سوال شرط نہیں پائی گئی تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

وإذا …… أضافه (الطلاق) إلی شرط وقع عقیب الشرط مثل أن یقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الأيمان في الطلاق ۳۸۹/۲ مكتبة بلال ديوبند)

وله أن یعلقه بشرط ویضیفه إلی وقت، مثل: إذا قدم زید فقد خالعتک علی کذا، أو خالعتک علی کذا غدًا أو رأس الشهر والقبول إلیها بعد قدوم زید ومجيء الوقت، لأنه تطلیق عند وجود الشرط والوقت فکان قبولها قبل ذلک لغوًا. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ۸۹/۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵؍۷؍۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اجنبی لڑکے سے گفتگو کرنے پر طلاق کو معلق کیا پھر بیوی نے اُسے SMS کردیا

سوال (۷۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شادی شدہ لڑکی کسی لڑکے سے موبائل پر بات چیت کرے اور یہ بات اُس کے خاوند کو پتہ چلے، اُس کے بعد اُس کا شوہر اُس (اپنی بیوی) کو قسم دے کر کہا کہ اگر تم نے اُس

لڑکے سے موبائل پر یا پھر نظر کے اِشارے سے بات چیت کی تو تم کو تینوں طلاق، اُس کے بعد اُس کی بیوی اُس لڑکے کو واٹس ایپ پر کچھ بول کر بھیجتی ہے وہ جملہ ہے کہ ’’میرے موبائل میں کون فون کیا تھا پتہ کیجئے تو‘‘ یہ جملہ اُس لڑکے کو بھیجتی ہے جس کی اُس کے شوہر نے اس کو قسم دے رکھی ہے، تو کیا اِس جملہ سے اُس لڑکی کو طلاق پڑ جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیر صحتِ سوال جب کہ شوہر نے مذکورہ لڑکے سے بات کرنے پر بیوی کو تینوں طلاق کو معلق کیا تھا اور بیوی نے بذریعہ واٹس ایپ وائس میسج بھیج کر لڑکے سے بات کرلی، تو حسبِ شرط اُس پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں، اب وہ اُس شخص کے لئے حلال نہیں رہی۔

وإذا أضافه إلی شرط وقع عقیب الشرط مثل أن یقول: لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق وهذا بالاتفاق. (الهدایة، کتاب الطلاق / باب الأیمان في الطلاق ۲/۳۹۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۱۱/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بات کرنے پر طلاق کو معلق کرنے کے بعد بیوی کا فون پر ہیلو کہنا

سوال (۷۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ’’اگر مجھ سے بات کرے گی تو تجھے طلاق‘‘، پھر ۴-۵/ دنوں کے بعد بیوی اپنے بھائی سے بات کر رہی تھی، بات کرتے کرتے فون کٹ گیا، پھر نئے نمبر سے فون آیا، بیوی نے یہ سمجھ کر فون اُٹھالیا کہ میرے بھائی کا فون ہے، اور فون اُٹھا کر ’’ہیلو‘‘ کہا، اُدھر سے اُس کے شوہر نے کہا کہ میں ہوں بیٹی کو فون دو، اُس کے بعد بیوی نے کوئی بات نہیں کی۔ اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا محض ’’ہیلو‘‘ کہنے کو بات کرنا کہا جائے گا؟ اور کیا اس ’’ہیلو‘‘ کہنے سے معلق طلاق واقع ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں چوں کہ مذکورہ شخص نے تعلیق طلاق میں یہ الفاظ کہے ہیں کہ (تو مجھ سے بات کرے گی تو تجھے طلاق) تو شرط کا تحقق اس وقت ہوگا جب کہ شوہر کو مخاطب بنا کر گفتگو کی جائے۔ اَب حسبِ تحریر سوال بیوی نے جب لاعلمی میں شوہر کے فون پر صرف ’’ہیلو‘‘ کہا ہے جو مخاطبت کا لفظ نہیں ہے؛ بلکہ ایک عمومی معنی والا لفظ ہے اِس لئے شرط مخاطبت نہیں پائی گئی، اور معلوم ہونے کے بعد بیوی نے کوئی مزید گفتگو نہیں کی؛ لہٰذا لاعلمی میں محض ’’ہیلو‘‘ کہنے سے طلاق کے وقوع کا حکم نہ ہوگا، جس کی تائید درج ذیل جزئیات سے ہوتی ہے:

ولو حلف ”لا يكلم فلانًا“ فدق فلان عليه الباب فقال: من هذا؟ أو قال: من أنت؟ حنث، وفي النوازل: إذا دق المحلوف عليه باب الحالف وقال الحالف بالفارسية ’’كيست‘‘ لا يحنث، ولو قال ’’كيستي تو‘‘ يحنث، وبه أخذ الفقيه أبو الليث، وفي الفتاوى الخلاصة وهو المختار. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأيمان / الفصل العاشر الحلف على الأقوال ٦١/٦ زكريا)

ولو قرع الباب فقال من القارع يحنث، قال أبو الليث إن قال بالفارسية ’’كيست‘‘ لا يحنث؛ لأنه ليس بخطاب، وإن قال ’’كي تو‘‘ يحنث؛ لأنه خطاب له هو المختار. (مجمع الأنهر، كتاب الأيمان / باب اليمين في الأكل والشرب واللبس والكلام ٥٦٦/١ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

بیوی سے کہا: اگر تم نے اپنے خالو اور خالہ سے بات کی تجھے طلاق

سوال (۷۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے غصہ کی حالت میں کسی بات کی بنا پر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم نے اپنے خالو وخالہ

سے بات کی تو تجھے طلاق، ایک دو تین کی کوئی صراحت نہیں کی، اب زید اپنی بیوی کو خالہ وخالو سے بات کرنے کی اِجازت دینا چاہتا ہے، تو کیا اجازت کے بعد بھی بات کرنے سے طلاق پڑ جائے گی، نیز اس تعلیق کو باطل کرنے کی کوئی صورت بھی بیان فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق:- اِس مسئلہ کے دو پہلو ہیں:

الف:- اگر شوہر نے کسی سیاق وسباق کے بغیر مطلقاً اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ''اگر تم نے اپنے خالو وخالہ سے بات کی تو تجھے طلاق'' تو ایسی صورت میں زید کو اس تعلیق کے باطل کرنے کا کوئی اختیار نہیں رہا، پس جب بھی وہ بیوی اپنے خالو وخالہ سے بات کرے گی تو اُس پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجائے گی؛ اگرچہ زید کی اِجازت سے بات کرے پھر بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔

ب:- اور اگر صورتِ حال یہ ہو کہ بیوی خالو وخالہ سے بات کرنا چاہ رہی ہو اور اس وقت شوہر نے مذکورہ جملہ کہا ہو تو یہ معاملہ ''یمین فور'' پر محمول ہوگا، پس بعد میں زید کے اِجازت دینے پر اگر بیوی اپنے خالو وخالہ سے بات کرے گی تو اُس پر کوئی طلاق نہ پڑے گی، اَب جو بھی صورتِ حال رہی ہو اُس کے موافق حکم متعین کیا جائے۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقًا لكن إن وجد في الملك طلقت.

(الدر المختار، كتاب الطلاق / باب التعليق، مطلب: اختلاف الزوجين في وجود الشرط ٦٠٩/٤ زكريا)

ولو أرادت المرأة الخروج فقال الزوج إن خرجت فأنت طالق ...... تقيد الحنث بالفعل فورًا فلو لبثت ساعة ثم فعلت لا يحنث الحالف (مجمع الأنهر) وتحته في "سكب الأنهر" لأن قصده المنع عن ذلك عرفًا ومدار الأيمان عليه. (مجمع الأنهر، كتاب الأنهر / باب اليمين في الدخول والخروج والإتيان والسكنٰى وغير ذلك ٥٥٥/١ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۸/۵/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک گھنٹہ میں کال نہ کی تو تجھے طلاق

سوال (۷۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی کو میسیج کیا کہ اگر تو نے ایک گھنٹہ میں واپس کال نہ کی تو تجھے طلاق، لیکن بیوی نے موبائل سوئچ آف کر رکھا تھا، کئی گھنٹہ بعد جب اس نے موبائل کھولا اور میسیج پڑھا پھر کال کیا تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں دراصل تعلیق طلاق مجموعی طور پر دو باتوں پر مشتمل ہے: اول یہ کہ میسیج کے مضمون سے باخبر ہونا۔ اور دوسرے یہ کہ اُس کے بعد ایک گھنٹہ کے اندر اندر واپس کال نہ کرنا اور یہاں پر حسبِ تحریر سوال میسیج پر مطلع ہونے کے بعد ایک گھنٹہ کے اندر کال کرلی گئی، اِس لئے وقوعِ طلاق کی شرط نہیں پائی گئی اور تعلیق کرتے وقت جو ایک گھنٹہ کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی ابتداء میسیج پر مطلع ہونے کے وقت سے ہوگی؛ بریں بنا بیوی کا موبائل بند ہونے کی وجہ سے میسیج پر مطلع ہونے میں جو کئی گھنٹوں کی تاخیر ہوئی ہے، اس سے مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا اور بیوی مطلقہ نہ ہوگی۔

مستفاد: سکران طرق الباب فلم یفتح له فقال: إن لم تفتحي الباب الليلة فأنت طالق ولم يكن في الدار أحد فمضت الليلة ولم يفتح لا تطلق كذا في النهر ناقلاً عن القنية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيره ۴۲۱/۱ زكريا قديم)

إذا كتب إلى امرأته ”إذا جاء ك كتابي هذا فأنت طالق“ فوصل الكتاب إلى أبيها فمزق الكتاب ولم يدفع إليها فإن كان الأب هو المتصرف في جميع أمورها وقع الطلاق حين وصل الكتاب إلى أبيها في بلدها وإن لم يكن الأب هو المتصرف في عموم أمورها لايقع عليها الطلاق وفي الخانية: ما لم يصل

إليها و إن أخبرها الأب بوصول الكتاب إليه، وإن دفع الأب الكتاب إليها وهو ممزق فإن كان يمكن فهمه و قراء ته يقع الطلاق، وإلا فلا. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب ٤/ ٥٣٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۰/ جنوری کے بعد تو آزاد ہے

سوال (۷۹٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بیوی میکے جانا چاہ رہی تھی اور شوہر اجازت نہیں دے رہا تھا پھر بیوی ضد کرنے لگی تو شوہر نے کہا کہ ''۲۰/ جنوری کے بعد تو آزاد ہے'' اور شوہر کا مقصد اس سے یہ تھا کہ میکے جانے کے لئے تو آزاد ہے تو ۲۰/ جنوری گذرنے پر اس پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں چوں کہ طلاق کا مذاکرہ نہیں پایا جارہا ہے اور شوہر نے بیوی کے میکے جانے کے مطالبہ پر یہ الفاظ کہے ہیں کہ ''۲۰/ جنوری کے بعد تو آزاد ہے'' تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ شوہر اس جملہ سے ۲۰/ جنوری کے بعد میکے جانے کی اِجازت دینا چاہتا ہے؛ جیسا کہ اس کا بیان سوال میں درج ہے، تو اِس صورت میں کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور آزاد کا لفظ کہنے سے طلاقِ صریح اُسی وقت واقع ہوتی ہے، جب کہ اِس کے برخلاف کوئی قرینہ نہ پایا جائے۔

فالكنايات لا تطلق بها قضاءً إلا بنية أو دلالة الحال وهي حالة مذاكرة الطلاق (الدر المختار) قوله: وهي حالة مذاكرة الطلاق) أشار به إلى ما في النهر من أن دلالة الحال تعم دلالة المقال: قال وعلى هذا فتفسر المذاكرة بسوال الطلاق أو تقديم الإيقاع كما في اعتدي ثلاثًا، وقال قبله: المذاكرة

أن تسأله هي أو أجنبي الطلاق. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٥٢٨/٤ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٥٧/٤ رقم: ٦٦٦٣ زكريا)

ولا شيء من الكنايات يقع به الطلاق بلا نية أو دلالة الحال كما صرح به في البدائع. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٥٣٠/٤ زكريا)

أنت حرة ...... لا يحتمل السب والرد، ففي حالة الرضا تتوقف الأقسام الثلاثة على نية للاحتمال (الدر المختار) وفي رد المحتار: لما ذكرنا من أن كل واحد من الألفاظ يحتمل الطلاق وغيره والحال لا تدل على أحدهما فيسأل عن نيته ويصدق في ذلک قضاءً. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الكنايات ٥٣٢/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

”اگر میری اجازت کے بغیر اپنے گھر گئی تو میرے نکاح سے خارج ہے“

سوال (۷۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک شادی شدہ شخص ہیں، دو سال پہلے زید کی اپنے برادر نسبتی یعنی بیوی کے بھائی سے جھگڑا ہونے کی وجہ سے اپنی اہلیہ کو غصہ میں آکر بول دیا ”اگر تو میری اجازت کے بغیر اپنے گھر گئی تو تو میرے نکاح سے خارج ہو جائے گی“ اس بات کے کہنے کے دو ماہ بعد زید نے اپنی بیوی کو گھر جانے کی اجازت دیدی؛ لیکن زید کی اہلیہ اپنے گھر نہیں گئی، پھر اِس واقعہ کے دو سال بعد زید اور اُس کی اہلیہ میں جھگڑا ہوگیا، جس کی بنا پر زید کی اہلیہ اپنے گھر چلی گئی۔ اَب اِس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی اہلیہ کا اپنے گھر چلے جانا ہر مرتبہ زید کی اجازت پر

موقوف ہوگا یا ایک مرتبہ اجازت دینے سے طلاق کی شرط ختم ہوجائے گی؟ نیز اجازت دینے کے بعد گھر نہیں جانا، پھر دوسال بعد بنا اِجازت گھر چلے جانا؛ اِن صورتوں میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر تعلیق طلاق کے بعد شوہر (زید) نے بیوی کو گھر جانے کی عام اِجازت دے دی تھی (کہ بعد میں بھی تمہارے جانے پر مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا) تو وقوعِ طلاق کی شرط باقی نہیں رہی؛ لہٰذا اِس اجازتِ عامہ کی وجہ سے بعد میں بیوی جب اپنے گھر چلی گئی تو اُس پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

إذا قال لامرأته: أنت طالق إن خرجت من هذه الدار إلا بإذني ...... فإذا قال لها: إن خرجت فقد منعها عن جميع الخرجات واستثنى خروجًا موصوفًا بإذن، فإن وجد الخروج بإذن كان مستثنى عن اليمين فلا تطلق. (المحيط البرهاني، كتاب الطلاق / الفصل السابع عشر: الأيمان بالطلاق ١٠٣/٥ المجلس العلمي)

والحيلة للزوج في ذلك أن يقول لها: كلما شئت الخروج فقد أذنت لك. (المحيط البرهاني، كتاب الطلاق / الفصل السابع عشر ١٠٤/٥ إدارة القرآن كراچی)

إذا قال لامرأته: أنت طالق إن خرجت من هذه الدار إلا بإذني ...... والحيلة للزوج في ذلك أن يقول لها "كلما شئت الخروج فقد أذنت لك.

(الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السابع عشر في الأيمان بالطلاق ٥٨/٥ زكريا)

المستفاد: ولو قال لها: أنت طالق إن خرجت من هذه الدار حتى آذن لك، فأذن لها مرة بالخروج ينتهي اليمين، حتى لو خرجت بعد ذلك بغير إذن لا تطلق. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السابع عشر في الأيمان بالطلاق ٥٨/٥ زكريا، المحيط البرهاني، كتاب الطلاق / الفصل السابع عشر: الأيمان بالطلاق ١٠٤/٥ إدارة القرآن كراچی) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۴۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''اگر تم میرے یہاں دلی فلیٹ پر آئی تو تمہارا اور میرا رشتہ ختم'' کہنے کا حکم

سوال (۷۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید دلی میں نوکری کرتا ہے اور وہیں ایک فلیٹ کرایہ پر لے کر رہتا ہے، بیوی اپنے میکے میرٹھ گئی ہوئی تھی، زید نے اُس سے ٹیلیفون پر بات کی، بات چیت کے دوران کسی بات پر اُن میں اَن بن ہوگئی اور زید نے اُس سے یہ کہہ دیا کہ ''اگر تم یہاں یعنی دلی فلیٹ پر آئی تو تمہارا اور میرا رشتہ ختم'' اِس گفتگو کے بعد بیوی اُس کے فلیٹ پر پہنچ گئی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور طلاق رجعی ہوئی یا بائن؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر زید نے طلاق کی نیت سے مذکورہ اَلفاظ (تمہارا اور میرا رشتہ ختم) کہے ہیں، تو حسبِ شرائط بیوی کے دلی کے فلیٹ پہنچتے ہی ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے، اَب اگر وہ دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اَز سرِ نو نکاح کرنا ضروری ہے، محض رجعت کافی نہیں ہے۔

أو قال لم يبق بيني وبينك نكاح يقع الطلاق إذا نویٰ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس في الكنايات ۳۷۵/۱ زكريا قديم)

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الأيمان في الطلاق ۳۹۸/۲ مكتبه بلال ديوبند، ۳۸۵/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الرجعة، مطلب: في العقد على المبانة ۴۰/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر ایک ہزار روپئے قبول کروں تو میری بیوی کو طلاق

سوال (۷۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے بکر سے کہا کہ یہ ایک ہزار روپئے میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہیں، بکر نے کہا کہ اگر میں یہ ایک ہزار روپئے قبول کروں تو میری بیوی کو طلاق اور اُس نے وہ پیسہ وہیں زمین پر پھینک دئے، اِس درمیان خالد جو تیسرا شخص ہے اُس نے بیچ میں پڑتے ہوئے یہ کہا کہ چلو ہوٹل میں چائے پینے چلتے ہیں، تینوں نے چائے پی اور چائے پینے کے بعد خالد نے اسی ایک ہزار روپئے سے چائے کی قیمت اَدا کی اور بقیہ پیسے زید کو لوٹا دئے، تو ایسی صورت میں بکر کی بیوی کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زید نے ایک ہزار قبول کرنے پر بیوی کی طلاق کو معلق کیا تھا اور اُس نے بعد میں اخیر تک ہزار روپئے قبول نہیں کئے اور رہ گئی یہ بات کہ خالد نے انہی ہزار روپئے میں سے چائے کی قیمت اَدا کی اور وہ چائے بکر نے بھی پی ہے، تو محض یہ چائے پینے سے ہزار روپئے قبول کرنا لازم نہیں آتا۔ بریں بنا شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے مسئولہ صورت میں بکر کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

الأيمان مبنية على الألفاظ لا على الأغراض. (الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية / القاعدة الثانية: الأمور بمقاصدها ص:۱۷۷ رقم: ۳۲۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقًا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل الثالث ۱/۴۸۸ زكريا جديد، ۱/۴۸۸ مكتبة الاتحاد ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۶/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

کہا ’’اگر میں اس جگہ سے گذرا تو تیری تین طلاقوں کی قسم‘‘

سوال (۸۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر کا گذر ایک جگہ سے زیادہ ہوتا تھا، شک کی بنیاد پر زوجین میں تکرار شروع ہوگیا، اِسی درمیان شوہر نے کہا ’’میں اَب اِس جگہ سے نہیں گذروں گا، اگر گذرا تو تیری تین طلاقوں کی قسم‘‘ اُس کے بعد شوہر وہاں سے گذرا تو کیا عورت نکاح میں رہے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ہمارے عرف میں محض طلاق کی قسم کے اَلفاظ کہنے سے طلاق کو واقع نہیں مانا جاتا، پس اگر سائل کے علاقہ کا بھی یہی عرف ہے، تو شوہر کے بیوی سے یہ جملہ ’’اگر گذرا تو تیری تین طلاقوں کی قسم‘‘ کہنے سے نہ تو قسم منعقد ہوگی اور نہ طلاق واقع ہوگی، خواہ وہ بعد میں اُس جگہ سے گذرے یا نہ گذرے۔

رجل قال بالفارسية: ’’سوگند خورم بسہ طلاق دیم‘‘ **إن فعلت كذا ففعل لا يحنث، والفرق إن في المسألة الأولى تعارف الناس هذا يمينًا. وفي المسألة الثانية لا.** (الفتاوى الولوالجية، كتاب الأيمان / الفصل الأول ۱۵٤/۲ زكريا)

وقوله: سوگندمی خورم وطلاق‘‘ **لا يكون تطليقًا في العرف.** (بزازية على هامش الهندية، كتاب الأيمان / الثاني فيما يكون يمينًا ۲٦۷/٤ زكريا)

ومن حلف بغير الله لم يكن حالفًا ...... لأنه غير متعارف. (الهداية، كتاب الأيمان / باب ما يكون يمنيًا وما لا يكون يمينًا ٤۷۷/۲ المكتبة النعيمية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۲/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

اگر تو نے گھر پہ قدم رکھا تو قرآن کی قسم تجھے طلاق دے دوں گا

سوال (۸۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میری بیوی سے کسی بات پر تکرار ہوگئی، فون پر بات ہورہی تھی، تو میں نے اپنی بیوی سے فون پر کہا کہ ’’ثمینہ اگر تو نے گھر پر قدم رکھ دیا تو میں قرآنِ پاک کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں تجھے طلاق دے دوں گا‘‘۔ اِس گفتگو کی ریکارڈنگ بھی میرے پاس موبائل میں موجود ہے۔

اُس کے بعد وہ میرے گھر آ گئی اور پھر تکرار ہونے لگی، تو پھر میں گھر سے باہر چلا گیا، میری بیوی کہتی ہے طلاق ہوگئی۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ الفاظ سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ میں حلفیہ کہتا ہوں مذکورہ اَلفاظ کے علاوہ میں نے کوئی طلاق کے اَلفاظ نہیں کہے ہیں، شرعی حکم کیا ہے تحریر فرما دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں آپ کا فون پر اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ ’’اگر تو نے گھر پر قدم رکھ دیا تو میں قرآنِ پاک کی قسم تجھے طلاق دے دوں گا‘‘ اِس جملہ سے اگر چہ قسم منعقد ہوگئی؛ لیکن طلاق اُس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ بعد میں الفاظِ طلاق اَدا نہ کرے؛ کیوں کہ یہ مستقبل کا لفظ ہے جو کہ طلاق کے وقوع پر دال نہیں ہے اور حسبِ تحریر سوال آپ نے اُس کے بعد کوئی طلاق کا جملہ زبان سے نہیں نکالا۔ بریں بناء مذکورہ جملہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی؛ البتہ چوں کہ قسم منعقد ہوچکی ہے، اِس لئے اگر آپ نے بیوی کے گھر میں داخل ہونے کے بعد اپنی یا بیوی کی وفات تک طلاق نہ دی تو آپ کی قسم ٹوٹ جائے گی اور حسب ضابطہ کفارہ لازم ہوگا۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۸۲/۵)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَكَفَّارَتُهُ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۸۹]

بخلاف قوله: سأطلق ’’طلاق کنم‘‘ لأنه استقبال فلم يكن تحقيقًا بالتشكيك. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية ۳۸٤/۱ زكريا)

ولا بد أن تكون اليمين موقتة كاليوم وغدًا؛ لأنها لو كانت مطلقة لم يتصور الحنث باختياره؛ لأنه لا يحنث إلا في آخر جزء من أجزاء حياته فيوصى

بالكفارة حينئذ إذا هلك الحالف ويكفر عن يمينه إذا هلك المحلوف عليه، كذا في غاية البيان. (البحر الرائق، كتاب الإيمان / قوله: من حلف على معصية ٤٩١/٤ زكريا)

لا يخفى أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينًا ...... وعند الثلاثة: المصحف والقرآن وكلام الله يمين. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان / مطلب في القرآن ٤٨٤/٥-٤٨٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۲/۱۰ھ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

''اگر تجھ سے صحبت کروں تو طلاق'' کہنے سے تعلیق ہوگی یا ایلاء؟

سوال (۸۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی نے کہا اپنی بیوی سے اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق ہے، تو صحبت کرنے سے طلاقِ رجعی واقع ہوجائے گی؛ لیکن معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اِس جملے سے ایلاء بھی ہوجائے گا؟ اور ۴؍ مہینے صحبت نہ کرنے سے طلاق بائن واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- بیوی سے اگر یہ کہا کہ ''تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق'' تو اِس صورت میں ''تعلیق'' کے ساتھ ''ایلاء'' کے معنی بھی پائے جاتے ہیں، پس اگر ۴؍ مہینے سے قبل صحبت کرلی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور ایلاء کا حکم ساقط ہوجائے گا، اور اگر ۴؍ مہینے تک صحبت نہ کی تو ایلاء کی بنیاد پر حسبِ ضابطہ طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۳۵۲/۵ فرید بک ڈپو دہلی)

إن قربتك فعلي حج أو نحوه ...... أو فأنت طالق أو عبده حر ...... فإن قربها في المدة حنث ...... وإلا يقربها بانت واحدة بمضيها (الدر المختار) وتحته في الشامية: قوله بمضيها، أي بسبب مضي المدة، وأشار إلى أنه لا حاجة إلى إنشاء تطليق أو الحكم بالتفريق. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الإيلاء ٦٤/٥-٦٥ زكريا)

الإیـلاء منع النفس عن قربان المنکوحۃ منعًا مؤکدًا بالیمین باللّٰہ تعالیٰ أو غیرہ من طلاق أو عتاق أو صوم أو حج أو غیر ذلک مطلقًا أو مؤقتًا بأربعۃ أشھرٍ في الحرائر. (الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب الطلاق / الفصل الخامس والعشرون في الإیلاء ۱۸۴/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۵/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کہا: میں تیرے علاوہ جب کسی سے نکاح کروں تو اُسے طلاق طلاق طلاق

سوال (۸۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے کسی لڑکی سے کہا کہ اگر میں تیرے علاوہ کسی سے جب جب نکاح کروں تو اُسے طلاق طلاق طلاق، پھر دوسری مرتبہ مذکورہ شخص نے کہا کہ اگر میرا نکاح تیرے علاوہ کسی اور سے ہو تو اسے طلاق طلاق طلاق، میں نے اس صورت کی بھی تردید کی جو کہ وکیل بنا کر نکاح ہو۔ تو سوال یہ ہے کہ مذکورہ شخص کی مستثنیٰ لڑکی کے علاوہ سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو نکاح میں دوام رہے گا یا فوراً طلاق ہوجائے گی؟ نیز یہ کہ مستثنیٰ لڑکی کے علاوہ سے نکاح کی صورت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ کی روشنی میں تشفی بخش مسئلہ کی وضاحت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں وہ شخص مستثنیٰ عورت کے علاوہ کسی بھی عورت سے جب بھی نکاح کرے گا تو نکاح ہوتے ہی عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی، اس میں وکیل یا فضولی کے نکاح سے بھی معاملہ حل نہ ہوگا؛ کیوں کہ دوسری مرتبہ بولے گئے الفاظ سے اُس کی گنجائش ختم ہوچکی ہے؛ لہٰذا اب اُس شخص کے لئے مستثنیٰ عورت

کے علاوہ نکاح کے برقرار رہنے کی کوئی صورت ہمارے علم میں نہیں ہے۔

فلو قال كلما تزوجت امرأة فهي طالق تطلق بكل تزوج ولو بعد زوج آخر. (مجمع الأنهر / كتاب الطلاق ٢/ ٦٠ مكتبة فقيه الأمة ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

مستقبل میں شرط پائے جانے پر کہا ''میں آپ کو طلاق دیتا ہوں''

سوال (۸۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری اپنے شوہر سے موبائل کے ذریعہ کسی موضوع پر لڑائی ہوئی جس میں میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں اس موضوع پر اب بات ہی نہیں کرنا چاہتی، اور مجھے نہیں لگتا کہ اتنی بات ہونے کے باوجود اب ہماری بات ہونی چاہئے، میں اس رشتے کو ہی ختم کرتی ہوں، مجھے اَب لینا دینا نہیں، آج کے بعد مجھے میسج کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں ایک چھوٹے انسان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔

میرے شوہر کا جواب آیا کہ: ''آپ میرے لئے مر چکی ہیں اور میں نے بھی خود کو تمہارے لئے مار دیا ہے، بہت شوق ہے آپ کو علیحدہ ہونے کا، بہت لڑکے ہیں، آپ کے لئے ہوں گے، ہوسکتے ہیں، جائیں اپنے والدین سے بات کریں، انہیں سب بتائیں، آپ جھوٹے اور نا اخلاق اور نفسیاتی انسان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو اب رشتہ ختم کردئے، بہت شوق ہے آپ کو تو اب اس کو عمل میں بھی لے کر آئیں، آپ میری ماما (ساس امی) کو کال کریں، سب رشتہ ختم کریں (پھر میں آپ کو طلاق دیتا ہوں) یہ نہیں کہا کہ طلاق دے دی یا دے رہا ہوں۔''

نوٹ:- میرے شوہر کا کہنا ہے کہ ان کی نیت مستقبل کی تھی کہ اگر یہ ساری چیزیں ہوتی ہیں، تو پھر میں آپ کو طلاق دیتا ہوں، یہ ساری باتیں موبائل اور میسج میں ہوئی تھی۔

واضح رہے کہ میرا صرف ابھی نکاح ہوا ہے، رخصتی نہیں ہوئی، خلوت میں ملاقات بھی ہوئی ہے؛ لیکن ہم بستری نہیں ہوئی، آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کیا مجھے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی؛ اس لئے کہ شوہر کے بیان کے مطابق اُس نے مستقبل میں گھر والوں سے بات کرنے اور اُن کی طرف سے رشتہ ختم کردینے کی بات پائے جانے پر طلاق کے بارے میں غور کرنے کی بات کہی تھی اور یہ شرط متحقق نہیں ہوئی؛ لہٰذا میاں بیوی میں اِزدواجی رشتہ برقرار ہے۔

مستفاد: إذا وجد الشرط انحلت الیمین. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / الباب الرابع في الطلاق بالشرط ۴۱۵/۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۱۷/۱۴۴۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر تعلیق طلاق کا اقرار کرے اور عورت کہے کہ میں نے سنا نہیں

سوال (۸۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو میری اجازت کے بغیر میکے گئی تو تجھے طلاق واقع ہوجائے گی، عورت شوہر سے اجازت طلب کرتی رہی؛ لیکن اُس نے اِجازت نہیں دی اور عورت بغیر اجازت کے میکے چلے گئی۔

شوہر کہتا ہے کہ تعلیق طلاق کیا تھا، اُس کے پاس تعلیق طلاق پر صرف ایک شاہد کی ناقص گواہی ہے۔

عورت کا بیان ہے کہ شوہر نے بغیر اِجازت میکے جانے سے منع کیا؛ لیکن میں نے تعلیق طلاق نہیں سنا، اِس پر عورت نے قسم کھائی کہ اُس نے تین طلاق نہیں سنا۔

یہ مسئلہ دار القضاء ناگ پور میں زیر کارروائی ہے اور فیصلہ کے لئے پیش ہے، اگر اِس مسئلہ کو اقرار طلاق پر قیاس کرتے ہیں تو عورت کے موجود ہونے اور نہ ہونے اور سننے نہ سننے کے باوجود طلاق واقع ہوجائے گی، فقہاء ایسے مسائل میں کلام فرماتے ہیں: "**لأن الزوج یملک إنشاء الطلاق**"، نیز فقہ کا قاعدہ ہے: "**المرء یوٴخذ بإقرارہ**" سے وقوع طلاق کا فیصلہ ہونا چاہئے۔

اور اگر دوسرے قاعدے کی طرف دیکھتے ہیں: "**المرأة تتمسک بالأصل أي:**

عدم الطلاق" تو عورت وقوع طلاق کی منکر ہے، "**والقول قول المنکر مع الیمین**" کے اصول کے تحت عدم طلاق کا فیصلہ ہوگا۔

کیا مکمل گواہی تعلیق پر نہ ہونے کی صورت میں عورت پہ قسم آئے گی یا بغیر گواہی یا ناقص گواہی کے باوجود صرف اقرار طلاق سے ضم طلاق نافذ کیا جائے گا؟

اور یہ مسئلہ دیانۃً نہیں ہے؛ بل کہ قضاء ہے؛ کیوں کہ دار القضاء میں زیر سماعت ہے، آنجضور سے درخواست ہے کہ فیصلے کے لئے مدلل رہنمائی فرمائیں۔

نوٹ:- شوہر نے دو طلاق دے کر رجوع کرلیا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں شرط پائے جانے پر طلاق کے وقوع کا حکم ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب خود شوہر طلاق کا یا تعلیق طلاق کا اقرار کرے تو اس کے لئے کسی بینہ یا ثبوت کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ طلاق کا مکمل اختیار شوہر کو ہر وقت حاصل ہے اور اِس معاملہ میں یہ کہنا کہ "عورت انکارِ طلاق کر کے عدم طلاق کی اصل پر قائم ہے" یہ درحقیقت شوہر کے اختیارِ طلاق کے معارض نہیں ہے؛ کیوں کہ بالفرض اگر عورت کی بات مان بھی لی جائے تب بھی شوہر کو اَز سرِنو طلاق دینے کا اختیار باقی رہتا ہے؛ لہٰذا عورت کے انکار یا تعلیق طلاق کے نہ سننے کے دعوے کا کوئی اعتبار نہیں۔

ذهب جمهور الفقهاء من السلف والخلف أن الطلاق يقع بدون إشهاد لأن الطلاق من حقوق الرجل ولا يحتاج إلى بينة كي يباشر حقه ولم يرد عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ولا عن الصحابة ما يدل على مشروعية الإشهاد. (فقه السنة / الإشهاد على الطلاق ۲۳۰/۲ دار الكتاب العربي بيروت، ص: ٦٣٥ مكمل دار الحديث القاهرة)

يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغًا عاقلا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / فصل فيمن يقع طلاقه الخ ۳۵۳/۱، البحر الرائق / كتاب الطلاق ٤٢٤/۳ زكريا، ٢٤٤/۳ كوئٹه) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۵/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

شرط پائی جانے پر دوسری طلاق

سوال (۸۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے تقریباً ۱۰ر سال پہلے دورانِ نزاع موبائل پھینکتے ہوئے اپنی بیوی سے اِس طرح کہا کہ ''اَب اگر موبائل اِس گھر میں آیا تو تجھے طلاق ہوجائے گی''۔ اِس واقعہ کے قریب ڈیڑھ ماہ بعد زید موبائل اپنے گھر لے آیا، اَب قریب ۱۰ر سال بعد دورانِ نزاع زید نے اپنی بیوی سے کہا ''اگر اَب میں تجھے شہوت کی نظر سے چھو بھی لوں تو ۱۰ر سال پہلے جو ایک طلاق ہوچکی اُسے ملاکر اب ۲ر طلاقیں ہوجائیں گی''۔ اِس واقعہ کے ایک ماہ بعد زید نے شہوت کی نظر سے اپنی بیوی کو پکڑا تو بیوی نے زید کو اُس کا کہا ہوا قول یاد دلایا، تو زید نے فوراً اپنی بیوی کو چھوڑ دیا، اِس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کتنی طلاقیں ہوں گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال جب کہ زید نے دوسری طلاق کو بیوی کو شہوت کے ساتھ چھونے پر معلق کیا تھا، تو اِس شرط کے پائے جاتے ہی اُس پر دوسری طلاق واقع ہوگئی ہے؛ تاہم عدت کے اندر رجعت کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر آئندہ ایک طلاق بھی دی تو مغلظہ ہوجائے گی۔

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط اتفاقًا. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الأيمان في الطلاق ٢/ ٤٠٠ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وإذا طلـق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب السادس في الرجعة الخ ١/ ٤٧٠ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/ ۳/ ۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

تین طلاق کی تعلیق سے بچنے کا حیلہ

سوال (۸۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکے نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم صبح سے گھر کا کوئی بھی کام کروگی تو تم کو تینوں طلاق ہو جائیں گی، لیکن بعد میں اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، تو کیا کوئی صورت ایسی ہے کہ بیوی گھر کا کام بھی کرے اور دونوں کا رشتہ بھی باقی رہ جائے، جواب سے نوازیں۔

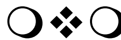
باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر بیوی نے گھر کا کوئی کام کرلیا تو حسبِ شرط اُس پر تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی؛ تاہم تین طلاق سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اُسے ایک طلاقِ بائن دے کر چھوڑ دیا جائے اور عدت گذرنے کے بعد وہ گھر کا کام کرے، بعد ازاں اُس سے نکاح کرلیا جائے تو اَب گھر کا کام کرنے سے اُس پر مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوگی؛ کیوں کہ جس وقت پہلی مرتبہ شرط پائی گئی تو وہ مطلقہ بائنہ ہونے کی وجہ سے محل طلاق نہ تھی۔

تنحل الیمین بعد وجود الشرط. (رد المحتار / کتاب الطلاق ٤/٦٠٩ زکریا)

فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار أن یطلقها واحدة، ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق / باب التعلیق ٤/٦٠٩ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۳/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



خلع اور طلاق علی المال

خلع کے احکام

سوال (۸۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۲؍جنوری ۲۰۱۹ء کو شادی ہوئی تھی، میاں بیوی ساتھ رہ رہے تھے، اَب دونوں میں نبھاؤ نہیں ہورہا ہے؛ اِس لئے آپس میں خلع چاہتے ہیں:

(۱) خلع کیا ہے؟ خلع کا طریقۂ کار کیا ہے؟

(۲) کیا خلع کے لئے بھی شوہر کا طلاق دینا ضروری ہے؟ یا شوہر کے صرف یہ کہنے سے کہ ''میں نے تجھ سے خلع کیا ہے'' خلع واقع ہوجائے گا یا تین مرتبہ لفظ طلاق کہنا ضروری ہے؟

(۳) کیا خلع کے بعد بھی عورت کو عدت پوری کرنی ہوگی؟ اگر ہاں تو کتنی مدت ہوگی؟

(۴) اگر خلع کے بعد عدت کرنا ضروری ہے تو کیا شوہر کو اس کا نان ونفقہ ادا کرنا ہوگا؟

(۵) کیا خلع کے لئے عورت کا شوہر کو کچھ مال وزر دینا ضروری ہے؟ اور کیا شوہر کو اس کا قبول کرنا ضروری ہے؟

(٦) کیا خلع کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟ اگر نہیں ہے اور گواہ بنا لئے جائیں تو کیا مناسب ہوگا؟

(۷) کیا خلع کے لئے بیوی اور شوہر کا آمنے سامنے ہونا ضروری ہے؟

گذارش یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- (۱) نکاح میں زوجین کو حتی الامکان رشتہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے؛ لیکن اگر نبھاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو حسبِ ضابطہ طلاق اور خلع کی بھی گنجائش ہے۔ اور خلع کا مطلب یہ ہے کہ شوہر مال کے بدلے میں ملکیت نکاح زائل کرنے پر تیار ہوجائے۔

هو عبارة عن أخذ مال من المرأة بإزاء ملك النكاح بلفظ الخلع.

(الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس عشر في الخلع ٥/٥ زكريا)

خلع میں الگ سے طلاق کا لفظ بولنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ بذاتِ خود خلع کے لفظ سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے۔

عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم جعل الخلع تطليقةً بائنةً. (السنن الكبریٰ للبيهقي، كتاب الخلع والطلاق / باب المختلفة لا يلحقها الطلاق ٥١٨/٧ دار الكتب العلمية بيروت، سنن الدار قطني، كتاب الطلاق والخلع والإيلاء وغيره ٨٣/٥ رقم: ٤٠٢٥ مؤسسة الرسالة)

(۳-۴) خلع کے بعد عورت کو عدت گذارنی لازم ہے اور عدت کا خرچ حسبِ ضابطہ شوہر پر لازم ہے؛ لیکن اگر شوہر نے خلع میں نان ونفقہ سے برأت کرلی ہو اور عورت اُس پر راضی ہوگئی ہو تو شوہر پر عدت کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲۵۱/۵)

ذهب جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة في المذهب) إلى أن عدة المختلعة عدة المطلقة. (الموسوعة الفقهية مادة: عدة ٢٥٢/١٩ الكويت)

فإن كان الزوج اشترط عليها البراءة عن النفقة والسكنى بريء عن النفقة ولا يبرأ عن السكنى. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس عشر في الخلع ٢٤/٥ زكريا)

(۵) خلع کا اطلاق بالعوض طلاق دینے پر ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر بلا کسی عوض کے شوہر طلاق

دے تو اُسے خلع نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ وہ محض طلاق کہلائے گا اور خلع میں بھی شوہر کے لئے مال لینا اُسی وقت درست ہوتا ہے جب کہ عورت کی طرف سے زیادتی پائی جائے اور یہ مال بھی بس مہر کے بقدر ہو، اُس سے زیادہ نہ ہو اور جب زیادتی شوہر کی طرف سے ہو تو اُسے کچھ بھی مال بیوی سے لینا سخت مکروہ ہے۔

وكره تحريمًا أخذ شيء ويلحق به الإبراء عما لها عليه إن نشز، وإن نشرت لا، ولو منه نشوز أيضًا الخ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ۹٤/٥-۹٥ زكريا)

(٦) خلع کی صحت کے لئے گواہی اگرچہ شرط نہیں ہے؛ لیکن احتیاطاً گواہ بنالیں تو بہتر ہے۔

ويستحب الإشهاد في العقود. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار / كتاب الشهادات ۲۲۸/۳ المكتبة الأشرفية ديوبند)

(۷) خلع کے لئے زوجین کا آمنے سامنے ہونا ضروری نہیں؛ البتہ دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔

هو يمين في جانبه ...... ولا يقتصر على المجلس أي مجلسه ...... وفي جانبها معاوضة بمالٍ (الدر المختار) وعبارة البدائع: ولا يشترط حضور المرأة بل يتوقف على ما وراء المجلس حتى لو كانت غائبة فبلغها فلها القبول؛ لكن في مجلسها؛ لأنها معاوضة. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ۸۸/٥-۸۹ زكريا، بدائع الصنائع، الطلاق / فصل في شرائط ركن الطلاق الخ ۱٤٥/۳ دار الكتب العلمية بيروت)

وأما ركنه فهو كما في البدائع: إذا كان لعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ۸۸/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خلع کس شرط پر دیا جائے

سوال (۸۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ خلع چاہتی ہے اور زید کا ہندہ پر کوئی ظلم وزیادتی بھی نہیں ہے، تو زید ہندہ کو کس شرط پر خلع دے سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- خلع: نکاح کو مال کے عوض زائل کرنا ہے، مثلاً شوہر یہ کہے کہ ''میں نے تم کو نکاح سے نکالا مہر کے بدلے'' اور بیوی اُس کو قبول کرے، تو اِس سے بیوی پر طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی اور عدت کے بعد اُسے اختیار ہوجائے گا کہ دوسرے سے نکاح کرے۔ الدرالمختار میں ہے:

الخلع شرعًا كما في البحر: إزالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها بلفظ الخلع أو ما في معناه الخ، ولا بأس به عند الحاجة بما يصلح للمهر الخ، وحكمه: أن الواقع به وبالطلاق الصريح على مال طلاق بائن الخ. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب الخلع ۸۳/۵-۹۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۴۲/۶/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دھمکی دے کر خلع نامہ پر دستخط کرانا

سوال (۸۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں سید عمران علی مرحوم سید الیاس علی ساکن روزگار کالونی جعفر نگر ناگ پور میرا عقد ۲؍ جون ۲۰۰۷ء کو ضلع سیونی میں اسلامی رسم ورواج کے مطابق عالی جناب صدیق خان صاحب ولد مرحوم حمید خان صاحب کی دختر نیک اختر شاذیہ نازنین (حمیرہ) سے ہوا، پچھلے تین سالوں سے ہم دونوں کی زندگی میں میری اہلیہ کی والدہ کی دخل اندازی شروع ہوگئی۔

نا گپور کی ایک کمپنی کے دھوکا دھڑی کرنے کی وجہ سے میں کافی پریشان تھا، اس لئے میں نے ان باتوں کو نظر انداز کیا، میری اہلیہ کی والدہ اور ان کی تین بہنیں میرے خلاف بھڑ کا نا شروع کر دیا کہ میں نے دوسرا نکاح کر لیا اور میرا اس وقت کسی اور عورت سے ناجائز تعلق بھی ہے، اور اس کے علاوہ بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کے الزامات لگانے لگے۔

ستمبر ۲۰۱۸ء میں میری اہلیہ کی والدہ اور ان کی تینوں بہنوں نے اپنی حقیقی بھائی وسیع الرحمٰن (ببلو پٹیل) برگھاٹ کو میرے گھر بھیجا، انہوں نے طلاق اور خلع کا مطالبہ کیا، میں نے دونوں ہی دینے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد ۲۷ر ستمبر ۲۰۱۸ء کو میری اہلیہ کے دونوں بھائی ارشد خان اور دانش خان اور ان کے ساتھ آٹھ دس لڑکے مجھے صدر نا گپور میں راستہ میں روکے اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں خلع نامہ پر دستخط کروں اور اگر میں نے دستخط نہیں کیا تو پورے گھر کا نام ونشان ختم کر دیں گے۔

میں بہت پریشان ہو گیا اور خوف زدہ بھی، اس لئے میں نے ۲ر ستمبر ۲۰۱۸ء کو خلع نامہ پر دھمکی کی وجہ سے دستخط کیا اور سرراہ ضلع سیونی کے امام (صدر جمعیت اہل حدیث) مولانا عبد القدوس عمری کے سامنے کلام اللہ کی قسم کھائی کہ میں نے دوسری شادی نہیں کی، اور نہ ہی میرا کسی عورت سے ناجائز تعلق ہے۔

مولانا نے پھر میری اہلیہ سے قسم کھانے کو کہا کہ کیا آپ نے دیکھا ہے؟ تو میری اہلیہ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور رونے لگی، میری اہلیہ خلع نامہ پر دستخط کرنا نہیں چاہتی تھی اور نہ میں، جان سے مارنے کی دھمکی کی وجہ سے میں نے دستخط کئے۔

میں نے اپنی زبان سے طلاق اور خلع نہیں کہا اور نہ میری اہلیہ نے مجھ سے کہا، ہم دونوں نے دستخط اس خلع نامہ پر میری ساس اور ان کی تینوں بہنوں اور بھائی ببلو اور ارشد اور دانش کے جان سے مارنے کی دھمکی کی وجہ سے کر دی، اس لئے میں نے نا گپور کے فیملی کورٹ میں اہلیہ کو لانے کے لئے کیس داخل کیا، کیوں کہ میری اہلیہ اس وقت میری زوجیت میں تھی اور آج بھی ہے۔

میں اس خلع نامہ کو نہیں مانتا جو کہ جان سے مارنے کی دھمکی دے کر کرایا گیا ہو، اس لئے میں آپ سے جواب کا طالب ہوں کہ (۱) دھمکی دے کر کیا گیا خلع نامہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) میں اپنی اہلیہ کو لانے کی جدوجہد میں ہوں، کیا یہ جدوجہد شرعی ہیں یا نہیں؟

(۳) دونوں علما اور حاضرین کے روبرو میں طلاق دیتا ہوں یا خلع دیتا ہوں، زبان سے نہیں کہا۔

ہم دونوں کو اُن لوگوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت الگ کیا، میں اپنی اہلیہ کو واپس لانے کے لئے آپ کے جواب کا طلبگار رہوں، امید ہے کہ جواب جلد عطا فرمائیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیلات درست اور واقعہ کے مطابق ہیں اور آپ نے صرف مار پیٹ کی دھمکی کی بنیاد پر خلع نامہ پر دستخط کئے ہیں اور زبان سے طلاق یا خلع کے الفاظ ادا نہیں کئے ہیں تو آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور آپ اپنی بیوی کو اپنے پاس بلانے کی کاروائی کر سکتے ہیں؛ لیکن اگر آپ نے بغیر کسی دھمکی کے اپنی رضامندی سے خلع نامہ پر دستخط کئے ہوں تو طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی اور بیوی آپ کی زوجیت سے خارج ہوجائے گی۔

رجل أکرہ بالضرب والحبس علی أن یکتب طلاق امرأتہ فکتب: ”فلانة بنت فلان امرأتہ طالق“ ولم یعبر بلسانہ لا تطلق امرأتہ. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الطلاق / الفصل السادس في إیقاع الطلاق بالکتاب ٥٣٢/٤ رقم: ٦٨٤٣ زکریا، الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق / الفصل السادس في الطلاق بالکتابة ٣٧٩/١ زکریا قدیم)

وفي فتاویٰ قاضي خان: لأن الکتابة أقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هٰهنا. (قاضي خان علی هامش الهندیة، کتاب الطلاق / قبیل باب التعلیق ٤٧٢/١ زکریا قدیم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیوی کے خلع لینے کے بعد رجوع کی گنجائش ہے؟

سوال (۸۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی کو خلع لئے ہوئے دو مہینے گذر گئے، میری بیوی جہیز کا سامان بھی لے گئی، سامان لے جاتے وقت میں نے ایک بار بولا کہ ''میں نے آپ کو طلاق دی'' اور میرے سالے صاحب نے کچہری سے طلاق کے کاغذات بھی تیار کرالئے، کیا اِس معاملے میں رجوع کی گنجائش ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حسبِ تحریر سوال چوں کہ صرف ایک طلاق دے کر خلع کیا گیا ہے، اِس لئے اگر فریقین راضی ہوں تو نیا نکاح کر کے ساتھ رہنے کی گنجائش ہے، اِس کے بغیر رجعت نہ ہوسکے گی۔

وإذا فعل ذلک وقع بالخلع تطليقةً بائنةً ولزمها المال. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / باب الخلع ۵/۵ زكريا)

وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها الخ. (الهداية، كتاب الطلاق / فل فيما تحل به المطلقة ۴۰۹/۲ مكتبة بلال ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۳/۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوری اور ڈاکہ زنی کرنے والے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنا

سوال (۸۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا شوہر چوری اور ڈاکہ زنی کرتا ہے جس کی وجہ سے کئی بار جیل جا چکا ہے، میں بھی سمجھا چکی ہوں، پھر وہ نہیں مانتا، اب بھی وہ جیل میں ہے، میرا نبھاؤ مشکل ہو رہا ہے اور میں خلع لینا چاہتی ہوں، جس سے وہ انکار کر رہا ہے، ایسی حالت میں میں کیا کروں، جس سے اس سے چھٹکارا مل جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر آپ کے لئے شوہر کے بغیر رہنا مشکل ہے تو آپ شوہر سے خلع کا مطالبہ کرسکتی ہیں، اگر وہ اس پر راضی ہو جائے تو فبہا اور اگر راضی نہ ہو تو آپ قریبی محکمہ شرعیہ میں اپنا معاملہ پیش کریں اور اُس کے فیصلے پر عمل کریں۔

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به الخ. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الخلع ٤٠٤/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند، ٤١٣/٢ مكتبة بلال ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۰/۶/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

شوہر کے گھر سے بھاگنے کے بعد شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنا

سوال (۸۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے اپنے بیٹے کی شادی کی تھی، جس میں دستور کے مطابق لڑکی کے والد نے اپنی بیٹی کو کچھ سامان بھی دیا تھا اور شادی میں ہمارا بھی کافی خرچ ہوا، تقریباً دو مہینے دولہن ہمارے یہاں رہی؛ لیکن اُس دولہن کے شادی سے پہلے ہی کسی لڑکے سے تعلقات تھے، شادی کے تقریباً دو مہینے کے بعد یہ ہوا کہ وہ دولہن رات کے ۱۲؍ بجے ہمارے گھر سے نکل کر اپنے پرانے دوست کے گھر چلی گئی، پھر پولیس کی مدد سے اُس کو اُس کے والد کے گھر پہنچا دیا گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ اگر وہ اپنی غلطی سے توبہ کرکے پچھلی بات ختم کردے تو اُس کو اپنے گھر لے آئیں گے، مگر کچھ روز کے بعد وہ پھر موقع پاکر دوبارہ اپنے والد کے گھر سے بھی نکل گئی، پولیس نے اُس کو برآمد کیا، مگر اُس کے والد صاحب نے اِس بار اُس کو لینے سے انکار کردیا؛ لہٰذا پولیس نے اُس کو اُس کی مرضی کے مطابق اُس کے پرانے تعلقات والے کے یہاں بھیج دیا، اور اَب وہ اپنے اُسی آشنا کے گھر پر رہ

رہی ہے، جب کہ ہمارے لڑکے نے ابھی تک اُس کو طلاق نہیں دی اور اَب جن کے یہاں لڑکی ہے، اُن کی طرف سے اور خود اُس لڑکی کی طرف سے خلع کا مطالبہ ہے۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارے بیٹے کی وہ بیوی اگر اپنے مہر اور سامان جہیز کے بدلے خلع کر لیتی ہے تو اُس لڑکی کے والد کو ہم سے مطالبہ کا کوئی حق تو نہیں ہے؛ کیوں کہ اُس کے والد اپنی لڑکی سے تعلق ختم کر چکے ہیں، نیز مہر و جہیز کی مالک بھی وہ لڑکی ہے اور اِس پورے معاملہ میں قصور صرف لڑکی کا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: - مسئولہ صورت میں صرف مہر کی معافی کی شرط پر لڑکی کے لئے خلع کرنا درست ہے اور جہیز کا سامان لڑکی کی ملکیت ہے، وہ اُس کو واپس کرنا چاہئے اور لڑکی کی رضامندی سے خلع ہوجانے کے بعد لڑکی کے والدین کو لڑکے سے کسی مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

والصحيح أن النشوز إذا كان من قبله فالكل مكروه، وإن كان النشوز من قبلها طاب له قدر المهر باتفاق الروايات، وهل يكره الفضل؟ في رواية هذا الكتاب: لا يكره. وفي رواية الأصل: يكره. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس عشر في الخلع ۸/۵ زكريا)

بل كل أحد يعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه كله. (رد المحتار، كتاب النكاح / باب المهر ٤/٣١١ زكريا)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الغصب / باب من غصب لوحا فأدخله في سفينة الخ ٦/٨٥ رقم: ١١٧٤٠) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱/۱۴۳۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ
الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ

کہا: تو خلع لے لے تجھے اختیار ہے تو آزاد ہے

سوال (۸۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مستفتی نے اپنی اہلیہ شبنم کو نافرمانی کی بناء پر دورانِ نصیحت وتعلیم یہ کہہ دیا کہ تجھے میرے ساتھ رہنا پسند نہیں ہے تو خلع لے لے، تجھے اختیار ہے تو آزاد ہے، اور یہ بات مزاحیہ انداز میں بولی گئی تھی، طلاق کی نیت نہیں تھی، کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

پھر تقریباً سال یا چھ ماہ بعد زیادہ ہی بدتمیزی وبدکلامی کی بناء پر مستفتی نے یہ شرط لگادی کہ جب بھی تو نے یہ بے ہودہ الفاظ بولے تو تجھے طلاق، اس نے بول دیے تو کیا طلاق واقع ہوگئی؟ اُس کے بعد عدت ہی میں رجوع کرلیا۔

پھر ایک ماہ بعد گالیاں بکنے پر یہ کہا کہ کیا میں تجھے طلاق دوں؟ کہنے لگی: دے دو، مستفتی نے کہا: تجھے طلاق، جا نکل یہاں سے (طلاق ہوگئی طلاق) بین القدسین جو لفظ طلاق بولا گیا ہے اُس سے مستفتی کی نیت طلاق نہیں ہے؛ بل کہ طلاق کی خبر دینا مطلوب ہے۔

مذکورہ صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی، شرع کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں!

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں شوہر کے ''تو خلع لے لے تجھے اختیار ہے تو آزاد ہے'' جیسے الفاظ کہنے پر اگر بیوی نے اسی مجلس میں خلع اور طلاق کو اختیار نہیں کیا تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اُس کے بعد جب بدکلامی کی وجہ سے شوہر نے یہ شرط لگائی کہ جب بھی تو بے ہودہ الفاظ بولے تو تجھے طلاق، اور اس نے بے ہودہ الفاظ بول دیے؛ جیسا کہ سوال میں مذکورہ ہے، تو حسبِ شرط ایک طلاق واقع ہوگئی اور ساتھ ہی یہ شرط بھی پوری ہوگئی؛ لہٰذا آئندہ اِس شرط کی بنیاد پر مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوگی؛ البتہ حسبِ تحریر سوال اُس کے بعد جو شوہر نے بیوی سے کہا ہے: تجھے طلاق اور بعد میں اُس کے متعلق خبریہ جملے بولے ہیں، اس سے مزید ایک طلاق واقع ہوگی، اِس طرح کل ملاکر مسئولہ صورت میں دو طلاق رجعی واقع ہوچکی ہیں، عدت کے اندر اندر

شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے اور عدت کے بعد بلا حلالہ تجدید نکاح ہوسکتا ہے؛ لیکن آئندہ اگر ایک طلاق بھی دے دی تو نکاح کا رشتہ بالکلیہ ختم ہوجائے گا اور رجوع کی کوئی شکل نہ رہے گی۔

وألفاظ الشرط إن وإذا ما وكل وكلما ومتى، ومتى ما، ونحو ذلک (وفيها) كلها تنحل أي تبطل اليمين أي تنتهي وتتم وإذا تمت حنث فلا يتصور الحنث ثانيًا إلا بيمين أخرى؛ لأنها غير مقتضية للعموم والتكرار لغة (إلا في كلما) فإن اليمين لا تنتهي بوجود الشرط مرة. (تنوير الأبصار مع الدر مع رد المحتار / كتاب الطلاق ٤/٦٠١-٦٠٥ زكريا)

ويقتصر على المجلس فيبطل بقيامها عن المجلس وبقيامه أيضًا. (تنوير الأبصار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ٥/٩٠ زكريا)

ولو قال لامرأته: أنت طالق، فقال له رجل ما قلت؟ فقال: طلقتها، أو قال: قلت: هي طالق فهي واحدة في القضاء؛ لأن كلامه انصرف إلى الأخبار بقرينة الاستخبار. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل: النية في طلاق الكناية ٣/١٦٣ زكريا)

فإن نوى تاكيد الأولى صدق ديانة ولم يصدق قضاء وأمضي عليه الثلاث ما لم تحف به قرائن أحوال ترجح صحة نيته، فإن حفت به قرائن حال ترجح صحة نيته صدق ديانة وقضاء، كما إذا طلق زوجته فسئل: ما ذا فعلت؟ فقال: طلقتها، أو قلت: هي طالق، نص على ذلک الحنفية. (الموسوعة الفقهية ٢٩/٣١ الكويت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۴۱/۱/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

خلع کیلئے مہر سے زائد بڑی رقم اور ساز وسامان کا مطالبہ کرنا

سوال (۸۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قمر النساء کی شادی تقریباً ۷؍ سال قبل ہمراہ اکبر علی ہوئی، جب کہ دونوں کی عمر میں کافی

تفاوت ہے، اکبر علی کی عمر تقریباً ۴۰؍سال اور قمر النساء کی عمر تقریباً ۲۲؍سال ہے، قمر النساء کے والد فوت ہو چکے تھے، گاؤں والوں نے چندہ کر کے اکبر علی کے ساتھ نکاح کرا دیا؛ لیکن شادی کے بعد سے قمر النساء اکبر علی کے اِزدواجی تعلق سے کبھی مطمئن نہیں رہی، اپنی والدہ و بڑی بہن وغیرہ سے برابر شکایت کرتی رہی اور لوگ سمجھا بجھا کر اس کے ساتھ زندگی گذارنے پر مجبور کرتے رہے، اکبر علی کی یہ دوسری شادی تھی، پہلی بیوی ۱۴؍سال جھیل کر طلاق لینے پر مجبور ہو گئی اور طلاق لے لیا، اراکین محکمۂ شرعیہ نے جب اس بات کی تصدیق کے لئے اکبر علی کی زوجۂ اول سے رابطہ کیا تو اس نے بھی اکبر علی کی قوتِ مردانگی کی کمی کو تسلیم کیا، دوسری شادی کے ۲؍سال بعد اکبر علی سعودیہ چلا گیا اور تقریباً ۵؍سال رہا، اس دوران روپیہ وغیرہ کما کر قمر النساء ہی کے نام سے بھیجتا رہا اور اس نے کھا پی کر سب ختم کر دیا، گھر والے روپیہ کی لالچ میں اس کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیتے، اب قمر النساء کسی قیمت پر اکبر علی کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں ہے، طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے، لیکن اکبر علی طلاق نہ دینے پر بضد ہے، بدل خلع کے طور پر دو لاکھ روپئے اور زیور و سامان کا مطالبہ کر رہا ہے، معاملہ محکمۂ شرعیہ تک پہنچا تو اراکین نے بہت سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ رقم اور سامان کی واپسی کی شرط کے ساتھ ہی طلاق دینے پر راضی ہے، اب چوں کہ قمر النساء اور اس والدہ کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کو فروخت کر کے وہ رقم ادا کر سکے اور طلاق حاصل کر لے؛ البتہ زیور، سامان اور بمشکل دس ہزار روپئے قمر النساء دینے کے لئے راضی ہے، اگر مقدمہ خارج کر دیا جائے، تو قوی امکان ہے کہ مدعیہ حرام کاری پر آمادہ ہو جائے گی، بلکہ دنیا و آخرت دونوں برباد کر بیٹھے گی تو کیا ایسی صورت حال میں فسخ نکاح کر کے مدعیہ کو نکاحِ ثانی کی اجازت دی جا سکتی ہے یا اور کوئی شکل ممکن ہے، براہ کرام مفصل تحریر فرمائیں تا کہ مسئلہ کا حل کیا جا سکے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں شوہر کی طرف سے خلع پر رضا مندی کے لئے مہر سے زائد خطیر رقم اور سامان کا مطالبہ کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے؛ بلکہ ایک طرح کا ظلم اور زیادتی ہے؛ اس لئے شوہر کو چاہئے کہ وہ زائد رقم لینے پر ضد نہ کرے اور جتنی رقم مدعا علیہا

بسہولت دے سکے اسی پر راضی ہو جائے، تاہم چوں کہ شوہر خلع پر تیار ہے؛ اس لئے محکمہ شرعیہ اپنے طور پر اس نکاح کو فسخ کرنے کا مجاز نہیں ہے، اسے بہر حال طلاق یا خلع کی ہی کوشش جاری رکھنی چاہئے اور مدعیہ کو بھی چاہئے کہ وہ جیسے بھی ہو انتظام کر کے خلع کی رقم دے کر گلو خلاصی کر لے۔

وكره تحريمًا أخذ شيء ويلحق به الإبراء عما لها عليه إن نشز وإن نشزت لا (تنوير الأبصار مع الدر المختار) قوله: وكره تحريمًا أخذ شيء أي قليلاً أو كثيرًا، والحق أن الأخذ إذا كان النشوز منه حرام قطعًا لقوله تعالىٰ: ﴿فَلاَ تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا﴾ ...... نعم يكون أخذ الزيادة خلاف الأولىٰ، والمنع محمول على الأولىٰ. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ٥/٩٥ زكريا)

وكره له أخذ شيء إن نشز وإن نشزت لا أي لا يكره له الأخذ إذا كانت هي الكارهة ...... وأراد بالكراهة كراهة التحريم المنتهضة سببًا للعقاب والحق أن الأخذ في هذه الحالة حرام قطعًا لقوله تعالىٰ: ﴿فَلاَ تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا﴾ ...... والمذكور في الأصل كراهة الزيادة على ما أعطاها، وينبغي حمله على خلاف الأولىٰ. (البحر الرائق، كتاب الطلاق / باب الخلع ٤/١٢٨ زكريا)

وكره أخذ أكثر مما أعطاها من المهر، إن نشزت المرأة فلا يكره أخذ ما قبضته منه هذا على رواية الأصل وعلى رواية الجامع: لم يكره أن يأخذ أكثر مما أعطاها لكن اللائق بحال المسلم أن يأخذ ناقصًا من المهر حتى لا يخلو الوطئ عن المال. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب الخلع ١/٧٤٠ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۳/۴/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مفاہمت کے بغیر ٹرسٹ کا شوہر سے خلع کی منظوری لینا

سوال (۸۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میری شادی ۲۰۱۶ء میں حسبِ رواج برادری بمسلک اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق عمل میں آئی تھی اور میں سائل خود علماء دیوبند کا معتقد ہوں، عرصہ تقریباً ۵؍سال قبل میرے اور میری بیوی کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوگئے اور وہ میری بیٹی کو لے کر اپنے میکے چلی گئی، جب سے اپنے میکے میں ہی رہائش پذیر ہے، کچھ عرصہ قبل اس نے ''الجمعیۃ ٹرسٹ'' میں ''خلع'' کی درخواست دی، جس میں مجھ سائل پر سارے الزامات غلط اور بے بنیاد لگائے، اِدارے نے مجھ سے صفائی میں کوئی گفتگو نہیں کی اور خلع کی کارروائی کو یک طرفہ کیس کی بنیاد پر کارروائی مکمل کرتے ہوئے میری طرف سے میری بیوی کو خلع دے دیا اور اُس کی تحریری اطلاع مجھ کو دیتے ہوئے میری بیوی کی عدت شروع کرادی؛ لہٰذا سائل یہ بات جاننا چاہتا ہے:

(۱) سائل نے خلع کو منظوری نہیں دی ہے، چوں کہ سائل کی طرف سے متعدد مرتبہ رشتہ داروں نے مفاہمت کی کوشش کی ہے۔

(۲) اس صورت میں مجھ پر کیا کیا حقوق واجب ہوتے ہیں۔

(۳) میری بیٹی کی کفالت کا ذمہ دار اور نگہداشت کا ذمہ دار کون ہے؟

(۴) میرا کل زیور میری بیوی کے قبضہ میں ہے، وہ کس قدر اس کا ہے، جب کہ میں نے اُس کو اپنے زیور کا مالک نہیں بنایا تھا؛ بلکہ استعمال کے لئے دیا تھا۔

(۵) خلع کی صورت میں مجھ پر مہر واجب ہوتا ہے کہ نہیں؟

(۶) نان ونفقہ ایام عدت کا یا آئندہ زندگی کا مجھ پر واجب ہوتا ہے کہ نہیں؟

مندرجہ بالا سوالات کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ حنفی کے مطابق مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- خلع کی صحت کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے، برتقدیر صحتِ سوال اگر آپ واقعۃً خلع پر راضی نہیں ہیں، تو شرعاً آپ کی طرف سے خلع کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا؛ لہٰذا معتبر حضرات کو درمیان میں ڈال کر معاملہ کو حل کرنا چاہئے؛ تاکہ

شرعاً کوئی اشکال نہ رہے۔

وأما ركنه إذا كان بعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلا تقع الفرقة، ولا يستحق العوض بدون القبول. (رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ۸۸/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بد اخلاق اور گستاخ بیوی سے خلع لینا

سوال (۸۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: درخواست دہندہ کی اہلیہ شادی ہوجانے کے ۸/دن کے بعد سے ہی آئے دن یہ کہتی رہیں کہ یہاں شادی غلط ہوئی ہے، ہمارے والد اور بھائیوں نے غلطی کی ہے، میں واپس گھر چلی جاؤں گی اور اپنے گذارے کے لئے اسکول وغیرہ میں سروس کروں گی، یہاں کچھ اچھا نہیں لگتا ہے، محلّہ، گھر رہنے کے دونوں کمرہ وغیرہ کچھ اچھے نہیں لگتے، اکثر وبیشتر زہر کھانے، پھانسی پر لٹکنے جیسی بہت سی بیہودگیاں، بدکلامیاں وخود زہر کھانے اور گھر کے دیگر افراد کو زہر دینے کی بات کرتی رہتی تھی، کبھی کبھی میرے ساتھ بدالفاظی کے ساتھ بے ہودگی سے پیش آجاتی تھی، آخر میں لڑائی جھگڑے کے ساتھ میرے ساتھ بدکلامی کے ساتھ پیش آنے کے ساتھ اپنے گھر واپس چلے جانے کی بات کہی، اِس بارے میں معلوم کرنے پر بتایا ہے کہ شادی کے ۱۵/ ماہ ہوجانے کے بعد سے میں بہت پریشان ہوں، یہاں مجھے نہیں رہنا ہے، میرے شوہر ہر طرح سے ناکارہ ہیں، ایسی صورت میں لاتعلقی اختیار کرنی ہے، شرعی مشورہ کیا ہے؟

(۱) اِس حالت میں خلع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اور طلاق دینے کا جائز طریقہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- برتقدیرِ صحتِ سوال جب کہ زوجین میں نبھاؤ کی

کوئی شکل نہیں ہے اور بیوی کی طرف سے حقوق کی اَدائیگی میں کوتاہی ہورہی ہے، تو آپسی رضامندی سے خلع کی صورت اختیار کی جاسکتی ہے، یعنی شوہر مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دے اور بیوی مہر کی معافی پر راضی ہوجائے تو یہ طلاقِ بائن ہوگی اور عدت گذرنے کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

الخلع عقد يفتقر إلى الإيجاب والقبول، يثبت الفرقة ويستحق عليها العوض الخ، وفي الزاد: وإذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقةً بائنةً ولزمها المال.

(الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس عشر في الخلع ۵/۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خلع کے بعد لڑکی والوں سے ولیمہ کا خرچ اور مالی جرمانہ کا مطالبہ کرنا

سوال (۸۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کا رشتہ زید سے طے ہوا؛ لیکن شادی سے کچھ روز قبل ایک لڑکا خالد ہندہ کو لے کر فرار ہوگیا اور اُن کے درمیان پہلے سے تعلقات تھے؛ لیکن اُسی روز ہندہ کو گھر واپس چھوڑ گیا، زید کو اس وقت اس واقعہ کا پتہ نہیں چلا؛ لیکن شادی سے قبل کسی طرح یہ بات زید تک پہنچی تو اُس نے ہندہ کے باپ سے تحقیق کی تو باپ نے اس کا انکار کردیا، پھر اُس کے بعد ہندہ اور زید کا آپس میں نکاح ہوگیا، نکاح کے بعد واقعۃً زید نے ہندہ کو خالد سے بات کرتے دیکھا، اَب زید کسی طرح بھی ہندہ کو اپنی زوجیت میں رکھنے کے لئے تیار نہیں ہے، تو برادری کی پنچ اور مقامی شرعیہ بورڈ کے فیصلے سے خلع ہوگیا، پھر زید اور اُس کے اہل خانہ نے یہ مطالبہ کیا کہ ولیمہ کی تقریب میں ہمارا تقریباً ۶؍ لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے اور ہماری طرف سے کوئی زیادتی نہیں ہوئی، اِس لئے خالد اور اُس کے گھر والے یہ رقم اَدا کریں، تو پنچ والوں نے یہ طے کیا کہ وہ دو لاکھ روپیہ اَدا کریں گے، اِس پر خالد اور اُس کے اہل خانہ راضی ہوگئے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ خلع صحیح ہوا یا نہیں؟ اور زید اور اُس کے اہل خانہ کے لئے خالد سے بطور جرمانہ مقررہ دو لاکھ روپئے وصول کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں ہندہ کا غیر مرد خالد سے تعلق قطعاً حرام ہے اور زید کو پردے میں رکھ کر اُس سے ہندہ کا نکاح کرانے والے سبھی لوگ سخت قابل مذمت ہیں؛ تاہم یہ نکاح درست ہو چکا ہے اور بعد میں آپسی رضامندی سے خلع بھی نافذ اور درست ہو گیا، اَب خلع کے بعد زید کی طرف سے خالد اور اُس کے گھر والوں سے ولیمہ کے خرچ کا جو مطالبہ کیا گیا ہے وہ شرعاً درست نہیں اور زید کے لئے خالد اور اُس کے گھر والوں سے اِس معاملہ میں جرمانہ کے طور پر کوئی بھی رقم لینا ہرگز جائز نہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

وإذا اتشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود اللّٰه فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به وإذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقةً بائنةً. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس عشر في الخلع ۵/۵ زكريا، رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ۸۷/۵ زكريا)

والخلع على ما وقع عليه النكاح وعلى غيره جائز فلم يكن فسخًا. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل في حكم الخلع ۲۲۷/۳ المكتبة النعيمية ديوبند)

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (رد المحتار، كتاب الحدود / باب التعزير ۱۰۶/۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۹/۸/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دینا

سوال (۸۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے لڑکے نے اپنی مرضی سے شادی بتاریخ ۱۸-۱۲-۱۱ کو کی تھی، لڑکی اور لڑکے میں اس وقت جھگڑا ہو رہا ہے، اَب لڑکی آنا نہیں چاہتی ہے وہ طلاق چاہتی ہے، ایسی صورت میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟ لڑکا لڑکی کو ساتھ رکھنا چاہتا ہے، وہ لڑکی کو چھوڑنا نہیں چاہتا، دین مہر ایسی صورت میں دینا ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مسئولہ صورت میں اگر لڑکے نے بلا شرط طلاق دی تو اُس پر حسبِ ضابطہ مہر لازم ہوگا اور اگر اُس نے لڑکی کی طرف سے طلاق کے مطالبہ کرنے پر یہ شرط لگائی کہ ''مہر کی معافی کی شرط پر طلاق'' پھر لڑکی نے یہ شرط قبول کرلی تو اِس صورت میں طلاق کے بعد لڑکے پر مہر کی اَدائیگی لازم نہ ہوگی۔

ولأنه أوقع الطلاق بعوض فلا يقع إلا بوجود القبول الخ. (المبسوط للسرخسي / باب الخلع ۱۹۴/۶ دار المعرفة بيروت، ۲۲۸/۶ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد احسان غفرلہ

''میں نے تجھے پانچ سو کے عوض طلاق دے دی'' کہنے سے طلاق کا حکم

سوال (۸۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''میں نے پانچ سو کے عوض آپ کو طلاق دے دی'' تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ چوں کہ ہمارے یہاں ایک مفتی صاحب وقوع طلاق کے قائل ہیں، دوسرے عدمِ وقوعِ طلاق کے قائل ہیں۔ اور دوسرے مفتی صاحب یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اُس نے صریح لفظ کے ذریعہ طلاق دی ہے، عوض وغیرہ کا تذکرہ یہ اُس کی دھاندلی ہے؛ اِس لئے

بہرصورت طلاق واقع ہوجائے گی، آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ ہمیں اِس مسئلہ کا صحیح اور مدلل جواب اِرسال فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر شوہر بیوی سے یہ کہے کہ ’’میں نے تجھے پانچ سو روپئے کے عوض طلاق دے دی‘‘ تو اِس صورت میں طلاق کے وقوع یا عدم وقوع کا مدار عورت کے قبول کرنے پر ہوگا، اگر عورت اُسی مجلس میں معاوضہ یعنی پانچ سو روپئے دینے کو قبول کرلے تو طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر قبول نہ کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

قال محمد في الأصل: إذا قال الرجل لامرأته ’’أنت طالق بألف درهم‘‘ فقبلت طلقت وعليها ألف درهم، وكذلک إذا قال ’’أنت طالق على ألف درهم‘‘ وفي الهداية: ولا بد من القبول في الوجهين. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل الخامس عشر في إيقاع الطلاق بالمال ٤/٦٠٠ زكريا)

ولو قال لها: ’’أنت طالق بألف درهم‘‘ فقبلت طلقت وعليها ألف، لأن حرف الباء حرف إلصاق فيقتضي إلصاق البدل بالمبدل. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق / فصل: وأما الطلاق على مال فهو في أحكامه كالخلع ٣/٢٣٩ المكتبة النعيمية ديوبند)

ويقتصر على المجلس (الدر المختار) وتحته في الشامية: فيبطل بقيامها عن المجلس وبقيامه أيضًا. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب الخلع ٥/٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

